صفی نامہ

صفی نامہ

کتاب	:	صفی نامہ
مرتب	:	یاسر حسنین
پیشانی	:	یاسر حسنین
صفحات	:	۴۵۹
اشاعت	:	فروری ۲۰۱۹ سنہ
پیشکش	:	دی گریٹ ابن صفی فینز کلب

انتساب

ابن صفی کے

اہل خانہ

اور تمام

پرستاروں کے نام

فہرست

پیشرس (عمران سیریز) ------------------ ۱۴۳

پیشرس (دیگر تصانیف) ------------------ ۳۱۶

گفتگو (اداریئے ابن صفی میگزین) ------------ ۳۲۲

ابتدائیہ

ابن صفی کے پیش رس خاصے کی چیز ہیں۔ اس میں وہ خطوط کے جوابات دینے کے ساتھ ساتھ ناول اور کئی دیگر چیزوں کے بارے میں بھی اظہارِ خیال کرتے تھے۔ یہاں تک کہ کئی لوگ ان کا ''خطوطِ غالب'' کے ساتھ بھی موازنہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ مجاہد لکھنوی کہتے ہیں :

> ''اپنی کہانیوں کی ابتدا میں ابن صفی نے جو پیشرس تحریر کیے وہ اپنا علاحدہ مقام رکھتے ہیں۔ ان مختصر تحریروں میں انہوں نے بہت کچھ کہا ہے۔ بہت سے عقدے کھولے ہیں۔ اشاروں کنایوں میں بڑے بڑے مسائل حل کیے ہیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ اگر پیشرس کی ان تحریروں کو کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے تو اس کتاب کو وہی حیثیت حاصل ہو گی جو ایک سو سال پہلے کے دور میں غالب کی اردوئے معلیٰ کو دی گئی۔''
>
> (ابن صفی شخصیت اور فن از راشد اشرف، ص۲۶۹، اشاعت دوم)

اب یہ کتاب چونکہ ابن صفی کے لکھے اداریوں، پیشرس، پیش لفظ اور گفتگو پر مشتمل ہے تو مجھ میں اتنی ہمت نہیں کہ میں ان میں کوئی لفظ استعمال کر سکوں۔

کافی عرصہ پہلے میں نے ایک کام کا بیڑہ اٹھایا۔ وہ تھا پیش رس نئے سرے سے ''کمپوز'' کرنے کا۔ ذاتی مصروفیات کے باعث یہ کام کافی سست روی کا شکار ہو گیا۔ اور میں ابھی تک صرف جاسوسی دنیا کے پیش رس ہی مکمل کر پایا تھا کہ مجھے ایک عزیز ہستی، میری خالہ صبیحہ یاسمین نے یہ مشورہ دیا کہ ''ابن صفی فینز کلب'' سے مدد کیوں نہیں لیتے۔ (ساتھ ہی ڈانٹا کہ تم ابن صفی کے اکیلے پرستار تو نہیں باقیوں کا بھی

حق ہے)۔ بہت سوچ بچار کے بعد میں اراکین کی خدمت میں درخواست کی کہ وہ عمران سیریز کے پیشرس کی از سرِ نو تدوین کے سلسلے میں میری مدد کریں۔ نتائج کافی حوصلہ افزا تھے۔ اس سلسلے میں سر فہرست فراز علی حیدری اور آپا حمیرا ثاقب تھے۔ جنہوں اپنی گونا گو مصروفیات سے وقت نکال میری بھرپور کافی مدد کی۔ ان کے علاوہ آصف قادری مصباحی، عابی خان، ادا علی، زین الحق، واصل حسینی، تبسم حجازی صاحبہ، خوشی عابدی، حافظ رانا ابو بکر، شاہد جمال، حیدر الحسینی، حمزہ رمضان، وریشہ عبدالجلیل، گلشن زہرہ اور فرخ ملک نے بھی اپنی سکت کے مطابق بھرپور حصہ ڈالا۔

مواد کے سلسلے میں بھی ڈاکٹر حامد حسن، محسن قاضی اور میری آپا حمیرا ثاقب نے کافی مدد کی۔ اور کچھ مواد (پیشرس کے علاوہ) کی کمپوزنگ کے سلسلے میں قاضی محمد عبید، محسن قاضی اور سید فہد حسینی نے مدد کی۔ میرا اس سب مواد کو ایک برقی کتاب کی شکل میں جمع کرنے کا ارادہ تھا۔ تاکہ سب پرستاروں کی دلچسپی کے سامان کے ساتھ ساتھ تحقیق کاروں کے لئے ایک الگ قسم کا مواد فراہم ہو سکے۔ اگرچہ اس موضوع پر ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی کی ایک کتاب (ابن صفی کے ایک سو ایک اداریے) موجود ہے لیکن مجھے وہ کتاب دستیاب نہ ہو سکی۔ اور ”ایک سو ایک اداریے“ کا عنوان بھی کچھ ذہن کو نہ بھایا۔

کافی سارا مواد حنیف صاحب کی ویب سائٹ ابن صفی ڈاٹ انفو اور راشد اشرف صاحب کی ویب سائٹ وادئ اردو سے لیا۔ اور جس وقت راقم یہ حروف لکھ رہا ہے وادئ اردو نامعلوم وجوہات کی بنا پر بند مل رہی ہے۔ اس لیے کافی چیزوں کے حوالہ جات دینے سے قاصر ہوں۔ اور اس کوتاہی پر معذرت خواہ ہوں۔

اس کتاب کا نام ”صفی نامہ“ میں نے اپنے استاد محترم ”ڈاکٹر طارق حبیب“ کی تقلید میں رکھا ہے۔ یہ ہرگز کوئی تحقیقی کتاب نہیں ہے۔ بلکہ تحقیق کاروں کے لیے خام مواد کی صورت میں ترتیب دی گئی ہے۔ اور کوشش کی گئی ہے کہ نقل بصورت اصل تیار کر سکوں لیکن اس میں کافی ساری تبدیلیاں بھی کی گئی ہیں۔ خصوصاً املا کے حوالے سے۔ ابواب کی ترتیب کچھ اپنی سمجھ کے مطابق جو دے سکا دے دی۔ بہتری کی گنجائش بہر حال موجود ہے۔

آخر میں ایک یاددہانی کروانا چاہتا ہوں کہ اگر کوئی ابن صفی کا پرستار یا پبلشر اس کتاب میں موجود مواد کو چھپوانے کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ ابن صفی کے اہل خانہ سے اجازت ضرور لے۔ جو کہ ایک اخلاقی اور قانونی تقاضا ہے۔

یاسر حسنین

فروری ۲۰۱۹ء

انتسابات

انتساب

عفت موہانی

ایم ۔اے (عثمانیہ)

کے نام

جو "ساکی" کی طرح چھوٹی چھوٹی استعجابیہ کہانیاں لکھتی ہیں

مگر

یہ انتساب تو اُس دن کے لیے ہے جب وہ "ساکی" کو بھی پیچھے چھوڑ جائیں۔

ابن صفی

۲۵ نومبر ۵۷ء

(عمران سیریز نمبر ۲۵، پیاسا سمندر، کراچی ایڈیشن)

(اشاعت: ۲۵ ر نومبر ۱۹۵۷ء)

انتساب

صرف اُن کے نام جنھیں عشق کرنے کی

فرصت بھی ملتی ہے۔

ابن صفی

(زلفیں پریشان ہو گئیں، ۱۹۵۸ء)

انتساب

جناب حکیم محمد اقبال حسین،

ایم۔اے۔

پروپرائٹر۔ آئی ساکو (پاکستان) کراچی کے نام جن کے ہاتھوں میں

نے تین سالہ طویل علالت سے نجات پائی۔

ابن صفی

(عمران سیریز نمبر ۴۲، ڈیڑھ متوالے،

(اشاعت: ۲۱ / اکتوبر ۱۹۶۳ء)

انتساب

ان لوگوں کے نام جو میرے ناول خود تو چھپ چھپ کر پڑھتے ہیں

لیکن انہی تحریروں کو نئی نسل اور ادب کے لیے زہر کا درجہ دیتے ہیں۔!

ابن صفی

(ڈپلومیٹ مرغ، ۱۹۷۵ء)

پیشرس

(جاسوسی دنیا)

دیباچہ

(جاسوسی دنیا نمبر ا، دلیر مجرم)

یہ کسی طرح نہیں کہا جاسکتا کہ اردو میں جاسوسی ناول سرے سے ہے ہی نہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ جو جاسوسی ناول اردو میں اب تک لکھے گئے ہیں وہ آج کے اردو دان طبقے میں زیادہ مقبول نہیں۔ ان کی غیر مقبولیت کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے محیر العقول واقعات کی بنا پرتی طور پر قاری کے ذہن کو مسحور کر لیتے ہیں لیکن منطقی شعور کی تسکین نہیں کر سکتے۔ انہیں زیادہ سے زیادہ طلسم ہوش ربا کے بعد جگہ جاسکتی ہے، اس کے آگے گنجائش نہیں۔ مثال کے طور پر بہرام کے ناولوں کو لے لیجیے۔ بہرام کا کردار حد درجے دلچسپ ہے۔ اس کے کارنامے تھوڑی دیر کے لیے قاری کو گم سم کر دینے کے لیے کافی ہوتے ہیں لیکن جب اس پر غور کیا جاتا ہے کہ اس کا طریقہ کار کیا تھا تو اس کی مافوق البشریت پر ایمان لائے بغیر کام نہیں چلتا۔ ابھی جسے آپ سپرنٹنڈنٹ پولیس سمجھ رہے تھے وہ تو بہرام تھا۔ جسے آپ کوتوال صاحب کی بیوی سمجھ رہے تھے پیچھے وہ بھی بہرام نکلا۔ غرضیکہ کائنات کے ذرے ذرے میں بہرام ہی کا جلوہ نظر آتا ہے لیکن اس کی کوئی معقول وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ کچھ دن تک تو اس قسم کے ناول مقبول رہے لیکن آہستہ آہستہ پڑھنے والوں کا دل اس کی طرف سے اچاٹ ہوتا گیا۔ اس کے بعد ان ناولوں کا نمبر آتا ہے جن کا انگریزی سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ ان کے متعلق کچھ کہنا ہی بے کار ہے۔ ان کو پڑھ کر وہی کیفیت ہوتی ہے جو ایک انگریز کو بہترین سوٹ پر گاندھی کیپ پہنے دیکھ کر ہو سکتی ہے۔ ان کی عبارت جھول دار ہوتی ہے۔ اس کے بعد وہ ناول ہیں جن کا پلاٹ انگریزی سے آیا ہوتا ہے۔ ان میں

دشواری یہ آپڑتی ہے کہ کرداروں کے نام تو ہندوستانی ہوتے ہیں لیکن ان کا طور طریقہ، بولنے اور سوچنے کا انداز قطعی غیر ملکی معلوم ہوتا ہے۔ اس طرح یہ ناول سوفیصدی چوں چوں کا مربہ بن کر رہ جاتے ہیں جن کے دو تین باب پڑھنے کے بعد دل چاہتا ہے کہ کتاب سر پر مار لیں۔

بہر حال ابھی تک اردو میں اچھے جاسوسی ناولوں کا فقدان ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ اردو کے اچھی ادیبوں کی اس طرف سے عدم توجہی ہے۔ دنیا کے ہر اچھے ادب میں اس کا جاسوسی لٹریچر اچھی خاصی جگہ رکھتا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اردو اس سے محروم رہے۔

ممکن ہے کہ بعض ساتھی اسے غیر ضروری اور غیر افادی کہ کر ٹال جائیں لیکن یہ درست نہیں کیونکہ جب تک پرانا نظام قائم ہے جرائم بھی زندہ رہیں گے اور ان کا پرتو بھی ادب پر پڑتا رہے گا۔ اس لیے اس سے دامن بچانا مشکل ہے۔ مگر یہ ضروری ہے کہ اسے پیش کرنے میں ایسی خوش سلیقگی سے کام لیا جائے کہ پڑھنے والوں کے دل میں جرائم کی طرف سے نفرت پیدا ہو سکے اور ایک ایسی سوسائٹی بنانے کا خیال پیدا ہو جس میں جرائم کے لیے کوئی گنجائش ہی نہ رہے۔

جاسوسی دنیا کا اجراء اسی مقصد کے تحت عمل میں آیا ہے۔ ایک طرف تو یہ اردو میں جاسوسی ناولوں کی کمی پوری کرنے کے لیے صرف وہی چیز میں پیش کرے گا جو موجودہ سائنسی دور کے دماغ کو مطمئن کر سکیں اور دوسری طرف ان رجحانات سے عوام کو باخبر کرتا رہے گا جن کی بدولت جرائم جنم لیتے ہیں اور پرورش پاتے ہیں۔

پیش لفظ

(جاسوسی دنیا نمبر ۲، خوفناک جنگل)

جاسوسی دنیا کا دوسرا ناول ملاحظہ فرمائیے۔ اس ناول کے بارے میں ہم نے جو دعویٰ کیا تھا اُسے کہاں تک نباہا جاسکا ہے اس کا فیصلہ آپ کریں گے۔ ہم نے جو فیصلہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہم اس سلسلہ کے بارہ ناول پیش کریں گے یعنی انسپکٹر فریدی کے بارہ کارنامے۔ اس سلسلے کا ہر ناول اپنی جگہ پر مکمل ہو گا یا دوسرے الفاظ میں یوں سمجھ لیجیے کہ ایک ناول کے پلاٹ کا دوسرے ناول کے پلاٹ سے کوئی تعلق نہ ہو گا۔

اردو کے جاسوسی ناولوں میں ابھی تک ایک کمی شدت سے محسوس کی جاتی رہی ہے۔ طنز و مزاح کی کمی۔ آپ کا ''جاسوسی دنیا'' یہ کمی پوری کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اسے پڑھ کر اگر ایک طرف آپ حیرت کے سمندر میں غوطے لگائیں گے تو دوسری طرف ہنستے ہنستے آپ کے پیٹ میں بل پڑ جائیں گے .... سرجنٹ حمید کا کردار ایسا نہیں جسے عرصہ تک فراموش کیا جاسکے۔ اس کا کھلنڈرپن، باسلیقہ اور ستھرا مزاح آپ کو اپنا گرویدہ کیے بغیر نہ رہ سکے گا۔

انسپکٹر فریدی کی پر اسرار شخصیت، اس کے کام کرنے کے طریقے اور دلیرانہ اقدامات کو کون فراموش کر سکے گا۔ اس کے تیسرے عظیم الشان کارنامے کا انتظار کیجیے جو اگلے ماہ آپ کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔

ہم اُن ایجنٹ حضرات سے معذرت خواہ ہیں جنہیں ہزار کوششوں کے باوجود بھی ''جاسوسی دنیا'' کا پہلا ناول نہ مل سکا۔ لیکن اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں۔ ہم بہت دن پہلے سے آگاہ کر رہے تھے کر رہے تھے کہ اپنے آرڈر پہلے ہی بک کروالیں۔ اپنے پڑھنے والوں سے بھی ہم درخواست کریں گے کہ وہ اپنی کاپیاں اپنے مقامی ایجنٹوں کے یہاں کچھ دن قبل ہی محفوظ کرالیا کریں ورنہ ممکن ہے کہ بعد میں دفتر سے خط و کتابت کرنے پر انہیں مایوسی ہو۔

ابنِ صفی

پیش لفظ

(جاسوسی دنیا نمبر ۳، عورت فروش کا قاتل)

"عورت فروش کا قاتل" کو دوسری بار پیش کرتے وقت یہ خیال ہوا کہ اس میں کچھ تبدیلیاں کی جائیں، لیکن میری علالت نے باز رکھا! اور پھر میں نے یہ بھی سوچا کہ اس ناول میں آج تبدیلیاں کرنا جو ۵۲ء میں لکھا گیا ہو بالکل ایسا ہی ہو گا جیسے کوئی بالغ آدمی اپنے بچپن کی تصویر میں داڑھی اور مونچھوں کا اضافہ کر دے۔

لہٰذا یہ ناول جوں کا توں اپنی اصلی حالت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ اس زمانے کی کہانی ہے جب میاں حمید محبوباؤں کے لیے بڑی سنجیدگی سے دو چار آنسو بہا لیا کرتے تھے اور کسی حد تک افلاطونی عشق کے بھی قائل تھے! بہر حال وہ اتنے اسمارٹ نہیں تھے جتنے آج کل نظر آتے ہیں! فریدی کی شخصیت میں بھی تھوڑا کچا پن تھا! لیکن اس کے باوجود بھی وہ آپ کو اس پوری کہانی پر چھایا ہوا نظر آئے گا۔

کہانی بھی آپ کے الفاظ میں "زوردار" ہی ہے۔ مگر محض تفریحی نہیں، سبق آموز بھی ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ بے جوڑ شادیاں کتنی تباہ کن اور معاشرے پر بُرا اثر ڈالنے والی ہوتی ہیں! لیڈی سیتارام بھی ایک شریف عورت کی طرح زندگی بسر کر سکتی تھی۔ بشرطیکہ عُمروں کا تفاوت اس کی زندگی کی راہ میں نہ حائل ہو جاتا۔ بشرطیکہ وہ اپنے ہی طبقے میں بیاہی جاتی .... اس کہانی میں آپ کو قہقہے بھی ملیں گے اور آنسو بھی۔

آخری بات یہ ہے کہ شائد عمران سیریز کا ناول "گمشدہ شہزادی" بھی آپ کو کچھ دیر سے ملے کیونکہ اس دوران میں "ملیریا" نے مجھے بری طرح رگڑ ہی دیا ہے۔

ابن صفی

یکم مئی ۱۹۵۷ء

پیش رس

(جاسوسی دنیا نمبر ۴، تجوری کا راز)

جاسوسی دنیا کا چوتھا ناول آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے اب یہ آپ کے لیے کوئی نئی چیز نہیں رہ گئی۔ ہندو پاکستان کا تقریباً ہر اردو پڑھنے والا جاسوسی دنیا سے روشناس ہو چکا ہے اور ہر ایک کو اس کا اعتراف ہے کہ فی زمانہ دنیا کی کوئی زبان اتنا دلچسپ لٹریچر اتنی کم قیمت پر پیش نہیں کر رہی۔

آپ اس ناول کو پلاٹ اور تکنیک کے اعتبار سے سابقہ ناولوں سے کہیں زیادہ دلچسپ پائیں گے، محیر القول واقعات دل دہلا دینے والے مناظر، جرأت و ہمت سے لبریز کارنامے، سارجنٹ حمید کی دلچسپ حرکتیں۔ اور آپ کے ہر دلعزیز انسپکٹر فیریدی کا عجیب و غریب رول، آپ کے پسندیدہ جاسوس آپ کو عجیب و غریب حرکتیں کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔ میرا یہ دعویٰ ہے کہ آپ ایک بار کتاب اٹھانے کے بعد اختتام پر پہنچے بغیر کتاب ہاتھ سے نہیں رکھ سکتے۔

اس ناول کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں کوئی خون نہیں ہوا پھر بھی ایسے واقعات سے لبریز ہے کہ دلچسپی بڑھتی ہی جاتی ہے۔

بہر حال ناول آپ کے سامنے ہے آپ خود فیصلہ کیجیے کہ میں اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں۔

ا۔ص

پیش لفظ

(جاسوسی دنیا نمبر ۵، فریدی اور لیونارڈ)

جاسوسی دنیا کا پانچواں شمارہ حاضر ہے۔

اسے آپ گزشتہ شماروں سے بالکل ہی الگ تھلگ پائیں گے اس میں یورپ کے ایک ایسے خوفناک انسان لیونارڈ کی داستان ہے جس نے سارے یورپ کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ یورپ کے بہتیرے اونچے اونچے خاندان اس کی چالبازیوں کا شکار ہو کر تباہ و برباد ہو گئے تھے لیکن سارے یورپ کی پولیس اس کا کچھ نہ بگاڑ سکی تھی جس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اسے آج تک کسی نے دیکھا ہی نہ تھا۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ کے نامور جاسوس بھی تھک ہار کر بیٹھ رہے تھے۔

ایک بار اچانک ہندوستان میں لیونارڈ کی موجودگی کے متعلق سنا جاتا ہے۔ پولیس اور خفیہ پولیس کے محکموں میں تہلکہ مچ جاتا ہے۔ اسے گرفتار کرنے کے لیے چھ نامور جاسوس تعینات کیے جاتے ہیں۔ ان میں آپ کا ہیرو فریدی بھی ہے۔ اس کے بعد محیر القول واقعات کا ظہور شروع ہو جاتا ہے۔ سارے جاسوس ناکامیاب رہتے ہیں مگر فریدی ے ہاتھ ایک ایسا کلیو لگ جاتا ہے جس کے ذریعے وہ اس ان دیکھے آدمی پر قابو پالیتا ہے

ہمارا دعویٰ ہے کہ آپ نے ایسی حیرت انگیز داستان آج تک نہ پڑھی ہو گی۔ فریدی کے عظیم الشان کارنامے۔ سرجنٹ حمید کی قہقہہ انگیز باتیں۔ حُسن کی رعنائیاں۔ ان کے علاوہ اور بھی کتنی ہی دلچسپ اور نیند اڑا دینے والی چیزیں اس چھوٹی سی کتاب میں ایسے انداز سے سموئی گئی ہیں کہ آپ عش عش کر اٹھیں گے۔

ا۔ص

پیش لفظ

(جاسوسی دنیا نمبر ۶، پراسرار کنواں)

پراسرار کنواں دوسری بار پیش کیا جارہا ہے یہ ناول اگست ۵۲ء میں ادارہ جاسوسی دنیا پبلیکیشنز الہ آباد نے شائع کیا تھا اس کہانی میں آپ کو کئی دلچسپ کردار ملیں گے۔ طارق جس کی آنکھیں خوفناک تھیں۔ جس کے پاس ایک عجیب وغریب نیولا تھا جو پل بھر میں بڑے بڑے شہتیر کاٹ کر پھینک دیتا تھا پرویز ہے ایک چالیس سال کا بچہ جو گھٹنوں کے بل چلتا تھا، فیڈر سے دودھ پیتا تھا اور ملازمین اسے گود میں اٹھائے پھرتے تھے۔ غزالہ ہے جو حالات سے پریشان ہو کر فریدی کی مدد طلب کرتی ہے۔

وہ عمارت جس کی دیواروں سے پرندوں کی آوازیں آتی تھیں اور پوری عمارت کسی جنگل کی طرح گونجنے لگتی تھیں اور ایک کنواں جس سے انگاروں کی بوچھاریں نکلتی ہیں۔

بہرحال میرے ابتدائی ناولوں میں یہ ناول بھی بے حد پسند کیا گیا ہے اور آج بھی آپ کے بے حد اصرار پر دوبارہ شائع کیا جارہا ہے۔

ابنِ صفی

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۷، خطرناک بوڑھا)

جب بھی میں جاسوسی دنیا کا کوئی ابتدائی ناول دوبارہ چھاپنے لگتا ہوں تو بے اختیار یہی دل چاہتا ہے کہ اس میں کچھ تبدیلیاں کی جائیں۔ لیکن پھر یہ سوچ کر باز ہی رہنا پڑتا ہے کہ ایسا کرنے سے میرے پڑھنے والوں کو فریدی اور حمید کے کرداروں میں تدریجی ارتقاء کا اندازہ کرنا دشوار ہو جائے گا۔

ہو سکتا ہے کہ آپ آج کے مقابلے میں ان دنوں کے کرداروں کو اس کتاب میں کچھ زیادہ اسمارٹ نہ پائیں، ان میں وہ رچاؤ نہ ملے گا جو آج ملتا ہے لیکن یہ ناممکن ہے کہ آج کی جھلکیاں ان میں نہ ملیں۔ کیونکہ ماضی ہی سے مستقبل بنتا ہے۔

غالباً ان دنوں کے کرداروں کی مقبولیت کی بھی یہی وجہ ہے کہ پڑھنے والوں کے ذہن میں ارتقاء کے ساتھ ہی ساتھ ان میں بھی تبدیلیاں ہوتی گئی ہیں۔ اگر پڑھنے والوں کا ذہنی ارتقا انہیں پیچھے چھوڑ جاتا تو یہ صفحہ ہستی سے مٹ گئے ہوتے۔

حمید صاحب کے متعلق اب یہ کہا جا رہا ہے کہ وہ سنجیدہ ہوتے جا رہے ہیں لیکن آپ آخر کیوں بھول جاتے ہیں کہ فریدی میں بھی تو بہتیری تبدیلیاں ہو گئی ہیں۔ یہ کہنا غلط ہو گا کہ حمید میں بہت ہی زیادہ سنجیدگی آ گئی ہے۔ وہ اب بھی عموماً غیر سنجیدہ ہی رہتا ہے۔ مگر اس کے مزاج میں پھکڑ پن نہیں رہ گیا۔ وہ بہت نپی تلی بات کہتا ہے۔ اور موقع بے موقع ہنسانے کی بھی کوشش نہیں کرتا۔ پہلے صرف باتیں بناتا تھا اب کام بھی کرنے لگا ہے۔ بہر حال میں اسے کسی طرح تسلیم نہیں کر سکتا کہ وہ اب سنجیدہ ہو گیا ہے۔ آپ جانتے ہی ہیں کہ فریدی کے تئیں سنجیدگی کا کیا معیار ہے۔ لیکن کیا حمید اس معیار پر پورا اترتا ہے؟

زیر نظر کہانی کے متعلق کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ آپ نے لوگوں کو یہ کہتے سنا ہی ہو گا کہ میں نے ابتدا میں چند بڑی پر اسرار کہانیاں پیش کی تھیں یہ کہانی بھی انہیں چند کہانیوں میں سے ہے۔ آپ اسے ہر اعتبار سے دلچسپ پائیں گے۔

ابن صفی

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۸، مصنوعی ناک)

یہ ناول ایک چیلنج کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ اس کا مرکزی کردار جابر صرف ڈاکو نہیں ہے، بلیک میلر، خونی اور ساتھ ہی ساتھ ایک بڑا مفکر اور سائنس دان بھی۔

قدم قدم پر آپ کو ایسی باتیں ملیں گی، کہ آپ کانپ اٹھیں گے۔ ننگی لاشوں کا چھت سے ٹپکنا، پانچ ہزار کبوتروں کا خون۔

نواب رشید الزماں کی فریدی سے دشمنی اور پراسرار کنواں کا عجیب و غریب بوڑھا "طارق" یہ سب آپ کو اسی ناول میں ملے گا۔ ایک اور بڑے مزے کی دار آدمی کنور ظفر علی خاں جو ہمیشہ پراسرار بنا رہا ہے۔

اور جابر کا انجام.... وہ کون تھا.... کیا کرتا تھا.... کیوں کرتا تھا؟ ان سب کا جواب مصنوعی ناک دے گی۔

اور آخر میں آپ سب کا ہردلعزیز انسپکٹر فریدی اس بار آپ کو بے انتہا مصائب میں گرفتار نظر آئے گا۔ غالباً یہ پہلی بار ہو گا کہ اتنے زبردست سراغ رساں کو جابر لڑکوں کی طرح کھلاتا رہا ہے۔

اس ناول کے بعد بھی آپ کے خطوط کا انتظار رہے گا تا کہ آئندہ ناول بھی اسی چیلنج کے ساتھ لکھ سکوں۔

ابن صفی

پیش لفظ

(جاسوسی دنیا نمبر ۹، پُر اسرار اجنبی)

معذرت —— مجھے افسوس ہے کہ پچھلے اعلان کے مطابق "موت کی آندھی" نہ پیش کر سکا۔ اس سلسلے میں ایک ٹیکنیکل دشواری کی بنا پر مصر کی قدیم تاریخ کا مطالعہ کرنے کی ضرورت پیش آگئی دوسری طرف جب پلاٹ کے پھیلاؤ کی طرف نظر گئی تو یہ بھی محسوس ہوا کہ جاسوسی دنیا کے معمولی شمارے کے صفحات اس بار کو نہ سنبھال سکیں گے۔ لہٰذا میں نے فیصلہ کیا ہے کہ "موت کی آندھی" جاسوسی دنیا کے خاص نمبر کی صورت میں پیش کروں۔ "موت کی آندھی" وہ ہوش ربا داستان ہے جسے آپ عرصے تک فراموش نہ کر سکیں گے۔ بہر حال نے اسے شاہکار بنا کر پیش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

یہ ناول —— "پر اسرار اجنبی" اپنے اُلجھے ہوئے واقعات کی بنا پر ایک انتہائی دلچسپ ناول ہے۔ آپ اس میں دیکھیں گے کہ جرائم کسی خاص طبقے تک محدود نہیں مصلح بھی مجرم ہو سکتا ہے۔ ایک ادیب جرم کر سکتا ہے۔ مجرم بو لوگ بھی ہو سکتے ہیں جنہیں لوگ منصف سمجھتے ہیں۔ ہمارے آپ کے درمیان ایسے لوگ بھی موجود ہیں جنہیں سوسائٹی قطعی بے ضرر سمجھتی ہے۔ لیکن ان کے سیاہ کارناموں پر پردہ اٹھتے ہی دنیا انگشت بدنداں رہ جاتی ہے۔ ایک انتہائی چالاک عورت جس کی ایک ہی جنبش ابرو پر بڑے بڑے مجرموں کے دل دہل جاتے تھے اپنی جنسی خواہشات کے طوفان میں گھر کر کس طرح بے بس اور مجبور ہو جاتی ہے۔ کے خوبصورت نوجوان کی دلآویز مسکراہٹ اس کے جلال و جبروت کے طلسم کو کس طرح فنا کر دیتی ہے۔ وہ عورت جس نے قاتلوں کے چھکے چھڑا رکھے تھے ایک حسین نوجوان کے قدموں میں بے دست و پا پڑی تھی اور وہ نوجوان.... ؟ غزل آپ کے محبوب سراغ رساں فریدی اور حمید اس ناول میں کیا کر رہے ہیں ؟ اس کا جواب خود آپ کی حیرت زدہ آنکھیں دیں گی۔ آپ کے قہقہے دیں گے۔

ا۔ص

پیش لفظ

(جاسوسی دنیا نمبر ۱۱، پہاڑوں کی ملکہ)

جاسوسی دنیا کا گیارہواں ناول "پہاڑوں کی ملکہ" حاضر ہے۔ اسے آپ سابقہ ناولوں سے بالکل الگ تھلگ پائیں گے۔ اس ناول میں فریدی آپ کو ایک قطعی الگ دنیا میں نظر آئے گا۔ آپ دیکھیے گا کہ فریدی مہذب سوسائٹی سے الگ رہ کر کس قسم کے کارنامے سرانجام دیتا ہے۔ اس کی ذہانت محض کسی خاص ماحول کی تابع فرمان نہیں۔ وہ صرف اسی ماحول میں دلیری نہیں دکھا سکتا جس میں اس نے پرورش پائی ہے بلکہ ایک ایسی دنیا میں بھی اس کی ذہانت اپنے کرشمے دکھاتی ہے یہاں کے لوگوں کی زبان بھی نہیں سمجھ سکتا۔

اس بار سارجنٹ حمید کے قہقہے پہاڑوں اور جنگلوں میں گونجے ہیں۔ اس بار ایک پاگل عورت اُس پر عاشق ہوئی ہے۔ اس بار ایک بن مانس نے اس کی پیٹھ ٹھونکی ہے....اور پہاڑوں کی حسین ترین ملکہ....اس کی پُراسرار شخصیت....اس کے حالات زندگی آپ کو متحیر کر دیں گے....اور ایک دوسری نازک اندام انگریز لڑکی جو فریدی کے کاندھے پر بیٹھ کر پہاڑی راستے طے کر رہی تھی ....امیر کے دلی جذبات اس وقت کیا کہہ رہے ہوں گے....

مجھے دعویٰ ہے کہ یہ اردو میں اپنی طرز کا پہلا جاسوسی ناول ہے جس کے اختتام پر آپ حیرت زدہ رہ جائیں گے۔

ا۔ص

پیش لفظ

(جاسوسی دنیا نمبر ۱۲، موت کی آندھی)

مجھے خوشی ہے کہ اپنے وعدے کے مطابق "موت کی آندھی" کو خاص نمبر کی صورت میں پیش کر رہا ہوں۔ میں نے یہ ناول ایک چیلنج کے ساتھ لکھا ہے یہ چیلنج ان کے لیے ہے جو کہتے ہیں کہ اردو میں معیاری جاسوسی ناول لکھے ہی نہیں جاسکتے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ اُردو کے ناول نویس صرف جن بھوت اور دوسری مافوق الفطرت چیزوں کے تذکرے سے تحیر پیدا کرنا جانتے ہیں۔ میں ان کے سامنے اپنا یہ Science Fiction پیش کر رہا ہوں۔

اس میں ایک ایسی خوفناک آندھی کا تذکرہ ہے جسے مصر کے لوگ موت کی آندھی کے نام سے پکارتے تھے اور مصر کے سائنسدان سائیکلون قرار دیتے تھے۔ لیکن وہ دراصل کیا تھی؟ اس کا جواب ایشیا کا نامور سراغ رساں انسپکٹر فریدی کی زبانی سنیے۔ ایک معمولی سے رومال کے لیے کئی قتل ہوگئے؟.... کیوں....؟ بارہ فِٹ اونچے آدمی کون تھے جو ایک دیو پیکر پتھریلے کتّے کے مُنہ سے نکل کر ساحل پر ٹہلا کرتے تھے۔ فریدی نے ایک ایسا ریڈیو سیٹ تیار کیا تھا جس میں مریخ کے باشندوں کی آوازیں سنائی دیتی تھیں؟ وہ ریڈیو سیٹ کیسا تھا....؟ اس کے انکشاف پر سرجنٹ حمید اپنی ہنسی نہیں روک سکا؟ بظاہر یہ باتیں لغو معلوم ہوتی ہیں لیکن اِس کتاب میں آپ کو ایک سائنسی اور منطقی جواز ملے گا۔ میرا دعویٰ ہے کہ اُردو میں آپ نے اِس قسم کا جاسوسی ناول آج تک نہ پڑھا ہوگا۔

اس بار سرجنٹ حمید بھی کافی چاق وچوبند نظر آتا ہے۔ اِس بار اس نے صرف باتیں ہی نہیں بنائی ہیں۔ صرف قہقہے ہی نہیں بکھیرے ہیں۔ بلکہ سنجیدگی سے ٹھوس قسم کے کام بھی کیے ہیں۔

میرا دعویٰ ہے کہ آپ میرے سابقہ ناولوں پر اسے فوقیت دیئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔

ا۔ص

پیش لفظ

(جاسوسی دنیا نمبر ۱۵، آتشی پرندہ)

"انور سیریز" کا تیسرا ناول "آتشی پرندہ" پیش کرتے وقت میں سوچا ہوکہ اس عجیب و غریب انجام سے بہتیرے پڑھنے والے متفق نہ ہوں گے۔ لیکن یہ ایک بہت بڑا سوال ہے نظریاتی کج بحثوں اور جذباتیت سے الگ رہ کر اگر ہم غور کریں تو "انتقام" اور "سزا" میں صرف ناموں کا فرق نظر آئے گا ورنہ دونوں کا مقصد ایک ہے۔ پھر بہتیرے جرائم ایسے بھی ہیں جن پر دنیا کی کوئی عدالت قانون سد باب نہیں کر سکتی۔ حالانکہ ان کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے سزائے موت بھی کم ہے۔ ایسی صورت میں ناول کا ہیرو انور جو اپنا الگ فلسفہ حیات رکھتا ہے عام ذہنی سطح سے کچھ بلند ہی نظر آئے گا۔

اس ناول میں میں نے شروع سے اخیر تک تحیر اور تجسس برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے۔ کہانی آہستہ آہستہ سبک روی کے ساتھ آگے بڑھتی ہے۔ کہانی کی اٹھان کے معاملے میں آپ اسے سابقہ ناولوں سے مختلف پائیں گے۔

اس میں آپ کو ایک پراسرار لڑکی ملے گی جو ہر لحظہ کشت وخون اور قتل وغارت گری کی باتیں کرتی رہتی ہیں۔ لوگوں کی بوٹیاں نوچ کر کھانا چاہتی ہے۔ کبھی یہ خواہش کرتی ہے کہ کوئی اس کا جسم اپنے دانتوں سے پارہ پارہ کر ڈالے لیکن وہ کون تھی؟ اور کیا تھی؟ کیا سچ مچ وہ پرندہ جس کے جسم سے شعلے نکلا کرتے تھے اس کی ذات سے کوئی تعلق نہ رکھتا تھا۔

وہ خوفناک آدمی کون تھا جس نے انور جیسے جنگجو نوجوان کو ربر کی گیند کی طرح اچھال دیا تھا۔

ایسے بہت حیرت انگیز عقدوں کا حل انور کی زبانی سنیے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ ناول بھی اس سیریز کے دوسرے ناولوں کی طرح پسندیدہ نظروں سے دیکھا جائے گا۔

ا۔ص

پیش لفظ

(جاسوسی دنیا نمبر ۱۶، خونی پتھر)

انور سیریز کا چوتھا ناول پیش کر رہا ہوں۔ یہ اس سیریز کا چوتھا اور آخری معمولی شمارہ ہے۔ پانچواں ناول اس سیریز کا خاص نمبر ہو گا جس میں انور اور رشیدہ کے ساتھ انسپکٹر فریدی اور سرجنٹ حمید بھی ہوں گے۔ میرا اِرادہ تو یہی تھا کہ انور اور رشیدہ کے بارہ ۱۲ ناول پیش کروں گا لیکن اتفاق سے میرے پڑھنے والوں کے دو گروہ ہو گئے ایک کا مطالبہ ہے کہ "فریدی اور حمید" سیریز پھر سے شروع کیا جائے اور انور سیریز کو بھی پسند کر رہا ہے۔ بہر حال تعداد انہی لوگوں کی زیادہ ہے جو "جاسوسی دنیا" میں صرف فریدی اور حمید کے کارنامے دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ شمارے (خاص نمبر) سے پھر فریدی اور حمید کے کارنامے شروع کر دوں۔

پیش نظر ناول "خونی پتھر" میں ایک حیرت انگیز داستان ہے جو کہ ایک سیاہ رنگ کے بیش قیمت پتھر کی چوری سے شروع ہوتی ہے اور ایک بھیانک موڑ پر پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے۔ جوان سال پرائیویٹ جاسوس انور اس ناول کے شروع میں ہی ایک بھیانک جال میں پھنس جاتا ہے۔ کیا وہ درحقیقت جال تھا؟ پروفیسر تیموری کو کس نے قتل کیا تھا۔ اس کے بعد پھر ایک قتل اور۔ کیا رابعہ قاتل تھی؟ پروفیسر تیموری کے سیکریٹری کو بھی آپ قاتل سمجھیں گے گلوریا بھی آپ کو قاتل معلوم ہو گی اور سر صغیر احمد تو سو فی صد قائل تھا۔ اس ناول کا ہر کردار آپ کو قاتل معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقتاً قاتل کون تھا؟ یہ معلوم کر کے آپ انگشت بدنداں رہ جائیں گے اور قتل کا مقصد؟ وہ بھی قاتل ہی کی طرح حیرت انگیز ثابت ہو گا "انور اور رشیدہ" کی دلچسپ نوک جھونک۔ سرکاری جاسوس انسپکٹر آصف سے جھڑپیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بہتیری دلچسپیاں۔

ابنِ صفی

پیش لفظ

(جاسوسی دنیا نمبر ۱۸، عجیب آوازیں)

خاص نمبر کے بعد فریدی اور حمید کا دوسرا کارنامہ پیش کر رہا ہوں۔ یہ ایک رنگین مزاج اور دولت مند لڑکی کی داستان ہے! جس کا منگیتر عجیب و غریب حالات میں موت کا شکار ہو جاتا ہے اور اس کا عاشق جیل پہونچ جاتا ہے۔

عالیہ ایک رنگین مزاج لڑکی تھی۔ لہٰذا اس حادثے کے رونما ہونے پر لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ عالیہ بھی اس سازش میں شریک تھی۔ ممکن ہے اس نے کسی نئے دوست کی خاطر ان دونوں کو اپنے رستے سے ہٹانے کی کوشش کی ہو۔ بظاہر حالات عالیہ کے خلاف ہی تھے۔

لیکن فریدی اس کیس کو اتنا سطحی نہیں سمجھتا۔ وہ ایک ایسی حیرت انگیز بات دریافت کرتا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اور پھر وہ صحیح مجرم کو منظر عام پر کھینچ لاتا ہے۔ سرجنٹ حمید نے بھی اس داستان میں کئی کارنامے سر انجام دیئے ہیں۔ قہقہے بکھیرے ہیں

پیش لفظ

(جاسوسی دنیا نمبر ۲۰، نیلی روشنی)

جاسوسی دنیا کا تیسرا خاص نمبر پیش کر رہا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ گزشتہ نمبروں کی طرح اسے بھی پسند کریں گے۔ اس میں آپ کو وہ سب ملے گا جو ایک اسرار و سراغرسانی کے ناول کے لیے ضروری ہے۔ اس میں آپ کو دو بہت ہی عجیب و غریب کردار ملیں گے۔ ایک ارسلانوس کا کردار اور دوسرا جمیلہ کا۔ خصوصاً جمیلہ کے کردار کے لیے میں دعویٰ کر سکتا ہوں کہ اردو میں بالکل نیا ہے اور انگریزی میں بھی کم از کم میری نظروں سے اس قسم کا کردار نہیں گزرا۔

جمیلہ کا کردار دوہری شخصیت (Dual Personality) کا حامل ہے۔ دن میں وہ کچھ اور نظر آتی ہے اور رات میں کچھ۔ میں نے اس کا نفسیاتی تجزیہ کرنے کی بھی کوشش کی ہے اور اس کا فیصلہ آپ پر چھوڑتا ہوں کہ میں اس میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں۔

اس داستان کی شروعات ایک ایسے کتے کے رونے کی آواز سے ہوتی ہے۔ جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ وہ سینکڑوں برس سے اسی طرح روتا آ رہا ہے۔ جمیلہ خود کو اب سے ہزاروں برس قبل کے آدمی دکھائی دیتے ہیں۔ حکیم ارسلانوس کبھی پاگلوں کی سی باتیں کرتا ہے اور کبھی یونان کے قدیم فلسفوں کے متعلق بحث کرتا نظر آتا ہے۔ آپ اس باؤلی کو کبھی نہ بھلا سکیں گے جہاں فریدی نے خلا میں کھوپڑیوں کا ناچ دیکھا تھا۔ انسانی کھوپڑیاں جن میں چراغ جل رہے تھے۔ اور فریدی کا ریوالور بھی فضا میں معلق ہو کر انھیں کھوپڑیوں کے ساتھ ناچنے لگا تھا۔ سرجنٹ حمید کی بوکھلاہٹوں کا لطف تو اس ناول میں آئے گا۔ کبھی آپ منہ دبائیں گے اور کبھی پیٹ۔

ا۔ص

پیش لفظ

(جاسوسی دنیا نمبر ۲۱، شاہی نقارہ)

شاہی نقارہ

گزشتہ دو خاص نمبروں کی مقبولیت دیکھتے ہوئے اس بار میں نے دُگنی اشاعت کا اہتمام کیا تھا۔ لیکن ناول کی روانگی کے دن شام تک صرف سو ناول رہ گئے دوسرے روز صبح سے تار اور خطوط کا تانتا بندھ گیا۔ تمام ناول ہاتھوں سے نکل گئے۔ دوسرے ایڈیشن کا اہتمام کیا جارہا ہے۔ ایک ہزار سے زائد دوستوں کی فرمائش رکھی ہوئی ہیں۔

میں اپنے تمام دوستوں اور قدردانوں کا مشکور ہوں۔ ان کی حوصلہ افزائیاں ان کی ہمت افزائی میرے لیے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ میں فرداً فرداً جواب دینے سے معذور ہوں۔ برٹش کینیا، جنوبی افریقہ، کویت، مشرقی و مغربی پاکستان، ملایا برما اور ہندوستان کے ہر حصہ میں جاسوسی دنیا کے ان چاہنے والوں کا بے حد شکر گزار ہوں اور انہیں یقین دلاتا ہوں کہ بائیس ناول لکھنے کے بعد میرے قلب نے اب نئی انگڑائی لی ہے اور جو کچھ ان کی توقعات مجھ سے وابستہ ہیں وہ یقیناً پوری ہو کر رہیں گی۔

جوبلی نمبر

جاسوسی دنیا اپنا پچیسواں ناول ایک عظیم الشان جوبلی نمبر کی صورت میں پیش کرے گا۔ یہ جوبلی نمبر اردو کی زبردست فتح۔ اردو میں ایک نئے تجربے کی کامیابی اور تمام عالمی جاسوسی ناولوں میں اہم اضافے کی یادگار ہو گا۔ جوبلی نمبر تقریباً ڈھائی سو صفحات پر مشتمل ہو گا۔ اس کی طباعت بھی نئے اور جدید طریقوں کے تحت ہو گی اور گٹ اپ میں اس بات کی کوشش کی جارہی ہے کہ آپ یہ محسوس کر سکیں کہ ہندوستان میں کم از کم اتنا آراستہ اور مرصع سرورق نہیں پیش کیا جاسکتا۔

جہاں تک ناول کا سوال ہے میں کیا لکھ سکتا ہوں۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ دنیا تین زبانیں جاسوسی ادب کے ذخیرے اپنے دامن میں رکھتی ہیں۔ اطالوی، انگریزی اور.... ادب کے علاوہ جاسوسی کارنامے اور دوسری زبانوں میں اس پایہ کے نہیں۔ یہ میرا دعویٰ ہے کہ اس ناول کے پڑھنے کے بعد جس نے بھی ان زبانوں کے ناولوں کا مطالعہ کیا ہے وہ یقیناً یہ سوچے گا کہ آج تک ایسا عظیم ناول نہیں پیش کیا

جاسکا۔ اس کہانی کے لیے میں نے ایک ایسا ماحول منتخب کیا ہے جسے پڑھ کر آپ دنگ رہ جائیں گے۔ انسپکٹر فریدی اور ان کے ساتھی میاں حمید کے ساتھ آپ کو کچھ پرانی صورتیں بھی دکھائی دیں گی۔ انور صاحب، رشیدہ، غزالہ اور شہناز بھی آپ کو ملیں گی۔ یہ لوگ اب تک کہاں تھے؟ اس کا جواب بھی جوبلی نمبر میں دیکھیے۔

اس ناول میں

اوبار ایک انوکھی کہانی پیش کر رہا ہوں جس کی شروعات قہقہوں سے ہوتی ہے۔ ایک عجیب و غریب لڑکی فریدی اور حمید کو ملتی ہے جس کے جسم پر کوڑھ کے نشان تھے۔ وہ کہتی ہے کہ اس کی شکل تبدیل کر دی گئی ہے لیکن حمید اسے پاگل سمجھتا ہے۔ فریدی کی کار رات کو چکنا چور ہو جاتی ہے لیکن صبح کو صحیح و سالم ملتی ہے۔ شہر میں بے شمار دیوانے پردہ نشین خواتین کے نقاب نوچتے پھر رہے تھے۔ شہر میں دو پراسرار مسافر وارد ہوتے ہیں اور ایک بھیانک حادثہ ہو جاتا ہے۔ اس ناول میں ایک ایسا خوفناک آدمی ملے گا جس کا ایک گھونسا کھوپڑیوں کے پرخچے اڑا دیتا تھا لیکن فریدی اس سے ٹکرا گیا... انجام؟.... فریدی کی فتح۔ محکمے کے اعلیٰ افسر نے کہا کہ فریدی نے شاندار فتح حاصل کی ہے لیکن وہ خود اسے اپنی شکست ہی سمجھنے پر مصر رہا۔ اس عجیب و غریب راز سے پردہ اٹھتے ہی آپ چیخ اٹھیں گے۔

اور سرجنٹ حمید کے لطیفے تو ہنساتے ہی رہتے ہیں۔ لیکن وہ خود اس ناول میں کئی جگہ مغموم بھی ہوا ہے۔

ا۔ص

پیش لفظ

(جاسوسی دنیا نمبر ۲۳، قاتل سنگریزے)

جاسوسی دنیا کا تئیسواں ناول ملاحظہ فرمائیے۔ شاہی نقارہ کا تیسرا ایڈیشن زیر طبع ہے۔ ایجنٹ حضرات تھوڑا صبر سے کام لیں۔ پے در پے خطوط بھیجنے سے کیا حاصل۔ جب تک تیسرا ایڈیشن تیار نہ ہو جائے ہم قاصر ہیں۔ بہرحال اُن کے آرڈر بک کر لیے گئے ہیں اور کیے جا رہے ہیں۔ تعمیل بہر صورت ہو گی لیکن اگر آرڈر تیسرے ایڈیشن کی تعداد سے بڑھ گئے تو مطلوبہ کاپیوں سے کم بھی روانہ کی جا سکتی ہیں۔ کیونکہ ہمیں تو سب کا خیال رکھنا ہے۔ امید ہے کہ ایجنٹ حضرات اس سے بد دل نہ ہوں گے۔ لیکن چوتھا ایڈیشن چھاپنے کی سکت ہم میں نہیں کیونکہ یہ سلسلہ زیادہ عرصہ جاری رہا تو جاسوسی دنیا کی باقاعدہ اشاعت میں فرق پڑ سکتا ہے اور ہم اس کے لیے کسی قیمت پر تیار نہیں۔

مارچ کا شمارہ (جاسوسی دنیا کا پچیسواں ناول) جوبلی نمبر کی شکل میں پیش کیا جائے گا اور توقع ہے کہ وہ گزشتہ خاص نمبروں سے زیادہ دلچسپ ہو گا۔ اسے ہر طرح ایک کامیاب جاسوسی ناول بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

"قاتل سنگریزے" کو آپ ہر حیثیت سے دلچسپ پائیں گے۔ اس میں تحیر، مزاح، کردار نگاری اور داستان کی دلچسپی سب کچھ موجود ہے۔ ایک کرنل کی موت پر اسرار حالات میں ہوئی۔ وہ اپنے ریوالور سے کسی پر حملہ کرتا ہے مگر خود مر جاتا ہے لیکن اسے گولی نہیں لگی تھی۔ اس کا چھوٹا بھائی پھول توڑتے ہوئے چیخ کر گرتا ہے اور مر جاتا ہے پھر بھتیجا اپنی کار میں بے ہوش پایا جاتا ہے۔ آسمان سے مردہ پرندوں کی بارش۔ ایک عجیب و غریب جانور کا تذکرہ جس کا نام کوئی نہیں جانتا تھا۔ پراسرار خطوط۔ ایک پراسرار آدمی کی داستان جس سے سب خائف رہتے تھے۔ جو نوجوانوں لڑکیوں کو اٹھا کر لے جاتا تھا۔ جس نے کرنل سے انتقام لینے کی قسم کھائی تھی۔ فریدی اس ناول میں بہت پر سکون نظر آئے گا لیکن وہ خاموش کیا کرتا رہا تھا؟ انکشاف ہوتے ہی آپ چونک پڑیں گے۔ ایک لڑکی تین مرد۔ سرجنٹ حمید نے دل پر جبر کر کے ہاتھ پیر ہلائے تو ایک حماقت کر بیٹھا لیکن وہ حماقت کام آگئی۔.... جاسوسی دنیا ملک کے لاکھوں شریف خاندانوں میں مقبول عام ہے۔ اس لیے ہم اس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ اس میں غیر مہذب اشتہارات جگہ نہ پا سکیں۔ جاسوسی دنیا کی اشاعت اتنی زیادہ ہے کہ اسے زندہ رہنے کے لیے اشتہارات کی ضرورت ہی نہیں۔

ابن صفی

پیش لفظ

(جاسوسی دنیا نمبر ۲۴، پتھر کی چیخ)

یہ ناول ایک بالکل ہی انوکھی اور نئی کہانی پیش کرتا ہے۔ جرم کرنے والوں میں SADIST یا اذیت کوش آج کل نمایاں نظر آتے ہیں۔ آئے دن آپ نے اخباروں میں کم عمر لڑکوں اور لڑکیوں کے اغوا اور بعد میں ان کے بے رحمانہ قتل کے بارے میں پڑھا ہوگا۔ آپ اسے یقین مانیں کہ ایسے بھیانک جرائم کے پیچھے ایسی معصوم صورتیں بھی ہوتی ہیں جن کی طرف کسی کا گمان بھی نہیں جاسکتا۔ یہ اپنے جنسی دباؤ سے مجبور ہو کر اس حد تک خطرناک، مریضانہ اور بھیانک شکل اختیار کر لیتی ہیں کہ انہیں انسانی ہڈیوں کے پچوڑنے میں رسیلی جلیبیوں کا مزہ آتا ہے۔

ایسا ہی ایک کردار آپ کو اس ناول میں ملے گا۔ میاں حمید بھی اس مرتبہ کافی چاق و چوبند رہے۔ انھوں نے محض باتیں نہیں بنائیں۔ بلکہ کچھ کیا بھی ہے۔

آئندہ شمارہ جوبلی نمبر ہوگا۔ جاسوسی دنیا اب تک چوبیس ناول پیش کر چکی ہے۔ اپنی دو سال کی شاندار کامیابی اور لازوال کارناموں کی یادگار مناتے ہوئے اس کا پچیسواں ناول ”خوفناک ہنگامہ“ پیش کیا جائے گا۔ اس کی پوری طرح کوشش کی جارہی ہے کہ یہ ناول ایک غیر فانی کارنامہ بن سکے۔ اس کے صفحات میں بھی دوسرے خاص نمبروں کے مقابلہ میں اضافہ کیا جارہا ہے۔ اس کے ایک ایک جز پر جاسوسی دنیا کا ادارہ شبانہ روز محنت کر رہا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ آپ جوبلی نمبر دیکھ کر ایک بار چونک ضرور پڑیں گے۔ اس کی چھپائی ایک نیا تجربہ۔ اس کا سرورق ایک نیا حسن لے کر آپ کے سامنے آئے گا۔

”خوفناک ہنگامہ“ کی کہانی کے لیے میں زیادہ نہیں لکھ سکتا۔ لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ اب تک جتنے ناول میں نے چیلنج کے ساتھ لکھے ہیں۔ انھیں آپ سب نے پسند کیا ہے۔ جوبلی نمبر بھی اسی اعتماد کے سہارے لکھ رہا ہوں اور آپ یقین کیجیے کہ پڑھنے کے بعد آپ اسے زندگی بھر نہیں بھول سکتے۔

”خوفناک ہنگامہ“ میں آپ کو ایک بار پھر آپ کے محبوب کردار انور اور رشیدہ ملیں گے۔ حمید نے تو اس بار کمال ہی کیا ہے۔ یقیناً اس کی سنجیدگی آپ کو چونکا دے گی۔ فریدی کو اس بار ایک عجیب و غریب عورت سے ٹکّر لینا پڑی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یورپ کے تین نامور جاسوس فریڈرک، شلائر اور گارساں سے فریدی کی مڈبھیڑ۔ بھیانک ہڈیوں کے پنجر، عجیب و غریب مچھلی اور دوسری دلچسپیاں آپ کو ملیں گی جن کے لیے جاسوسی دنیا مشہور رہے۔

ابن صفی

پیش لفظ

(جاسوسی دنیا نمبر ۲۵، خوفناک ہنگامہ)

خوفناک ہنگامہ میں نے چیلنج کے ساتھ لکھا ہے اور اسی چیلنج کے ساتھ جوبلی نمبر کی صورت میں اسے پیش کر رہا ہوں۔ تحیر اور استعجاب۔ قدم قدم نئی دھڑکنیں اور نئے ہنگامے ایک ایسا ماحول آپ کے سامنے لائیں گے کہ آپ بہر حال یہ ضرور سوچنے پر مجبور ہوں گے کہ جاسوسی ادب نے ایسا کارنامہ اب تک کسی زبان میں نہیں پیش کیا ہے۔

اس کہانی کے مجرم کوئی معمولی انسان نہیں ہیں۔ فریڈرک، شلائر اور گارساں تین بھیانک انسان جن کی آپس کی لڑائی نے فریدی جیسے ذہین، نڈر اور باحوصلہ شخص کو پریشان کر دیا۔ ایک بین الاقوامی مجرم، ہندوستان کے ایک عظیم سائنسدان سے ایک گہرا راز حاصل کرنے کے لیے کتنے خون کر ڈالتا ہے۔ مجرموں کا یہ گروہ انہیں میں سے ہے جس نے مسولینی کو دوسری جنگ عظیم کے دوران فرار ہونے میں مدد دی تھی۔

میاں حمید کا کردار آپ لوگوں کے لیے ہمیشہ ایک بحث کا موضوع رہا ہے۔ وہ ہنسوڑ ہے۔ کھلنڈرا ہے۔ ہر وقت زندگی کی تیز دھوپ سے بچنے کے لیے قہقہوں کے رنگ میں محل تیار کرتا رہتا ہے۔ مگر یہ بھی تو دیکھیے کہ جب وہ کام کرنے پر آتا ہے تو فریدی بھی تعجب میں پڑ جاتا ہے۔ اس کی بہادری اور تیزی اپنی جگہ اٹل ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ خود ایک مذاق بن کر دوسروں کو مضحکہ خیز بنا کر لطف اٹھاتا ہے۔

جوبلی نمبر کی صوری خوبصورتی کے لیے مجھ سے زیادہ میرے ادارہ کے افراد مستحق مبارک باد

ہیں جنھوں نے دن رات ایک ایک چیز پر محنت کی ہے۔ یہ دوہری رنگین چھپائی۔ واقعات کی مصوری اور خاکے، یہ حسین حاشیے، سرورق کی یہ جگمگاہٹ ان سب میں میرے ساتھی شریک رہے اور انھیں کے تعاون کی بناء پر میں یہ چیلنج کرتا ہوں کہ اتنی ضخیم کتاب اس شاندار گیٹ اپ کے ساتھ کوئی نہیں پیش کر سکتا۔

میں سنسنی خیز اشتہار بازی کا قائل نہیں ہوں اور جو کچھ بھی کامیابی جاسوسی دنیا کے ناولوں نے حاصل کی ہے وہ اسی بناء پر کی ہے کہ جب بھی آپ سے جو وعدہ کیا گیا اسے حتی الامکان پورا کیا گیا۔ اردو میں کسی مصنف کو یہ فخر حاصل نہیں ہے کہ اس کی کتابیں سال بھر میں ڈیڑھ لاکھ سے زائد فروخت ہوتی ہیں اور جاسوسی دنیا کے ناولوں کے مصنف یعنی اس خاکسار کو یہ فخر صرف آپ کے ذوق سلیم اور اپنے ساتھیوں کے تعاون کے بناء پر حاصل ہے۔

مجھے امید ہے کہ جو کچھ بھی میں نے وعدہ کیا تھا جوبلی نمبر کو آپ کو اس سے بھی بڑھ چڑھ کر پائیں گے اور میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ان شاءاللہ آئندہ خاص نمبر میں آپ کو اس سے بھی زیادہ صوری و معنوی خوبیاں نظر آئیں گی۔

ا۔ص

اپنے پڑھنے والوں کے نام

(جاسوسی دنیا نمبر ۳۰، مونچھ مونڈنے والی)

تسلیم!

"لاشوں کا آبشار" کی پسندیدگی کے سلسلے میں آپ سب کے خلوص اور محبت سے بھرے ہوئے خطوط اس وقت میرے سامنے ہیں اور میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ آپ کی قدردانی و حوصلہ افزائی کا شکریہ ادا کرنا میرے بس سے باہر ہے۔ میری خواہش تو یہی تھی کہ فرداً فرداً آپ سب کو لکھتا لیکن پھر یہ خیال آجاتا ہے کہ آپ مجھ سے بھی زیادہ جس کو عزیز رکھتے ہیں وہ آپ تک نہ پہونچا سکوں گا اِس لیے آپ کے اسی محبوب جاسوسی دنیا کے ذریعہ آپ سب سے مل رہا ہوں۔

آپ یقین کیجیے کہ جب تک ابن صفی کے ہاتھ میں جنبش رہے گی وہ اپنی پوری اور تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ آتا رہے گا۔ میرے قلم کی تمام تر نزاکتیں، اس کا حسن، اس کی رعنائی، اس کی شوخیاں صرف جاسوسی دنیا کے لیے وقف ہیں اور اس وعدہ کے ساتھ کہ آپ ہر بار بہتر سے بہتر کارنامے پڑھتے رہیں گے۔

آئندہ خاص نمبر "برف کے بھوت" پیش کر رہا ہوں اور آپ میں سے بہتیرے بھائیوں کی خواہشات کا احترام کرتے ہوئے اس میں فریدی اور حمید کے علاوہ آپ کے پرانے محبوب کردار غزالہ اور شہناز نئے روپ میں دکھائی دیں گے۔ میں نے مستحکم ارادہ کیا ہے کہ "موت کی آندھی"، "خوفناک ہنگامہ" اور "لاشوں کا آبشار" کی طرح "برف کے بھوت" کو بھی ایک چیلنج اور دعوے کے ساتھ آپ کے سامنے کہہ سکوں اور آپ یہ محسوس کر سکیں کہ اپنے ایشیا کی سرزمین سے جنم لینے والی کہانیاں امریکہ اور یورپ کے مقابلے میں کہیں زیادہ سربلند ہیں۔

ایک بار پھر آپ سب کی ہمت افزائیوں کا شکریہ

آپ کا اپنا

ابن صفی

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۳۹، اندھیرے کا شہنشاہ)

"اندھیرے کا شہنشاہ" سنسنی، تحیّر اور رونگٹے کھڑے کر دینے والی لڑائیوں کا طوفان لے کر ابھرتا ہے، اس میں ایک بہت بڑا مجرم ہے۔ ایک مقدس قبیلے کا مذہبی پیشوا اور وہ بھی غیر ملکی سرزمین سے تعلق رکھنے والا... اور سونے پر سہاگہ یہ کہ وہ اندھا ہے مگر چار آنکھوں والوں کے کان کترتا ہے! اس کی بے پناہ طاقتیں فریدی کو مبہوت کر دیتی ہیں! اسی کہانی میں حمید کا نیا شغل بھی دیکھیے لوگ کتے پالتے ہیں، کبوتر اور طوطے پالتے ہیں، حمید بکرا پالتا ہے! اور آپ یقین کیجیے یہ "برخوردار بغرا خان" حمید کی سابقہ محبوبہ چوہیا سے کم قیامت خیز نہیں ہیں۔ قاسم بھی ہے مگر اس کی حماقتیں ذرا دبی ہوئی ہیں۔ وہ دراصل آئندی "خاص نمبر" کا منتظر ہے۔ جہاں طوفان اس کے منتظر ہیں اور طوفان کا اسے مذاق اڑانا ہے۔

ابن صفی

پیش رس

(جاسوسی دنیا نمبر ۴۱، موت کی چٹان)

"جنگل کی آگ" کا دوسرا حصہ "موت کی چٹان" ملاحظہ فرمایئے۔ یہ بتانا دشوار ہے کہ یہ اس کتاب کا کون سا ایڈیشن ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے کئی بار چوری چھپے دوسروں نے بھی اسے غیر قانونی طور پر چھاپا ہے۔

جیرالڈ شاستری کی یہ کہانی بہت پسند کی گئی تھی اور نئے پڑھنے والے آج بھی اس کی تلاش میں رہتے ہیں۔

بہر حال یہ کتاب پھر سے چھپ رہی ہے اور ایک بار پھر پیش رس لکھنے کی ذمہ داری سے دوچار ہوں۔

ادھر پڑھنے والوں کا اصرار کہ پیشرس بھی "لذیز" ہونا چاہیے....! مگر پیشرس میں تو میں خود ہی "مرغا" بن کر دکھاؤں تو آپ کو ہنسی آئے گی۔ کیونکہ پیشرس میں میرے علاوہ اور ہوتا کون ہے.... !.

تو اب میری سنیے.... آج کل اس دشواری سے دوچار ہوں کہ "تصویر" سے تو ان کی شکل نہیں ملتی!

گذارش ہے کہ تصویر سفید کاغذ پر چھپتی ہے اور اس کے برعکس نظر آتا ہوں تو آپ کو میری شکل ہی نہیں سجھائی دیتی....

ایک صاحب نے مشورہ دیا تھا کہ ریوالور لٹکا کر نکلا کیجیے! اس طرح آپ کم از کم جاسوسی ادیب تو معلوم ہو سکیں گے۔ میں نے عرض کیا تھا کہ مشورے کی روشنی میں غیر جاسوسی ادیبوں کو کان پر قلم رکھ کر گھر سے نکلنا چاہیے

بھائی کیا یہ ضروری ہے کہ روزانہ زندگی میں بھی آدمی ادیب معلوم ہو۔ یقین کیجیے ایسے لوگ اب سب کچھ ہو جاتے ہیں لیکن آدمی بالکل نہیں رہتے لہٰذا مجھے اس مشورے سے معاف رکھیے میں تو عام حالات میں عام آدمیوں جیسی زندگی بسر کرنا چاہتا ہوں۔

مجھے میری کتابوں میں تلاش کرنے کی عادت ڈالیے.... وہیں ملوں گا
بالمشافہ ملاقات پر آپ یقیناً مایوس ہوں گے....!

والسلام

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۶۹، ٹھنڈی آگ)

اس کتاب کا پیشرس کسی کے اس مقولے سے شروع کر رہا ہوں کہ "دیر آید درست آید" یعنی آج میں آپ کی یہ دیرینہ خواہش پوری کر رہا ہوں کہ جاسوسی دنیا کے تازہ ناول کراچی سے ہی پیش کیے جائیں۔

فی الحال جو کچھ بھی ہے حاضر ہے۔ اگر اس کے ظاہری حسن میں کوئی کمی نظر آئے تو اس بار اسے نظر انداز کر دیجیے۔ اور یقین کیجیے کہ یہ کمی آئندہ شمارے میں پوری کر دی جائے گی۔

میں ان تمام دوستوں کا بے حد مشکور ہوں جنہوں نے لاہور کے ایک پبلشر کی اس غیر قانونی حرکت کے سلسلے میں مجھے خطوط لکھے ہیں کہ اس نے میرا ناول "طوفان کا اغوا" بعض ناموں کی تبدیلی کے ساتھ پیش کر کے شرافت کا نیا ریکارڈ قائم کیا ہے۔ آپ یقین کیجیے کہ اس نے یہ اقدام میری اجازت کے بغیر کیا تھا۔ اس سلسلے میں ان تمام لوگوں کے خلاف کارروائی کی جا رہی ہے۔ جنہوں نے غیر قانونی طور پر اس کتاب کی طباعت، اشاعت اور فروخت میں حصّہ لیا ہے۔

خیر چھوڑیئے یہ سب تو ہوتا ہی رہتا ہے..... اس بار آپ کیپٹن حمید سے براہ راست گفتگو کر سکیں گے۔ کیوں کہ وہ خود ہی براہ راست آپ کو مخاطب کر رہا ہے۔ اپنے مخصوص انداز میں اس نے کیسی پھُل جھڑیاں چھوڑی ہیں۔ اس کا اندازہ تو آپ کہانی پڑھ کر ہی لگا سکیں گے۔ کہانی بھی حیرت زدہ کر دینے والی ہے۔ اس کہانی سے آپ کو یہ بھی معلوم ہو سکے گا کہ کرنل فریدی اور کیپٹن حمید کس طرح یکجا ہوئے تھے۔ یہ واقعہ دلچسپ بھی ہے اور بڑی حد تک درد انگیز بھی۔ مگر حمید ہی اس ٹریجڈی کا پس منظر بھی آپ پر واضح کر دے گا۔

اس ایڈیشن کے ظاہری حسن میں آپ کو جو خامیاں نظر آئیں ان سے مجھے ضرور آگاہ فرمایئے۔ ویسے اس بات کی زیادہ سے زیادہ کوشش کی گئی ہے کہ کتاب کا گیٹ اپ شاندار ہو۔ ٹائیٹل کے ڈیزائن اور بلاک کے لیے کریسنٹ بلاک کے ذہین فنکار اپنی بہترین صلاحیتیں بروئے کار لائے ہیں۔ اور آئندہ بھی ان سے اچھی ہی توقعات رکھی جا سکتی ہیں۔

ابن صفی

۱۶ر کتوبر ۱۹۵۷

پیش رس

(جاسوسی دنیا نمبر ۶۹، ٹھنڈی آگ)

جب بھی کسی ناول کی دوبارہ طباعت کا مسئلہ در پیش ہوتا ہے۔ شدت سے دل چاہتا ہے کہ اس میں کچھ تبدیلیاں کی جائیں۔ لیکن پھر ایک دوست کا قول یاد آتا ہے کہ ایسا کرنے سے پڑھنے والوں کو میرے فن کے ارتقاء کو سمجھنے میں دشواری پیش آئے گی۔

پھر میں سوچتا ہوں یہی مناسب ہے کہ پہلے جو کچھ لکھا جا چکا ہے وہ من و عن شائع ہوتا رہے۔

"ٹھنڈی آگ" پہلی بار ۵۷ء میں شائع ہوئی تھی۔ یہ کہانی "حمید کی زبانی" والی تکنیک پر لکھی گئی ہے۔ لہٰذا وہ کھل کھیلا ہے۔ لطیفوں اور چٹکلوں کی بھرمار کرتا ہوا ایک ایسی کہانی ترتیب دیتا چلا گیا ہے۔ جس میں "تحیر" بھی ہے اور "سنسنی" بھی.....! اس کہانی کو تو ان لوگوں نے بھی بے حد سراہا تھا جو اسرار و سراغ کی کہانیاں پڑھنا پسند ہی نہیں کرتے.....! کئی حضرات نے مجھے لکھا تھا کہ اس میں "جاسوسیت" کم اور "ادبیت!" زیادہ ہے لہٰذا میں ایسی ہی کہانیاں لکھا کروں.....!

ایک صاحب نے لکھا تھا کہ اگر میں اس سے تیس مار خاں کی کہانی الگ کر کے کسی رسالے میں چھپوا دیتا تو وہ سال کی بہترین فینٹیسی قرار پاتی.....!

حمید صاحب نے اس کہانی میں بتانے کی کوشش فرمائی ہے کہ "ایسے کیوں۔" لیکن میں اُن سے قطعی متفق نہیں! ہر مرد اپنی اس "نالائقی" کے لیے کوئی نہ کوئی جواز پیدا کر لیتا ہے۔ لہٰذا کوئی پڑھنے والے صاحب جو ایسے حالات سے گزر چکے ہوں۔ حمید صاحب کی باتوں پر بالکل کان نہ دھریں۔! اگر شادی شدہ ہوں تو

ہر قیمت پر فوراً شادی کر لیں.....! ورنہ کوئی "یلا یلی" انہیں بالکل "وہ" بنا کر رکھ دے گی۔ بعض

پڑھنے والے میرے تخلیق کردہ کرداروں کی روشنی میں خود مجھے پڑھنے کی کوشش کر ڈالتے ہیں۔ یہ کوئی ایسی بری بات بھی نہیں۔ لیکن خدارااِس کے بارے میں مجھے کچھ نہ لکھا کریں سخت کوفت ہوتی ہے۔!

نہ میں فریدی جیسا ہوں اور نہ حمید جیسا!.... میں تو بس "میں" ہوں۔

ہاں تو بات "ٹھنڈی آگ" کے متعلق ہو رہی تھی!.... حمید صاحب نے اس میں اپنی کمزوریوں کے اسباب بھی بتائے ہیں۔ یہ بھی بتایا ہے کہ فریدی تک ان کی رسائی کیوں کر ہوئی تھی۔ اور اس کے برتاؤ میں وہ شفقت ملی تھی جو ان کے والد صاحب انہیں نہیں دے سکے تھے؟ خود ہی اس کا اعتراف کرتے نظر آتے ہیں کہ "اصلی باپ" کے مقابلے میں "نقلی بھائی" کچھ زیادہ ہی مہربان ہوتا ہے....!

پلاٹ کے اعتبار سے یہ کہانی دوسری کہانیوں سے بالکل مختلف ہے شروع سے آخیر تک یہ اندازہ کرنا مشکل ہوگا کہ مجرم کون ہے! مجرم کو قابو میں لانے کا طریقہ بھی انوکھا ہے اور اس سلسلے میں فریدی کے ذہن رسا کی داد دینی ہی پڑے گی۔ حمید کی جھلاہٹ کا کیا پوچھنا جب فریدی نہ صرف خود وائلن بجارہا تھا اور بلکہ حمید سے بھی

کچھ سننے پر مصر تھا! جھلاہٹ میں حمید قوالی شروع کر دیتا ہے اور.... اس طرح مجرم پکڑا جاتا ہے... قوالی اور وائلن.....ہے نا عجیب بات....!

میں نے ہمیشہ اس بات کا خیال رکھا ہے کہ مجرم کو گرفت میں لانے کا طریقہ کار نیا ہو....! اور شاید میں اپنی اس کوشش میں کامیاب بھی رہتا ہوں۔

ادھر کچھ دنوں سے پھر فرمائشات آرہی ہیں۔ میں حمید کی زبانی کچھ اور کہانیاں بھی پیش کروں... غور کر رہا ہوں شاید مستقبل قریب میں آپ ایسی کوئی کہانی جاسوسی دنیا میں پڑھ سکیں....!

۳۱ / اگست ۱۹۶۶ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر اے، دشمنوں کا شہر)

آپ نے اس سے پہلے جاپان کا فتنہ پڑھا تھا.... واقعات کے اعتبار سے وہ کہانی مکمل تھی۔ لیکن پُراسرار مُجرم ٹویوڈا فرار ہو گیا تھا۔

ٹویوڈا کی جھلکیاں آپ "جاپان کا فتنہ" میں دیکھ چکے ہیں اور اس کے طریق کار سے بھی واقف ہیں۔ وہ ایک دلیر مجرم تھا۔ قانون کو چیلنج کر کے خود کو خطرے میں ڈالنا اور پھر اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ان خطرات سے نکل جانا اس کی تفریح تھی۔ یہ حقیقتاً عجیب تھا۔ اس کہانی "دشمنوں کا شہر" میں وہ کٹی پرکنس کو ایک تحفہ بھیجتا ہے اور وہیں سے کہانی کی داغ بیل پڑ جاتی ہے پھر وہ فریدی کو چیلنج کرتا ہے۔ اپنی دانست میں وہ فریدی کو ذلیل کر رہا تھا۔ اس نے فریدی کو اطلاع دی تھی کہ وہ اسے اسی طرح ذلیل کرتا رہے گا اور بالآخر ایک دن کسی بے بس جانور کی طرح مار ڈالے گا لیکن آپ اس منظر کو کیا کہیں گے، جب فریدی ایک معمولی سے آدمی کے ہاتھوں ٹویوڈا کی مرمت کرا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ وہ ان لوگوں کو ہاتھ لگانا بھی پسند نہیں کرتا جو اسے "حقیر" سمجھتے ہیں۔ یورپ کا ہوّا ٹویوڈا بڑی بے بسی سے پٹ رہا تھا اور فریدی قریب کھڑا ہنس رہا تھا۔ مگر اس دلخوش منظر کے لیے اسے بڑے پاپڑ بیلنے پڑے۔

قاسم سے بھی اس کہانی میں ملیے۔ وہ اپنی تمام تر حماقتوں سمیت آپ کو ایسی لڑکی کے شکر میں نظر آئے گا، جو اس کی تصویر دیکھ کر بُری طرح سے عاشق ہو گئی تھی۔ حمید قاسم کے سیکریٹری کے فرائض سر انجام دیتا ہے لیکن قاسم کو کبھی نہ معلوم ہو سکا کہ وہ کون تھا۔ جس نے اسے بڑی تباہی سے بچا لیا تھا۔

اس کہانی میں آپ کو ایک بُرا آدمی ملے گا، جو اچھا بننے کی کوشش کر رہا تھا۔ آپ دیکھیں گے کہ ایسے آدمیوں کی راہ میں کیسی دشواریاں آکھڑی ہوئی ہیں لیکن وہ لوگ، جو جدوجہد کرتے رہنے کے

عادی ہیں پیچھے نہیں ہٹتے.... پیچھے ہٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، جو آدمی سمندر کا سینہ چیر سکتا ہے، پہاڑوں کا دل ہلا سکتا ہے.... طوفان سے ٹکرا سکتا ہے کیا وہ اپنی کمزوریوں سے نہیں لڑ سکتا۔ کیا وہ اپنی خواہشات کا گلا نہیں گھونٹ سکتا۔ اگر اسے اپنی لامحدود قوتوں کا احساس ہو جائے تو وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ نادر ایک ایسا ہی کردار ہے۔ وہ بڑی پامردی سے حالات کا مقابلہ کرتا ہے اور بالآخر فتح اسی کی ہوتی ہے۔

بہر حال آپ اس کہانی کا انداز بھی دوسری کہانیوں سے الگ تھلگ پائیں گے۔ پہلے ارادہ تھا کہ یہ شمارہ زمین کے بادل کے نام سے پیش کیا جائے لیکن پھر اسکیم بدل دی۔ میں نے سوچا اگر "جاپان کا فتنہ" کے بعد ٹویوڈا ہی کی کہانی نہ آئی تو آپ خواہ مخواہ بور ہوں گے۔ اب "زمین کے بادل" پھر سہی۔ یہ سائنس فکشن ہو گا۔ ہو سکتا ہے، جاسوسی دنیا کے ڈائمنڈ جوبلی نمبر "زمین کے بادل" ہی ہو۔

آپ لاہور کے ان مفسدوں کے متعلق برابر پوچھ رہے ہیں جنہوں نے میری کتابیں غیر قانونی طور پر چھاپنے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے ان کے خلاف کرمنل کیس دائر کر دیا گیا ہے۔ لیکن یہ بے چارے قانون اور قانون کے محافظوں کو اپاہج سمجھتے ہیں۔ ان پر ہی منحصر نہیں ہے۔ سارے جرائم پیشہ اسی غلط فہمی میں مبتلا ہو کر جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں کہ وہ قانون سے بھی نپٹ لیں گے۔ لیکن ان کا جو انجام ہوتا ہے ظاہر ہے۔ لہٰذا مطمئن رہیے کہ یہ سلسلہ زیادہ دنوں تک نہیں جاری رہ سکتا۔ ویسے یقین کیجیے کہ باعزت قسم کے پبلشرز ایسی اوچھی حرکتیں نہیں کرتے۔ یہ کوئی گرہ کٹ ہی ہو گا جو اس باعزت پیشے میں آ گھسا ہے۔ کوئی دکان بدوش جس کا خیال ہو گا کہ لاہور کا فٹ پاتھ نہ سہی کسی دوسرے شہر کا فٹ پاتھ پکڑیں گے۔ خسارے میں تو دراصل وہ شریف احمق رہیں گے جو اس کا آلہ کار بن کر کئی طرح کے جرائم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔

اِبن صفی

۱۶/ دسمبر ۱۹۵۷ء

پیش رس

(جاسوسی دنیا نمبر ۲۷، لاش کا بلاوا)

"دشمنوں کا شہر" آپ نے یقیناً پڑھا ہو گا..... ! ممکن ہے پسند بھی آیا ہو! لیکن اس وقت میں یہ پوچھنے نہیں بیٹھا ہوں کہ کیسا رہا.... !اِس کی بات تو اس لیے چھیڑ دی ہے کہ اس میں ایک کمی رہ گئی تھی! اور اِس کمی کا احساس بھی مجھے اس وقت ہوا تھا جب اس کے پروف دیکھے جا رہے تھے! یعنی کتاب پریس میں پہنچ چکی تھی۔ ظاہر ہے اس وقت اس کا ازالہ ناممکن تھا!

ہاں تو میں اس کمی کی بات کر رہا تھا! کمی یہ رہ گئی تھی کہ اُس میں مسز وارتر جیسے اہم کردار کی اصلیت پر روشنی نہیں ڈالی جا سکی تھی! وہ کون تھی کہاں تھی! ظاہر ہے کہ پہلے سے اس کا وجود ضرور رہا ہو گا ورنہ ٹویوڈا اس کی آڑ کیسے لیتا....؟

"دشمنوں کا شہر" کی اسی خامی کو مد نظر رکھ کر یہ ناول "لاش کا بلاوا" لکھا گیا ہے اور اس کی کہانی مسز وارنر ہی کے گرد گھومتی ہے.... !.

"دشمنوں کا شہر" ایک ایسے آدمی کی کہانی تھی جو گناہ کے اندھیروں سے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا! اس کے برعکس "لاش کا بلاوا" میں آپ کو ایک ایسا آدمی ملے گا جو شرافت کی زندگی ترک کر کے جرائم کی راہ پر نکل آیا تھا..... !ہو سکتا ہے کہانی کے اختتام پر آپ اس سے ہمدردی محسوس کریں! لیکن! اسے ہرگز نہ بھولیے گا کہ وہ غلطی پر تھا۔ اوّل تو یہی چیز غلط ہے کہ آپ میرا تھپڑ میرے بھائی کی گال پر واپس کریں۔ اور دوسری بات یہ کہ "شخصی انتقام" کا طریقہ سود مند نہیں ہوتا کیونکہ دوسرے کی پشت پناہی قانون کرتا ہے! جس معاشرے سے آپ کا تعلق ہے اُس کے قوانین آپ ہی کے وضع کردہ ہیں! آسمان سے نہیں اترے.... پھر آپ اُن کی حدود سے کیوں تجاوز کریں ....

اس کہانی میں بھی آپ کو حمید کافی مصروف نظر آئے گا۔ لیکن اتنا بھی نہیں کہ شگوفے چھوڑنے کا ہوش نہ رہے۔ وہ آپ کو قدم قدم پر ہنسنے کی دعوت دے گا! ایک معاملے میں قاسم کو بھی گھسیٹ لایا ہے۔ مگر گھسیٹنے ہی کی حد تک! اُسے ایک یوریشیئن لڑکی کی تلاش تھی لیکن ایک ایسی عورت سے جا ٹکرایا

جس کے لیے صرف قاسم ہی دیدہ و دل فرشِ راہ کر سکتا! مگر وہ عورت کون تھی....؟ اور ہائی سرکل نائٹ کلب کے مینیجر کو دعوتِ عشق کیوں دے رہی تھی؟

اس کہانی میں نیلم بھی ملے گی! مگر نہ جانے کیوں نیلم سے بہتیری خواتین بے حد خفا ہیں! وہ نہیں چاہتیں کہ نیلم دوسری کہانیوں میں بھی لائی جائے! لہٰذا اب نیلم نہیں آئے گی مطمئن رہیے! یہ آخری کہانی ہوگی جس میں نیلم آئی ہے۔!

ڈائمنڈ جوبلی نمبر کے لیے بہتیری تجاویز آ رہی ہیں لیکن سبھوں کو عملی جامہ پہنانا مشکل ہے....! بہر حال وہ تجاویز تو یقینی طور پر بروئے کار لائی جائیں گی جن پر زیادہ تر پڑھنے والے متفق ہوں!

"تاریک وادی" کے لیے بھی اس سلسلے میں عرض ہے کہ ڈائمنڈ جوبلی نمبر سے گلو خلاصی حاصل کرنے کے بعد اس کے لیے بھی کچھ نہ کچھ کروں گا.... لیکن خدارا پانچ صد یا ایک ہزار صفحات کی بات کرنا چھوڑ دیجیے!

ویسے اگر اس سلسلے میں سمجھوتہ کر لیں تو شاید جلد ہی "تاریک وادی" پڑھ سکیں....! سمجھوتے کی شکل یہ ہے کہ آپ پانچ صد یا ایک ہزار صفحات کی تجویز واپس لے کر اسے کسی خاص نمبر کی شکل میں پڑھنا منظور کر لیں! ایسی صورت میں بس یہ سمجھ لیجیے کہ ڈائمنڈ جوبلی نمبر کے بعد والا خاص نمبر "تاریک وادی" ہی ہو سکتا ہے...!

اس سلسلے میں رائے کا منتظر رہوں گا!

ابن صفی

۱۳ / جنوری ۱۹۵۸ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۴۷، شادی کا ہنگامہ)

شادی کا ہنگامہ کچھ تاخیر سے آپ کی خدمت میں پہنچ رہا ہے! شادی ہی کا ہنگامہ ٹھہرا.... اس کی تاخیر کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ حمید کی شادی کے سلسلے میں بڑے پاپڑ بیلنے پڑے.... اس کتاب کے اشتہار میں بھی اس شادی کا تذکرہ تھا! لہٰذا اس سلسلے میں بے شمار خطوط موصول ہوئے کہ حمید کی شادی کی نوبت نہ آنے پائے اکثر حضرات نے تو یہاں تک لکھ دیا تھا کہ اگر حمید کی شادی کا منظر پیش کیا گیا تو وہ جاسوسی دنیا پڑھنا ہی چھوڑ دیں گے۔

آدھے سے زیادہ ناول لکھ چکا تھا....! میں نے سوچا کہ جب زیادہ تر پڑھنے والے ہی اسے ناپسند کرتے ہیں تو پھر لکھنے سے کیا فائدہ! لہٰذا دوبارہ پلاٹ کی مرمت کی گئی.... مگر یہ بھی ناممکن ہے کہ اعلان ہو جانے کے بعد شادی رک جائے! لہٰذا دیکھیے کہ یہ شادی کس انداز سے پیش کی گئی ہے!

یہ ایک ایسی لڑکی کی داستان ہے جس سے شادی کے خواستگار درجنوں مالدار بیان کیے جاتے تھے!

اس شادی کے لیے اندھیرے میں فائروں کی آوازیں گونجتیں اور زخمیوں کی چیخیں سنائی دیتیں، کئی بار لڑکی کو زبردستی حاصل کرنے کی کوشش کی گئی حمید نے مجرموں کی محنت پر پانی پھیر دیا۔

یہ چند آدمیوں کی خود غرضی کی کہانی ہے جنھوں نے دولتِ حاصل کرنے کے لیے اپنے بھائی، اپنے بیٹے، اپنے بھتیجے کو زہر دیا تھا۔ لیکن وہ زہر ایک بلی کے حصے میں آیا۔ اس سازش سے آگاہ ہو جانے کے بعد بھی وہ مظلوم آدمی خاموش ہی رہا.... اور پھر یہ خاموشی اس کی موت کے بعد رنگ لائی۔ کیونکہ وہ ایک ذہین آدمی تھا۔ زہر دینے والے اس کی موت کے بعد اس آمدنی سے بھی محروم ہو گئے جسے ان کے خیال کے مطابق اس کے مرنے کے بعد بڑھنا چاہیے تھا۔ اس کی موت ان کے لیے نقصان دہ ثابت ہوئی۔

اس بار کیپٹن حمید ثابت کرتا ہے کہ وہ کرنل فریدی کا شاگرد ہے! ہنسنے ہنسانے سے بھی باز نہیں آتا.... شادی کے تصوّر نے اسے ڈراؤنے خواب دکھائے ہیں!

قاسم صاحب سے بھی کچھ دیر ملاقات رہے گی! کیونکہ یہ بے چارے بھی اس کیس میں خواہ مخواہ گھسیٹے گئے ہیں!

۱۸/ مارچ ۱۹۵۸ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۷۵، زمین کے بادل)

یہ میری ایک سو دوسری کہانی ہے! اب تک اٹھائیس ناول عمران کے سلسلے کے لکھے ہیں اور چوہتر ناول جاسوسی دنیا کے سلسلے کے۔ اور ان سلسلوں نے مجھے کچھ ایسا "مسلسل" بنا کر رکھ دیا ہے کہ بعض اوقات کسی مشین ہی کی طرح ٹھپ بھی ہو جانا پڑتا ہے۔ یہ جو اکثر میری کتابیں آپ تک دیر سے پہونچتی ہیں اس کی یہی وجہ ہے۔ اب دیکھیے نا.... یہی کتاب آپ تک اعلان کے خلاف کچھ تاخیر سے پہونچ رہی ہے۔ مشین کی طرح ٹھپ ضرور ہو جاتا ہوں مگر دماغ مشین نہیں ہے! کبھی کبھی وہ معدے کے آنجراب سے بھی شکست کھا جاتا ہے.... لہٰذا نتیجہ معلوم

میرا پہلا ناول دلیر مجرم تھا! پہلا ناول تھا! اس لیے کسی بیرونی سہارے کی بھی ضرورت تھی! لہٰذا اس کا مرکزی خیال مغربی ادب سے لیا گیا تھا۔ یہ ایک جرمن مصنف کا کارنامہ تھا جس پر دنیا کے کئی مصنفوں نے طبع آزمائی کی ہے! مثال کے طور پر پیٹر شینی نے اسی پلاٹ کو "سینٹرل ڈیزائن" کے نام سے پیش کیا ہے۔ وکٹر گن نے یہی کہانی "آئرن سائیڈس لون ہینڈز" کے نام سے لکھی ہے....!

وکٹر گن کا انداز پیٹر شینی سے کہیں بہتر ہے! اُس کے مقابلے میں پیٹر شینی کا ناول کسی بچے کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے.... حالانکہ پیٹر شینی وکٹر گن سے زیادہ مشہور ہے! ہندی میں بھی آپ کو اسی پلاٹ پر ایک ناول "قیامت کی رات" کے نام سے مل جائے گا! اِس کے مصنف کا نام مجھے یاد نہیں رہا! ہاں تو دلیر مجرم کا پلاٹ میں نے انگریزی سے لیا تھا! لیکن فریدی اور حمید میرے اپنے کردار تھے؟ میں نے اس

کہانی میں کچھ ایسی دلچسپیوں کا اضافہ بھی کیا ہے جو اوریجنل پلاٹ میں نہیں تھیں۔ اس کے علاوہ جاسوسی دنیا میں ایسے ناول اور بھی ہیں جن کے پلاٹ میں نے انگریزی سے لیے تھے! مثلاً پر اسرار اجنبی، رقاصہ کا قتل، ہیرے کی کان، خونی پتھر!.... ان پانچوں ناولوں کے علاوہ آپ کو میرے ایک سو دو ناولوں میں ایک بھی ایسا نہیں ملے گا جس کا پلاٹ میرا اپنا نہ ہو! انور رشیدہ، عمران اور قاسم جیسے خاص کردار میرے اپنے تخلیق کردہ ہیں! ذہنوں سے چپک جانے والے دوسرے کردار بھی اوریجنل ہی ہیں مثلاً سنگ ہی اور ایسے ہی دوسرے کردار۔ البتہ "خوفناک ہنگامہ" کا کردار "پروفیسر درانی!" انگریزی سے آیا ہے۔ صرف کردار ہی! کہانی میری اپنی ہے۔ اسی طرح پہاڑوں کی ملکہ کا بن مانس اور سفید ملکہ بھی انگریزی سے ہی آئے ہیں۔ لیکن پلاٹ میرا اپنا ہے۔ عمران کے سارے ناول بے داغ ہیں! ان میں نہ آپ کو کوئی ایسی کہانی ملے گی جس کا پلاٹ انگریزی سے لیا ہو! اور نہ کوئی ایسا کردار ملے گا۔

اس طرح اِن ایک سو دو ناولوں میں بمشکل سات یا آٹھ ناول ایسے نکلیں گے جن میں کسی قسم کی "ملاوٹ" مل سکے۔ ورنہ بقیہ سب خالص ہیں! وہ پانچ ناول جن کے پلاٹ میں نے انگریزی سے لیے ہیں ترجمے نہیں ہیں۔ ان کی ایک ایک سطر پر میرا دعویٰ ہے!

اب آیئے "زمین کے بادل" کی طرف.....! میں نے موجودہ ذہنی انتشار کے عالم میں بھی انتہائی کوشش کی ہے کہ یہ دلچسپ بن سکے! میں کہاں تک اس میں کامیاب ہو سکا ہوں اس کا فیصلہ آپ ہی کر سکیں گے! عرصہ سے تاریک وادی کا تقاضہ تھا! میں نے کہا اسی نمبر میں اپنا یہ وعدہ بھی پورا کر دوں..... بہت دنوں سے پڑھنے والے خواہاں تھے کہ عمران، حمید اور فریدی کو کسی ایک کہانی میں پیش کیا جائے! یہ خواہش بھی پوری کی جارہی ہے!

عمران اور قاسم کے گٹھ جوڑ سے آپ کافی محظوظ ہوں گے..... حمید نے بھی خاصے شگوفے چھوڑے ہیں! کہانی میں بھی میں نے نیاپن پیدا کرنے کی کوشش کی ہے! اِسے آپ پچھلے تمام ناولوں سے مختلف پائیں گے!

مجھے خوشی ہے کہ جاسوسی دنیا کے سرورق کے متعلق آپ کی شکایات رفع ہوگئی ہیں! جاسوسی دنیا کے ڈیزائن کراچی کے مشہور ادارہ اسکیل کے سربراہ محمد مصطفٰے صاحب نے بنا رہے ہیں! اس بار تو انہوں

نے گویا کہانی کے کے ایک منظر کی روح کھینچ کر سرورق پر رکھ دی ہے! مصوری کا کمال یہی ہے کہ ذہنی کیفیات تصویر کے چہرے پر صاف پڑھ لی جائیں۔ ایک بار خانخاناں کی خدمت میں ایک مصور نے اپنی ایک تصویر پیش کی! تصویر میں دو عورتیں تھیں ایک عورت دوسری کے پیر دھو رہی تھی۔ دوسروں کو اس تصویر میں کوئی خاص بات نہ دکھائی دی لیکن خانخاناں دیکھتے پھڑک گیا اور بولا واہ پیروں میں ایسی گدگدیاں ہو رہی ہیں کہ ہنسی ضبط کرنے سے چہرہ کِھل اٹھا ہے! پھر اس نے میر منشی کو طلب کیا کہ مصور کو انعام دلوائے..... مگر فنکار نے کہا کہ بس حضور انعام پالیا! فن کی سچی پرکھ ہی فنکار کے لیے سب سے بڑا انعام ہے!

اب کہانی کا یہ منظر ملاحظہ فرمایئے اور سرورق دیکھیے کہ دونوں نبرد آزما افراد کے چہروں پر من و عن وہی تاثرات موجود ہیں یا نہیں جن کا کہانی میں اظہار کیا گیا ہے..... اپنے اس کارنامے پر مصطفےٰ صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں!

اگر میں ان احباب کا شکریہ ادا نہ کروں تو بڑی زیادتی ہوگی مثلاً مطبع سعیدی کے عبدالصمد صاحب۔ فضلی بک بائنڈنگ ورکس کے فضل صاحب اور ظہیر صاحب جن کی شب و روز کی دوڑ دھوپ کے باعث جاسوسی دنیا کا حسن نکھر گیا ہے۔

۱۶/اپریل ۱۹۵۸ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۷۶، وبائی ہیجان)

جاسوسی دنیا کا چھہتر واں ناول حاضر ہے.... یہ بھی تاخیر ہی سے پیش کر رہا ہوں! اگر ایک بار ڈیوڑھ بگڑ جائے تو پھر دوبارہ اعتدال پر آنے کے لیے خاصی جدوجہد کرنی پڑتی ہے! اور پھر یہ آپ بھی جانتے ہیں کہ آج کل کراچی کا موسم کیسا جا رہا ہے۔ ایسے موسم میں اگر کوئی لکھنے بیٹھے تو کیا لکھ سکے گا اور کتنا لکھ سکے گا۔ پھر بھی آپ بس یہ سمجھ لیجیے کہ میں نے اس بار آنچ اور انگاروں میں بیٹھ کر قہقہوں کی جنت تعمیر کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس کہانی میں حمید آپ کو ایک ایسے روپ میں نظر آئے گا جس روپ میں آپ نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ کچھ دیر قاسم صاحب سے بھی ملاقات رہے گی۔ مگر اس ملاقات کے اثرات کافی دیرپا ثابت ہوں گے۔ یعنی آپ کو جب بھی یہ سیچویشن یاد آئے گی۔ آپ بے ساختہ ہنس پڑیں گے۔ شہر میں ایک عجیب و غریب وباء پھیلتی ہے اور حمید بھی اُس وباء کا شکار ہو جاتا ہے۔ فریدی اس وباء سے بچنے کے لیے شاید واقتی طور پر شہر ہی چھوڑ دیتا ہے۔

یہ کہانی میری دوسری کہانیوں کی طرح اپنا ایک الگ انداز رکھتی ہے۔ کہانی میں آپ کو کئی نکتے ایسے بھی ملیں گے، جن پر تفصیل سے روشنی نہیں ڈالی گئی۔ ان پر آپ خود غور وخوض کیجیے کہ ایسا کیوں کر ہوا ہو گا۔ یا اس کے بعد کیا ہوا ہو گا۔

۲۵ رجون ۱۹۵۸ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۷۷، اونچا شکار)

اب جاسوسی دنیا کا ستترواں ناول "اونچا شکار" ملاحظہ فرمایئے!.... اسے آپ ویسا ہی پائیں گے، جیسے ناول کی خواہش آپ عرصہ سے ظاہر کر رہے تھے۔ حمید اور فریدی دونوں ہی کافی ACTIVE نظر آئیں گے...! اس بار فریدی نے مجرم کو ٹھکانے لگانے کے لیے ایسا طریق کار اختیار کیا ہے کہ آپ کچھ دیر تک یہی سوچتے رہ جائیں گے کہ اس کا وہ اقدام صحیح تھا یا غلط!.... لیکن اس کا اعتراف آپ کو بھی ہو گا کہ بہتیرے چلاک مجرم بڑے سے بڑے جُرم کے مرتکب ہونے کے باوجود بھی قانون کی دسترس باہر ہی رہتے ہیں! ا. کا طریق کار انوکھا ہوتا ہے! وہ قانون کے محافظوں ہی سے قانون شکنیاں کراتے ہیں۔ اس طرح کہ قانون کے محافظوں کو اس کا احساس تک نہیں ہونے پاتا کہ ان سے قانون شکنی سرزد ہو رہی ہے اور وہ مُجرم کو انتہائی معصوم سمجھ کر اس کی قدر بھی کرتے رہتے ہیں۔ ایسے مجرم کو اس کی منزل تک پہنچانے کے سلسلے میں کتنی دشواریاں پیش آسکتی ہیں، اس کا اندازہ آپ کو اس کہانی کے اختتام ہی پر ہو سکے گا۔

دولت کی ہوس انسان کو اندھا بنا دیتی ہے! لیکن اسے سوچنا چاہیے کہ چیونٹیاں بھی اندھی ہوتی ہیں اور ان میں بھی ذخیرہ اندوزی کی جبلّت پائی جاتی ہے۔ پھر کیا آدمی کو یہ زیب دیتا ہے کہ وہ چیونٹیوں کی صف میں آ کھڑا ہو!.... دولت مند بننے کی خواہش گناہ نہیں ہے لیکن حصول دولت کے لیے قانون کی حدود سے گزر جانا یقینی طور پر اندھی چیونٹیوں ہی کی طرح حقیر ہو جانا ہے!

نقالوں کے سلسلے میں یہ عرض ہے کہ آپ اصلی اور نقلی گھی کی طرح میری کتابوں کو بھی پرکھنا سیکھیئے! یہ ایک مصنف کی خوش نصیبی بھی ہے اور بدقسمتی بھی کہ لوگ اس کے نام پر پڑھنے والوں کو دھوکا دیں!.... دنیا کی کسی زبان کو ایسا مصنف نصیب نہ ہوا ہو گا۔

ابن صفی

۳۰ / جولائی ۱۹۵۸ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۷۸، آوارہ شہزادہ)

آوارہ شہزادہ کی کہانی حاضر ہے....! کہانی میں نیا پن بھی آپ لوگوں کو مل جائے گا لیکن تھیم نیا نہیں ہے۔ نئے تھیم آئیں بھی کہاں سے.... جو کچھ عام طور پر ہوتا رہتا ہے۔ اسی سے کہانیاں بھی مرتب کی جاتی ہیں....! اور ایک ہی بات ہزار طرح سے کہی جاتی ہے! بس کہنے کا انداز ہی سب کچھ ہوتا ہے! اگر ایک ہی بات یکساں انداز میں دس بار دہرائی جائے تو آپ بور ہو جائیں گے۔ لیکن اگر کہنے کا انداز بدلتا رہے تو آپ کو پسند آئے بھی آئے گی اور نئی بھی معلوم ہو گی....! مثال کے طور پر اگر کوئی بیمار متواتر کراہ رہا ہو.... "ہائے میں مرا.... ہائے میں مرا...." تو آپ شدت سے بور ہوں گے۔ لیکن اگر اچانک کہہ اٹھے۔ "ہائے تیماردار بھی مرے....!" تو آپ بے ساختہ ہنس پڑیں گے! بات تو ایک ہی ہوئی۔ یعنی مریض کی تکلیف جس کا اظہار وہ پہلے سادہ انداز میں کر رہا تھا۔ اور آپ بور ہو رہے تھے!۔ تو کہنے کا مطلب یہ کہ بات کہنے کا انداز بدلتا رہنا چاہیے!۔

ادھر بہت دنوں سے عمران سیریز کے خاص نمبر کا تقاضہ جاری ہے!.... لیکن میرا وہی حال ہے کہ "ہائے میں مرا...." نہیں گھبرائیے نہیں نہ میں مریض ہوں اور نہ آپ تیماردار! اس لیے خدانخواستہ اس بات میں نیاپن پیدا کرنے کی کوشش نہیں کروں گا!۔ گزارش یہ ہے کہ عمران سیریز کا خاص نمبر بھی جلد ہی پیش کیا جائے گا! مگر جاسوسی دنیا کے بعد ــــ!

آوارہ شہزادہ کے بعد جاسوسی دنیا کا خاص نمبر "چاندنی کا دھواں" پیش کر رہا ہوں کوشش یہی ہے کہ بہتر سے بہتر ہو....! آپ کی خواہش کے مطابق اس میں تھوڑا "طلسم ہوشربائی" عنصر بھی ہو گا۔ جسے آپ سائنس فکشن کہتے ہیں۔ اور میرا کوئی ایسا ناول پڑھنے کے بعد مجھے یہ ضرور لکھتے ہیں کہ "ہاں.... یہ تھا زوردار۔"

پچھلا ناول "اونچا شکار" آپ کو پسند آیا.... اس کے لیے شکریہ قبول فرمائیے! جی ہاں بس! ہر کہانی کا اپنا مقدر ہوتا ہے اور وہ مقدر سو فیصدی میرے موڈ سے وابستہ ہے۔ اگر کہانی اچھے موڈ میں شروع کی ہو تو مقدر بن گیا! ورنہ.... خیر اب ایسا بھی نہیں ہے کہ میری کوئی کہانی بالکل ہی چوپٹ ہو گئی ہو! کچھ نہ کچھ تو ہوتا ہی ہے اس میں جس کا اعتراف آپ کو بھی ہے!

اب کہانی شروع کیجیے!....

ابن صفی

۳۰ / اگست ۱۹۵۸ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۷۹، چاندنی کا دھواں)

چاندنی کا دھواں تھوڑی تاخیر سے حاضر ہے! تاخیر کی وجہ نہ پوچھئے ورنہ آپ کہیں گے کہ اسے "علالت" کے علاوہ کچھ آتا ہی کیا ہے! اور وہ بھی خصوصیت سے خاص نمبر پیش کرنے کے مواقع پر! مگر میں خود اسے کیا کہوں میری سمجھ میں نہیں آتا.... پیر کی ایک معمولی سی خراش سیپٹک بن گئی۔ بخار ہوا تو ذہن ہی ناکارہ ہو کر رہ گیا! غرضیکہ خاص نمبر لیٹ....!

مگر مجھے خوشی ہے کہ اس بار کی کہانی آپ کے بڑھتے ہوئے انتظار اور اضطراب کے شایان شان بھی ہے۔ آپ اسے ہر اعتبار سے پسند کریں گے! مجھے یقین ہے کیپٹن حمید کو آپ انسپکٹر آصف کے ماتحت کی حیثیت سے دیکھ کر آپ متحیر بھی ہوں گے اور آپ کو ہنسی بھی آئے گی۔ یہ خود کرنل فریدی کی تجویز تھی کہ حمید انسپکٹر آصف کے ماتحت کی حیثیت سے کام کرے۔ لیکن اس افسری اور ماتحتی نے جو گل کھلائے ہیں اُن کی مہک آپ اپنے قہقہوں میں ہی محسوس کر سکیں گے ....جی ہاں قاسم صاحب بھی تشریف رکھتے ہیں۔ ان کا تو چلن ہی اور ہے۔ سدا کے سادہ لوح ہیں! اِن پر گزرنے والے حادثات بھی انہی کی طرح انوکھے ہوتے ہیں۔

فریدی ایک ایسی پراسرار عورت کے تعاقب میں نظر آئے گا جسے ایک مصور نے کبھی دیکھا نہیں تھا لیکن جس کے برش کی جنبش ہمیشہ اسی کی شکل بناتی تھیں۔

مصور اسے آسیب سمجھتا ہے! لیکن پھر بھی مصور کی تصویر بین الاقوامی مقابلے میں اول آتی ہے اور یہیں سے کرنل فریدی کی مصروفیات بڑھ جاتی ہیں!

وادیٔ کاجیک میں چمکدار دھوئیں کا منارہ زمین سے آسمان کی طرف بلند ہوتا چلا جاتا ہے.... مگر وہ ایک مجبوری تھی! .... اگر وہ مجبوری نہ ہوتی تو شاید کسی کو کان و کان خبر بھی نہ ہوتی کہ وادیٔ کاجیک میں کیا ہو رہا ہے۔ بڑی عجیب بات تھی.... مصور نے اس کی تصویر بنائی اور اُسے ایک آسیب سمجھتا رہا۔ کیپٹن حمید اسے ایک بھٹکی ہوئی روح سمجھتا ہے اور کیوں نہ سمجھتا جبکہ اس نے اسے چھو کر دیکھا تھا۔ پھر فریدی کو کیا ہو گیا تھا! وہ اس کے لیے ہتھکڑیاں کیوں لیے پھرتا ہے!

روح اسے شکست دینا چاہتی تھی! اُسے احساس بے بسی میں مبتلا کرنا چاہتی تھی لیکن فریدی نے کسی طرح اُسے خود اُسی کی نظروں میں گرا دیا۔ آپ دیکھیں گے اور فریدی کی ذہانت کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکیں گے! خون کا ایک قطرہ گرائے بغیر وہ اُس مغرور کو احساس بے بسی میں مبتلا کر دیتا ہے!

یہ تو ہوئیں اس کتاب کے بارے میں باتیں۔ اب کچھ اس کے بعد کی کتابوں کے متعلق سنیے! اسے پیش کرنے میں تاخیر ہوئی ہے اِس لیے بعد کی کتابوں پر اس کا اثر ضرور پڑے گا لیکن آپ مطمئن رہیے کہ ان شاء اللہ پھر جلدی یہ سلسلہ معمول پر آجائے گا! ااپ کو کسی کتاب کا زیادہ انتظار نہ کرنا پڑے گا۔! آپ خود سوچئے۔ بھلا میں کیسے پسند کروں گا کہ آپ کتاب کے انتظار سے اکتا کر مجھے بُرا بھلا کہنا شروع کر دیں۔ بس بعض دشواریاں غیب سے ظہور میں آتی ہیں! اور میں بے بس ہو کر رہ جاتا ہوں .... مشیت کے آگے سبھی بے بس ہیں!

ابن صفی

کراچی __ ۱۳/ اکتوبر ۱۹۵۸ء

پیشرس

(جاسوسی دنیانمبر ۸۰، سینکڑوں ہمشکل)

یہ ہر ماہ پیشرس کا چرخہ گراں گزرنے لگاہے! مگر ہونا تو چاہیے کچھ نہ کچھ! کسی کتاب کے متعلق مصنف کا کچھ لکھنا لغو بات ہے۔ کیونکہ وہ توپہلے ہی سب کچھ لکھ چکا ہوتا ہے پھر اس لکھے پر کچھ لکھنا اسی صورت میں جائز ہو سکتا ہے جب کسی دوسرے کے کاندھے پر بندوق داغنے کا خیال ہو.... یعنی یہ ہیچ مداں یعنی ابن صفی پیش رس کے لیے دوسرا نام اختیار کرے اور کتاب کے متعلق اپنے ہی قلم سے زمین و آسمان کے قلابے ملا کر رکھ دے.... اخیر میں نعرہ لگائے "عظیم ابن صفی زندہ باد" ____ اور اس کے نیچے..... "فقط تفضل حسین ایم۔اے۔ ڈی لٹ بقلم خود" لکھ کر بھاگ کھڑا ہو.....! بعد میں آپ بھگتا کیجیے! کہتے پھریئے کہ ابن صفی واقعی عظیم معلوم ہوتا ہے! اس لیے اب اسے ابن صفی کی بجائے "عظیم الدین" عظیم اللہ ڈیری فارم جیسا کوئی نام اختیار کرنا چاہیے! ....

اچھا چلیے! میں اس بار پیشرس میں اپنے نام آئے ہوئے خطوط کا جائزہ لے ڈالوں.... ایک صاحب رقمطراز ہیں کہ ابن صفی صاحب اب آپ کی کتابوں میں سراغرسی کم اور بکواس زیادہ ہوتی ہے! آپ فن کا خیال نہیں رکھتے! اصل فن کا خیال نہیں رکھتے! اصل موضوع سے ہٹ کر یا تو مزاح ٹھونسنے کی کوشش کرتے ہیں یا معاشرہ کی اصلاح کرنے بیٹھ جاتے ہیں!.... آپ صرف جاسوسی ناول لکھیے! خالص فنی نقطۂ نظر سے!

ان صاحب کے پورے خط کے مضمون سے میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ فنِ سراغ نویسی پر بحث کرتے وقت لازمی طور پر ان کے ذہن میں انگریزی کے جاسوسی ناول تھے! .... لیکن میں ان سے صرف اتنا پوچھتا ہوں کہ آج کل کے دور میں انگریزی جاسوسی ناولوں کے ترجمے ردّی کے بھاؤ کیوں بکتے ہیں! .... کوئی پبلشر اب ترجمے چھاپنے کی ہمت کیوں نہیں کرتا! ظاہر ہے کہ ترجمے عموماً بہترین اور نامور مصنفین ہی کے پیش کیے جاتے ہیں!.... لیکن اردو میں ان کا حشر دیکھ لیجیے!.... ہر قوم کا مزاج جداگانہ ہوتا ہے! ضروری نہیں ہے ہم بھی وہی پسند کریں جو دوسری قومیں پسند کرتی ہیں!.... اور پھر بھئی میں فن برائے فن کا قائل بھی نہیں ہوں۔ انگریزی کے جاسوسی ادب میں جسے آپ خالص تن کا آئینہ دار سمجھتے ہیں! بعض چیزیں معاشرہ کے لیے تباہ کن بھی ہیں! مثلاً ہیروپرستی کے جوش میں جرائم پیشہ افراد کی طرف داری.... یہاں مثال کے لیے انگریزی کے صرف اُن دو مشہور کرداروں کا تذکرہ کروں گا جو اردو میں بھی "لکھنوی پاجامہ" پہن کر مقبول ہونے کی کوشش کر چکے ہیں!

یہ کردار ہیں سائمن ٹمپر سینٹ اور آرسین لوپن....! یہ ایسے قانون شکن کردار ہیں جو صریحی مجرم ہونے کے باوجود بھی قانون کی زد پر نہیں آتے اور پڑھنے والے پولیس کی بے بسی سے لطف اندوز ہوتے ہیں....! ساتھ ہی مصنفین کا انداز تحریر ایسا ہوتا ہے جیسے وہ خود ہی پولیس کا وقار خاک میں ملانے کی کوشش کر رہے ہوں.... بہر حال مجموعی تاثر یہ ہوتا ہے کہ قانون اور قانون کے محافظ قاری کے لیے مضحکہ خیز بن کر رہ جاتے ہیں....!

مجھ سے اس کی توقع نہ رکھیے! میرے شروع سے اب تک کے تمام ناول دیکھ لیجیے آپ کو قانون کے احترام ہی کی ترغیب نظر آئے گی! میرے پڑھنے والوں کی ہمدردیاں قانون اور قانون کے محافظوں ہی کے لیے ہوتی ہیں.... !

اور پھر انگریزی والوں کی پیروی کیوں کروں.... میں نے اپنے لیے الگ راہیں نکالی ہیں.... میرے زیادہ تر پڑھنے والے مجھے پسند کرتے ہیں! بس اتنا ہی کافی ہے میرے لیے....!

یہ ضرور ہے کہ میں نے انگریزی ہی سے سیکھا ہے! لیکن انگریز تو نہیں ہوں....! پاکستانی ہوں....!

بعض خطوط میں ایک شکایت اور بھی نظر آ جاتی ہے! وہ یہ کہ اب میرے ناولوں میں پچھلا سا ”زور!“ باقی نہیں رہا....! ان خطوط کا تجزیہ کرنے پر جو نتیجہ میں نے اخذ کیا ہے وہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے کہ ان پڑھنے والوں کو اب میری کہانیوں میں دھول دھپّا برائے نام ملتا ہے.... اس سلسلے میں گزارش ہے کہ پچھلے سال سے دانستہ طور پر ”دھول دھپے“ سے گریز کر رہا ہوں۔ کوشش ہے کہ آپ کا ”دھول دھپہ پسندی“ والا رجحان ختم ہو جائے اور آپ صرف کہانی کی دلچسپی سے لطف اندوز ہونا سیکھیں....! جس طرح دھول دھپّہ بجائے خود ایک بری چیز ہے اسی طرح

اس سے لطف اندوز ہونا بھی ایک ایسی خواہش ہے جس کا ختم ہو جانا بھی انسانیت کی سربلندیوں کا باعث بن سکتا ہے.... ویسے یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ یہ خواہش ایک حیوانی جبلت سے تعلق رکھتی ہے جس کی تہذیب آج تک نہیں ہو سکی! میں نے بہت ہی سنجیدہ آدمیوں کو بھی جھگڑے کی آواز پر لپکتے دیکھا ہے۔ اور ”معاملہ“ آگے نہ بڑھتے دیکھ کر ان کی آنکھوں میں مایوسی بھی پڑھی ہے...! ”دھول دھپّہ پسندی“ فطری چیز ہے لیکن اس حیوانی جبلت کی تہذیب ہونی چاہیے۔ اور ہم سب کو مل کر اس کے لیے کام کرنا ہے۔

ابن صفی

۲۵ / نومبر ۱۹۵۸ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۸۱، لڑاکوں کی بستی)

لڑاکوں کی بستی ملاحظہ فرمائیے! یہ کہانی بھی نئے انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔! ہو سکتا ہے کہ اس میں آپ کو بہت زیادہ قہقہے نہ ملیں لیکن کہانی دلچسپی سے آپ کو انکار نہ ہو گا...!

ادھر بہت دنوں سے پڑھنے والوں کے تقاضے جاری ہیں کہ میں پھر کچھ ویسی ہی پر اسرار کہانیاں پیش کروں جیسے ابتدا میں لکھی تھیں! لہٰذا ان کی خواہش کے احترام میں چند ایسے ناول پیش کرنے کا پروگرام بھی بنا رہا ہوں جن سے بہت زیادہ سرّیت پسند ذہنوں کی تسکین ہو سکے۔ اس لیے ہو سکتا ہے جاسوسی دنیا کا آئندہ ناول الٹی تصویر میری بعض پچھلی تخلیقات کی یاد تازہ ہی کرا دے...!

عمران سیریز میں بھی جو سلسلہ "عمران کا اغواء" سے شروع ہوا ہے کافی طویل ہو جانے کے امکانات رکھتا ہے.... ممکن ہے یہ بھی "شعلوں" کی مسلسل داستان ہی کی طرح دلچسپ ثابت ہو۔! ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ میری کہانیوں کے پلاٹ تو بس لکھتے لکھتے ہی بنتے ہیں۔ اسی لیے اکثر ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ میری پوری کتاب ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن میں سر پیٹ پیٹ کر اس میں "پلاٹ" ہی تلاش کرتا رہ جاتا ہوں۔! مثال کے طور پر "زمین کے بادل" پیش کی جا سکتی ہے۔ کسی نے بھی اسے غیر دلچسپ نہیں کہا لیکن وہ آپ کو محض اس لیے مطمئن نہیں کر سکی تھی کہ اُس میں کوئی سیٹ پلاٹ نہیں تھا۔ بس بے شمار دلچسپ واقعات اکٹھے کر دیئے گئے تھے۔! دوسری غلطی مجھ سے یہ ہوئی تھی کہ کہ میں نے اُسی میں تاریک وادی کی کہانی بھی ٹھونس دی۔! وہ تاریک وادی جو تقریباً دو سال تک آپ کے ذہنوں میں سریت کے تانے بانے بُنتی رہی تھی۔! اُسی انداز میں آپ کے سامنے نہ آ سکی. اکثر ایسے غلط فیصلے بھی ہو جاتے ہیں۔ آدمی کا ہی ذہن ٹھہرا جو بہر حال عقل عطا کرنے والے کا محتاج ہے۔! بس یہ سمجھ لیجیے کہ "زمین کے بادل" کے پلاٹ کی "الائمنٹ" کا وقت نہیں آیا تھا۔ میں نے اس پر زبردستی قبضہ کرنے کی کوشش کی اور نتیجہ جو کچھ بھی نکلا اُس کا اعلان تو آپ نے خود ہی کیا تھا۔!

اس بار "تاریک وادی" کا تذکرہ نکال بیٹھنے کی ضرورت یوں پیش آئی کہ بعض حضرات اس کو

دوبارہ پیش کیے جانے کا تقاضا کر رہے ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ یہ اُسی ماحول اور اُسی انداز میں پیش کی جائے جس میں "خونی بگولے" لکھا گیا تھا....! مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے بشرطیکہ زیادہ تر پڑھنے والے اس پر متفق ہوں۔! اگر آپ بھی یہی چاہتے ہیں تو مطلع فرمایئے۔! ویسے یقین کیجیے کہ سنگ ہی جیسے آدمی آسانی سے فنا نہیں ہوتے۔! آپ کو بھی یہ یاد ہو گا کہ آتشی غار میں چھلانگ لگاتے وقت سنگ ہی کے جسم پر فائر پروف لباس اور گیس ماسک موجود تھے.... ہیں نا بچ جانے کے امکانات....! اب جیسے آپ کہیں....؟

کاغذ:——اس بار یہ "بسنت بہار" یا "سدا سہاگن" قسم کی کتاب آپ کو یقیناً گراں گزری ہو گی لیکن یقین کیجیے کہ نہ تو اس میں میری رنگین مزاجی کو دخل ہے اور نہ ہی آپ کو اتنا بدذوق سمجھتا ہوں۔! قصّہ دراصل یوں ہے کہ اس بار نہ تو سفید کاغذ دستیاب ہو سکا اور نہ سیمی بلیچڈ پیپر...! توقع ہے کہ فروری کے اواخر تک جہاز آجائے۔! بہر حال میں آپ سے شرمندہ ہوں۔! دعا کیجیے کہ عمران سیریز کا نیا ناول اچھے ہی کاغذ پر شائع ہو سکے۔!

بددیانت پبلشرز :——میں لاہور کے اُن بددیانت پبلشرز سے مخاطب ہوں جنہوں نے مارشل لاء کے نفاذ کے بعد بھی میری کتابیں بغیر اجازت چھاپی ہیں۔ یہ حضرات مجھے اُن کا باقاعدہ حساب بھیجیں ورنہ لاہور ہی آکر اُن کے خلاف کارروائی کروں گا۔! میں اُن کے نام بذریعہ ڈاک بھی نوٹس روانہ کر رہا ہوں! یہاں اُن کے ناموں کا حساب کر کے انہیں بے عزت نہیں کرنا چاہتا! کیونکہ مجھے دشمنوں سے بھی ناروا سلوک گوارا نہیں...! یہ حضرات اُس کالے دور کو بھلا دیں جب دس پانچ روپیوں کی رشوت سمن تعمیل ہونے میں حارج ہوا کرتی تھی۔!

ابن صفی

۳ر فروری ۱۹۵۸ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۸۲، اُلٹی تصویر)

"اُلٹی تصویر" حاضر ہے۔! اور یہ آپ کو عمدہ سفید کاغذ پر نظر آئے گی...! کہانی آپ خود ہی پڑھ لیں گے۔ اس لیے اس سلسلے میں کچھ کہنا فضول ہے۔ البتہ کاغذ کے متعلق اتنی گزارش ضرور ہے کہ آپ فی الحال کاغذ کی اچھائی برائی دیکھنا چھوڑ دیجیے اس بار اچھّا کاغذ مل گیا حاضر ہے....! آئندہ بھی اگر اچھا ہی ملا تو بخل سے ہر گز کام نہ لیا جائے گا۔! خدانخواستہ ہمارے یہاں نہ کاغذ کا قحط ہے اور نہ اُس کی پیداوار ہی میں کمی ہوئی ہے لیکن زیادہ تر کاغذ اہم ترین قومی ضروریات پر صرف ہو رہا ہے۔ اس لیے ہمارا فرض ہے کہ ہم قناعت کریں...!

میرا پچھلا ناول عمران سیریز کا "جزیروں کی روح" تھا۔ اس کے تیرھویں صفحے کی پانچویں لائن میں ایک غلطی کی تصحیح کیجیے۔ یعنی اس جملے کو قلم زد کر دیجیے۔!

"اُس کے ہاتھ میں شراب کی بوتل ہے۔"

اس سے کہانی کے ایک حصے میں واقعاتی تضاد پیدا ہو جاتا ہے۔ میں اُن پڑھنے والوں کا بے حد مشکور ہوں جنھوں نے اس غلطی کی طرف توجہ دلائی ہے...! یہ غلطی پروف ریڈنگ ہی کے دوران سامنے آئی تھی لیکن پلیٹ پر اس کی تصحیح ہونے سے رہ گئی۔!

میں اپنے پڑھنے والوں کا بے حد مشکور ہوں کہ وہ مجھے میری خامیوں سے آگاہ کرتے رہتے ہیں لیکن اُن کے خطوط کے فرداً فرداً جوابات لکھنا پہلے بھی میرے بس سے باہر تھا اور اب بھی ہے۔ ویسے بعض خطوط کے جوابات اتنے ہی ضروری ہوتے ہیں کہ اُن کا تذکرہ پیش لفظ میں کرنا پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک صاحب نے میرے ناول "خون کا دریا" کے متعلق پوچھا ہے کہ وہ اوریجنل ہی ہے یا نہیں کیونکہ ویسی ہی کہانی گجراتی میں بھی ان کی نظر سے گزری ہے.... گزارش ہے کہ "خون کا دریا" کی کہانی

سو فیصدی میری ہی تخلیق ہے۔ یہ اور بات ہے کہ کسی گجراتی لکھنے والے بھائی نے میری گردن پر چھری پھیر دی ہو۔! اردو میں جو چھریاں پھیری جارہی ہیں وہ تو آپ کی نظروں کے سامنے ہی ہیں.... بعض اوقات تو ایسا بھی ہوا ہے کہ میری کتابوں کا ہندی ترجمہ ہوا اور ہندی سے وہ پھر اردو میں منتقل ہوئیں لیکن اس تیسری جون میں مصنّف کا نام بدلا ہوا نظر آیا.... اسی قسم کی کتاب "ربڑ کی عورت" کے متعلق ایک صاحب نے پوچھا ہے....! "ربڑ کی عورت" میرے ناول "بے گناہ مجرم" کا ہندی ترجمہ ہے۔ کسی صاحب نے اس کا اردو ترجمہ کر ڈالا۔ میرے ساتھ ایسے لطیفے ہوتے ہی رہتے ہیں اور میں اُن سے کافی محظوظ ہوتا ہوں۔ دیکھیے نا میرے پر اسرار کرداروں ہی کی طرح بعض اوقات یہ کم بخت کتابیں بھی بھیس بدل کر میرے سامنے آ کھڑی ہوتی ہیں اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں شرلاک ہومز کی طرح کوکین کا انجکشن لے لوں یا عمران کی طرح چیونگم سے شغل فرماؤں۔

۲۱/مارچ ۱۹۵۹ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۸۳، چمکیلا غبار)

کہانی تو کبھی ختم نہیں ہوتی۔! لیکن کہانی لکھنے والا کہانی کو اُسی جگہ روک ضرور دیتا ہے جہاں سے بوریت شروع ہو جانے کا امکان ہو۔ اسی کو کہانی کا اختتام سمجھ لیجیے۔ ویسے یہ اور بات ہے کہ آپ بعض کہانیوں کے متعلق سوچتے ہیں کہ کاش یہ ابھی نہ ختم ہوئی ہوتیں لیکن یقین کیجیے کہ اُن کا وہیں ختم ہو جانا بہتر ہوتا ہے ورنہ ہیرو ہیروئن "بال بچے دار" بننے لگتے ہیں۔ اور جس طرح آپ ہر شام اپنے بال بچوں سے پیچھا چھڑا کر گھر سے نکل بھاگنا چاہتے ہیں اسی طرح کسی کہانی میں ہیرو ہیروئن جو "بال بچے دار" بنتے دیکھ کر آپ نہ صرف کتاب اپنے سر پر ماریں گے بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کی لات مصنف کے پیٹ پر پڑے۔ یہ بات تو تھی رومانی کہانیوں کے لیے..... اب آیئے اسرار و سراغ کی کی کہانیوں کی طرف۔! کہانی ختم ہو گئی لیکن آپ بیٹھے سوچ رہے ہیں کہ پھر کیا ہوا ہو گا؟ کچھ صرف سوچتے ہی رہ جاتے ہیں اور کچھ..... مجھے لکھ مارتے ہیں۔ "آپ نے یہ ے و دکھایا ہی نہیں کہ مجرموں کا کیا ہوا"

بھیا۔! دیکھو گرفتار تو ہو گئے اب اور کیا چاہیے۔ لیکن نہیں! چند حضرات عدالتی کارروائیاں بھی دیکھنا چاہتے ہیں! میں انھیں کیسے سمجھاؤں کی کہانیوں کے الگ انداز ہوتے ہیں۔ جس قسم کی کہانیاں میں لکھتا ہوں اُن میں عدالتی کارروائیاں قطعی غیر ضروری ہیں۔ اگر لکھنے لگوں تو وہی حضرات کچھ دنوں بعد چیخ اٹھیں گے۔ "آپ خواہ صفحات بھرا کرتے ہیں اس سے بہتر تو یہی تھا کہ آپ جج صاحب کے بچے کا عقیقہ یا ختنہ کرا دیتے۔!"

بہرحال اگر آپ عدالتی کارروائیاں پڑھنے کے شوقین ہیں تو اَرل اسٹینلے گارڈنر کے ناول پڑھا کیجیے۔ اُن کی کہانیاں مقدمات ہی کی شکل میں شروع ہوتی ہیں اور اُن کا مخصوص کردار پیری میسن وکیل ہے۔ میری کہانیاں سرکاری سراغرسانوں کے گرد گھومتی ہیں جن کا کام اتنا ہوتا ہے کہ وہ مجرم کو پکڑ کر قانون کے حوالے دیں۔ لہٰذا اس حوالگی کے ساتھ ہی میری کہانیاں بھی ختم ہو جاتی ہیں۔!

لیکن اسے کیا کہا جائے کہ بعض حضرات تو کوئی لطیفہ سننے کے بعد بھی پوچھ بیٹھتے ہیں۔ "پھر کیا ہوا؟

" اور لطیفہ سنانے والے کو دانت پیس کر کہنا پڑتا ہے۔" پھر یہ ہوا کہ میں نے کنویں میں چھلانگ لگا دی۔!"

مگر آپ مطمئن رہیے۔ میں اس قسم کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ اور اگر رکھتا بھی ہوں تو آپ کو کیوں بتانے لگا! کیا ٹھیک ہے کنویں میں بھی آپ کے خطوط پہونچیں۔ کچھ نہیں تو یہی سہی کہ " بھئی اب کتنے پانی میں ہو!"

آمدم برسر مطلب! یہ اتنی لمبی "لکھواس" میں نے اس لیے کی ہے کہ آپ اس کہانی "چمکیلا غبار" کے مجرموں کے لیے بھی شاید یہی پوچھیں کہ پھر کیا ہوا؟ کم از کم ایک کردار تو ایسا ضرور ہے جس کے متعلق آپ اُلجھن میں پڑ جائیں گے۔ مجھ پر جھلائیں گے کہ آخر اسی جگہ کیوں کہانی ختم کر دی گئی۔! کہانی اپنی جگہ مکمل ہے لیکن اگر آپ کے دل میں کسی کردار کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہو تو یہی سمجھئے کہ اُس سے دوبارہ بھی ملاقات ہو سکتی ہے۔ یار زندہ صحبت باقی۔!

اس کہانی میں میں نے کوشش کی ہے کہ میرے پڑھنے والوں کی تشفی ہو جائے۔ ہو سکتا ہے کہ "قاسم پسندوں" کو اُس کی "کم نمائی" کی شکایت پیدا ہو لیکن اس سلسلے میں گزارش ہے کہ کسی تیز رفتار کہانی میں قاسم جیسے "سست رو" کرداروں کے لیے گنجائش کم ہی نکل سکتی ہے۔ بہر حال وہ جتنا بھی آیا ہے خوب آیا ہے۔ اس کہانی میں "حمید پسندوں" کی یہ شکایت بھی رفع ہو جائے گی وہ صرف ایک درباری قسم کا مسخرہ بن کر رہ گیا ہے۔!

ابن صفی

۳۰ رمئی ۱۹۵۹ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۸۴، انوکھی رہزنی)

کرنل فریدی اور کیپٹن حمید کی نئی کہانی حاضر ہے۔! اسے بھی آپ پچھلی کہانیوں سے مختلف پائیں گے۔! جس شخص کے گرد کہانی گھومتی ہے بے حد پراسرا تھا فریدی کا خیال تھا کہ اُس پر ہاتھ ڈالنا آسان کام نہ ہو گا۔ لیکن مجرم خواہ کتنا ہی چالاک کیوں نہ ہو ایک دن لازمی طور پر قانون کے شکنجے میں بے بسی سے ہاتھ پیر مارتا ہوا نظر آتا ہے۔!

اس بار فریدی نے حمید سے کوئی اہم کام نہیں لیا۔ اس کے باوجود بھی وہ ایک اہم ترین کام تھا۔ کیونکہ اس کا مقصد مجرم کو دھوکے میں رکھنا۔! اہم ترین کاموں کے لیے غیر معروف آدمی منتخب کیے تھے یہی وجہ تھی کہ مجرم بے باکانہ اُسے اُلّو بنانے کی کوشش کرتا تھا۔ اور یہی کوششیں اسے لے ڈوبیں....!

آج کل کہانیوں کے سلسلے میں بڑی عجیب فرمائشات آ رہی ہیں اُنھیں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ "کیپٹن حمید اور کرنل فریدی کو چاند پر بھیجیے۔!"

نہیں بھائی۔! ذرا سوچیے تو اگر اُنھیں چاند پر بھیج دیا تو کیا خود زمین پر رہ کر خاک پھاکوں گا۔ یا پھر ٹھہرئے ذرا اُنھیں دیکھ لیجیے جو چاند میں پہونچنے کے منصوبے بنا رہے ہیں۔

جب اُن کی خیریت کا خط آ جائے گا تو میں بھی اِن کی خیریت خداوند کریم سے نیک نیک چاہتا ہوا انھیں چاند کے لیے روانہ کر دوں گا۔ ویسے فی الحال اگر جی چاہے تو "چندا ماما تایا" والا گیت سُن لیجیے کیونکہ بچہ جسے آدمی کا باپ کہتے ہیں چاند کے معاملے میں اس گیت سے آگے نہیں بڑھ سکا۔! پھر آپ خود سوچئے اگر وہاں حمید کو مرغیوں کے سے چہرے اور گلہریوں کی سی دُمیں رکھنے والی لڑکیاں نظر آئیں تو اُس غریب کا کیا حال ہو گا۔! کیا اُس کی خودکشی آپ کے لیے افسوسناک نہ ہو گی۔ ویسے زمین پر تو وہ یہی سوچتا ہے کہ "زندگی چاند سی عورت کے سوا کچھ بھی نہیں۔"

باقی سب خیریت ہے دیگر احوال یہ ہے کہ چاند کا سفر یہ لوگ اُسی وقت اختیار کریں گے جب زمین ان پر تنگ ہو جائے گی۔ فی الحال اس کا کوئی امکان نہیں !....

ابن صفی

۶/ جولائی ۱۹۵۹ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۸۵، دھواں اُٹھ رہا تھا)

مجھ سے فرمائش کی گئی ہے کہ میں پیشرس میں کتابوں کے متعلق کچھ لکھنے کی بجائے پڑھنے والوں سے باتیں کیا کروں۔ کتابیں تو بہر حال پڑھی جاتی ہیں اور پڑھنے والے خود ہی کتاب کے مواد سے متعلق اچھی یا بُری رائے قائم کرنے کی صلاحیت سے محروم نہیں ہوتے۔ اس لیے کتاب کے بارے میں مصنف کا نوٹ کوئی اہمت نہیں رکھتا!۔

مجھے آپ کی اس دلیل سے متفق ہونا ہی پڑے گا!۔ میں جانتا ہوں آپ کیا چاہتے ہیں؟ خطوط پر تبصرے.... لیکن ان تین صفحات میں اُن سارے خطوط پر تبصرہ مشکل ہے جو ہر ماہ موصول ہوتے ہیں۔ کسی ایک کا انتخاب کرنا پڑتا ہے!۔ ایسے خط کا انتخاب نو سب کی دلچسپی کا باعث بن سکے۔

یہ خط چاٹگام سے آیا ہے۔ پورا پتہ تحریر نہیں کیا گیا۔ موضوع ظلمات کا دیوتا کی ناپسندیدگی ہے.... حالانکہ یہ کتاب عام طور پر پسند کی گئی ہے۔ بعض حضرات صرف اسی ناگزیر خامی کے شاکی ہیں جس کا تذکرہ خود میں نے ہی اُس کے پیش رس میں کیا تھا۔ زیادہ تر حضرات کا کہنا ہے کہ وہ خامی نہیں بلکہ خوبی ہے۔ اگر کسی کہانی کا انجام متوقع ہو تو پھر بات ہی کیا رہی!۔

بہر حال مجھے دونوں قسم کے پڑھنے والوں سے اتفاق ہے.... لیکن میں اُن چاہتے چاٹگامی بھائی سے کسی طرح متفق نہیں ہو سکتا جنھوں نے مجھے کتابیں لکھنا ترک کر کے ترکاری بیچنے کا مشورہ دیا ہے!۔

میاں میں اتنا بدھو بھی نہیں ہوں کہ تاؤ میں آ کر سچ مچ ترکاریاں ہی بیچنا شروع کر دوں۔ میں جانتا ہوں کہ بچی ہوئی ترکاریاں باسی کہلاتی ہیں.... سڑ جاتی ہیں اور پھر اُن کی کوئی قیمت نہیں ہوتی.... لیکن کتابیں.... ہا.... دس سال تک پڑی رہنے کے باوجود بھی پوری ہے قیمت پر فروخت ہوتی ہیں۔ مجھے آپ کا یہ مشورہ خلوص پر مبنی نہیں معلوم ہوتا اس لیے میں اس پر عمل نہیں کروں گا!۔

پھر آپ نے لکھا ہے.... ”مگر ساتھ ہی یہ بھی عرض ہے کہ اگر آپ نے میرے مشورے پر عمل شروع کر دیا تو مجھے بہت افسوس ہو گا۔ مگر میں یہ بھی پسند نہیں کروں گا کہ آئندہ بھی آپ کتاب لکھتے ہی

رہیں!۔"

عقل خبط کر دی آپ نے تو.... یعنی مجھے ترکاریاں بیچتے دیکھ کر بھی آپ کو افسوس ہو گا اور آپ یہ بھی نہیں چاہتے کہ میں کتابیں لکھتا رہوں.... تو پھر کیا خیال ہے میں آپ کی محبت میں فاقے شروع کر دوں!۔

اپنے بیان کے مطابق آپ مجھے گالیاں بھی نہیں دے سکتے کیونکہ مجھ پر کوئی گالی فٹ ہی نہیں ہوتی۔! گالی فٹ نہیں ہوتی تو آپ یہ نتیجہ نکال بیٹھے کہ مجھے گالی دینا خود گالی کی توہین ہے....!
لیکن آپ نے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ قطعی غیر سائنٹیفک ہے۔ گالی بری چیز ہے آپ بھی جانتے ہیں۔ اس لیے گالی کی توہین کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ مجھ سے منسوب کی جانے والی کسی گالی کی عزت افزائی کا تصور آپ کے ذہن کے عقبی حصے میں ضرور موجود ہے۔ لیکن چونکہ سماجی نقطۂ نظر سے گالی کی عزت افزائی کا تصور ہی لغو ہے۔ اس لیے آپ گالی کی عزت افزائی کیوں برداشت کرنے لگے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی گالی مجھ پر فٹ نہیں ہو جاتی اور آپ گالی کی توہین کا اندیشہ ظاہر کر کے جان چھڑانا چاہتے ہیں۔!
خدا کرے اس جواب سے آپ بالکل "فٹ" ہو جائیں.... ورنہ کچھ دنوں کے بعد آپ پر کسی قسم "فِٹ" کا بھی حملہ ہو سکتا ہے۔ اُس صورت میں آپ کو کسی ماہر سائیکو انیلسٹ کی خدمات حاصل کرنی پڑیں گی۔ (سودا مہنگا رہے گا)
بھئی اپنا نام تو صاف لکھا کیجیے۔! پہلی نظر میں "بُدھوداس" معلوم ہوتا ہے۔ غور کرو تو "رولس رائس" پڑھا جاتا ہے۔ ذرا ترچھا کر کے دیکھو تو "چلو واپس" گھسیٹا ہوا معلوم ہوتا ہے۔!
جی نہیں! قطعی نہیں....! میں نے آپ کی کسی بات کا بُرا نہیں مانا۔ آپ ایک مصنف کے بارے میں اپنی رائے ظاہر کرنے کے لیے قطعی آزاد ہیں۔ کیونکہ وہ آپ ہی کے لیے کتابیں لکھتا ہے.... اپنے لیے نہیں...! مگر بھائی یہ ضروری نہیں کہ اگر ترکاریوں کا بزنس آپ کے لیے منفعت بخش ثابت ہوا ہے تو میں بھی اُس میں پھول پھل سکوں گا۔!

ویسے میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ خط تبصرے کے شوق میں لکھا گیا ہے۔! اور میں مطمئن ہوں

کہ آپ ''ظلمات کا دیوتا'' کے بعد یہ کتاب بھی پڑھیں گے جس کی کہانی پر میں آج کل WORK کر رہا ہوں....!

اچھا بھئی بس! یہ صفحات ناکافی ہوتے ہیں گفتگو کے لیے.... لہٰذا اب سوچا ہے کہ جاسوسی دنیا کا ایک میگزین ایڈیشن بھی شائع کیا جائے....اُس میں تو دل کھول کر باتیں ہو سکیں گی۔

آخیر میں زیر نظر کہانی کے متعلق بھی اتنا کہہ دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ صرف اسرار و سراغ کی کہانی ہے۔ اس میں آپ ''دھول دھپہ'' قطعی نہیں پائیں گے۔

میری کتابیں بعض حضرات کو اس لیے بھی پسند نہیں آتیں کہ اکثر اُن میں ''دھول دھپہ'' سرے سے ہوتا ہی نہیں۔ اس کی بجائے دوسرے زاویوں سے کہانی کی دلچسپی بر قرار رکھنے کی کوشش کرتا ہوں اور بحمد اللہ اس اس پر مطمئن ہوں کہ اگر آپ میری کسی کتاب پر تالیاں نہیں پیٹ سکے تو اُسے ''بورنگ'' قرار دینا بھی آپ کے بس سے باہر ہو گا۔! تقریباً ایک سو بائیس کہانیاں اب تک لکھ چکا ہوں لیکن ایسی دو کہانیوں کے نام نہیں لے سکیں گے جس کے پیش کرنے کے انداز میں آپ کو یکسانیت نظر آئی ہو۔!

ابن صفی

۵/اکتوبر ۱۹۵۹ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۸۶، فرہاد ۵۹)

لیجیے آج آپ کی یہ خواہش بھی پوری کی جارہی ہے کہ جاسوسی دنیا میں صرف کیپٹن حمید کا کوئی کارنامہ پیش کیا جائے اور فریدی اِس حد تک "غائب" ہو کہ حمید اُس سے کسی قسم کا مشورہ بھی نہ لے سکے...

حمید آخر فریدی کا شاگرد ٹھہرا پھر کیا وجہ ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری پر کوئی کیس نہ نپٹا سکے۔! آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ ذہین بھی ہے اور پھرتیلا بھی یہ اور بات ہے کہ فریدی کے ساتھ رہ کر اپنی کھوپڑی سرے سے استعمال ہی نہ کرتا ہو.... یہی چاہتا ہو کہ اُس کے سامنے بچہ ہی بنا رہے اِس حد تک کہ اُنگلی پکڑ کر چلنے کی نوبت آجائے۔

اس کہانی میں آپ محسوس کریں گے کہ اُس نے ہر معاملے میں فریدی کی پوری نقل اتارنے کی کوشش کی ہے۔! لیکن ایک سیچویشن ایسی بھی آپ کی نظر سے گزرے کی جہاں فریدی کی نقل مہنگی پڑی تھی!۔ پھر اگر قاسم کو ڈھال بنا کر "حمیدیت" ہی پر نہ اتر آتا تو شائد وہ اس کی زندگی کا آخری دن ہوتا....!

قاسم نے اس بار بڑے قہقہے بکھیرے ہیں.... اُس کی "جاسوسی" بھی خاصی رہی لیکن اُسے اسسٹنٹ بنا کر حمید کو کتنی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا تھا! اُس نے اسے اسسٹنٹ کیوں بنایا تھا...؟ وجہ غیر دلچسپ نہیں....!

ہاں بھئی ایک بات اور یاد آئی.... اکثر پڑھنے والوں نے قاسم کی زبان پر اعتراض کیا ہے.... اُن کا

کہنا ہے کہ کہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اُس کے ''ش''۔''ق'' درُست ہی نہ ہوں اور کہیں بہت صاف زبان نظر آتی ہے لکھتے وقت کہیں آپ ہی کی ذہنی رو تو نہیں بہک جاتی....!

نہیں بھئی ایسا نہیں ہوتا! اُس کے شین قاف قطعی درست ہیں بات صرف اتنی سی ہے کہ ذہن ہی کی طرح اُس کی زبان بھی قابو میں نہیں رہتی۔!

اب ایک اشد ضروری بات بھی سنیے.... کراچی کے کسی ناکام اَدارہ نے بک اسٹال ایجنٹوں کو خطوط لکھے ہیں کہ میں اُس کے لیے کتابیں لکھ رہا ہوں اِس سلسلے میں بعض ایجنٹوں نے بھی مجھ سے استفسار کیا ہے...! نوٹ کیجیے کہ وہ کوئی فراڈ ہے میں نے پاکستان میں کسی کو بھی اپنی کتابوں کے حقوق اشاعت کبھی نہیں دئے! اپنی کتابیں خود ہی چھاپتا ہوں اور وہ صرف ''اسرار پبلیکیشنز کراچی ۱۸ء'' کے تحت شائع ہوتی ہیں....! لیکن چونکہ یہ سردیوں کا زمانہ ہے اور اس زمانے میں تفریحی کتابوں کی مانگ بڑھ جاتی ہے اس لیے ہمیشہ کی طرح تین چار ماہ تک اس بار آپ کو بھانت بھانت کے ''صفیوں'' کا سامنا کرنا پڑے گا.... کبھی کوئی میرے نام میں ایک آدھ نقطے کا اضافہ کر کے دھوکا دینے کی کوشش کرے گا اور کبھی ''ابن'' کو مشدد کر کے پڑھنے والے کی آنکھوں میں دھول جھونکے گا...! لہٰذا آپ خود ہی ہوشیار رہیے....!

یہ چند سطور اُن ایجنٹوں کے استفسار پر لکھی گئی ہیں جن کے پاس اُس اَدارہ کے خطوط پہونچے ہیں.... ورنہ مجھے اِس کی زیادہ پرواہ نہیں ہوتی کہ میرے خلاف کون کیا کر رہا ہے!

ابن صفی

۴ر دسمبر ۱۹۵۹ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۸۷، زہریلا آدمی)

لیجیے.... بہت دنوں بعد پھر ایک ایسی کہانی دے رہا ہوں جسے آپ عرصہ تک یاد رکھ سکیں!

اس کہانی کا مجرم جنسی کج روی (یا شائد گمراہی) کا شکار ہے! لیکن بھئی نہ تو یہ امریکن فلمیں دیکھ کر مجرم بنتا ہے اور نہ جاسوسی ناول پڑھ کر۔ جنسیت کے معاملے میں اُسے مجرمانہ ذہنیت ورثہ میں ملی تھی۔! وہ خود بھی اس کا اعتراف کرتا ہے.... لیکن اس کے جرائم کی ابتداء جنسی گمراہی سے نہیں ہوتی.... جو کچھ بھی ہوا غلط فہمی کی بنا پر ہوا تھا! اُسے اس کی پاداش میں جو سزا ملی وہ بڑی گھناؤنی اور انسانیت سوز تھی.... پھر کیا ہوا....؟

اس کہانی میں تو وہ اُس منزل ہر ملے گا جہاں پھانسی پانے کا تصور بھی اُس کے لیے جنسی استلذاذ کا ذریعہ بن گیا تھا۔! کیا یہ اذیت طلبی (masochism) کی انتہا نہیں ہے.... اُس نے دوسروں کو مار ڈالنے کے لیے ایک ایسا طریقہ ایجاد کیا تھا کہ خود کو اژدہا تصور کر سکے۔! میری دانست میں اسے بھی Sadistic رجحانات کی انتہا ہی سمجھنا چاہیے....!

اذیت پسندی کے علاوہ استلذاذ بالا قارب کا بھی شکار تھا۔!

کاش اس کی ایک "غلط فہمی" اتنی بڑی سزا کا باعث نہ بنتی۔ کاش پہلی غلطی پر وہ کسی "اصلاح خانے" کے سپرد کر دیا گیا ہوتا....!

بچوں کو سزا دینے کے سلسلے میں بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے.... ہمیشہ یاد رکھیے۔!

بہتیروں کی ایک پرانی خواہش کے مطابق اس کہانی میں انور اور رشیدہ بھی پیش کیے جا رہے ہیں۔

ابن صفی

۱۵ ر فروری ۱۹۶۰ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۸۸، پرنس وحشی)

ایک بار کا ذکر ہے کہ انگریزی کے ایک مشہور مصنف ایڈگر ویلس نے اپنے Fans کے ایک مجمع میں بڑے خلوص سے کہا "پچاس ناول لکھ لینے کے بعد مجھے ناول لکھنے کا سلیقہ ہوا ہے"

چھوٹتے ہی ایک صاحبزادی نے فرمایا " کاش ایسا نہ ہوا ہوتا! اب تو آپ بور کرنے لگے ہیں۔ شروع کی کتابوں کا کیا کہنا۔ کاش آپ اپنے ماضی میں چھلانگ لگا سکیں....!

تو جناب میرا ابھی ارادہ ہے کہ میں بھی ماضی میں دو چار چھلانگیں لگاؤں کیونکہ ایڈگر ویلس کو تو ایک نیم بالغ صاحبزادی نے مشورہ دیا تھا۔ یہاں دوسرا معاملہ ہے اُس دن میں بہت شدت سے بور ہو رہا تھا جب ایک کالج کے پرنسپل صاحب سے کچھ اسی قسم کی گفتگو ہوئی تھی کہنے لگے صفی صاحب کیا بات ہے! پچھلی کتابوں کو کئی کئی بار پڑھنے کے باوجود بھی اُن کا نیا پن بڑھتا ہی رہتا ہے۔

میں نے سوچا ٹھیک بھی ہے۔ فریدی صاحب کرنل ہو جانے کے بعد سے صرف احکامات چلایا کرتے ہیں! خود زیادہ دوڑ دھوپ نہیں کرتے اس لیے کہانیوں میں (Action) کا قحط پڑ جاتا ہے۔ اور پڑھنے والے سوچتے ہیں کہ فلاں کہانی کچھ "پھیکی" رہی۔!

زیر نظر کہانی "پرنس وحشی" کو میں نے ہر اعتبار سے دلچسپ بنانے کی کوشش کی ہے! حالانکہ اس دوران میں علیل بھی رہا۔ اور موسم کی سختیوں کا شکار بھی.... آپ جانتے ہیں کہ گرمیوں میں مجھ پر بے تحاشہ کہولت طاری ہوتی ہے.... کتابیں لیٹ ہوتی رہیں.... خطوط کے انبار لگ جاتے ہیں اور مجھے ایسا محسوس ہونے لگتا ہے جیسے کتاب لیٹ نہیں ہوئی بلکہ مجھ سے کوئی بہت بڑا جرم سرزد ہو گیا ہے...."

بہر حال میں کوشش کر رہا ہوں کہ عمران کا خاص نمبر "ڈیڑھ متوالے" لیٹ نہ ہونے پائے....

دعا فرمایئے کہ آپ انتظار کی "بوریت" سے بچیں اور میری صحت ٹھیک رہے....

ابن صفی

۱۸/ جون ۱۹۶۰ء

پیش رس

(جاسوسی دنیا نمبر ۸۹، بیچارہ—ری)

لیجیے بیچارہ / ری بھی حاضر! ہمیشہ زندہ رہنے والے اَدب میں ایک کہانی کا مزید اضافہ ہوا۔

یہ ادب ہمیشہ اس لیے زندہ رہتا ہے کہ اس کا تعلق براہ راست instinct of curiosity سے ہے۔ تجسس کی جبلت مرتے دم تک زندہ رہتی ہے۔ آدمی اس وقت بھی متجسس رہا ہے جب وہ اپنی جبلت کو کوئی مخصوص نام دینے کا بھی سلیقہ نہیں رکھتا تھا۔

اگر میں غلط کہہ رہا ہوں تو وہ پروفیسر صاحبان ہی کی تصدیق کر دیں جو چھپا چھپا کر کر جاسوسی ناول پڑھا کرتے تھے۔ لیکن اگر کسی نشست میں کسی کی زبان پر جاسوسی ناولوں کا تذکرہ بھی آ جائے تو اس طرح ناک بھوں سکوڑتے ہیں جیسے اُس نے خواتین کے مجمع میں ''مغلظات'' شروع کر دی ہوں۔

اَدب کی زندگی یا موت کا پیمانہ آدمی ہے۔ لہٰذا آدمی کی مختلف قسم کی صلاحیتوں کے انحطاط کے ساتھ ہی مختلف قسم کے اَدب کا تیا پانچہ ہوتا رہتا ہے.... بہتیرے لوگوں کو جوانی کی بد اعمالیوں کی یہ سزا ملتی ہے کہ وہ بڑھاپے میں صوفی ہو جاتے ہیں! چلیے صاحب ختم ہوئیں پُر شباب قسم کی گرما گرم کہانیاں! اَب وہ مذہبی کتب کی تلاش میں سرگرداں نظر آئیں گے۔ یا پھر ایسی کتابیں ٹٹولتے پھریں گے جو انہیں ''مجاز'' سے حقیقت تک پہونچا دیں (جوانی میں چلتے تو ہیں مجاز کے سہارے لیکن حقیقتاً جنسی ناکارگی تک جا پہونچتے ہیں)

اَب ذرا ''سماجی مسائل'' پیش کرنے والے اَدب کو بھی دیکھتے چلیے.... اس کے متعلق بھی یہی خوش فہمی پائی جاتی ہے کہ یہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔ لیکن جہاں سے سماجی مسائل پیش کرنے والے اَدب کی تحریک شروع ہوئی تھی۔ وہاں کا حال بھی سُن لیجیے۔ ابھی کچھ ہی دن ہوئے یہ خبر سُننے میں آئی تھی کہ روس میں میر اَمّن کی ''باغ و بہار'' ترجمہ ہو کر کروڑوں کی تعداد میں بک گئی.... سخت حیرت ہوئی سُن کر.... بھلا الیا اہرن برگ کے وطن مالوف میں یہ حادثہ کیونکر ہوا.... مایو کوسکی کے دیس میں چاسر کی

کینٹربری ٹیلس کو کیونکر مقبولیت حاصل ہوئی۔ ابھی حال ہی میں ایک روسی فلم ''دی سیکریٹ فورٹ'' دیکھ کر سر پیٹ لینا پڑا تھا.... بچوں کی تعلیم کے بہانے یار لوگ ''طلسم ہوش ربا'' فلمانے پر اتر آئے ہیں جسے آٹھ سال سے اسی سال تک کے بچّے دیکھتے ہیں اور تالیاں بجاتے ہیں۔

ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ تجسّس کی جبلت مرتے دم تک قائم رہتی ہے۔ کچھ نہیں تو مرنے والا یہی سوچنے لگتا ہے کہ دیکھیں اَب دم نکلنے کے بعد کیا ہوتا ہے۔ اس لیے اس جبلت کی تسکین فراہم کرنے والا اَدب بھی ہمیشہ زندہ رہے گا....

لاحول ولا قوۃ! میں بھی کتنی غلط باتیں کرنے بیٹھ گیا.... نہیں بابا یہ آفاقی اَدب ہرگز نہیں ہے جسے ہم پیار سے جاسوسی اَدب بھی کہتے ہیں.... زندہ رہنے والا ادب تو وہ تھا جو قحط بنگال کے زمانے میں اُسی موضوع پر پیش کیا گیا جسے آج کوئی بھی پڑھنا پسند نہیں کرتا۔ زندہ رہنے والا اَدب وہ تھا جو ۴۷ء کے فسادات کے دوران میں اُسی موضوع پر پیش کیا گیا اور جو اب دور سے بھی نظر آجائے تو پڑھنے والے ناک کم اور بھوں زیادہ چڑھاتے ہیں (ویسے ذرا سے ہیر پھیر سے یہ موضوعات بھی آفاقی ادب کے شاہکار بن سکتے تھے۔ بس اتنا کرنا پڑتا کہ ان کی تباہ کاریاں بیان کرنے کی بجائے ان کے اسباب و علل پر جاسوسی ناول لکھ دئے جاتے الّا ماشاء اللہ)

خیر.... چھیڑ خوباں سے تو چلتی رہے فی غالب.... اَب آئیے.... کام کی باتوں کی طرف۔ ڈیڑھ متوالے آپ نے پڑھا۔ شکریہ! (خواہ پسند آیا ہو یا ناپسند کیا گیا ہو)

اکثر پڑھنے والوں نے لکھا ہے کہ آخر میں ''معاملہ زوردار نہیں رہا'' یعنی ایسے کینڈے کا مجرم یوں زہر کھا کر چپ چپاتے مر گیا! نہ کچھ ٹھائیں ٹھوئیں ہوئی اور نہ دھوم دھڑکا....

بھائی سُنیے.... جاسوسی ناول کی اہم ترین خصوصیت یہ ہے کہ انجام قاری کی توقعات کے خلاف ہو۔ مانتے ہیں! لیجیے اَب آپ فرما رہے ہیں کہ وہ جاسوسی ناول تھا ہی کب؟ چلیے تسلیم کہ وہ ایک نفسیاتی ناول تھا (کسی قدر ایڈونچر کے ساتھ) لیکن پھر کہوں گا کہ ناول کا انجام کہانی کی اُٹھان اور اُس کے خاص کردار (ہمبگ) کے کردار کے مطابق خاصا Justified رہا۔ دیکھیے نا وہ شخص جو خود کو ساری دنیا کا بادشاہ کہتا تھا اس طرح اپنے ہی ہاتھوں اتنی بے بسی کے ساتھ موت کی گود میں جا سویا.... عبرت پکڑیے

عبرت.... اس سے زیادہ "زوردار معاملہ" اور کیا ہوتا۔

ایک صاحب نے لکھا تھا کہ میں نے پیش رس میں بالصواب کو "بالثّواب" لکھا تھا جو غلط ہے۔ گذارش ہے کہ وہ غلط نہیں تھا بلکہ کاتب صاحب "واللہ اعلم بالثّواب" کے واوین کھا گئے تھے.... دیکھیے نا جس بات کے سلسلے میں میں نے یہ لکھا تھا۔ وہ عذاب اور ثواب ہی کے معاملات سے تعلق رکھتی تھی.... پھر میں موقع سے فائدہ اٹھا کر "بالصواب" کو "بالثّواب" کیوں نہ کر دیتا....

کچھ دوستوں نے ڈیڑھ متوالے پڑھ کر خیال ظاہر کیا ہے کہ میں کسی قدر "مائل بہ عریانی" ہو گیا ہوں.... خیال ہے اُن کا.... ایسا ہر گز نہیں ہوا.... ویسے جنسیت سے دامن بچانا ناممکن ہے۔ کوئی بھی اس سے کترا کر نکل ہی نہیں سکتا! البتہ کچھ "مادر پدر آزاد" ہو جاتے ہیں اور کچھ کسی قدر "ملفوف" ہو کر اس کے قریب سے گزر جاتے ہیں مثلاً مرزا غالب فرماتے ہیں۔

نیند اُس کی ہے دماغ اس کا ہے راتیں اُس کی ہیں
جس کے شانوں پر تری زلفیں پریشان ہو گئیں

کیا فرمایا انکل غالب نے؟ غالباً آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے کہ کسی عبادت کے دوران میں کسی کی زلفیں کسی کے شانوں پر پریشان نہیں ہوتیں.... بس تو پھر ڈیڑھ متوالے میں پائے جانے والے جنسی Toueres بھی اسی قبیل کی شیز ہیں۔ آپ اُنھیں فحاشی نہیں کہہ سکتے.... اگر کہہ سکتے ہیں تو پھر انکل غالب کا یہ شعر بھی قطعی فحش ہے اور اس قابل ہے کہ اسے سرکاری طور پر اُن کے دیوان سے خارج کر دیا جائے.... !.

ہو سکتا ہے کہ زیر نظر ناول بیچارہ/ری پر بھی یہی الزام آئے۔ لیکن موضوع کے کچھ اہم ترین تقاضے بھی ہوا کرتے ہیں۔ اُنھیں پورا کیے بغیر نہ تو کوئی کہانی میں جان پڑتی ہے اور نہ موضوع ہی کے ساتھ انصاف ہو سکتا ہے.... مثال کے طور پر اگر میں لاہور کی کسی "بہشتی گلی" کی کہانیاں لکھنے بیٹھوں اور آپ صرف عنوان دیکھ کر اندازہ کر لیں کہ اس میں یقینی طور پر "علمائے کرام" کے تذکرے ہوں گے تو اس میں میرا کیا قصور...! میں تو وہی لکھوں گا کچھ اُس "بہشتی گلی" میں ہوتا ہے (عقل سخت حیران ہے کہ اُس گلی کو بہشت سے کیا علاقہ!۔ اہالیان لاہور مجھے سمجھائیں۔ ویسے اگر بہشتی سے مراد سقّہ ہے تو پھر ٹھیک

ہی ہے.... لیکن کافی گھماؤ پھراؤ کے بعد)

بہر حال کہنے کا مطلب یہ کہ موضوع کی مناسبت سے کبھی کبھی اِسپ خامہ کی باگیں ڈھیلی چھوڑنی ہی پڑتی ہیں.... خود مجھ سے ایک بار ایک صاحب نے دانت پر دانت جما کر پھرّائی ہوئی آواز میں پوچھا تھا ”صفی صاحب.... آپ نے بہشتی زیور میں غسل کا بیان پڑھا ہے...؟“

ویسے میں تو اپنی دانست میں حتی الامکان یہی کوشش کرتا ہوں کہ اگر میری کتابیں افراد خاندان کے مجمع میں کوئی برخوردار بلند آواز سے بھی پڑھنا شروع کر دیں تو کسی کو کوئی اعتراض نہ ہو۔

ایک صاحب نے ابھی حال ہی میں میرے ایک ناول ”گیتوں کے دھماکے“ پر اعتراض کیا ہے۔ اُنھیں اُس میں حمید صاحب کا طوائفوں کے کوٹھے پر جانا پسند نہیں آیا... گذارش ہے کہ میں حمید کو ناصر د منع کر دوں گا بلکہ ہو سکتا ہے دو چار ہاتھ بھی جھاڑ دوں۔ آپ مطمئن رہیئے۔ اب برخوردار حمید سلمہ ہرگز ایسی حرکت نہیں کرے گا....!

لیکن جناب حمید کی خود نوشت داستان ”ٹھنڈی آگ“ شائد آپ نے نہیں پڑھی.... اُسے پڑھیے تب ہی اندازہ ہو سکے گا کہ حمید کبھی کبھی اس طرح کیوں بہک جایا کرتا ہے۔ اُس بے چارے نے خود ہی اعتراف کیا ہے کہ وہ بہت بد چلن آدمی تھا.... شرافت کا جامہ تو اُسے آپ کے فریدی صاحب نے پہنایا ہے....!

اچھا اب اجازت دیجیے....!

والسّلام

ابن صفی

۲۱ / دسمبر ۱۹۶۳ء

پیشرس

(جاسوسی دنیانمبر ۹۰،اشاروں کے شکار)

اشاروں کے شکار ملاحظہ فرمایئے۔ دیر ضرور ہوئی لیکن کہانی آپ کو پسند آئے گی آہستہ آہستہ ہی فارم میں آسکوں گا.... ادھر بہتیرے پڑھنے والوں کا اصرار رہا ہے، کہ فریدی اور حمید کی کچھ کہانیاں لگاتار پیش کی جائیں۔ کیونکہ میری صحت یابی کے بعد سے اب تک عمران کے چار ناول آچکے ہیں اور جاسوسی دنیا کا یہ دوسرا ناول ہے! لہٰذا پڑھنے والوں کی اس خواہش کے احترام میں فریدی اور حمید کی کچھ کہانیاں لگاتار پیش کروں گا۔ یعنی اس ناول کے بعد والا ناول عمران سیریز کا نہیں بلکہ جاسوسی دنیا کا ہی ہو گا۔

پچھلا ناول "جونک کی واپسی" خاصا پسند کیا گیا ہے.... ناپسندیدگی کے سلسلے میں تادمِ تحریر صرف تین حضرات کے خطوط موصول ہوئے ہیں! ان کا انداز نگارش کچھ ایسا ہے جیسے "ردعمل" کے طور جواب میں دلچسپ قسم کا پیش رس چاہتے ہیں.... مجبوری ہے پیشرس طویل نہیں ہو سکے گا.... کیونکہ کہانی زیادہ صفحات کھا گئی! البتہ ان صاحب سے ایک بات ضرور کہوں گا جنہوں نے مجھے انگریزی جاسوسی ناولوں کے تراجم پیش کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر آپ ایسا کریں تو ہم تین کی بجائے تیس روپے میں وہ کتاب خریدیں گے۔

شکریہ جناب! لیکن صرف آپ ہی خرید سکیں گے۔ بقیہ پچاس پیسے فی سیر کے حساب سے فروخت کرنی پڑیں گی۔ تراجم کا حشر آئے دن پیش نظر رہتا ہے اور پھر میں کیوں کروں انگریزی ناولوں کا ترجمہ! کیوں نہ میرے ہی ناولوں کا انگریزی میں ترجمہ کیا جائے۔ شاید جلد ہی آپ میرے ناولوں کے انگلش ایڈیشن بھی دیکھ سکیں...! ایک صاحب فرماتے ہیں جونک کی واپسی میں تسلسل نہیں ہے۔! خدا جانے تسلسل سے کیا مراد ہے.... ناول ایک رخی! تکنیک پر لکھا گیا ہے۔ لہٰذا تسلسل میں فرق آنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

ابن صفی

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۹۱، ستاروں کی موت)

جاسوسی ناولوں کے ناموں سے اکثر مغالطہ بھی ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ستاروں کی موت کو ہی لیجیے۔! "اشاروں کے شکار" اس کا اعلان ہوا ے۔ اور بعض پڑھنے والوں نے اس کے متعلق اپنی پیش گوئیاں مجھے بھی لکھ بھیجی تھیں۔ سبھی اس بات پر متفق تھے کہ یہ "سائنس فکشن" ہو گا۔! یعنی دنیا کے چند نالائق سائنس داں جنھیں اُن کے والدین نے عاق کر دیا ہو بعض ستاروں پر جابسیں گے اور وہاں وہ اودھم مچائیں گے۔ کہ ستارے اپنے محوروں سے ہٹ کر ایک دوسرے سے ٹکرائیں گے۔ اس طرح "ستاروں کی موت" بھی واقع ہو جائے گی اور میں اپنے پیسے کھرے کر کے گھر کی راہ بھی لوں گا....!

لیکن معاف کیجیے گا! ایسا نہیں ہو سکا! اس لیے کہ میں واقعی لکھنے کے موڈ میں تھا...! اگر لکھنے کے موڈ میں نہ ہوتا تو سچ مچ یہ سائنس فکشن ہی بن جاتا۔ یقین کیجیے میں نے اپنے وہ "سائنس فکشن" جنھیں میں قطعی طور پر "سائنس فکشن" کہنے کو لتیار نہیں ایسے ہی موڈ میں لکھے ہیں! اُن پر زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی مکھی پر مکھی مارتے جائیے.... اختتام پر پہونچتے پہونچتے ایک عدد سائنس فکشن تیار ہو جائے گا.... ہو سکتا ہے کبھی بوریت کے عالم میں پھر ایک آدھ سائنس فکشن کر بیٹھوں....

اکثر پڑھنے والے فرمائش کرتے رہتے ہیں کہ میں فریدی اور حمید کو ستاروں پر بھی لے جاؤں لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کس طرح لے جاؤں.... امریکہ اور روس ابھی تک چاند ہی کا مسئلہ نہیں طے کر پائے.... ستارے تو بہت دور ہیں!! ویسے یہ ممکن ہے کہ فریدی تسخیر جن کے لیے چلہ کشی کرے اگر شہنشاہ جنات قابو میں آجائے تو اس سے استدعا کرے کہ بھئی پہنچادے مرخ یا زہرہ تک.... اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں! یا پھر کوئی ایسی مشین ایجاد کی جائے جس کے ذریعہ مسلّم آدمی ٹرانسمٹ ہو سکیں.... آدمی کو مشین میں بند کر کے بٹن دبایا اور وہ کھٹاک سے مریخ کے لیے ٹرانسمٹ ہو گیا.... (معاذاللہ)

دراصل ایسی مشینیں بناتے ہوئے کچھ شرم سی آنے لگی ہے.... غالباً آپ وہ مشین ابھی تک نہ

بھولے ہوں گے جو آدمیوں کو پیس کر بن مانس بنادیا کرتی تھی....(اللہ مجھے معاف کرے....جی چاہے تو میرا ناول جنگل کی آگ دیکھ لیجیے....)

ویسے بڑا جی چاہتا ہے کہ آدمی کو سچ مچ آدمی بنانے کی کوئی مشین ایجاد کر سکوں....

بہر حال کہنے کا مطلب یہ ہے کہ "ستاروں کی موت" سائنس فکشن نہیں بلکہ فلمی ستاروں کی کہانی ہے!۔

ادھر کچھ دنوں سے ایسی فرمائشات وصول ہو رہی ہیں کہ ویسے ہی ناول لکھیے جیسا فلاں لکھا تھا ....غالباً اس قسم کی فرمائش کے سلسلے میں پہلے ہی کسی پیش رس میں اظہار خیال کر چکا ہوں کہ یہ میرے بس کی بات نہیں.... اس قسم کی فرمائشات نہ پڑھنے والوں کو فائدہ پہنچا سکتی ہیں اور نہ ہی لکھنے والے کو....اور پھر میرے پڑھنے والوں کا یہ عالم ہے کہ "بلی چیختی ہے" پڑھ کر ایک صاحب نے مجھے لکھا تھا کہ چٹانوں کے فائر میں آپ نے لی یوکا کی کہانی لکھی تھی لہٰذا اسے "لی یوکی" کی کہانی سمجھنا چاہیے.... گویا مجھ پر پلاٹ کے اعادہ کا ڈھکا چھپا الزام ہے....!

پھر بتایئے ایسی صورت میں جبکہ میں پچھلے ناولوں کے طرز کے ناول لکھنے لگوں تو کیا حشر ہو گا میرا آپ کے ہاتھوں!!

بس اُسی شاعر کا سا حال ہو گا جس کی کوئی نظم کافی مقبول ہوئی تھی۔ اب وہ بے چارہ جس مشاعرے میں بھی پڑھنے بیٹھتا ہے اسی نظم کی فرمائش شروع ہو جاتی ہے۔ ہر چند کہ اس بار نئی نظم لایا تھا لیکن مجبوراً وہی نظم سنانی پڑتی ہے....خوب شہرت پاتی ہے وہ نظم.... لیکن کچھ دنوں کے بعد س کے مداح کہنا شروع کر دیتے ہیں....اماں کیا رکھا ہے اُس کے پاس....دو چار نظمیں تھیں سو ختم ہو چکیں.... وہ مر چکا۔

لہٰذا مجھے اپنے طور پر لکھنے دیجیے!۔ اسی صورت میں آپ مجھے زیادہ دنوں تک زندہ رہنے دیں گے....یعنی میں آپ کو نئی نئی کہانیاں دے سکوں گا۔

ابن صفی

۴ ؍ اکتوبر ۱۹۶۴ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۹۲، ستاروں کی چیخیں)

ستاروں کی چیخیں حاضر ہے۔ اب کوشش یہی ہے کہ آپ ہر ماہ کم از کم میری ایک کتاب تو پڑھ ہی سکیں۔

مردنگ کے سلسلے میں بہترین حضرات نے مجھے لکھا ہے کہ میں نے یہ اچھا نہیں کیا.... ایک فلمی کومیڈین اور فریدی جیسے عظیم آدمی کا رستہ کاٹ جائے...؟

اس کے علاوہ اور کیا عرض کیا جاسکتا ہے کہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے! آپ بھی نہ بھولیے کہ مردنگ ایک کامیاب اداکار تھا! پھر وہ اداکاری ہی کیا کہ اُس پر اصل کا دھوکا نہ ہو جائے.... مردنگ نے اپنے فن کے جال میں فریدی کو پھانسا تھا (ستاروں کی موت میں....) اب دیکھیے کہ فریدی کس طرح پلک جھپکتے اُسے قابو میں کرتا ہے.... دونوں کے میدان الگ الگ ہیں.... دونوں ہی اپنے اپنے فنون کے مظاہرے میں کامیاب رہے....!

ایک صاحب نے لکھا ہے کہ آپ پر یکایک فلمیریا کا دورہ کیوں پڑ گیا ہے جبکہ فلمی دنیا کے متعلق آپ کی معلومات کچی ہیں....!

اُن کی خدمت میں عرض ہے کہ جتنا کچھ میں نے اس سلسلے میں لکھا ہے بالکل "پکی" معلومات کی بنا پر لکھا ہے.... اگر آپ کو کسی خاص "معاملے" میں "کچا پن" نظر آرہا ہو تو ضرور لکھ بھیجیے! کیونکہ بہتیری باتیں "شنیدہ" ہی ہو سکتی ہیں! اُن کے "چشم دیدہ" ہو جانے کا کوئی امکان نہیں....!

ایک صاحب نے انتہائی غصے کے عالم میں لکھا ہے "آپ ہی جیسے لکھنے والے فلمی دنیا کے متعلق غلط فہمی پھیلاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ شریف گھرانوں کی لڑکیاں اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتیں...."

بھائی آپ خفا کیوں ہو رہے ہیں شائد آپ کو اس کی اطلاع نہیں کہ سماجی قدریں تیزی سے بدل رہی ہیں.... آج سے پندرہ بیس سال پہلے شرافت کا جو میعار تھا اُسے آج فلاک یزدگی اور جہالت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر "پردہ" کو لے لیجیے۔ پہلے یہ شرافت اور عالی نسبی کی پہچان تھی.... آج

پردہ نشین خواتین کو یا تو نچلے طبقے سے متعلق سمجھا جاتا ہے یا جاہل بہرحال آپ کی مراد بر آنے میں بمشکل دس سال اور لگیں گے کیونکہ ابھی ہمارے یہاں کے شریف آدمی آزادانہ صنفی اختلاط کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے کسی قدر ہچکچاتے ہیں.... صرف دس سال اور صبر کیجیے.... لائیے ہاتھ اسی بات پر....

لیکن آخر یہ تو بتائیے پچھلے ناول میں آپ کو ایسی کون سی بات نظر آئی تھی جس کی بنا پر آپ کو خدشہ لاحق ہوا کہ اسے پڑھ کر شریف گھرانوں کی لڑکیاں آپ کی فلمی دنیا کی طرف متوجہ ہونا ترک کر دیں گی۔

آیئے ایک دلچسپ چیز دیکھیے۔ یوں تو اکثر و بیشتر ادارے میری کتابوں میں اپنے اشتہارات شائع کرانے کے خواہش مند رہتے ہیں لیکن میں کتاب کو رسالہ بنانا پسند نہیں کرتا.... اس بار ایک دلچسپ اشتہار موصول ہوا ہے۔ مشتہر صاحب نے لکھا ہے کہ آپ اس اشتہار کا جو معاوضہ طلب کریں گے دیا جائے گا.... لیکن میں یہاں پبلک کی دلچسپی کے لیے یہ اشتہار بالکل مفت چھاپ رہا ہوں۔ ملاحظہ ہو....

بی۔ڈی نظام زندہ باد

مسلم لیگ زندہ باد

بی۔ڈی نظام زندہ باد

ابن صفی کے نقال مردہ باد

ہمارے یہاں ابن صفی کے نئے ناول اور دوسرے اخبارات و رسائل ہر وقت مل سکتے ہیں

لائٹ آف پاکستان بکسٹال۔ متصل انبالہ سوئٹ نارٹ برلش روڈ، کراچی

اگر آپ ”مسلم لیگ زندہ باد“ اور ”ابن صفی کے نقال مردہ باد“ کا معمہ حل کر سکیں تو مجھے ضرور مطلع فرمائیے گا....!

والسلام

ابن صفی

۲۲/دسمبر ۱۹۶۴ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۹۳، ساتواں جزیرہ)

ساتواں جزیرہ ملاحظہ فرمایئے.... مجھے افسوس ہے کہ ابھی تک "بیباکوں کی تلاش" نہ پیش کر سکا! اس کہانی کو زیادہ دلچسپ بنا کر پیش کرنے میں کچھ تاخیر ابھی اور ہو گی.... اس سلسلے کی پچھلی کہانیاں اخبار میں بالاقساط شائع ہوئی تھیں اس لیے یک رُخی تکنیک کی وجہ سے میں اپنا مخصوص اسٹائیل برقرار رکھنے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔ "بیباکوں کی تلاش" صرف کتابی صورت میں شائع ہو گی کسی اخبار میں بالاقساط نہیں آئے گی اس لیے آپ اسے سلسلے کی پچھلی کتابوں سے زیادہ دلچسپ پائیں گے.... ان شاءاللہ۔

اب آیئے "ساتواں جزیرہ" کی طرف.... کہانی شروع ہوئی اور پھیلاؤ اختیار کرتی گئی.... ایسا پھیلاؤ کہ اختصار سے کام لینے کی کوشش کہانی ہی کی موت ثابت ہوتی..... اور آپ لکھ بھیجتے کہ واہ بھئی اُٹھے تھے اتنے زور و شور سے اور آخر میں "پھر ہو کر رہ گئے.... اس لیے میں نے مناسب یہی سمجھا کہ اسے آگے بڑھا دیا۔ اب اس کہانی کا اختتام (اگر روزوں کی وجہ سے مزید سنک گیا تو) اگلے شمارے خاص نمبر ہی میں ہو سکے گا! ....

قاسم سے ملیے عرصہ سے آپ ان حضرت سے ملنے کے خواہش مند تھے۔ یہ اس کہانی میں خاص کردار کی حیثیت رکھتے ہیں یعنی کہانی انھیں کے گرد گھومتی ہے!.... اور خود انھیں بھی علم نہیں کہ آخر کس چکر میں پھنس گئے ہیں!۔ اور کہانی کے اختتام سے قبل آپ بھی نہ سمجھ پائیں گے....! اس میں شک نہیں کہ خاص نمبر کا انتظار آپ کو شدت سے کھلے گا.... لیکن میں انتہائی کوشش کر رہا ہوں کہ یہ بھی آپ تک جلد سے جلد پہونچ سکے۔ محض اسی لیے میں نے "بیباکوں کی تلاش" فی الحال ملتوی کر دی ہے! ....

اس بار ایک صاحب نے دلچسپ خواہش کا اظہار کیا ہے۔ فرماتے ہیں " آپ جب اتنا اچھا لکھ سکتے ہیں تو.... ادبی انعام کے لیے کوشش کیوں نہیں کرتے۔ خاص طور پر ایک ناول اس کے لیے بھی

لکھیے۔ میرا دعویٰ ہے کہ آپ کامیاب رہیں گے۔“

جناب عالی! میرا سب سے بڑا انعام یہی ہے کہ آپ میری کتابیں پسند کرتے ہیں۔ انہیں حرف بحرف اس طرح پڑھتے ہیں کہ بعض عبارتیں ازبر ہو جاتی ہیں اور آپ بے تکان ان کے حوالے اپنے خطوط میں دیتے ہیں.... اور مجھے متعدد کتابیں اُلٹنی پڑتی ہیں کہ میں نے یہ چیز کب اور کہاں لکھی تھی۔!

....

ویسے ایک بات ہے۔ آپ کسی 'پبلک چونی فنڈ' سے کوئی ایسا ادارہ قائم کیجیے جو اچھی ادبی تخلیقات پر انعام دے سکے تو میں اس کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دوں گا۔ کیونکہ اس کی نوعیت قومی "ہو گی لیکن شخصی انعام کا تصور بھی میرے لیے توہین آمیز ہے....!

یا پھر شخصی انعام کے حصول کی کوشش اس صورت میں کر سکوں گا جب کہ اس کا تعلق کسی بہت بڑے عالم یا دانشور کی ذات سے ہو۔! کیونکہ علماء کے مقابلے میں تو میں خود کو زندگی بھر کمترین محسوس کرتا رہوں گا۔

بہرحال شاید آپ کی یہ خواہش پوری نہ کر سکوں.... ویسے یہ تو فرمایئے کہ آپ قابل انعام کس قسم کی کتابوں کو سمجھتے ہیں۔ “ضرور مطلع فرمایئے گا۔

والسلام

ابن صفی

۲۰/ جنوری ۱۹۶۵ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۹۴، شیطانی جھیل)

ساتواں جزیرہ کے بعد اسی سلسلے کی دوسری کتاب شیطانی جھیل ملاحظہ فرمایئے۔ ساتواں جزیرہ کی کہانی قاسم کے اغوا سے شروع ہوئی تھی.... اور "شیطانی جھیل" کا اختتام اس کی بازیابی پر ہوا ہے...! شیطانی جھیل سے متعلق اگر اس کہانی میں، آپ کو اپنے کسی سوال کا جواب نہ مل سکے تو براہ راست مجھے لکھ بھیجیے! اس طرح مجھے اس کے بعد والی کہانی کا ڈھانچہ تیار کرنے میں مدد بھی مل سکے گی اور آپ بھی مطمئن ہو جائیں گے۔!

شیطانی جھیل کے بعد "بے باکوں کی تلاش" ملاحظہ فرمایئے گا اس کے بعد جاسوسی دنیا کا ناول "سنہری چنگاریاں" پیش کروں گا.... پھر آپ پہلے ہی کی طرح عمران سیریز اور جاسوسی دنیا کے ناول بالالتزام پڑھتے رہیں گے!! ادھر بہتیرے پڑھنے والے مجھ سے اس بنا پر خفا ہیں کہ دھڑا دھڑ فریدی کے ناول کیوں لکھ رہا ہوں۔ آخر عمران کہاں چلا گیا؟

عمران پھر آ رہا ہے۔ مطمئن رہیے...!

اس بار کچھ عجیب قسم کے خطوط موصول ہوئے ہیں۔ لاہور سے کسی صاحب نے اٹھائیس پیسے بیرنگ لفافے کے ذریعے مجھے مطلع کیا ہے کہ انہیں میری کتابیں مہنگے داموں خریدنی پڑتی ہیں! یعنی ایک روپیہ کی کتاب کبھی ایک روپیہ آٹھ آنے میں ملتی ہے اور کبھی ایک روپیہ بارہ آنے میں...! پتہ نہیں ایسا کیوں ہوتا ہے جبکہ کافی تعداد میں کتب لاہور جاتی ہیں!۔ بہرحال میری استدعا ہے کہ کتاب پر چھپی ہوئی قیمت سے ایک پیسہ بھی زیادہ ادا نہ کیجیے اور مجھے اس دکان کا پتہ لکھ بھیجیے جہاں سے میری کتب مقررہ قیمتوں میں اضافے کے ساتھ فروخت ہوتی ہوں ویسے آپ نے اس کا انتقام مجھ سے بیرنگ لفافے کی شکل میں لیا ہے.... حالانکہ میں بے چارہ.... خیر اللہ آپ کو معاف کرے...!

دوسرا خط بمبئی سے موصول ہوا ہے۔ لفافے پر پتہ میرا ہی ہے۔ لیکن لفافے سے برآمد ہونے والا خط کسی صاحبہ کے نام ہے.... ہو سکتا ہے میرا خط اُن صاحبہ کے پاس پہنچا ہو۔ اگر وہ مناسب سمجھیں تو اس

غلطی کا ازالہ ممکن ہے.... !

ایک صاحب نے ملتان سے پوچھا ہے کہ عمران عورتوں سے کیوں دور بھاگتا ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ مہربانی کر کے عمران کی شادی جولیانافٹزواٹر سے کروادیں.... بڑی نوازش ہو گی....

بھلا آپ کو اس سے کیا فائدہ ہو گا.... مانا کہ آپ کا نام بھی عمران ہی ہے لیکن علی عمران کی شادی سے عمران احمد کو کیا فائدہ پہونچے گا.... آپ ہی نہیں کچھ خواتین کی خواہش ہے کہ فریدی، حمید اور عمران کی شادیاں کرادی جائیں۔ لیکن میں اس قسم کے مشوروں پر عمل کرنے پر ہرگز تیار نہیں!۔ اگر یہ لوگ "بال بچے داریوں" میں پڑ گئے تو میرا کیا بنے گا.... ابھی تو ان کی ساری کی ساری کمائی پر میں ہی قابض رہتا ہوں.... خدا وہ روز بد نہ لائے کہ ان کے سہروں کے پھول کھلیں.... آپ بھی اُٹھایئے.... بد دعا کے لیے....

بھائی عمران احمد صاحب آپ خود اپنی شادی کی فکر کیجیے۔ پھر سال بھر کے بعد اگر آپ علی عمران کی بھی شادی کی خواہش ظاہر کی تو ضرور کرادوں گا....(ویسے توقع ہے کہ چھ ماہ بعد آپ شادی کر دریا میں ڈال کا نعرہ لگاتے پھریں گے۔ "شفیق رحمان صاحب سے معذرت کے ساتھ")

دیگر احوال یہ ہے کہ آپ اس کتاب میں حکیم اقبال حسین صاحب کی کتاب "بڑھاپا اور اس کا سدباب" کا اشتہار پڑھیں گے! میں آپ سے سفارش کرتا ہوں کہ یہ کتاب ضرور پڑھیں.... میں نے بھی پڑھی ہے اور اس میں بیان کیے ہوئے اصولوں سے فائدہ بھی اُٹھایا ہے.... نہایت آسان اصول ہیں۔ اگر سارے اصول اپنائے جائیں تو دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ بوڑھے بھی نوجوانوں کی سی توانائی محسوس کرنے لگیں گے....!

ابن صفی

۱۶ ر مارچ ۱۹۶۵ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۹۵، سنہری چنگاریاں)

خطوط کا ایک انبار میرے سامنے ہے اور میں سوچ رہا ہوں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے.... یہ خطوط میری پچھلی کتاب "بیباکوں کی تلاش" سے تعلق رکھتے ہیں.... اس انبار میں آٹھ عدد خطوط ایسے ملے ہیں جن کے راقموں یا راقماؤں کو یہ کتاب پسند نہیں آئی....!

ایک صاحب یا صاحبہ (نام سے جنس کا اندازہ کرنا دشوار ہے) رقمطراز ہیں کہ میں صرف "جاسوسی ناول" لکھا کروں۔ مزاح وغیرہ کی طرف قطعی دھیان نہ دوں.... کہانی میں صرف ایک قتل ہو اور سراغرساں مختلف قسم کی گتھیاں سلجھاتا ہوا مجرم تک جا پہونچے !....

محترم یا محترمہ یقین مانئے میں تو یہی چاہتا ہوں کہ کسی کہانی میں سرے سے کوئی قتل ہی نہ ہو! لیکن پبلک....!

ہماری قوم ہر وقت خون کو گرمائے چاہتی ہے.... پتہ نہیں آپ کو یاد ہو یا نہ ہو کہ سرّی ادب کے طوفان سے پہلے ہمارے یہاں تاریخی ناولوں کا سیلاب آیا ہوا تھا.... جن کے ہر صفحے پر "کشتوں کے پشتے" نظر آیا کرتے تھے.... اس سے بھی پہلے مرزا غالؔب تک اکثر "دھول دھپے" کا شکار ہوئے ہیں.... بہر حال کیا عرض کروں.... اکثریت ایسے پڑھنے والوں کی ہے جو کتاب کے ہر صفحے پر "دھول دھپا" دیکھنا چاہتے ہیں.... پھر بھی میں محتاط ہو کر لکھتا ہوں....

ایک صاحب کو "بیباکوں کی تلاش" میں "پیشرس" کے علاوہ اور کہیں بھی انجمن کا طریق کار نظر نہیں آیا.... ان کو اگر ایسے صاحب کے ساتھ بٹھا دیا جائے جو صبیحہ کے کردار کو سرے سے غیر ضروری سمجھتے ہیں تو مجھے دونوں ہی کو تشفی بخش جواب دینے میں آسانی ہو گی.... تو آپ دونوں ہی سُنیے! صبیحہ کا کردار محض انجمن کا طریق کار واضح کرنے کے لیے لایا گیا تھا.... اس کی وضاحت کے دو ہی طریقے ہو سکتے ہیں یا تو چند حرفوں میں یہ لکھ دیا جائے کہ "انجمن کا پیشہ بلیک میلنگ تھا".... یا پھر کسی واقعہ کے سہارے یہ چیز قاری کے ذہن نشین کرائی جائے.... پہلا طریقہ کہلاتا ہے "رپورٹ".... اور دوسرا

"کہانی"....تو پھر میں کہانی لکھنے بیٹھا تھا۔ رپورٹ نہیں....!

ایک صاحبہ اس پر بہت دکھی ہیں کہ آخر میں عمران نے صبیحہ سے بڑی بے مُروّتی برتی ہے۔ کم از کم صبیحہ کو اتنا تو معلوم ہو جانا چاہیے تھا کہ وہ حقیقتاً کون ہے....! بھئی کیا عرض کروں۔ یہ عمران صاحب جانیں کہ انھوں نے ایسا کیوں کیا۔ لیکن اتنا میں بھی جانتا ہوں کہ وہ اپنے کام سے کام رکھتے ہیں۔ انھیں اس کی پرواہ نہیں کہ کسی پر کیا گزر رہی ہے۔ بس کسی طرح اپنا الّو سیدھا ہونا چاہیے ....

ایک صاحب کو یہ ناول اس لیے پسند نہیں آیا کہ اس میں مجرموں اور سراغرسانوں کے مابین مورچہ بندی نہیں ہوئی ....

بہرحال مختلف قسم کی پسند رکھنے والے حضرات بعض اوقات مجھے چکرا کر رکھ دیتے ہیں.... خیر صاحب.... یہ رہیں سنہری چنگاریاں! اس میں آپ کو وہ سب کچھ مل جائے گا جو آپ چاہتے ہیں....

ابن صفی

۷/اگست ۱۹۶۵ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۹۶، سہمی ہوئی لڑکی)

ٹنڈو آدم کے ایک ٹیلی فون آپریٹر صاحب کا خیال ہے کہ میرا پچھلا ناول "آتشی بادل" محض "بکواس" تھا!

ان کی دانست میں ناول کا نام تو شاندار تھا لیکن اس کے اعتبار سے کہانی پھُس پھسی ہے.... چلیے تسلیم! میں تو ہر بات تسلیم کر لینے کا عادی ہوں۔ محض اس لیے کہ میرے پڑھنے والے ہر طبقے اور ہر عمر سے تعلق رکھتے ہیں لہٰذا ان کے ٹیسٹ میں اختلاف ہو سکتا ہے!

ٹیلی فون آپریٹر صاحب نے "سہ رنگا شعلہ" میں "آتشی بادل" کا اشتہار دیکھ کر اس کے بارے میں کچھ اس قسم کی کہانی خود بنائی ہو گی کہ آگ برساتا ہوا ایک بادل پورے شہر پر مسلط ہو گیا.... عمارتیں دھڑا دھڑ جلنے لگیں.... لیکن اس عمارت پر ذرہ برابر بھی اثر نہ ہوا جس میں عمران مقیم تھا! جب ساری عمارتیں جل کر خاک ہو چکیں تو عمران شور نالہ و بُکا پر قہقہے لگاتا ہوا اپنی پناہ گاہ سے بر آمد ہوا۔ اور ہزاروں میل دور کے پہاڑوں میں فروکش اس سائنسدان کا ٹینٹوا جا دبایا جو ایک بہت بڑی مشین کے ذریعے آتشی بادل بنا بنا کر فضا کو سپلائی کر رہا تھا!...

یار ٹنڈو آدمی صاحب....! خود ہی لکھ کر پڑھ لیا کرو....

میرے پڑھنے والوں میں فن کے قدردانوں کی کمی نہیں اس لیے مجھے محتاط رہنا پڑتا ہے! ابھی حال ہی میں میرے ایک معزز ہمدرد نے مشورہ دیا ہے کہ میں کبھی کبھی ایک آدھ ناول اپنے لیے بھی لکھ لیا کروں۔ "صرف پبلک کے بے حد اصرار" ہی کا شکار نہ ہو جاؤں! میرے لیے یہ مشورہ بہت دقیع ہے.... ویسے بھی "طلسم ہوشربا" قسم کی کہانیاں لکھنے میں میرا جی نہیں لگتا۔ اور یقین کیجیے میں وہی لکھوں گا جو میرا جی چاہے گا.... پہلے بھی کسی کا مشورہ قبول کیے بغیر لکھتا رہا ہوں۔ لیکن آخر آپ یہ کیوں چاہتے ہیں کہ میں ویسی ہی کہانیاں لکھوں جیسی پہلے لکھ چکا ہوں.... اب بھی جو کچھ لکھ رہا ہوں اگر اگر اس میں نیا پن نہ ہو تو مجھے گولی مار دیجیے!۔ اور اپنے ذوق کی تسکین کے لیے دوسروں کو پڑھیے۔ اب میں اکیلا تو نہیں۔ میرے بے شمار "نا تحقیق بھائی" منظر عام پر آ گئے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ وہ بھی "صفی" ہی کی چھاؤں میں پناہ لیتے ہوں.... ٹنڈو آدمی صاحب آپ جہاں بھی جائیں گے مجھے ہی پائیں گے.... ورنہ پھر میرے اس مشورے پر عمل کیجیے کہ خود ہی لکھا اور پڑھ ڈالا...!

خیر ختم کیجیے.... کہاں تک لکھتا رہوں اس کے متعلق...!

ایک صاحب نے کسی ایسے مصنف کے بارے میں لکھا ہے جو اپنی کہانیوں میں میرے کردار استعمال کرتا رہا ہے اس نے اپنی کتاب کے پیش لفظ میں لکھا ہے کہ وہ میری اجازت سے میرے کردار استعمال کر رہا ہے اور میں نے اُسے اس سلسلے میں مفید مشورے بھی دیئے ہیں....

بھئی اس سلسلے میں اس کے لیے میرا مفید مشورہ یہی ہو سکتا ہے کہ وہ میرے کردار استعمال کرنے کی بجائے اپنی صلاحیتوں پر بھروسہ کرے۔ ویسے ان صاحب سے درخواست ہے کہ مجھے اس کتاب کا نام اور ادارے کا پتہ لکھ بھیجیں جہاں سے وہ کتاب شائع ہوئی ہے تاکہ میں اس غلط بیانی کی وجہ معلوم کر سکوں....!

اب آیئے ''سہمی ہوئی لڑکی'' کی طرف.... یہ بھی عجیب کہانی ہے کہ جہاں کہانی ختم ہوتی ہے وہیں سے اس کی شروعات ہوتی ہے۔ ہے نا عجیب بات...!

میں اس پلاٹ کو ایک ہی جلد کے ضخیم ناول میں بھی پیش کر سکتا تھا! لیکن زیادہ تر پڑھنے والے مجھے اس سے باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ کہانی خواہ دس جلدوں میں پھیلے لیکن ہر جلد کی قیمت ایک یا ڈیڑھ روپے سے زیادہ نہ ہونی چاہیے۔ ان کے خیال کے مطابق چونکہ میں ایک ''عوامی مصنف'' ہوں اس لیے مجھے عوام کی جیبوں کا وزن بھی مدنظر رکھنا چاہیے۔

چونکہ اس کہانی کا اختتام ہی دراصل اس کی شروعات ہے اس لیے مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد والا شمارہ خاص نمبر ہو اور کہانی تکمیل پا جائے...! کوشش کی جائے گی کہ یہ خاص نمبر جلد از جلد آپ تک پہونچ سکے ان شاءاللہ....!

بعض حضرات کے لیے یہ اطلاع تکلیف دہ بھی ہو سکتی ہے کہ کہانی آگے بڑھ گئی! وہ مجھے پھر اسی قسم کے خطوط لکھیں گے کہ میں ''ہوس زر'' کا شکار ہو گیا ہوں! حالانکہ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی.... کسی کہانی کی طوالت کی بنا پر کتابوں کی تعداد اشاعت پر تو اثر نہیں پڑتا !....

بہر حال.... خیال اپنا اپنا....!

ابن صفی

۲۲؍ فروری ۱۹۶۶ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۷۹، قاتل کا ہاتھ)

"قاتل کا ہاتھ" حاضر ہے کسی قدر تاخیر ہوئی۔ اُمید کہ آپ کچھ خیال فرمائیں گے۔ ویسے بھی توقع ہے کہ آپ نے خود ہی خیال نہ فرمایا ہو گا۔ کیونکہ آپ میں سے زیادہ تر افراد "امتحانات" کے چکر میں رہے ہوں گے۔ لہٰذا تفریحی کتب کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھنا بھی گناہ سمجھا ہو گا.... ہونا بھی چاہیے.... تفریحی کتب اسی لیے ہوتی ہیں کہ اُن سے صرف ذہنی تھکن دور کر لی جائے۔ اُنھیں اوڑھنا اور بچھونا بنا لینا کسی طرح بھی درست نہیں۔ یہ بات پہلے بھی آپ کو سمجھانے کی کوشش کر چکا ہوں۔ توقع ہے کہ آپ نے بھی اس پر عمل کرنے کی کوشش کی ہو گی۔

اِدھر پیشرس "تبصرے" کے شوق میں پڑھنے والوں نے عجیب قسم کے خطوط کی بھرمار مر رکھی ہے۔ یہ اتنے عجیب ہیں کہ اگر فرداً فرداً تبصرہ کرنے بیٹھوں تو ایک ضخیم کتاب الگ سے تیار ہو جائے۔!

ان میں سے بہتیرے حضرات نے میری "ذاتیات" سے متعلق بھی بے تکے قسم کے سوالات کیے ہیں میں کہتا ہوں کہ آخر اِس سے پڑھنے والوں کو کیا سروکار کہ مجھے کریلے پسند ہیں یا نہیں۔ یا صرف نیم چڑھے کریلے پسند آتے ہیں.... "میٹھا میٹھا ہپ اور کڑوا کڑوا تھو" کی عادت میں تو مبتلا نہیں؟ میرے کتنے بچے ہیں؟.... دوسری شادی کی ضرورت پیش آئی تو پہلی بیوی تحریری اجازت نامہ دینے سے انکار تو نہیں کرے گی؟ اگر کرے تو آپ کیا کریں گے....؟ کونسی پیتے ہیں....؟ نہیں پیتے تو وجہ لکھیے۔ کتابوں کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ آپ عشق و محبت کے قائل نہیں؟ آخر ایسا کیوں ہے؟ کیا کبھی کوئی گہری چوٹ کھائی تھی؟

بہت بڑی چوٹ کھائی تھی یارو.... کہ پیدا ہو گیا تھا.... اور اب آپ جیسوں سے نپٹ رہا ہوں۔

ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

اس بار ایک عجیب حرکت اور بھی ہوئی ہے۔ کسی صاحبزادے نے کتابوں کی پشت پر چھپنے والی میری حالیہ تصویر میں بڑی خوبصورت داڑھی اور مونچھوں کا اضافہ کر کے "برائے فوری توجہ" مجھے بھجوائی ہے.... لہٰذا ان کی تشفی کے لیے میں نے اس بار تصویر کا پوز ہی بدل دیا ہے! ممکن ہے انھیں یکسانیت گراں گزری ہو.... ہر معاملے میں مجھ سے نئے پن کے متوقع رہتے ہیں یار لوگ....!

اس ناول میں زیادہ تر پڑھنے والوں کی ایک خواہش پوری کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ سچ پوچھیے تو اُسی خواہش کے احترام میں اس کہانی کی داغ بیل ڈالی گئی تھی بہر حال جنھوں نے اس خواہش کا اظہار نہیں کیا تھا وہ بھی کم از کم یہ تو کہہ سکیں گے کہ ایسا ہونا چاہیے تھا۔

ابن صفی

۲۰/جون ۱۹۶۶ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۹۸، رُلانے والی)

رلانے والی مجھے رلاتی رہی اور کتاب اس بار لیٹ ہوگئی۔ اس کتاب کے اشتہار میں آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ فریدی حمید کو دیکھ کر متحیر رہ جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ تھی کہ فریدی سے زیادہ حمید خود فریدی کے معاملے میں متحیر تھا....! مجھے یہ توقع ہے کہ یہ کہانی بھی نئے تجربے کی حیثیت سے ضرور پسند کی جائے گی ....

عمران سیریز کا ناول "گیت اور خون" زیادہ تر پڑھنے والوں کو پسند آیا تھا!! اور پسندیدگی کے اظہار کے لیے اتنے خطوط آئے تھے کہ فرداً فرداً ہر خط کا جواب لکھنا آدمی کے بس کے بس کی بات نہیں۔ اس لیے اتنے لکھے کو بہت جانئے اور میرا شکریہ قبول فرمایئے۔ دو چار خطوط میں ناپسندیدگی بھی ظاہر کی گئی تھی... بہر حال ان حضرات کا بھی شکریہ !...

اسی ناول میں کہیں میں نے "دُرِ یتیم" لکھا تھا! لہٰذا ایک صاحب نے اس کے معنی پوچھے ہیں !"یتیم" کے لغوی معنی ہیں... "اکیلا" .... خاص قسم کا بڑا موتی جو صرف صدف میں ایک ہی ہوتا ہے.... اِسے "گوہر یکدانہ" اور "در شہوار" بھی کہتے ہیں ....

تنبیہہ:- "در شہوار" نام کی خواتین بھی ہوتی ہیں۔ اگر آپ نے انھیں "دُرّ یتیم" کہنا شروع کر دیا تو نتائج کے آپ خود ذمہ دار ہوں گے۔

جاسوسی دنیا کے پلاٹینم جوبلی نمبر کے لیے ابھی سے تقاضے شروع ہو گئے ہیں۔ مطمئن رہیے... پڑھنے والوں کی خواہشات کے احترام میں اِس کے لیے بھی کچھ کیا جائے گا ...

ضخیم ناول "دیو پیکر درندہ" کا شوشہ میں نے یونہی نہیں چھوڑا تھا! دیگر احوال یہ ہے کہ رسائل اور اخبارات کی قیمتیں بڑھ رہی ہیں۔ کتابیں بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکیں۔ آخر وہی سب کچھ تو کتابوں کی تیاری میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ جس کی گرانی کی بناء پر اخبارات اور رسائل کے دام بڑھائے گئے ہیں فی الحال یہ حقیر پُر تقصیر حالات کا مقابلہ کر رہا ہے۔ لیکن کب تک.... ہو سکتا ہے.... عمران سیریز اور جاسوسی دنیا کی قیمتوں میں بھی اضافہ کرنا پڑے لہٰذا کچھ خیال نہ فرمایئے گا ....

ابن صفی

۱۱/ اکتوبر ۱۹۶۶ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۹۹، تصویر کا دشمن)

یہ کرنل فریدی اور کیپٹن حمید کا ۹۹واں ناول "تصویر کا دشمن" ہے اس کی کہانی میں آپ نئے انداز کا سسپنس محسوس کریں گے! حیرت انگیز واقعات کے ساتھ شروع ہونے والی یہ کہانی اس طرح ختم ہوتی ہے کہ کیپٹن حمید پر حیرتوں کے پہاڑ ہی ٹوٹ پڑتے ہیں!....

اس کے بعد ان شاءاللہ جاسوسی دنیا کا آئرن جوبلی نمبر پیش کروں گا۔ اس سلسلے میں بے شمار تجاویز موصول ہوئی ہیں... ایک بات پر قریب قریب سبھی نے زور دیا ہے کہ اِسے پچھلے "خاص الخاص" نمبروں کی طرح باتصویر نہ ہونا چاہیے کیونکہ ہر پڑھنے والے کے ذہن میں کرداروں سے متعلق مختلف قسم کے تصورات ہیں لہٰذا تصاویر میں اُن سے مطابقت نہ دیکھ کر جھنجھلاہٹ ہوتی ہے....

بات پتے کی ہے!.... یقیناً ایسا ہی ہوتا ہوگا.... مجھے اس کا اندازہ اپنے ایک ریڈیائی ڈرامے کے سلسلے میں بھی ہو چکا ہے!.... اس ڈرامے میں سبھی چوٹی کے صداکار تھے!... لیکن سننے والوں کو اس لیے مزہ نہ آیا کہ اُن کی آوازیں سننے والوں کی اپنی متصورہ آوازوں سے مطابقت نہ رکھتی تھیں!....

لہٰذا زیادہ سے زیادہ پیسہ خرچ کر کے بھی یہ روسیاہی کون مول لے! پس اے عزیزان گرامی آئرن جوبلی نمبر میں تصاویر نہیں شائع ہوں گی....

یہ بھی آپ کی خواہشات کے احترام میں ہے.... دو چار حضرات جو اس نکتے سے آگاہ نہیں۔ ہو سکتا ہے اس پر شور مچائیں لیکن مجھے تو اکثریت ہی کا ساتھ دینا ہے!.... دور دراز شمالی علاقے کے ایک بھائی ہر ماہ میری کتاب کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں لیکن اُنھوں نے خط میں اپنا پتہ نہیں لکھا براہ کرم پتہ لکھیں تاکہ اُن کی یہ خواہش پوری کی جا سکے!

پچھلی کتاب کے پیشرس میں میں نے گزارش کی تھی کہ میرا وقت بہت قیمتی ہے!.... اور کچھ ملنے ملانے والوں کے لیے وقت کے تعین کا تذکرہ بھی کیا تھا.... اس پر بے شمار خطوط موصول ہوئے ہیں! کچھ خفا ہیں! کچھ اور ایسے ہیں جنھوں نے میرے خیال کو سراہا ہے! کچھ ایسے بھی ہیں جو روزانہ آکر بڑی دیر تک پوچھتے رہتے ہیں کہ میں اوقات کار کا بورڈ کب نصب کرا رہا ہوں۔

"اللہ رحم کرے میرے حال پر"

ابن صفی

۱۲/ اپریل ۱۹۶۷ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۱۰۰، دیو پیکر درندہ)

جاسوسی دنیا کا آئرن جوبلی نمبر "دیو پیکر درندہ" حاضر ہے۔

مجھے بے حد افسوس ہے کہ اِسے پیش کرنے میں تاخیر ہوئی لیکن کیا کیا جائے ذہن انسانی ہی ہے۔ بعض اُلجھنیں اور بعض صدمے ایسے ہوتے ہیں جو اسے کسی کام کا نہیں رکھتے! میرے والد صاحب چھ سات ماہ سے شدید علیل تھے بالآخر ۲ جون ۶۷ء کو معبود حقیقی سے جا ملے۔ اِنّا لِلّٰہ وَاِنّا اِلَیہِ راجِعُون ط

ان کی علالت کے سلسلے میں آئے دن نت نئی پیچیدگیوں کا سامنا ہوتا تھا۔ ذہن اُن میں الجھتا تھا اور میرا اپنا کام جہاں تہاں رہ جاتا تھا۔

ایسے ہی حالات میں یہ کہانی مکمل ہوئی ہے۔ یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ یہ اس نمبر کے شایان شان ہے بھی یا نہیں۔ ویسے میں نے کوشش تو یہی کی ہے کہ میرا اپنا میعار برقرار رہے!

کہانی اگر پسند آجائے تو فبہا ورنہ میرے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے مجھے معاف کر دیجیے گا۔

مشرقی پاکستانی بھائیوں کو شکایت ہے کہ اُن تک کتاب بہت تاخیر سے پہونچتی ہے۔ لہٰذا وہاں کتاب ہوائی ڈاک سے بھیجی جائے۔ میں اس سلسلے میں مشرقی پاکستان کے ایجنٹ حضرات سے خط و کتابت کرنے کے بعد ہی کوئی فیصلہ کرسکوں گا۔

ابن صفی

۱۱ راگست ۱۹۶۷ء

پیشرس

(جاسوسی دنیانمبر ۱۰۱، ٹسڈل کی بیداری)

''ٹسڈل کی بیداری'' ایک ایسی عورت کی کہانی ہے۔ جسے ٹسڈل کی بے چارگی سے پیار تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ ٹسڈل اس اعصابی مرض نجات پاسکے۔ وہ اسے جان سے زیادہ عزیز رکھتی تھی! لیکن اُسے صحت یاب نہیں دیکھنا چاہتی تھی....! ہے نا عجیب بات !....

انسانی ذہن ایک ایسا معمہ ہے جس کا حل بسا اوقات ماہرین نفسیات کے بس کا روگ نہیں رہتا۔ ہو سکتا ہے کہ ریبیکا کی یہ ذہنی کیفیت کسی قسم کے فوبیا سے تعبیر کی جائے! لیکن یہ فوبیا ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ آدمی کو خودکشی کی طرف لے جائے! صنفی زندگی سے متعلق فوبیاز اتنے بھیانک نہیں ہو سکتے !....

اس کہانی میں ایک سرد مزاج قاتل سے ملیے جسے ہر قتل کے بعد ایک عورت کی ضرورت پیش آتی ہے !....

فریدی کا قتل اس کے مشن کا خاص جزو تھا۔ اپنے ہیڈ کوارٹر سے بڑی لاف گزاف کے ساتھ فریدی کے قتل کا تہیہ کر کے چلتا ہے! لیکن فریدی کسی بہت بڑے معمے سے کم نہیں.... وہ اُسے ایم بڑی بھیانک سزا دیتا ہے...! لیکن ٹسڈل کا علاج کر کے وہ پشیمان ہی ہوا ہے۔

آپ فریدی کی نیچر سے واقف ہیں کہ وہ لاف و گزاف کرنے والے مجرموں کو ہمیشہ بڑی خاموشی سے زک دیتا ہے! وہ انھیں اس طرح بے بس کرتا ہے کہ اپنی ہی بوٹیاں نوچتے رہ جاتے ہیں!

کیپٹن حمید (خدا ان کی مغفرت کرے) پتہ نہیں کیوں اتنے ''شریف'' ہوگئے ہیں کہ بعض چہرے انھیں بزرگانہ رویہ اختیار کرنے ہر مجبور کر دیتے ہیں۔ ''نگہت'' کچھ اسی قسم کی شخصیت ہے !....

لیکن اس کہانی میں تو انھیں صرف ڈاکٹر علوی کے گھریلو جھگڑوں سے دلچسپی رہی ہے....! لہٰذا اِس بار تو انھیں معاف ہی کر دیجیے! فی الحال ان کے سلسلے میں مجھ سے اِستفسار نہ فرمایئے گا کہ وہ اتنے بجھ کیوں گئے ہیں !....

جاسوسی دنیا کے آئندہ ناول میں وہ آپ کو ایک بالکل ہی نئے رُوپ میں نظر آئیں گے !....

ابن صفی

۱۶ / دسمبر ۱۹۶۷ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۱۰۲، خوفناک منصوبہ)

جاسوسی دنیا کا ایک سو دوسرا ناول "خوفناک منصوبہ" ملاحظہ فرمائیے.... "باعث تاخیر" جو کچھ بھی تھا اُس سے آپ کو کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا بس تاخیر ہو گئی۔ اور آپ تو میری اس "عادت" کے عادی ہو گئے ہیں۔

"خوفناک منصوبہ" جاسوسی دنیا کے سلسلے میں ایک نیا تجربہ ہے۔ اس سے پہلے ہر باب کا ایک عنوان ہوا کرتا تھا لیکن اس بار عمران سیریز کے ناولوں کی طرح یہ ناول بھی بغیر عنوانات کے ابواب پر مشتمل ہے۔ میرا اپنا خیال ہے کہ اس طرح کہانی کا تسلسل کچھ اور ابھر کر آیا ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

پچھلی بار صرف گرانی کا رونا رونے کے بعد کتاب کی قیمت بڑھانے کا ارادہ ظاہر کیا تھا لیکن فیصلہ نہیں کر سکا تھا کہ قیمت بڑھائی جائے یا نہ بڑھائی جائے۔ پھر اچانک یکم جولائی سے محصول ڈاک میں بھی پچاس فیصد کا اضافہ ہو گیا۔ لہٰذا اب فی کتاب صرف پچیس پیسے کا اضافہ قبول فرمائیے۔

آئندہ عام شمارہ ۲۵/۱ اور خاص نمبر ۷۵/۱ کا ہوا کرے گا ...

اس بار تبصرے کے لیے بے شمار خطوط میری میز پر موجود ہیں۔ ان میں زیادہ تر نصیحت نامے ہیں۔ یا پھر کچھ اس قسم کے کہ آپ کا نوٹس ملا یہ روز روز قیمت بڑھا دینے کی دھمکی کیوں؟ ارے بڑھا بھی چکیے کسی صورت سے.... لیکن شرط یہ ہے کہ کتاب ہر ماہ پابندی سے آنی چاہیے۔

ایک صاحب نے میری ایک بہت بڑی غلطی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ مجھے خود بھی اس غلطی کا احساس تھا لیکن یہ ایک پہلے آدمی ہیں جنھوں نے اس پر دھیان دیا۔ بہر حال مجھے اپنی غلطی تسلیم ہے۔

فریدی کے والد صاحب کا نام نواب عزیز الدین خاں تھا۔ اگر "فریدی اور لیونارڈ" میں نواب عابد علی خاں درج ہے تو براہ کرم اُسے قلم زد کر کے عزیز الدین خاں ہی لکھ دیجیے۔ نواب عابد علی خاں تو فریدی کے تایا زاد ماموں کے بھتیجے تھے۔ تھے کیا.... اب بھی ہیں... پاپوش نگر میں رہتے ہیں۔ پاپوش نگر کراچی کی ایک بستی ہے۔ سنا ہے اَب اُس کا نام بھی بدل کر الطاف نگر رکھ دیا گیا ہے۔

والسلام

ابن صفی

۱۳ر جولائی ۱۹۶۸ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۱۰۳، تباہی کا خواب)

جاسوسی دنیا کا ایک سو تیسرا ناول "تباہی کا خواب" ملاحظہ فرمایئے۔

کہانی کی ابتدا قاسم سے ہوئی ہے۔ لیکن پھر وہ مضحکہ خیز حالات آہستہ آہستہ سنجیدگی کی صورت اختیار کرتے چلے گئے ہیں اور اختتام پر آپ سوچیں گے کہ یہ کیا ہو گیا؟ اور پھر آپ کا ذہن کہانی کی بنیاد ڈالنے لگے گا.... قاسم کی حماقت مآبیاں آپ کو ہنسائیں گی... اور حمید صاحب تو "سوتے جاگتے" کی کہانی بن کر رہ گئے ہیں.... سوچتے ہی رہ جاتے ہیں کہ خود اس کہانی کو کہاں سے شروع کریں!

بہر حال یہ خالص "سسپنس" کی کہانی ہے.... اور اگر آپ کا ذہن اس کے بعد کے واقعات خود بخود ترتیب دینے لگا ہے تو یقین رکھیے کہ اس کے بعد کی کہانی "مار دھاڑ" سے بھرپور ہو گی.... اور آپ کی اسی متوقع خواہش کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کے بعد کا ناول بھی خاص نمبر ہی ہو... تاکہ آپ پوری طرح مطمئن ہو سکیں۔ اصل میں انگریزی کی اسپائی سٹوریز پر مبنی فلموں نے بعض پڑھنے والوں کا ٹیسٹ بگاڑ دیا ہے۔ اور وہ مجھ سے بھی یہی چاہتے ہیں کہ میرا ہیرو بھی ہر حال میں "الو کا پٹھا" ثابت ہو.... اوپر ہوائی جہاز نیچے توپیں۔ دائیں سمندر، بائیں آتش فشاں کبھی وہ بموں سے بچتا ہے کبھی توپ کے گولوں سے.... توپیں چلیں اور وہ دھم سے گر پڑا... ارض و سما سمجھے شائد قصہ پاک ہوا لیکن.... یہ کیا؟ اس نے تو ایک اور توپ کے دہانے میں چھلانگ لگائی تھی اور اس کی دم کی طرف سے نکل کر سمندر کی ایک کشتی میں جا بیٹھا.... توپیں منہ دیکھتی رہ گئیں.... ہوائی جہازوں نے منہ کی کھائی! آتش فشاں منہ پیٹنے لگا۔ اور قاری کا منہ دیکھنے کے قابل.... لیکن.... وہ ہیرو دوبارہ بھی منہ دکھاتا ہے.... میں باز آیا.... خدا مجھے معاف کرے! اور آپ اس قسم کی فرمائش کرنا چھوڑیئے.... میں تو کہانی کی دلچسپی کا قائل ہوں کہ آپ کچھ ہی دیر کے لیے سہی.... اپنی الجھنوں سے نجات پالیں.... اور بس!

ابن صفی

۷ر اکتوبر ۱۹۶۸ء

پیشرس

(جاسوسی دنیانمبر ۱۰۴، مہلک شناسائی)

آج میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر آپ کو یہ اطلاع دے رہا ہوں کہ میں نے ہابیل قابیل وَالی ٹریجیڈی سے پہلے کوئی جاسوسی ناول لکھا تھا لیکن کوّا بے چارہ آج تک پشیمان ہے کہ اس نے حضرت آدم کو مٹّی کھود کر دفن کر دینے کا فن کیوں سکھایا۔ کوّے کا خیال ہے کہ اُس کی غلطی کی بنا پر آج اَولاد آدم، آدمی ہی کو زندہ دفن کر دینے کے فن میں طاق ہو گئی ہے....!

اُوپر والی عبارت کا مفہوم مع سیاق وسباق سلیس اردو میں دیکھیے اور اردو ادب کے ان چودھریوں کو روانہ کر دیجیے جو یہ فرماتے ہیں کہ جرائم کی تعداد میں اضافہ ہونے کا سبب جاسوسی لٹریچر ہے۔ یقین کیجیے کہ وہ آپ کے اس حل شدہ پرچہ، امتحان کی رسید تک نہ دیں گے۔ کیونکہ پرچہ ان کا اپنا سیٹ کیا ہوا نہیں ہے....! یا ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کو لکھ بھیجیں کہ ہابیل اور قابیل والی ٹریجڈی غلط فہمی کی بنا پر ہوئی تھی۔ وہ دونوں سمجھے تھے کہ اَب کوئی دوسری عورت پیدا ہی نہ ہو گی!

لیکن وہ کبھی اس کا اعتراف نہ کر سکیں گے کہ سارے ہی جرائم کسی نہ کسی غلط فہمی کی کوکھ سے جنم لیتے ہیں!....

مستقبل سے مایوسی غلط فہمی ہی کی پیداوار ہے۔ اور یہی آدمی کو جرائم کی طرف لے جاتی ہے!....

مستقبل سے مایوس ہو کر یا تو آدمی جرائم کرتا ہے جو قانون اور انصاف کے لیے بڑے سے بڑے چہرے پر مکّار سید کر سکے!....

اور یہی تلاش ہیر وازم کی کہانیوں کو جنم دیتی ہے!....

خیر چھوڑیئے.... یہ سب بھی ان باتوں کو مجھ سے زیادہ سمجھتے ہیں لیکن اس موضوع پر اظہار خیال کے لیے یہ ارزاں ترین نسخہ ہے کہ لٹریچر نشانۂ ملامت بنایا جائے!....

بات ہو رہی تھی "مہلک شناسائی" کی۔ لہٰذا اب ادھر آیئے.... فریدی کی کہانیوں میں آپ اسے منفرد پائیں گے! یہ کہانی لکھتے وقت مجھے بے شمار مشورے موصول ہوئے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ ان پر عمل کروں....!

اب فیصلہ آپ کے ہاتھوں میں !....

ابن صفی

۲۷/ نومبر ۱۹۶۸ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۱۰۵، دھواں ہوئی دیوار)

جاسوسی دنیا کا ایک سو پانچواں ناول "دھواں ہوئی دیوار" حاضر ہے! پچھلے ناول "گیارہ نومبر" (عمران سیریز) کی پسندیدگی کا شکریہ! کچھ ایسے بھی ہیں جنھیں یہ کہانی زیادہ پسند نہیں آئی! آئندہ کہانیوں سے متعلق کچھ تجاویز موصول ہوئی ہیں!

تجاویز کہانی تو کیا "پیشرس" تک کے سلسلے میں موصول ہوتی ہیں۔ یعنی کہ مجھے کس قسم کا پیشرس لکھنا چاہیے!

ایک صاحب نے لکھا ہے کہ اب آپ نے پیشرس میں پڑھنے والوں کے سوالات کے جوابات کا سلسلہ کیوں بند کر دیا ہے۔ نہ صرف یہ پوچھا ہے بلکہ ایک عدد سوال بھی رسید کر دیا ہے اور اِس پر مُصِر ہیں کہ اس کا جواب پیشرس ہی میں دیا جائے!

سوال یہ ہے کہ آپ سیاست میں کس "اِزم" کے قائل ہیں۔!

اُن کی خدمت میں عرض ہے کہ یہ بے چارے دو صفحت آپ کے سوال کے جواب کے متحمل نہ ہو سکیں گے!

لیکن اگر آپ نے پبلک کے فائدے کے لیے یہ سوال کیا ہے تو مجملاً عرض ہے کہ قریب قریب سارے ہی موڈرن "ازم" میرے مطالعے میں آچکے ہیں لیکن میں قائل کسی کا بھی نہیں!

میں تو اللہ کی ڈکٹیٹر شپ کا قائل ہوں۔ اُس میں اِس کی گنجائش نہیں ہوتی کہ جب جتنے پِگ کا نشہ ہو ویسا ہی بیان داغ دیا !....

آپ بھی کسی ازم وزم کے چکر میں پڑنے کی بجائے اسلام کو سمجھنے کی کوشش کیجیے!

اسلام کے علاوہ اور سارے اِزم محض وقتی حالات کی پیداوار ہیں۔ اور کسی ایک ازم کی کوئی دُشواری کسی زمانے میں دوسرے ازم کی پیدائش کا باعث بنتی رہی ہے!

اسلام کے علاوہ دنیا کا کوئی بھی ازم اپنے حرف آخر ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اسلامی نظام حیات آج بھی قابل عمل ہے لیکن اس کے لیے انفرادی طور پر ہر آدمی کو ایمان دار بننا پڑے گا۔ اور یہ بے حد مشکل کام ہے! لیکن اس مشکل کا بھی آسان ترین حل بعض یار لوگ یہ بتاتے ہیں کہ عبادت محمد الرسول اللہ کے بتائے ہوئے طریقے کر لو اور روٹی کے لیے کسی یہودی کے در پر ہاتھ پھیلاؤ کوئی مضائقہ نہیں!

لیکن میرے بھائی میں روٹی بھی اسی اصول کے تحت چاہتا ہوں جس کے تحت عبادت کرتا ہوں!

پس میرا سیاسی رُجحان اللہ کی ڈکٹیٹر شپ کا قیام! اور میرا فن سکھاتا ہے قانون کا احترام!....“

والسلام

ابن صفی

۳/ مارچ ۱۹۶۹ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۱۰۶، خونی ریشے)

"خونی ریشے" تاخیر سے پیش کر رہا ہوں۔ کراچی کی آب و ہوا کو اب کچھ کہنے کو جی نہیں چاہتا۔ لہٰذا جب بھی کسی کتاب میں تاخیر اسے تبخیر تبخیر معدہ کا نتیجہ سمجھ کر بے چارے مصنف کو اپنی دعاؤں میں یاد کر لیا کیجیے....!

بہر حال یہ کتاب لکھی گئی اور آپ کے ہاتھوں میں ہے...! ایک دن اور ایک رات کی کہانی۔ دیکھیے اس رات کے گریبان سے طلوع ہونے والا دوسرا دن آپ کے لیے کتنی دلچسپیاں لاتا ہے۔

فریدی اور حمید کے سلسلے میں ایک طویل داستان کی فرمائش عرصہ سے کی جارہی تھی.... بہتیرے پڑھنے والوں نے تو پچھلی کتاب "دھواں ہوئی دیوار" کے متعلق ہی تحریر کیا تھا کہ اس میں ایک لمبی کہانی بننے کے امکانات موجود تھے۔ پھر اس کا گلا ایک ہی جلد میں کیوں گھونٹ دیا گیا۔!

اس سلسلے میں کیا عرض کروں....؟ پڑھنے والوں میں دو طرح کے اصحاب موجود ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ چاہے کچھ ہو کہانی ایک ہی جلد میں ختم کی جائے۔ دوسرے کا کہنا ہے کہ کئی جلدوں میں پھیلی ہوئی کہانیاں زیادہ دلچسپ اور بھرپور ہیں۔ لہٰذا ایسی ہی کہانیاں لکھی جائیں!....

تو پھر بتائیے کیا کروں...؟ اس کے علاوہ اور کیا صورت ہو سکتی ہے کہ کبھی آپ ہی فرمائش پوری کروں اور کبھی کسی دوسرے صاحب کی.... اپنی مرضی کو دخل دوں تو سننا پڑتا ہے....! "زنگ لگ رہا ہے آپ کے قلم کو.... شعلوں کے سیٹ والے ابن صفی کو پکاریئے.... آپ اتنے مولانا کیوں ہوتے جا رہے ہیں۔! بڑھاپا شروع ہو چکا ہو تو اللہ اللہ کیجیے...! وغیرہ وغیرہ....!

اچھا صاحب....! خونی ریشوں پر نظر رکھیے گا۔! ہو سکتا ہے۔! انہی کہانیوں کی یاد تازہ ہو جائے جن کے حوالے آپ اکثر دیتے رہتے ہیں.... ویسے مطمئن رہیئے اگر بڑھاپا شروع بھی ہو گیا تو آپ کو اس کی اطلاع ہرگز نہ ہونے پائے گی کیونکہ براہ راست ملاقات تو ہوتی نہیں.... بیس سال پہلے کی تصویر مرتے دم تک چھپواتا رہوں گا۔ آپ میرا کیا بگاڑ لیں گے۔

والسلام

ابن صفی

۳۰ر نومبر ۱۹۶۹ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۷۰ا، تیسری ناگن)

"خونی ریشے" کے بعد "تیسری ناگن" حاضر خدمت ہے! اور.... اور اَب اس کے بعد کیا عرض کروں کیونکہ خطوط کا ایک ڈھیر نظروں کے سامنے ہے اور خونی ریشے جیسی کتاب پیش کرنے کے سلسلے میں آپ کی طرف سے اپنی پیٹھ ٹھونک رہا ہوں۔ بہت بہت شکریہ پسندیدگی کا....!

"تیسری ناگن" بھی آپ کو پسند آئے گی۔ تاخیر سے کتابیں پیش کرنے کے سلسلے میں اکثر وجہ بتا کر معذرت طلب کی ہے.... لیکن اِس وجہ کو آپ درخور اعتنا نہیں سمجھتے کیونکہ آپ کی دانست میں معدے کی خرابی اور کراچی دو الگ الگ چیزوں کے نام نہیں ہیں! پھر کون سا کام رکتا ہے کراچی میں.... کرکٹ نہیں ہوتا کہ عشقیہ فلمیں نہیں چلتیں.... آخر جاسوسی ناولوں نے کیا قصور کیا ہے کہ انھیں معدے کی خرابی کی نذر کر دیا جائے !....

بات تو ٹھیک ہے۔ شائد میں بھی معدے کی خرابی کو عادت بنا لینے میں کامیاب ہو جاؤں !....

بہت سے حضرات نے اطلاع دی ہے کہ میرے ایک ناول "گیت اور خون" کا لاہور کے کسی پبلشر نے "مرڈر" کیا ہے!

ابھی تک مجھے وہ کتاب نہیں مل سکی جسے "گیت اور خون" کا چربہ کہا جا رہا ہے... بہر حال آپ مطمئن رہیں۔ اگر ایسی کوئی حرکت ہوئی ہے تو اس پبلشر کے خلاف یقینی طور پر قانونی کارروائی کی جائے گی !....

یارو کہاں تک دیکھوں... کیا کیا دیکھوں... ویسے اس میں کچھ قصور آپ کا بھی ہے! آپ فریدی، عمران کے علاوہ اور کسی کردار کی کہانیاں پڑھنا ہی نہیں چاہتے! کئی لوگوں نے کوشش کی، خلوص نیت سے چاہا کہ آپ ان کے علاوہ بھی کسی کو "لفٹ" دیں لیکن آپ ٹس سے مس نہ ہوئے... نقلی ہی سہی لیکن پڑھیں گے انھیں کرداروں سے متعلق.... آپ اس سے انکار نہیں کر سکتے۔ اگر انکار ہے تو یہ فرمایئے کہ آخر ان "حشرات الارض" کی کھپت کہاں ہوتی ہے۔ عالم ارواح سے تعلق رکھنے والوں کو

جاسوسی ناولوں سے دلچسپی نہیں ہو سکتی !....

لہٰذا اب مجھے بور کرنا چھوڑ دیجیے.... ویسے میں آپ سے وعدہ کر چکا ہوں کہ اگر کسی نے بھی ظفرالملک اور جیمسن کو ہاتھ لگانے کی کوشش کی تو اسے اس کے لیے عدالت میں جواب دہ ہونا پڑے گا۔

اس کے بعد اُن خطوط کا نمبر آتا ہے جن میں مجھ سے فرمائش کی گئی ہے کہ میں ”اَدب“ کی بھی کچھ خدمت کروں۔

عجیب بات ہے کہ جب میرا کوئی ناول بہت زیادہ پسند کیا جاتا ہے تو مجھ سے ”ادب“ کی خدمت کرنے کی فرمائش ضرور کی جاتی ہے۔

بھائی آپ تو مجھے صرف اردو کی خدمت کرنے دیجیے (اس کے باوجود کہ صرف و نحو کی غلطیاں مجھ سے بھی سرزد ہوتی ہوں گی)

آپ میری اس وقت کی خوشی کا اندازہ نہیں لگا سکتے جب مجھے کسی سندھی یا بنگالی بھائی کا خط بہ ایں مضمون ملتا ہے کہ محض آپ کی کتابیں پڑھنے کے شوق میں اردو پڑھ رہا ہوں۔ پڑھ کر سنانے والوں کا احسان کہاں تک لیا جائے....! اب بتایئے میں ”ادب“ کی خدمت کروں یا میرے لیے ”اردو“ ہی کی خدمت مناسب ہو گی.... ویسے اپنے نظریات کے مطابق میں ادب کی بھی خدمت کر رہا ہوں اور ”سوسائٹی“ کی بھی.... اور میری اس خدمت کا انداز نہ تو بدلتے ہوئے حالات سے متاثر ہوتا ہے اور نہ وقتی مصلحتوں کے تحت کوئی دوسری شکل اختیار کر سکتا ہے.... بہرحال میں قانون کا احترام کرنا سکھاتا ہوں....

کچھ لوگ ”ادب“ میں میرے مقام کی بات شروع کر دیتے ہیں... اِس سلسلے میں عرض ہے کہ آپ کی نظروں میں میرا کوئی نہ کوئی مقام ضرور ہے ورنہ آپ کو اس کی فکر ہرگز نہ ہوتی۔

ویسے آپ ”ادب میں مقام“ کے سلسلے میں مجھ سے کچھ سننا ہی چاہتے ہیں تو سنیے.... اساطیری کہانیوں سے لے کر مجھ حقیر کی کہانیوں تک آپ کو ایک بھی ایسی کہانی نہ ملے گی جس میں جرائم نہ ہوں.... اور آج بھی آپ جسے بہت اونچے قسم کے ادب کا درجہ دیتے ہیں اور جس کا ترجمہ دنیا کی دوسری

زبانوں میں بھی آئے دن ہوتا رہتا ہے کیا جرائم کے تذکروں سے پاک ہوتا ہے؟ کیا اس کے مضرب رساں پہلوؤں پر ہمارے نقاد کی نظر پڑتی ہے؟... اگر نہیں... تو کیوں؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ مجرمانہ ذہنیت رکھنے والے لوگ کہانیوں میں بھی (جو دراصل ذہنی فرار کا ذریعہ ہوتی ہیں) پولیس یا جاسوس کا وجود نہیں برداشت کر سکتے.... چلیے پولیس کو ہم اس لیے برداشت کرلیں گے کہ وہ للکار کر سامنے آتی ہے.... لیکن جاسوس تو بے خبری میں پتہ نہیں کب گرن دبوچ لے!

لہٰذا اگر مجھے "ادب" میں کوئی مقام پانے کی خواہش ہے تو "جاسوس" کو چھٹی دینی پڑے گی۔ لیکن میں اس پر تیار نہیں کیونکہ مجھے ہر حال میں شر پر خیر کی فتح کا پرچم لہرانا ہے.... میں باطل کو حق کے سامنے سربلند نہیں دکھانا چاہتا میں معاشرے میں مایوسی نہیں پھیلانا چاہتا.... ایسی مایوسی جو غلط راستوں پر لے جائے....!

بس تو پھر آپ بھی مقام وقام کا چکر چھوڑیئے اور مجھے وہیں رہنے دیجیے جہاں میں ہوں۔ اگر آپ کو میری کہانیاں پسند ہیں اور آپ یہ محسوس کرتے ہیں کہ میں آپ کے تھکے ہوئے ذہنوں کے لیے تفریح مہیا کر رہا ہوں تو میں اسی پر مطمئن ہوں! اُمید کہ آپ بھی مطمئن ہو گئے ہوں گے!

والسلام

ابن صفی

۱۰/نومبر ۱۹۶۹ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۱۰۸، ریگم بالا)

"خونی ریشے" اور "تیسری ناگن" کے بعد "ریگم بالا" ملاحظہ فرمایئے.... اس کتاب میں "خونی ریشے" سے شروع ہونے والی کہانی کا اختتام ہوا ہے۔

"خونی ریشے" بے حد پسند کی گئی تھی۔ "تیسری ناگن" کے متعلق بھی اچھی ہی رپورٹ ملی ہے۔ پوری کہانی کا تاثر تو اس وقت ظاہر ہو سکے گا جب آپ ریگم بالا بھی پڑھ لیں۔

اس دوران خطوط کی بھرمار رہی۔ فرمائشات، مشورے اور عید کارڈ.... عید کارڈوں کا شکریہ!

غالباً اس بار عید کارڈوں کے سلسلے میں آپ کو کوئی نیک مشورہ دیا تھا میں نے.... کہیے یاد آیا...؟ لیکن مجھے افسوس ہے کہ آپ نے اس پر عمل نہیں کیا...! اس بار بھی آپ نے مجھے ایسے کارڈ بھیجے جن پر آپ نے اپنے قلم سے کچھ نہ لکھا ہو.... میں نے گزارش کی تھی کہ سادہ کارڈ بھیجیے ان پر کچھ نہ لکھیے.... "مبارک باد" اور اپنا نام لفافے پر لکھ دیا کیجیے!....

عید کارڈوں.... پر "منجانب" چھپا ہوتا ہے....! اسے چھاپنے والے کی جہالت پر محمول کیجیے.... حقیقتاً یہ "منجانب" لفافے پر ہونا چاہیے.... بعض عید کارڈ بڑے خوب صورت ہوتے ہیں..... انہیں فریم کرا کے دیوار پر لگانے کو دل چاہتا ہے۔ لیکن چونکہ ان پر منجانب تفضل حسین وغیرہ لکھا ہوتا ہے اس لیے یہ ناممکن ہو جاتا ہے...! ایسے میں دل ملول و افسردہ نہ ہو تو اور کیا ہو...!

ایسی عید سے بہتر تو بقر عید ہوتی ہے کہ اِدھر اُدھر سے آنے والے گوشت پر بھجوانے والے کا نام اور پتہ تحریر نہیں ہوتا اور ایک گھر کا گوشت دوسرے گھر میں بہ آسانی بھجوا کر میں اپنا توانا اور مجرّب بکرا صاف بچا لیتا ہوں....! پھر کیا بتاؤں کہ ریفریجریٹر میں یہ بکرا کتنا حسین اور دلآویز لگتا ہے۔ تو آپ اپنے دلآویز اور حسین عید کارڈ پر اپنا نام اور پتہ ہر گز نہ تحریر کیا کیجیے.... شکریہ...!

اس بار پھر ایک صاحب نے ادب میں میرے "مقام" کا مسئلہ چھیڑا ہے.... ان کا خیال ہے کہ میں "ادیب" نہ سہی لیکن "مشاہیر" کے ساتھ میرا نام بھی لیا جا سکتا ہے!....

میں ان سے متفق نہ ہوتا لیکن اسی دوران میں کراچی کا ایک ماہنامہ نظر سے گزرا۔ جس میں معلومات عامہ سے متعلق ایک سوال نامہ شائع ہوا ہے!....

اس کا پانچواں سوال اس طرح شروع ہوتا ہے!....
(۵) کیا آپ کو ان مشہور شخصیات کے اصل نام یاد ہیں؟

(ا) داتا گنج بخش (ب) حافظ شیرازی (ج) مولانا ابوالکلام آزادؔ
(د) فردوسی (س) شیر شاہ سوری (ط) شوکت تھانوی
(ہ) بھولو پہلوان (ی) ابن صفی

ملاحظہ فرمائی آپ نے مرتب کی کوشش.... ہے مجھ میں اتنی ہمّت کہ بھولو پہلوان صاحب کو بیچ سے ہٹا کر شوکت تھانوی کے برابر کھڑا ہو سکوں !....

ایک "ادبی بزرگ" سے اس زیادتی کا شکوہ کیا تو بڑی سنجیدگی سے بولے۔ "تم دنیائے ادب کے بھولو پہلوان ہو۔ جاؤ ریاض جاری رکھو.... فضول باتوں میں نہ پڑو.... دنگل ہو کہ قلم کی بازی گری سب پیٹ کے لیے ہے!..."

اس "مرد قلندر" کی بات دل کو لگی اور یہ حقیر.... پر تقصیر بہ طبیب خاطر دھندے سے لگا!....

بہر حال کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اب اس قصے کو ختم کیجیے۔ نہ مجھے ادیبوں میں تلاش کیجیے نہ مشاہیر میں.... آپ تو بس دیکھا کیجیے کہ کس کتاب میں کس حد تک آپ کا جی بہلانے میں کامیاب ہوا ہوں اور مجھے لکھ بھیجا کریں!....

خیر اب آیئے "ریگم بالا" کی طرف اس کتاب میں بالآخر تاخیر ہو ہی گئی۔ اس بار معدے کا قصور نہیں تھا بلکہ ان دیکھے حالات کا!....

کتاب میرے ہاتھ سے نکل کر کاتب کے ہاتھ میں جاتی ہے لہٰذا یہ کاتب کے ہاتھ کا قصور ٹھہرا کہ کچھ اجزاء کی کتابت اوٹ پٹانگ ہو جائے اور ان اجزاء کی کتابت دوبارہ کرانی پڑے!....

آپ زیرو لینڈ کی دو بڑی شخصیتوں سے روشناس ہو چکے۔ تھریسا.... اور نانوتہ.... اس کہانی میں آپ تیسری بڑی شخصیت سے ملیے!....

ابن صفی

۱۵ر جنوری ۱۹۷۰ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۱۰۹، بھیڑیے کی آواز)

پچھلے ناول "پاگلوں کی انجمن" کے پیشرس میں کتابت و طباعت کی خامیوں سے متعلق پہلے ہی معذرت طلب کر چکا ہوں۔ اسی وقت میں نے فیصلہ کیا تھا کہ اب اپنی کتابیں لیتھو کی بجائے آفسٹ پر چھاپوں گا۔ یہ طرز طباعت کم قیمت کی کتب کے لیے بہت مہنگا پڑتا ہے پھر بھی میرا ارادہ تھا کہ قیمتوں میں اضافہ نہیں کروں گا لیکن اسی دوران میں کاغذ کی گرانی کے باعث یہ ارادہ متزلزل ہو گیا.... آپ کو علم ہو گا کہ اخبارات اور رسائل کی قیمتوں میں پچیس سے پینتیس فیصد تک اضافہ ہو گیا ہے۔ کتابوں کی قیمت میں چالیس فیصد تک اضافے کا امکان ہے....

میں ڈرتے ڈرتے صرف پچیس پیسوں کا اضافہ کر سکا ہوں جو ۲۵ فیصد سے بھی کم ہے۔ اب عام شماروں کی قیمت ۵۰/۱ ہوا کرے گی اور خاص نمبروں کی -/۲ روپے....

کتاب کے سائز میں تبدیلی کا مقصد یہ ہے کہ آپ نقلی "عمران سیریزوں" اور "جاسوسی دنیاؤں" کی بھیڑ میں اسے دور ہی سے پہچان سکیں۔

اس بار یہ خشک ترین پیشرس قبول فرمایئے۔ میں نہیں چاہتا کہ ایک "دکھ" کی بات سنانے کے بعد آپ کو مسکرانے پر بھی مجبور کروں۔

ابن صفی

۲۸/ جولائی ۱۹۷۰ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۱۱۰، اجنبی کا فرار)

جاسوسی دنیا کا ایک سو دسواں ناول "اجنبی کا فرار" پیش خدمت ہے۔ اس کہانی میں آپ کو ایسے افراد ملیں گے جو منشیات کے عادی ہیں اور ان کے حصول کے لیے وطن دشمنی تک کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں۔

لالچ خواہ کسی قسم کا ہو بری بلا ہے! منشیات کی مفت فراہمی نے انہیں غیر ملکی ایجنٹوں کا آلۂ کار بنا دیا تھا۔ جن معزز گھرانوں کے وہ چشم و چراغ تھے ان کی کیسی سُبکی ہوئی ہو گی! کیا سوسائٹی میں ان گھرانوں کا مقام متزلزل نہ ہو گیا ہو گا۔ کیا ان کے افراد پھر ہم چشموں کا سامنا کر سکے ہوں گے...!

ہر فرد کو سوچنا چاہیے کہ اس کی کسی بھی غیر ذمہ دارانہ حرکت کا اثر خود اسی کی ذات محدود نہیں رہتا بلکہ اس کے متعلقین بھی اس کی لپیٹ میں آ جاتے ہیں اگر ایک فرد وطن دشمنی کے الزام میں پکڑا جاتا ہے تو اس کی آئندہ نسلیں تک بدنامی کے اس پشتارے سے پیچھا نہیں چھڑا سکتیں۔

لہٰذا ہر ایک کو محتاط رہنا چاہیے۔

آنکھیں کھلی رکھیے کہیں آپ کو کوئی دھوکا نہ جائے۔ میں نے پچھلی کتاب کے پیشرس میں بھی غیر ملکی ایجنٹوں کی ایک حرکت کی طرف اشارہ کیا تھا یعنی وہ افواہیں پھیلاتے ہیں۔ ایسی افواہیں جو ہمارے قومی شیرازے کو منتشر کر سکیں۔ صوبائی عصبیت کا پرچار اس کا واحد ذریعہ ہے۔ لہٰذا ہر ایسی افواہ کو اپنی ذات سے آگے نہ بڑھنے دیجیے جس میں صوبائی عصبیت کے جراثیم پائے جاتے ہوں...! اس پ ایک صاحب نے مجھے لکھا ہے۔

"جہاں دو چار مل بیٹھتے ہیں وہاں ہر طرح کی باتیں ہوتی ہیں مثال کے طور پر کوئی صاحب کوئی ایسا قصہ سناتے ہیں جس میں ایک صوبے کے کسی فرد پر کسی دوسرے صوبے کے آدمی کی زیادتی کا ذکر ہو تو آپ اسے افواہ سازی کس طرح کہیں گے جب کہ وہ واقعہ حقیقت پر مبنی ہو!..."

ان صاحب کا خط طویل ہے لیکن یہ ٹکڑا خصوصیت سے جواب طلب ہونے کی بنا پر میری توجہ کا

مرکز بنا.... گزارش ہے کہ واقعہ سنانے والے کو آپ جیسا پڑھا لکھا آدمی یہ تو سمجھا ہی سکتا ہے کہ وہ دو صوبوں کی بجائے دو نالائق پڑوسیوں کی بات کریں۔ دو نالائق پڑوسیوں کی بات کریں۔ دو نالائق بھائیوں کی بات کریں جو وقتی غصے کے تحت ایک دوسرے کو قتل کر دینے پر بھی آمادہ ہو سکتے ہیں..... ایک ماں کی کوکھ سے جنم لینے والوں کو میں نے آپس میں کٹتے مرتے دیکھا ہے۔ آپ دو صوبوں کی بات لیے پھرتے ہیں۔ لٰہذا ایسے واقعات کو صوبائی رنگ دینا دانشمندی نہیں ہو سکتی!

دوسرے صاحب لکھتے ہیں کہ اب آپ "پیشرس" میں سنجیدہ باتیں کر کے بور کرنے لگے ہیں .... بھائی ہنسنے ہنسانے کے لیے کہانی ہی کافی ہوتی ہے۔ آخر میں اپنی سنجیدہ باتیں آپ تک کس طرح پہنچاؤں !...

دوسری بات یہ ہے کہ اب آپ کے سوالات ہی اس قسم کے نہیں ہوتے جن سے ہنسنے ہنسانے کا پہلو نکل سکے.... شائد آپ بھی کسی "بوریت" میں مبتلا ہیں.... کیوں؟.... کیا خیال ہے؟ ...

ابن صفی

۴/ جنوری ۱۹۷۱ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۱۱۱، روشن ہیولیٰ)

آپ کو علم ہو گا کہ جس کاغذ پر میری کتابیں چھپتی تھیں قومی ضروریات کے تحت صرف اخبارات اور رسائل کے لیے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ اس پر اب کتابیں نہ چھاپی جاسکیں گی۔ سفید کاغذ اخباری کاغذ سے کئی گنا زیادہ مہنگا ہے۔ کم قیمت کی کتابیں اس کا بار برداشت نہیں کر سکتیں۔ پھر بھی ''روشن ہیولیٰ'' اسی مہنگے کاغذ پر پیش کی جارہی ہے اور قیمت میں بھی اضافہ نہیں کیا گیا۔ دعا کیجیے کہ قیمت میں اضافہ نہ کرنا پڑے۔

اگر اخباری کاغذ پر پابندی عائد نہ ہوتی تو آپ اس کہانی کو ''خاص نمبر'' کی شکل میں ملاحظہ فرماتے۔ ویسے پچھلے ناول میں اس کا اشتہار عام نمبر ہی کی حیثیت سے دیا گیا تھا لیکن جب پلاٹ کے پھیلاؤ پر نظر پڑی تو سوچا کہ اس بار یونہی سہی۔ آپ کو اطلاع دیئے بغیر ''خاص نمبر'' پیش کر دیا جائے۔

اخباری کاغذ پر کنٹرول کے نفاذ نے میری خواہش پوری نہ ہونے دی۔! سفید کاغذ پر خاص نمبر پیش کرنے کا مطلب آپ کی جیب پر اضافی بار ڈالنا ہوتا۔ لہٰذا اپنے نام کے اعتبار سے تو یہ کہانی آپ کو مکمل ہی لگے گی، کیونکہ روشن ہیولیٰ کا انجام آپ کو اس میں نظر آجائے گا۔ لیکن حقیقتاً کہانی ختم نہیں ہوئی۔ کہانی کے اختتام پر آپ کو ایک ایسا نام نظر آئے گا جس کی واپسی کا مطالبہ آپ عرصہ سے کرتے چلے آئے ہیں۔

بہر حال کہنا یہ ہے کہ اس کے بعد والا ناول بھی جاسوسی دنیا کا ہی ہو گا۔ اور آپ اس کردار سے بھرپور ملاقات کر سکیں گے، جسے آپ عرصہ سے فریدی کے مابل دیکھنے کے خواہش مند تھے۔ دعا کیجیے کہ اس سلسلے کا دوسرا حصہ جلد از جلد آپ تک پہنچا سکوں۔!

میں ان حضرات کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنھوں نے مجھے خطوط لکھے ہیں کہ کاغذ کی گرانی کی بنا پر ہمت نہ ہاروں، جس قیمت کی بھی کتاب پیش کروں گا وہ ہر حال میں خریدیں گے۔ مجھے اپنے پڑھنے والوں سے یہی توقع ہے۔ لیکن میں حتی الامکان یہی چاہوں گا کہ کتاب کی قیمت میں مزید اضافہ نہ کرنا پڑے۔

ابن صفی

یکم جون ۱۹۷۱ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۱۱۲، زرد فتنہ)

زرد فتنہ ملاحظہ فرمایئے۔ یہ سنگ ہی کی کہانی ہے۔ اس سلسلے میں بے شمار تجاویز موصول ہوئی تھیں۔ بہر حال دیکھیے کہ اس کی واپسی کس حد تک آپ کی دلچسپیوں میں اضافہ کر سکی ہے۔ سنگ ہی بلا شبہ ایک بڑا مجرم ہے اور خود کو اچھا آدمی نہیں کہتا لیکن اسی کہانی میں آپ کو ایسے مجرم بھی ملیں گے جو اپنے جرائم کو جرائم نہیں سمجھتے۔ ملک و قوم کی شہ رگ پر نشتر زنی بھی کرتے ہیں اور نیک نام بھی بنے رہتے ہیں "بڑے آدمی" کہلاتے ہیں۔ حالانکہ بڑا آدمی صرف وہ ہے جس کی تگ و دو صرف اپنی ذات کے لیے نہیں ہوتی۔ اگر مالدار ہوتا ہے تو خود کو ایک "چوکیدار" سے زیادہ نہیں سمجھتا اس کا مال جو دراصل اللہ کی ملکیت ہے اور اسے اللہ کے بتائے ہوئے طریقوں سے صرف کرتا ہے۔

ہم جو کچھ بھی حاصل کرتے ہیں اللہ کی زمین ہی سے تو حاصل کرتے ہیں اور اس پر ہمارے حقوق صرف اسی حد تک ہوتے ہیں جو اللہ نے مقرر کر دی ہے۔

آپ کہیں گے کہ آخر میں اس تفریحی کتاب میں وعظ و نصیحت کے دفتر کیوں کھول بیٹھا۔ لیکن یہ باتیں اس کہانی سے ہٹ کر نہیں ہیں اس کا مرکزی خیال یہی ہے۔ اس میں آپ کو ایسے لوگ ملیں گے جو قوم کا حق چوری چوری غیروں کی تحویل میں دے دیتے ہیں اور پھر ایک تیسرے آدمی کے ہاتھوں ذلیل وخوار ہو کر اپنی سزا کو پہنچتے ہیں!

اس میں آپ یہ بھی دیکھیں گے کہ بسا اوقات مجرموں کے پیدا کردہ حالات کی بنا پر خود قانون کے محافظوں کی پوزیشن خطرے میں پڑ جاتی ہے اور ان کے خلاف شکوک و شبہات کے طومار بندھ جاتے ہیں۔!

فریدی ایک ایسی ہی دشواری سے کس طرح عہدہ برآ ہوتا ہے۔!

حمید کی چوہیا کی واپسی کے تقاضے بھی عرصہ سے ہو رہے ہیں۔ لیکن اب یہ پرانی بات ہوئی۔ اس کی واپسی سے شاید آپ زیادہ محظوظ نہ ہو سکیں۔ اس کی جگہ اس سے بھی دلچسپ "جانور" کے ساتھ حمید

صاحب تشریف لاتے ہیں۔ اور آئندہ بھی آپ اس "جوڑے" کے کرتبوں سے محظوظ ہو سکیں گے۔!

حتی الامکان میری یہی کوشش ہوتی ہے کہ آپ کے لیے بہتر سے بہتر تفریح مہیا کی جائے "خاص نمبروں" کی بات ابھی نہ کیجیے۔ کاغذ کی مشکلات دور ہوئے بغیر یہ بہت دشوار ہے۔!

بس دعا کیجیے کہ یہی سلسلہ قائم رہے۔!

پیشرس کے سلسلے میں بھی فرمائشات آتی رہتی ہیں کہ اسے بھی دلچسپ ہونا چاہیے.... در حقیقت یہ آپ کے جواب طلب دلچسپ خطوط ہی کے سہارے دلچسپ ہوا کرتا تھا۔!

اور پھر کبھی کبھی دل چاہتا ہے کہ آپ بعض معاملات پر سنجیدگی سے غور کریں۔ زندگی محض ہنسی کھیل نہیں ہے یہ اور بات ہے کہ میں ہنسی کھیل ہی کے ذریعے آپ کو زندگی کے حقائق سے قریب تر لانے کی کوشش کرتا ہوں۔!

ابن صفی

۱۶/ اگست ۱۹۷۱ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۱۱۳، ریت کا دیوتا)

"ریت کا دیوتا" حاضر ہے۔ بار بار وعدہ کرنے کے باوجود بھی بہت دنوں سے جلد از جلد کوئی کتاب پیش کر دینے کی توفیق مجھے نہیں ہو رہی اس سلسلے میں کوئی "بہانہ" بھی نہیں رکھتا.... فلم کا چکر بھی ہمہ وقتی نہیں کہ اس کا سہارا لے کر معذرت طلب کروں۔ پھر....؟ وجہ....؟

بس اللہ کی مرضی.... ہفتوں لکھنے کا موڈ نہیں بنتا۔ پھر اگر فریدی جیسے سنگلاخ کردار کا ناول ہو تو کیا کہنا... ایک ایک سطر لکھ کر گھنٹوں بیٹھے سوچتے رہیے! ڈرتے رہیے! کہ کہیں یہ حضرت اپنے مقام بلند سے ایک آدھ انچ نیچے نہ کھسک آئیں۔

بہر حال "ریت کا دیوتا" ملاحظہ فرمایئے... کئی ماہ پہلے اس نام کا اعلان ہوا تھا لہٰذا اس دوران میں میرے پڑھنے والوں نے اسی نام کی مناسبت سے بے شمار کہانیاں خود ہی ترتیب دے ڈال ہوں گی اور جب یہ کہانی اُن کی ترتیب دی ہوئی کہانی سے لگّا نہ کھائے گی تو مجھ پر چڑھ دوڑیں گے....! میرے ساتھ عموماً یہی ہوتا ہے۔ ابھی پچھلے دنوں کی بات ہے میرے ایک دوست مجھ سے خواہ مخواہ معافی مانگنے لگے....! میں نے پوچھا بھائی کس بات کی معافی.... کہنے لگے پہلے معاف کر دو پھر بتاؤں گا.... میں نے کہا اچھا بابا

معاف کیا.... اب بتاؤ کیا بات ہے۔ بولے تمہیں یاد ہو گا جب تم نے "تباہی کا خواب" اور "مہلک شناسائی" نامی کتب پیش کی تھیں تو میں نے تمہیں بہت برا بھلا کہا تھا.... میں نے کہا ہاں مجھے یاد ہے.... کہنے لگے بھائی ابھی پرسوں کی بات ہے پڑھنے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ لائبریری گیا۔ وہاں مجھے کوئی نئی کتاب نہ مل سکی.... یہ دونوں کتابیں ہاتھ لگیں.... میں نے کہا چلو یہی سہی.... یقین کرو اب جو پڑھنا شروع کیا ہے تو مزہ آ گیا.... اب سوچتا ہوں آخر پہلے کیوں مزہ نہیں آیا تھا۔ میں نے کہا سوچتے رہو.... شاید خود ہی جواب پالو !....

میرے ساتھ عموماً یہی ہوتا ہے۔ تخلیقی صلاحیت رکھنے والے ذہنوں نے "ریت کا دیوتا" کی کہانی

اپنے طور پر ترتیب دے ڈالی ہو گی... مثلاً ایک پر اسرار قبیلہ.... جو ایک ایسے دیوتا کی پوجا کرتا تھا جو ریت کا دیوتا کہلاتا تھا.... کوئی نامعقول اس دیوتا کا ایک کان کاٹ کر فرار ہو گیا.... اب اس قبیلے کے کچھ افراد اس کی تلاش میں نکلتے ہیں.... اور پر اسرار واقعات کا ظہور ہونے لگتا ہے...! دراصل وہ کان نہیں تھا.... بلکہ ایک چھوٹی سی سب میرین.... یعنی سب میرین کا موڈل جس کا نقزہ ڈھائی ہزار سال پہلے ایک حجام نے بنایا تھا ....

اگر میری کہانی کا پلاٹ اس سے مطابقت نہیں رکھتا تو مجھے لکھ بھیجیں گے کہ ناول نہایت ”پھُس پھُسا“ رہا..... آخر آپ کے قلم کو زنگ کیوں لگتا جا رہا ہے.... میں صبر کر لوں گا اور منتظر رہوں گا کہ کچھ دن گذرنے کے بعد یہ ناول دوبارہ پڑھا جائے ....

میرے ساتھ زیادہ تر یہی ہوتا ہے.... آپ کو میری کتاب ”پاگلوں کی انجمن“ بھی یاد ہو گی۔ اب اُس کے سلسلے میں خطوط آ رہے ہیں کہ کیا کتاب لکھ دی تھی آپ نے.... لیکن جب پہلے پہل شائع ہوئی تھی تو زیادہ تر دل توڑنے والی باتیں سننے میں آئی تھیں ....

اور زیادہ کیا عرض کروں ....

والسلام

ابن صفی

۲۴ / جون ۱۹۷۲ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۱۱۴، سانپوں کا مسیحا)

"سانپوں کا مسیحا" حاضر ہے۔ بہت دنوں کے بعد فریدی، حمید اور قاسم سے آپ کی ملاقات ہو رہی ہے۔ انور کی بھی ایک جھلک دیکھ لیجیے اور شکائت کیجیے کہ فریدی بھی محض ایک جھلک بن کر رہ گیا ہے۔ اور پھر یہ کہیے کہ کہانی مزید پھیلاؤ چاہتی ہے اور میں عرض کروں کہ کاغذ...؟

چلیے نہیں روتا کاغذ کا رونا... لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ اس وقت جب میں یہ سطور لکھ رہا ہوں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ کتاب کے لیے کاغذ فراہم بھی کر سکوں گا یا نہیں۔ یا پھر فراہم شدہ کاغذ کی قیمت کا قیمہ کرتی ہے یا...؟ خیر جانے دیجیے۔ اللہ مالک ہے۔ یہ کتاب تو بہر حال اسی قیمت پر آپ تک پہونچے گی ....

ایک صاحب رقم طراز ہیں کہ آپ خود ہی نیوز پرنٹ کا ایک کارخانہ کیوں نہیں قائم کر دیتے...؟ تجویز معقول ہے۔ لیکن دشواری یہ ہے کہ آج کل افیون پرمٹ کے بغیر نہیں ملتی ورنہ ضرور قائم کر دیتا۔ بس چھ ماشے کافی ہوتی۔

ایک صاحب نے کویت سے لکھا تھا کہ پاکستان میں بہت سا کاغذ پرائمری اسکولوں کے ذریعے ضائع کرا دیا جاتا ہے۔ اگر ابتدائی تعلیم کے لیے کاغذ کی بجائے سلیٹ اور بتّی سے کام چلایا جائے تو کاغذ کی کتنی بچت ہو گی

یہ تجویز بھی معقول ہے۔ لیکن اس میں بھی ایک دشواری ہے اگر قوم کے بچّے سلیٹ اور بتّی کے عادی ہو گئے تو پھر یونیورسٹی پہونچ کر بھی سلیٹ اور بتّی ہی پر مصر رہیں گے کہ نہایت وضع دار بچّے ہیں......ماشاءاللہ

بہر حال ان صاحب نے کاغذ کی بچت کے سلسلے میں جو شماریاتی نقشہ بھیجا تھا اُس کے متحمل یہ دو صفحات نہ ہو سکیں گے ورنہ اُسے بھی پیش کر دیتا۔

اُف فوہ... کہا تھا کہ کاغذ کی بات نہیں ہو گی لیکن پھر وہی کاغذ.... ابتدا کاغذ اور انتہا کاغذ کہ کرنسی کے نوٹ بھی کاغذ ہی پر چھپتے ہیں۔ اور اسی کاغذ کی وجہ سے کاغذ کے دام چڑھتے چلے جا رہے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ کاغذ جیبوں میں پہونچے اور پبلشرز کاغذ کی ناؤ پر سوار اس جہاز کی تلاش میں سر گرداں ہیں جو کسی دوسرے ملک سے سستا کاغذ لانے والا ہے۔ اپنے ملک میں بننے والا

کاغذ تو کم قیمت کتابیں چھاپنے والے پبلشرز کی قوت خرید سے باہر ہو چکا ہے اور کیوں نہ ہو جائے جبکہ وہ جواہرات اور ریشم کی لگدی سے تیار کیا جاتا ہے....

ابن صفی

۱۹؍ فروری ۱۹۷۳ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۱۱۵، ٹھنڈا جہنم)

یہ کتاب آدھی لکھی جاچکی تھی کہ بخار کا حملہ ہوا اور اسی بخار کے عالم میں ریڈیو پر کسی ڈاکٹر صاحب کی تقریر سنی جو کہہ رہے تھے کہ ایک سگریٹ میں اتنا نکوٹین ہوتا ہے جو ایک چوہے کی زندگی ختم کرنے کے لیے کافی ہوتا ہے.... سخت افسوس ہوا اپنی نامعقولیت پر کہ روزانہ پچاس پچاس چوہے اپنے اندر مار ڈالتا ہوں لہٰذا سگریٹ نوشی ترک کر دینی چاہیے.... اس سے قبل ایک ذمہ آدمی کا یہ قول بھی نظر سے گزر چکا تھا کہ لوگ زیادہ قیمت ادا کر سکتے ہیں اس لیے گرانی بڑھتی ہے...! میں نے تہیہ کر لیا چونکہ سگریٹ اس قیمت سے زائد پر فروخت ہو رہے ہیں جو پیکٹوں پر درج ہوتی ہے اس لیے مجھے سگریٹ نوشی ترک کر دینی چاہیے.... بھلا چوہوں کے مرنے جینے کی کون پرواہ کرتا ہے وہ تو جملۂ معترضہ تھا۔

لیکن میں کاغذ ہر قیمت پر خریدوں گا۔ کیونکہ میری روٹی، کپڑا اور مکان کاغذ ہی سے وابستہ ہے....! ویسے کہنے کو تو یہ بھی کہا سکتا ہے کہ اگر مکینیکل کاغذ مہنگا ہے تو سستی کتابیں کرنسی والے کاغذ پر کیوں نہیں چھاپی جاتیں وہ تو ملک میں بہ افراط موجود ہے! روٹی نصیب نہ ہو تو کیک کھا لینے میں کیا قباحت ہے !...

لاحول ولا قوۃ پھر میں نے آپ کو کاغذ کے مسئلے پر بور کیا۔ کہہ رہا تھا کہ سگریٹ ترک کر دینے کے بعد دوبارہ حواس بجا ہونے میں بھی کچھ وقت لگا تھا۔ اس لیے کتاب پھر تاخیر ہی سے آپ تک پہونچ رہی ہے۔

اگر کبھی آپ کو سالہا سال پرانی سگریٹ نوشی کی عادت ترک کرنے کا اتفاق ہوا ہو تو آپ میری ذہنی کیفیت کا اندازہ بخوبی کر سکیں گے۔ بہر حال خدا کا شکر ہے اب اس ذہنی انتشار کے دور سے گزر چکا ہوں۔ ان شاء اللہ آئندہ کتاب کے لیے آپ کو معمول سے زیادہ انتظار نہ کرنا پڑے گا!....

اورہاں آپ بھی سگریٹ ترک کر دیجیے۔ اس کی بجائے پان کھایئے، نسوار سے شوق فرمایئے، حقہ پیجیئے کہ یہ اپنے "قومی نشے" ہیں....

والسلام

ابن صفی

۲۹/ جون ۱۹۷۳ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۱۱۶، عظیم حماقت)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ.... مبارک باد قبول فرمایئے۔ لیکن آپ نے تو -/۵۰ روپے مہنگائی الاؤنس کی رسید تک نہ دی۔ جب تنخواہ میں -/۳۵ کا اضافہ ہوا تھا تو آپ نے ایک چونی مجھے بھی عنایت فرمائی تھی۔ اب -/۵۰ روپے کے اضافے پر بھی صرف چونی ہی کا سوال ہے۔ یہ اضافہ دوسروں نے تو اسی وقت کر دیا تھا جب اچانک کاغذ کی قیمت میں فی ٹن سو روپے اضافہ ہوا تھا لیکن میں اسی نیک گھڑی کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا کہ شائد آپ کی تنخواہوں میں کچھ اضافہ ہو جائے۔ سو اللہ پاک نے میری آرزو پوری کی (،اگر میری کتابیں نہ پڑھتے ہوتے تو آپ کی تنخواہوں میں ہرگز اضافہ نہ ہوتا) بہر حال....! عظیم حماقت تو آپ ایک سو پچھتر پیسے ہی میں پڑھ لیجیے۔ لیکن اگلا ناول دو سو پیسے میں پڑھیے گا۔ اللہ نے چاہا تو آپ کی تنخواہوں میں مزید اضافہ ہو گا۔ بس میرے ناول پابندی سے پڑھتے رہیے۔ (پروفیسروں کی تنخواہیں اس لیے بہت زیادہ ہو گئی ہیں کہ میرا ہر ناول کئی کئی بار پڑھتے ہیں)

دھماکے کے سلسلے میں آپ کا استفسار بہت پڑھ گیا ہے۔ کیا عرض کروں ہر فلم کے لیے کہانی اور میوزک ضروری ہیں۔ میوزک نام ہے سُر اور تال کا لیکن دھماکے کا سابقہ زیادہ تر "ہڑتال" سے پڑتا رہا ہے۔ چاہے وہ قومی پیمانے پر رہی ہو یا اسٹوڈیوز کی حد تک.... بحرحال توقع ہے کہ آپ اگست میں دھماکہ دیکھ سکیں گے ....

عظیم حماقت حاضر ہے... ملاحظہ فرمایئے ....

ابن صفی

یکم جولائی ۱۹۷۴ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۱۱۷، زہریلا سیارہ)

یادش بخیر "عظیم حماقت" کے بعد پھر کوئی حماقت نہیں ہوئی تھی۔ لیکن پڑھنے والے چونکہ اس ہیچمداں کی حماقتوں کے اس حد تک عادی ہو گئے ہیں کہ جب تک پھر کوئی حماقت سرزد نہ کروادیں چین سے نہیں بیٹھتے۔ سو حضرات یہ حماقت بھی ملاحظہ فرمائیے کہ نام نامی اِس کا "زہریلا سیارہ" ہے۔ اس میں وہ کردار بھی موجود ہے جس کی واپسی کا تقاضا برسوں سے ہو رہا تھا۔ اس نئے روپ میں اسے دیکھ کر آپ یقیناً محظوظ ہوں گے.... "معصوم درندہ" کی پسندیدگی کا بہت بہت شکریہ!

ایک صاحب نے پوچھا ہے کہ اس بار عید الاضحیٰ کے موقع پر آپ نے جو بکرا بچایا تھا ابھی تک چل رہا ہے یا ختم ہو گیا۔

بھائی بکرے کی بساط ہی کیا۔ کتنے دن چلتا۔ البتہ اونٹ ہوتا تو بات بھی تھی۔ ویسے اس بار بکروں سے زیادہ سستے اونٹ ہی تھے.... اگلے سال سہی۔

ایک صاحب پوچھتے ہیں کہ آپ جاسوسی ناولوں میں رومانس کیوں ٹھونس دیتے ہیں.... گزارش ہے کہ مجھے تو علم نہیں کہ میرے ناولوں میں رومان کے علاوہ بھی ہوتا ہے۔ البتہ اگر آپ نے رومانیت کو بطور علمی اصطلاح استعمال کیا ہے تو یقین کیجیے کہ میرے ناولوں میں رومان کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔ اور اگر آپ کی مراد فارمولا فلموں والے رومان سے ہے تو میری کتابیں پھر پڑھیے۔ ایسا کوئی مرض آپ ان میں نہیں پائیں گے۔

ابھی پچھلے ہی دنوں ایک بچی نے کہا۔ "انکل آپ کی فلم دھماکہ بالکل بکواس تھی۔" میں بوکھلا کر پوچھا۔ "کیوں بے بی۔" کہنے لگی "شادی تو ہوئی ہی نہیں۔ میں تو بہت بور ہوئی۔" میں نے کہا اچھا بے بی آئندہ تمہیں بور نہیں ہونا پڑے گا۔ یا شادی ہو گی یا دونوں مر جائیں گے ....

سب سے زیادہ دلچسپ فرمائش ایک صاحبہ کی ہے جنھوں نے لکھا ہے کہ میں ایک ناول خالص عشقیہ قسم کا لکھوں۔ میرے بس سے باہر ہے۔ معافی چاہتا ہوں۔ ورنہ آپ ہی بعد میں کہہ اٹھیں گی کہ

میں نے پیروڈی کے لیے تو نہیں لکھا تھا۔

البتہ ایک صاحب کی فرمائش زیر غور ہے کہ "شکرال" والی کہانی کو مکمل کر کے مجلد اور ضخیم ناول کی شکل میں شائع کرواؤں خواہ قیمت بیس روپے ہی کیوں نہ ہو۔ میں خود بھی چاہتا ہوں کہ شکرال کی کہانی کسی طرح مکمل ہو جائے۔ خدا کرے پھر اس قسم کی ذہنی فضا میسر آ جائے جس کے تحت وہ کہانی شروع کی گئی تھی تاکہ پیوند نہ معلوم ہو ...

عرصہ ہوا کچھ پڑھنے والوں نے لکھا تھا کہ میں اپنے طنزیہ مزاحیہ افسانوں اور مضامین کا مجموعہ بھی چھاپوں.... میں تو نہیں چھاپ رہا ہوں البتہ حلقۂ احباب ادب کو چھاپنے کی اجازت دے دی ہے۔ وہ عنقریب اس مجموعے کو "ڈپلومیٹ مرغ" کے نام سے شائع کر رہے ہیں۔ لہٰذا اس کے لیے براہ راست حلقۂ احباب ادب ۲/۸ (اے نمبر ۵) ناظم آباد کراچی نمبر ۱۸ سے خط و کتابت کیجیے۔

اگر شامت اعمال سے خود چھاپ لیتا تو پڑھنے والے پوچھتے کہ ان میں فریدی حمید کیوں شامل نہیں ہیں۔ عمران اور ایکسٹو کی ٹیم کا کیا قصور تھا وغیرہ وغیرہ۔ اب اور کیا عرض کروں۔ "زہریلا سیارہ" پڑھیے اور مجھے مطلع فرمائیے کہ کیسا رہا....

والسلام

ابن صفی

یکم فروری ۱۹۷۰ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۱۱۸، نیلم کی واپسی)

"نیلم کی واپسی" تاخیر سے آپ تک پہنچ رہی ہے!.... وجہ وہی پُرانی.... تبخیر معدہ....! دو چار صفحے لکھے اور تین چار دن تک پھر غائب۔ ذہن پراگندہ ہو تو لکھائی کیسے ممکن! ....

بہرحال کہانی حاضر ہے.... انتہائی کوشش کی گئی ہے کہ فریدی کے شایانِ شان ثابت ہو۔ لیکن پچھلی پچھلی کہانیوں کی ڈگر سے ہٹی ضرور ہے ....

اب اگر آپ پوچھنے بیٹھ گئے کہ حمید نے زیادہ ہنسایا کیوں نہیں۔ یا قاسم کا رول اتنا مختصر سا کیوں رہا تو میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔ کہانی غور سے پڑھیے اور سوچئے کہ اس انداز کا سسپنس "فالتو" باتیں برداشت کرنے کی تاب لا سکتا یا نہیں ....

اس بار بھی جواب طلب خطوط کا انبار سامنے ہے.... لوگ اس پر برہم ہیں کہ سلیمان کی شادی کرا دی گئی ہے! بھائی اگر مالک نالائق ہے تو اس میں ملازم کا کیا قصور آخر اس کے سہرے کے پھول کیوں نہ کھلیں۔ کم از کم ملازم ہی کی مٹی پلید ہونے سے بچا لیجیے شادی نہ کرنا کوئی اچھی بات تو ہے نہیں.... خود اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر ٹھنڈے دماغ سے سوچئے کیا آپ سالوں اور سالیوں سے محروم رہنا پسند کریں گے!....

کچھ افراد اس پر مصر ہیں کہ جوزف کی بھی شادی کرائیے۔ عمران کی نہ سہی ایکسٹو کی ٹیم کے سارے افراد کی شادیاں ہونی چاہئیں....!

ارے کیا میں نے ٹھیکہ لے رکھا ہے شادیاں کرانے کا؟.... آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں.... اور پھر آپ کو کیا پتا کہ ان حضرات کی شادیاں ہو چکی ہیں یا نہیں... اس نوعیت کے سرکاری ملازمین بال بچوں کو ساتھ نہیں رکھا کرتے.... پھر مجھے کیا پڑی ہے کہ ان کے لواحقین کا بھی تذکرہ کروں....!

ایک صاحبہ ہر خط میں اپنی بہن کا رونا رویا کرتی ہیں کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت مناسب طور پر نہیں کر رہیں۔ بچوں سے اس طرح لڑتی جھگڑتی ہیں جیسے وہ ان کے برابر کے ہوں۔ شوہر سے چولہا ہانڈی

کراتی ہیں....

بہت اچھا کرتی ہیں محترمہ.... آج کل کے بچوں سے اگر برابری کا برتاؤ نہ کیا جائے تو ان کے دل ٹوٹ جاتے ہیں۔ ان کی شخصیتوں میں جھول پڑ جاتے ہیں۔ شوہر سے تو ایسا ہی برتاؤ ہونا چاہیے۔ بچے نہیں جن سکتا تو کیا اب چولہا ہانڈی بھی نہ کرے۔ آپ کا دل کیوں دکھتا ہے۔ شاید ابھی آپ کا سابقہ شوہر جیسی "بدذات" چیز سے نہیں پڑا۔!

لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ آپ اپنی بہن کی شکایت مجھ سے کیوں کیا کرتی ہیں.... ویسے اگر آپ اپنے بہنوئی اور ان کی والدہ کا نام لکھ بھیجیں تو ایسا تعویز بھیجوا سکتا ہوں کہ وہ چولہے ہانڈی کے ساتھ ہی جھاڑو برتن بھی کرنے لگیں گے۔

عجیب بات ہے کہ آپ اپنی بہن کو "سُکھ" میں نہیں دیکھنا چاہتیں۔

ابن صفی

۱۷/ جنوری ۱۹۷۶ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۱۱۹، موروثی ہوس)

"جونک اور ناگن" کی پسندیدگی کا شکریہ! کچھ پڑھنے والوں کو انجام پسند نہیں آیا۔ لیکن اگر وہ "انجام" ہوتا تو ضرور پسند آتا۔ اصل کہانی ے وابھی شروع ہی نہیں ہوئی۔ ویسے آپ کو چپکے سے اطلاع دے رہا ہوں کہ ان تین کتابوں کو عمران سیریز کے آئرن جوبلی نمبر کا کہنا یش خیمہ سمجھئے...!

"موروثی ہوس" ملاحظہ فرمایئے۔ قاسم سے ملیے۔ اس بار اُنھوں نے بھی کسی قدر ہاتھ پیر ہلائے ہیں! بس کسی طرح کھوپڑی ہر جمی ہوئی برف پگھلنی چاہیے! اس کے لیے ضروری ہے کہ اُنھیں کسی بات پر شدت سے غصہ آجائے..... ایک بات اور واضح کر دوں (پہلے بھی مطلع کر چکا ہوں) تا کہ نئے پڑھنے والے بھی آگاہ ہو جائیں۔ قاسم صاحب مستقل طور پر "ک" کو "ق" یا "گ" کو "غ" نہیں بولتے۔ نس کبھی "قاعدے" سے بولتے ہیں اور کبھی "کائدے" سے۔ اُن کی ذہنی رو زبان کی حرکات پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ یہ وضاحت اس لیے بھی ضروری تھی کہ بعض کاتب حضرات اِسے میرے قلم کی بھول چوک سمجھ کر اصلاح فرماتے چلے جاتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قاسم صاحب کے بعض جملے پڑھنے والوں کی سمجھ میں نہیں آتے۔ اگر خود میں نے کاپیاں چیک کیں تو بات بن جاتی ہے ورنہ قاسم صاحب کے "اصلاح شدہ" مکالمے جوں کے توں چھپ جاتے ہیں۔!

میں پہلے ہی آپ کو یہ اِطلاع دے چُکا ہوں کہ جاسوسی دنیا کے عام نمبر ایک سو ساٹھ صفحات پر مشتمل ہوں گے۔ اور اُن کی قیمت ۵۰/ ۳ روپے ہوگی۔ اگر کبھی خاص نمبر پیش کر سکا تو اس کی قیمت -/۵ روپے ہوگی اور صفحات دوصد سے زائد ہوں گے...!

اِس بار ایک دلچسپ خط ہاتھ آیا ہے۔ ایک پڑھنے والے کو شکایت ہے کہ حمید، فریدی اور عمران انہیں جیتی جاگتی دینا کے افراد نہیں معلوم ہوتے! کیونکہ نہ کبھی اُن کے سَر پھٹتے ہیں اور نہ کبھی گولیوں سے زخمی ہوتے ہیں۔ وہ سوال کرتے ہیں کیا یہ غیر فطری اَمر نہیں ہے!... ہوگا بھائی! اگر میں اُنھیں زخمی کر کے پلنگ پر ڈال دوں تو بقیہ کہانی کا صِرف "ہائے ہائے" بن کر رہ جانا بھی فطری امر ہو گا !....

انگریزی کے بعض ناول نگاروں ہی کی ہمت ہے کہ پہلے ہی باب میں ہیرو (جاسوس) کی پسلی کی تین ہڈیاں تڑوادیں۔ کالر بون میں کریک ڈال دیا اور اس کے باوجود اُس نے پُورے ناول میں وہ دھماچوکڑی مچائی کہ مصنف کو بھی دانتوں پسینہ آ گیا۔ اور بعد میں بیٹھا سوچ رہا ہے کہ اس کی تو تین ہڈیاں ٹوٹی ہوئی تھیں اب کیا کیا جائے... اور آخر میں وہی کہ "سب چلتا ہے.... " ہیرو بھی چلا اور مصنف بھی کہ BESTSELLER قرار پایا۔

آخر میں خود کو آزمائش میں کیوں ڈالوں.... لیکن چلیے! اِس بار آپ کی خواہش بھی پوری کر دی ہے۔ شروع سے ہی میں حمید صاحب کا سر پھاڑ دیا ہے کہ سر کا زخم بھاگ دوڑ میں اتنا زیادہ مخل نہیں ہوتا جتنی کہ پسلی کی ٹوٹی ہوئی ہڈیاں.... ایسا آدمی تو بسا اوقات سیدھا کھڑا بھی نہیں ہو سکتا اور کالر بون کا کریک ہاتھ کی جنبش تک میں مانع ہوتا ہے ....

آخر میں اُن تمام احباب کا شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے عید کارڈ بھیجے۔ یا بذریعہ تار تبریکِ عید مجھ تک پہونچائی !....

والسلام

ابن صفی

۱۷ر اکتوبر ۱۹۷۴ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۱۲۰، دہشت گر)

عرصۂ دراز کے بعد فریدی، حمید اور قاسم سے ملیے.... لیکن قبل اس کے کہ آپ کہانی سے لطف اندوز ہوں۔ آپ کو تھوڑا سا بور بھی کروں گا۔ یعنی پھر وہی کاغذ... کتاب کی قیمت بڑھانے کے بعد سے اب تک کاغذ کی قیمت میں قریباً پچیس فی صد اضافہ ہو گیا ہے۔ میں نے قیمت صفحات میں اضافے کے ساتھ بڑھائی تھی لیکن اب سوچ رہا ہوں کہ بات کیسے بنے...! قیمت میں مزید اضافہ نہیں کرنا چاہتا۔ لہٰذا آپ ہی کوئی حل تلاش کیجیے! آپ کے جواب کا منتظر رہوں گا۔ لیکن خدارا قیمت بڑھانے کو نہ کہیے گا۔ کوئی اور حل۔ جو اِس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ صفحات پھر کم کیے جائیں۔ قلم کو باریک کرایا جائے اور بائیس کی بجائے تیئیس سطریں لکھوائی جائیں اور مواد اُتنا ہی رہے جتنا اضافے کے صفحات سمیت دے رہا ہوں۔ میرے خیال میں اس میں کوئی قباحت نہ ہو گی۔ آپ کی کیا رائے ہے۔ فوراً مطلع کیجیے!

ایک صاحب نے لکھا ہے کہ آپ انگلش میں بھی لکھنا شروع کر دیجیے اس طرح آپ کی اقتصادی حالت بھی مغربی ہی ملکوں کے مصنفوں کی سی ہو جائے گی۔ انگریزی میں ساری دنیا کا مارکیٹ آپ کو ملے گا۔ اگر باہر ہی کا کوئی پبلشر بھی مل گیا تو اتنی رائلٹی ملے گی کہ آپ بھی ارل اسٹینلے گارڈنر کی طرح اپنا ہوائی جہاز رکھ سکیں گے۔

بھیا! ہوائی جہاز رکھ تو سکوں گا لیکن اُس پر بیٹھے گا کون؟... تھان پر بندھا ہنہنایا کرے گا یا زیادہ سے زیادہ یہ ہو گا کہ اس پر بھی "ابن صفی کا جہاز" لکھوالوں گا اور دیکھ دیکھ کر خوش ہو لیا کروں گا ....

بھائی محض ہوائی جہاز کے ڈر سے آج تک فرانس نہیں جا سکا۔ (نہ جانے کیوں فرانس جانے کو اتنا دل چاہتا ہے)

مجھے آپ ابن صفی سابق لالو کھیت والا اور حال مقیم ناظم آباد ہی رہنے دیجیے! اسی میں میری بہتری ہے اور آپ بھی ہر ماہ میری کتاب پڑھتے رہیں گے۔ ورنہ اگر ہوائی جہاز کے ڈر سے لکھنا ہی چھوٹ گیا تو کیا ہو گا ...

میری جیسی بھی اقتصادی حالت ہے اس پر رب العزت کا احسان مند ہوں! مگن ہوں... دولت کی ریل پیل ذہنی سکون کی دشمن ہوتی ہے آدمی مشین بن کر رہ جاتا ہے۔ میرے لیے بس اتنا ہی کافی ہے کہ میری ضروریات پوری ہوتی رہیں اور مجھے آپ سے قرض نہ لینا پڑے۔ میں اسے سب سے بڑی دولت مندی سمجھتا ہوں کہ جب میں سونے کے لیے لیٹوں تو فوراً نیند آجائے۔

ایک صاحب نے پوچھا ہے۔ آخر یہ زیرولینڈ ہے کہاں؟... کب پتہ چلے گا اس کا!؟

عرض ہے کہ ابھی میں بھی تلاش ہی ہوں۔ مجھے نہیں مل سکا! اس کے مختلف یونٹوں میں بھٹکتا پھر رہا ہوں۔ مرکز تک پہنچ نہیں ہو سکی۔ جب بھی پہنچ سکا آپ کو مطلع کر دوں گا۔ آگے چل کر سوال کیا ہے کہ عمران، فریدی اور حمید کی عمریں کیا ہیں؟ بھائی! خواتین کی طرح یہ حضرات بھی اپنی اصل عمر ظاہر کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ یہ آپ پر منحصر ہے جس عمر کا چاہے تعین کر لیں۔ انہیں کوئی اعتراض نہ ہو گا ....

والسلام

ابن صفی

۳ر ستمبر ۱۹۷۷ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۱۲۱، شکاری پرچھائیاں)

آپ کی یہ خواہش پوری کی جارہی ہے کہ جاسوسی دنیا کا بھی ایک مہماتی سائنس فکشن پیش کیا جائے۔ لہٰذا اس طویل کہانی کا پیش خیمہ "شکاری پرچھائیاں" کے نام سے ملاحظہ فرمایئے۔ فی الحال اس کی طوالت کے بارے میں کچھ بھی عرض نہیں کرتا۔ ویسے کوشش یہی ہو گی کہ اس سلسلے کی ہر کڑی دلچسپ سے دلچسپ تر ہو۔ "شکاری پرچھائیاں" سے متعلق اپنی رائے ضرور لکھیے گا۔

اس بار میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ پیشرس میں اور کیا لکھوں۔ کوئی ایسا خط بھی پیش نظر نہیں ہے... لیکن ٹھہریئے۔! ہے ایک خط... نوعیت کے اعتبار سے دلچسپ بھی ہے... آخر میرے پاس اُن حضرات کے خطوط بھی تو آتے ہیں۔ جنہوں نے میری کتابوں کی ایجنسیاں لے رکھی ہیں۔ ایسے ہی ایک صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"جناب عالی! آخر آپ اپنی کتابوں کی قیمت پیسوں میں کیوں لکھواتے ہیں کیا قیمت تین روپے نہیں لکھی جاسکتی۔ آخر "تین سو پیسے" لکھوانے میں کیا حکمت پوشیدہ ہے۔ آپ نہیں جانتے کہ اسکول کے لڑکے مجھے اس سلسلے میں کتنا پریشان کرتے ہیں۔ لے آتے ہیں پورے تین سو پیسے اور میں بیٹھا گنا کروں۔ کچھ کہو تو کہتے ہیں کہ ہم ابن صفی کا کہنا مانیں یا تمہارا۔ قیمت روپوں میں لکھی جائے گی تو روپے ہی لائیں گے۔! لہٰذا میرے حال پر کرم کیجیے اور قیمت روپوں میں لکھوایئے۔"

محترم اس میں اس کے علاوہ اور کوئی حکمت پوشیدہ نہیں کہ اپنی کتاب سیکڑوں میں دیکھ کر بے حد خوش ہوتا ہوں۔ لیکن آپ مجھ سے یہ خوشی بھی چھین لینا چاہتے ہیں۔ خیر آئندہ خیال رکھا جائے گا۔

آخر میں تمام پڑھنے والوں سے گزارش ہے کہ صفحات میں کمی دیکھ کر ہرگز یہ نہ سمجھئے گا کہ مسودہ میں کوئی کمی ہوئی ہے۔ اتنے صفحات میں اُسی قدر مسودہ کھپانے کی کوشش کی گئی ہے۔ جتنا ایک سو اٹھائیس صفحات میں آتا ہے۔ یہ اس لیے کیا ہے کہ کتاب کی قیمت مقرر کی تھی اُس وقت سے اب تک کاغذ کی قیمت میں بیس فی صد اضافہ ہوا ہے۔ اخباری کاغذ سے متعلق حکومت کی نئی پالیسی کا اعلان ہوتے ہی ایسا محسوس ہوا تھا کہ کاغذ کی قیمتیں گریں گی۔ لیکن نہ جانے کیوں اس کا اُلٹ ہو گیا ہے! بہر حال جیسے ہی قیمتیں معمول پر آئیں صفحات بڑھا دیئے جائیں گے۔ مطمئن رہیے اور دعا کیجیے کہ اب قیمت نہ بڑھانی پڑے۔ آمین

ابن صفی

۲۵ / جنوری ۱۹۷۸ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۱۲۲، پرچھائیوں کے حملے)

"شکاری پرچھائیاں" کے بعد "پرچھائیوں کے حملے" حاضر ہے۔ پچھلی کتاب کی پسندیدگی کا شکریہ۔ یہ سلسلہ طول پکڑتا نظر آرہا ہے جیسا کہ آپ خود دیکھیں گے۔ زیر نظر کتاب میں وہ سب کچھ نہیں سمیٹا جاسکا جو آپ اس کے اشتہار میں دیکھ چکے ہیں۔ لٰہذا بقیہ معاملات اگلی کتاب میں ملاحظہ فرمایئے گا۔ خصوصیت سے حمید کے "وحشیانہ" رقص کا انتظار ہوگا۔ ابھی تو وہ بے چارہ اونگھ رہا ہے۔ خود اسے بھی کچھ کر گزرنے کا موقع نہیں مل سکا ہے.... غرضیکہ کہانی ابھی بن رہی ہے۔ اور کچھ دشواریاں آپ کے مشاورتی خطوط بھی پیدا کر رہے ہیں۔ کہانی میں یہ ہونا چاہیے۔ وہ نہ ہونا چاہیے۔ یا اس سے یہ کام لیا جائے اور اس سے وہ کام نہ لیا جائے وغیرہ وغیرہ۔ بہر حال اس "استرے کی دھار" پر سے گزرنا ہی ہے۔ دیکھیے! قطرے کے گہر ہونے تک بے چارے مصنف پر کیا گزرتی ہے۔

اس بار ایک صاحبزادے کے خط نے بڑی الجھن میں مبتلا کر دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"ایک بات کی طرف توجہ دلاؤں گا کہ آپ نے اپنے ہر ناول کے سرورق پر عورت کی تصویر کیوں چھاپ دیتے ہیں۔ دیکھیے ناہمارے بزرگ سرورق کی تصویر کی وجہ سے ہمیں آپ کے ناول نہیں پڑھنے دیتے۔ ان کے خیال میں جس ناول کا سرورق ایسا ہو وہ اندر سے کیسا ہوگا۔

(میری عمر ۱۶ سال ہے)"

یہی، میری سب سے بڑی دشواری ہے کہ آپ کی عمر سولہ سال ہے۔ لیکن خدارا آپ بزرگ ہو جانے کے بعد اپنے بچوں پر ایسی پابندیاں نہ لگایئے گا۔ سرورق پر عورت ہی تو ہوتی ہے۔ شیطان الرجیم تو نہیں ہوتا۔ اور میری کے سراوراق کی عورت کسی ناشائستہ پوز میں بھی نہیں ہوتی۔ ویسے یہ بات اپنے ذہن میں اچھی طرح جما لیجیے کہ یہ سارے بزرگ کسی عورت ہی کی وجہ سے درجۂ بزرگی پر فائز ہوئے ہیں۔ باوا آدم کی طرح براہ راست دستِ قدرت کی کاوشوں کا نتیجہ نہیں ہیں۔ عورت اور مرد کے علاوہ دنیا میں اور رکھا ہی کیا ہے۔ بس مرد ذرا صورت حرام ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی تصویر کیا چھاپی

جائے.... اگر آپ کے بزرگ یہ چاہتے ہیں کہ آپ قصے کہانیوں کی کتابیں نہ پڑھیں تو آپ کو اُن کی اِس خواہش کا احترام کرنا چاہیے۔ پچیس تیس سال کے ہو جانے کے بعد پڑھ لیجیے گا۔ یا پھر خود بزرگ ہو جانے کا انتظار کیجیے۔ کیونکہ بہتیرے بزرگ بچوں سے چھپا کر میری کتابیں پڑھتے ہیں... لیکن ایسے بزرگوں کی بھی کمی نہیں ہے جو اپنے بچوں کے لیے صرف میری کتابیں خریدتے ہیں۔ قصہ دراصل یہ ہے کہ بعض بزرگ بچوں کو کہانیاں اس لیے نہیں پڑھنے دیتے کہ ان کا دل کورس کی کتابوں میں نہیں لگے گا... ورنہ میری کتابیں تو بچوں، نوجوانوں اور بوڑھوں کے لیے یکساں "مفید" سمجھی جاتی ہیں۔ یقین نہ آئے تو کسی ڈاکٹر سے پوچھ لیجیے گا۔ خواہ وہ "ادب" کا ڈاکٹر ہو خواہ "ادویات" کا۔

ویسے میاں آپ کا شکریہ کہ آپ کی وجہ سے "پیشرس" بھی میں نے بہ آسانی لکھ لیا۔ میرے لیے یہی دو صفحات بڑے دشوار ہوتے ہیں۔

والسلام

ابن صفی

۲۶ ر فروری ۱۹۷۸ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۱۲۳، سایوں کا ٹکراؤ)

عمران پسند مجھ سے خفا ہیں کہ آخر فریدی کے سلسلہ وار ناول کیوں شروع کر دیئے گئے۔ دیکھیے آخر فریدی پسندوں کا بھی کچھ حق ہے مجھ پر۔ اُن کی فرمائش کی تکمیل کون کرے گا۔ "سایوں کا ٹکراؤ۔" ملاحظہ فرمایئے اور ان شاء اللہ اگلے ناول (خاص نمبر) میں اس کہانی کا اختتام ہو جائے گا۔ اور پھر عمران سے بھی مل سکیں گے۔ جاسوسی دنیا کا یہ سلسلہ میری توقعات سے بڑھ کر پسند کیا جا رہا ہے۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ کتابیں کسی قدر دیر سے شائع ہو رہی ہیں جس کی وجہ... اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ میرا قلم ہی تیزی سے نہ چل رہا ہو.... آج کل لکھنے کے معاملے میں موڈ کا پابند ہو کر رہ گیا ہوں۔ پہلے مشین کی طرح چلتا رہتا تھا۔ اب بھی چلتا ہوں اگر آسمان پر بادل نہ ہوں۔ بادل آئے اور میں گھٹن کا شکار ہوا۔ کراچی کے بادل کم از کم میرے لیے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ موڈ بے حد خراب کر دیتے ہیں۔ کیونکہ کراچی کے بادلوں کا حملہ براہ راست معدے پر ہوتا ہے۔ یہ لاہور کے بادلوں سے مختلف ہیں جو دل میں گدگدیاں پیدا کرتے ہیں۔ لاہور کے بادل اس لیے یاد آئے کہ کتاب لیٹ ہونے پر میری زیادہ تر خبر لاہور ہی والے لیتے ہیں۔

بہر حال سایوں کا ٹکراؤ ملاحظہ فرمایئے اور مطمئن رہیے کہ خاص نمبر یعنی اس سلسلے کا آخری ناول بے حد زوردار ہو گا لیکن اس وقت جب یہ سطور لکھ رہا ہوں کراچی پر بادل چھائے ہیں۔ دعا کیجیے کہ وعدہ پورا کرنے کے قابل رہ سکوں۔

وقت وقت کی بات ہے۔ کبھی یہی بادل سرخوشی اور سرشاری لایا کرتے تھے اب گیسٹرک ٹربل میں مُبتلا کرتے ہیں۔

آج کل ملک میں بلڈ پریشر کا ہفتہ منایا جا رہا ہے۔ ریڈیو پر روزانہ بلڈ پریشر سے متعلق تقریریں ہوتی ہیں جسے دیکھیے ریڈیو کھولے بیٹھا بڑے انہماک سے سُن رہا ہے اور ان تقریروں کو سن کر مجھے ایسا محسوس ہونے لگا ہے کہ شاید میں بھی کسی قدر ص کا شکار ہوں۔ محترم شفیق الرحمان نے کہیں لکھا تھا کہ

بلڈ پریشر صرف انہیں ہوتا ہے جو یہ جانتے ہیں کہ بلڈ پریشر کیا چیز ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس ہفتے کے اختتام پر کم از کم کراچی کا بچّہ بچّہ بَلڈ پریشر میں مبتلا نظر آئے گا۔ بھائی منانا ہی تو "ہفتۂ حسن" یا "ہفتۂ خوش لباسی" منایا ہوتا۔ ویسے میں کراچی کے وہمیوں کو اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ جہاں دن میں دس بار دس طرح کی ہوائیں چلتی ہوں وہاں خون کی روانی میں اتار چڑھاؤ پیدا ہوتے رہنا کوئی غیر معمولی بات نہیں لہٰذا اس طرح سڑکوں پر اپنی نبضیں ٹٹولتے ہوئے نہ چلیے۔ آپ ویسے بھی بہت کم پیدل چلتے ہیں۔ اس لیے گیسز کے دباؤ میں مبتلا رہتے ہیں۔ گیسٹرکس کا علاج کیجیے۔ خود پر بلڈ پریشر کا ہَوّا سوار کرنے کی ضرورت نہیں۔ صبح اُٹھ کر ہلکی پھلکی ورزش بھی کرلیا کیجیے۔ اللہ اللہ خیر صلّا۔

اتنا لکھ دینے کے بعد سوچ رہا ہوں کہ آخر میں نے یہ کیا شروع کر دیا۔ ابتدا سے انتہا تک آپ کو اپنے موڈ اور وہموں کے بارے میں بور کرتا رہا۔ گویا واقعی میں نے بھی اس "ہفتے" کی تقریروں سے اثر قبول کیا ہے۔

ایک بار پھر عرض کر دوں کہ اس سلسلے میں میرے مخاطب کراچی کے باشندے ہیں۔ جہاں ہر تیسرا آدمی گیسٹرکس کا مریض ہے۔ اس لیے ہر تیسرا آدمی اس وہم میں مبتلا ہو سکتا ہے کہ وہ حقیقتاً بلڈ پریشر کا مریض ہے۔ لہٰذا معدے کو دُرست رکھنے کی کوشش کیجیے آپ
کی نبض معمول کے مطابق چلتی رہے گی۔

لاحول ولا قوۃ۔ پھر وہی!... قلم مانتا ہی نہیں.... اے بلڈ پریشر کے ہفتے!

ابن صفی

۱۹ / اپریل ۱۹۷۸ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۱۲۴، ہمزاد کا مسکن)

جاسوسی دنیا کا خاص نمبر یعنی پرچھائیوں کے سلسلے کا آخری ناول "ہمزاد کا مسکن" پیش خدمت ہے۔ کتاب بہت لیٹ ہو گئی۔ اس سلسلے میں کچھ کہوں گا تو ڈھیروں عتاب نامے نازل ہو جائیں گے۔ کیونکہ میرے پڑھنے والے مجھے بھی فریدی ہی کی طرح کا آئرن مین دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ میں اونگھتا اور چھینکتا بھی ہوں گا۔ بحالت دردِ دنداں بینگن سا منہ بنائے پھرتا ہوں گا یا چوٹ لگنے پر سسکیاں بھی لیتا ہوں گا۔ وغیرہ وغیرہ... لہٰذا کتاب لیٹ ہو جانے کے سلسلے میں کسی قسم کا دُکھڑا لے بیٹھنے کی بجائے صرف اتنا ہی کہنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ اللہ کی مرضی!

اس بار کئی جواب طلب خطوط ہیں جن میں ایک بہت ہی اہم ہے۔ بلکہ اہم ترین کہنا چاہیئے۔ کیونکہ اس کا تعلق ایک اہم ترین قومی مسئلے سے ہے۔ یعنی یہ کرنسی کا مسئلہ ہے ایک صاحب لکھتے ہیں :-

"جناب عالی، ایک بہت ہی اہم مسئلے کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں وہ بھی اس لیے کہ ایک غیر ملکی سیاح سے شرمندگی اُٹھانی پڑی کہنے لگا تم بہت مالدار قوم ہو۔ اتنے مالدار کہ اپنے کرنسی نوٹوں کو ٹوائلٹ پیپر کی طرح استعمال کر کے پھینک دیتے ہو جنہیں حکومت اپنے طور پر چنوا کر بینکوں میں بھجوا دیتی ہے۔ کیا آپ نے کبھی غور فرمایا صفی صاحب کہ ہمارے کرنسی نوٹ کتنے گندے ہوتے ہیں کٹے پھٹے سڑے بُسے کہ جیب میں رکھتے ہوئے گھن آتی ہے۔ آخر ایسا کیوں ہے۔ شاید دُنیا کے کسی مُلک کی کرنسی اتنی گندی نہ ہوتی ہو۔ آخر اس کا شکوہ کس سے کیا جائے کس سے کہیں کہ ہماری یہ شکایت بھی رفع کی جائے۔"

برادرم، کیا عرض کروں۔ ایک کہاوت ہمارے معاشرے میں صدہا سال سے چلی آرہی ہے۔

"روپیہ پیسہ تو ہاتھ کا میل ہے۔"

لہٰذا اس سلسلے میں کچھ نہ کہیے۔ یہ ہمارا قومی مزاج ہے۔ کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ اس کی ذمہ داری نہ حکومت پر ہے اور نہ کسی دوسرے ادارے پر اس کے ذمہ دار سراسر ہم خود ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ نو

قوم کرنسی جیسی نعمت کی حفاظت نہ کر سکے اُس کی لاپرواہیوں کا کیا پوچھنا زندگی کا کوئی بھی شعبہ اس کی لاپرواہیوں کا شکار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

بہر حال پھٹے ہوئے نوٹ اُس وقت سے زیادہ نظر آنے لگے ہیں جب سے "ربر بینڈ سسٹم" رائج ہوا ہے۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ اُن کا پھٹ جانا لازمی ہوتا ہے۔ ہم سے اتنا نہیں ہو سکتا کہ پہلے ربر بینڈ اتاریں پھر جتنے نوٹوں کی ضرورت ہو گڈی سے الگ کر لیں۔ دو تین سیکنڈ کی کاہلی کی بنا پر ایک قومی نقصان کر بیٹھتے ہیں۔ خدا کے لیے ہوش میں آیئے۔ یہی چھوٹی چھوٹی فروگذاشتتیں اکٹھا ہو کر پہاڑ بن جاتی ہیں۔ اور پھر ہم بیٹھے سوچا کرتے ہیں کہ کاش آسمان سے کوئی فرشتہ اُترے اور اس پہاڑ کو ڈھادے۔

والسلام

ابن صفی

۳/ جون ۱۹۷۸ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۱۲۵، صحرائی دیوانہ)

لیجیے۔ کرنل فریدی، کیپٹن حمید اور قاسم سے ملیے۔ خاصے عرصے کے بعد آپ کی یہ خواہش پوری کر رہا ہوں۔ وہ لوگ جو خالص جاسوسی کہانیاں پڑھنا پسند کرتے ہیں۔ ان کے لیے یہ ایک تحفہ ہے۔

"صحرائی دیوانہ" کا اشتہار شائع ہوتے ہی بے شمار خطوط موصول ہوئے جن میں یہی بتایا گیا تھا کہ قیمت پانچ روپے سے زیادہ نہ ہونی چاہیے۔ لیکن کتاب تو پہلے ہی لکھی جا چکی تھی۔ مختلف اوقات مین مین اسے تھوڑا تھوڑا کر کے لکھتا رہا تھا اور میرا اندازہ تھا کہ ضخامت کے اعتبار سے یہ کم از کم بارہ روپے کی ہوگی۔ بہتیرے پڑھنے والوں نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ اگر ضخامت، پانچ روپے کی حدود سے نکل جائے تو پھر اسے دو حصوں میں شائع کیا جائے کیونکہ وہ ایک وقت میں پانچ روپے سے زیادہ کی استطاعت نہیں رکھتے۔ یہ تجویز دل کو لگی۔ اس لیے "صحرائی دیوانہ" کا پہلا حصّہ حاضر ہے۔ دوسرا حصہ اگر اللہ نے چاہا تو جلد ہی پیش کر دیا جائے گا کیونکہ وہ بھی تیّار ہی ہے۔ آپ کو زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔

سسپنس اور سراغرسانی کے داؤ پیچ سے بھرپور کہانی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ان لوگوں کو بے حد پسند آئے گی جو غیر ضروری مار دھاڑ سے کتراتے ہیں اور صرف کہانی کی دلچسپی سے لطف اندوز ہونے کا سلیقہ رکھتے ہیں۔

جنہیں مار دھاڑ سے دلچسپی ہے وہ یہی محسوس کریں گے کہ جیسے خاصی مار دھاڑ ہو رہی ہے۔ فریدی اور مجرم کے مابین کچھ ایسی ذہنی جھڑپیں ہوتی ہیں، جو آپ کو میدانِ کارزار کا مزہ دیں گی۔

ہاں، تو ان شاء اللہ دوسرا حصّہ بھی جلد ہی ....

ابن صفی

۱۸/ جون ۱۹۷۹ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۱۲۵، صحرائی دیوانہ، حصہ اوّل)

لیجیے... کرنل فریدی کیپٹن حمید اور قاسم سے ملیے... خاصے عرصے بعد آپ کی یہ خواہش پوری کر رہا ہوں ،وہ لوگ جو خالص جاسوسی کہانیاں پڑھنا پسند کرتے ہیں ان کے لیے یہ ایک تحفہ ہے... سسپنس اور سراغرسانی کے داؤ پیچ سے بھوپور کہانی ہے... مجھے یقین ہے کہ ان لوگوں کو بے حد پسند آئے گی جو غیر ضروری مار دھاڑ سے کتراتے ہیں اور کہانی کی دلچسپی سے لطف اندوز ہونے کا سلیقہ رکھتے ہیں... جنھیں ماڑ دھاڑ سے دلچسپی ہے وہ یہی محسوس کریں گے کہ جیسے خاصی ماڑ دھاڑ ہو رہی ہے۔فریدی اور مجرم کے مابین کچھ ایسی ہی ذہنی جھڑپیں ہوتی ہیں کہ جو آپ کو میدانِ کارزار کا مزہ دیں گی...

ایک صاحب نے لکھا ہے کہ آپ نے "لرزتی لکیریں" کے پیشرس میں لکھا تھا کہ اس کہانی میں آگے بڑھنے کی گنجائش ہے...جی ہاں ہے اور ضرور ہے۔لیکن خدارا اسے وہیں رہنے دیجیے جہاں اسکا اختتام ہوا تھا... میں یہ نہیں کہتا کہ عمران کا وہ سلسلہ غیر دلچسپ تھا لیکن ڈر ہے کہ مزید طوالت ہمیں بوریت میں مبتلا نہ کر دے اسلیے گذارش ہے کہ عمران کو واپس وطن لائیے اور یہاں کی فضا میں کوئی کہانی ترتیب دیجیے ورنہ ہم سب سلیمان اور گلرخ کی نوک جھونک کو ترس جائیں گے... دو چار ماہ بعد پھر پکڑ لیجیے گا تھریسیا کو... ہمیں کوئی اعتراض نہ ہو گا...

اچھا بھائی جیسی آپ کی مرضی... ویسے اکثریت کی یہی خواہش ہے کہ اب عمران کی کوئی نئی کہانی لائی جائے... ایک صاحب نے لکھا ہے کہ "میں نے اپنے طور پر وہ کہانی مکمل کر لی ہے.... آپ تکلیف نہ کریں.... سنگ ہی کو عمران وہیں دریا میں غرق کر دیتا ہے اور تھریسیا کو مڈل ایسٹ میں لا کر ایک شیخ صاحب کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے... الا الاخیر سلا..."

بہت اچھا فنشنگ ٹچ دیا ہے آپ نے... بیچارے مصنف کی روزی کے پیچھے کیوں پڑے ہیں بھائی... ویسے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اسی پوائنٹ سے ایک ایسی کہانی شروع ہو گی جس کا اختتام آپ کو بھی گراں گزرے گا... ان شاءاللہ۔بشرطِ حیاط۔

ایک اور صاحب نے کراچی سے مجھے للکارا ہے کہ میں خوابِ غفلت میں کیوں پڑا ہوا ہوں... قوم کو سدھارنے کی بھی کوشش کرو... آپ کا فرمانا بجا ہے کہ میرے ہاتھ میں قلم ہے لیکن قوم اس قلم سے صرف کہانیوں کا نزول چاہتی ہے۔اگر کبھی ایک آدھ جملہ کسی مثال کے طور پر بھی قلم سے رپٹ گیا تو

قوم جھپٹ پڑتی ہے کہ "آپ کو سیاست میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے..." اور میں ہکا بکا رہ جاتا ہوں کہ قوم کو کیا جواب دوں کیونکہ جواب لکھنے کے سلسلے میں ایک ضخیم کتاب لکھنے پڑ جائے گی۔ پہلے تو قوم کو یہ بتانا پڑے گا کہ سیاست ہے کیا چیز، پھر عرض کرنا پڑے گا کہ میرے اس حقیر جملے کو اس کسوٹی پر پرکھیے اگر اس میں ذرا برابر بھی سیاست پائی جاتی ہو تو جو لیڈر کی سزا وہ میری سزا... اور بھائی اگر ملک میں سیاست دانوں کی کمی ہو تو تھوڑا بہت کشٹ بھی اٹھا لیا جائے۔ مجھے تو بس کہانیاں لکھنے دیجیے... میری لیڈری آپ بھی تسلیم نہیں کریں گے... پھر خوامخواہ قوم کا وقت برباد کرنے سے کیا فائدہ۔ قوم کے لیے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتا کہ دعا کروں "اے اللہ اس قوم کو ایک آزاد اور منفرد قوم کی حیثیت سے ہمیشہ قائم رکھیو۔"

آخر میں ان صاحب نے پوچھا ہے کہ لیڈر کی صحیح تعریف کیا ہے۔؟ بڑا بے ڈھب سوال کیا ہے آپ نے۔ میرے پاس اسکا کوئی جواب نہیں۔ البتہ اکبر الہ آبادی نے اپنے زمانے کے لیڈر کی تعریف یوں کی ہے۔

یوسف کو نہ دیکھا کہ حسین بھی ہیں جواں بھی
شاید نرے لیڈر تھے زلیخا کے میاں بھی

ویسے اگر آپ لیڈر کی صحیح تعریف مجھ سے سننے پر مصر ہیں تو اس وقت کا انتظار کیجیے جب کاغذ ۱۹۷۰ء کی قیمت کی سطح پر آجائے...

اب اجازت دیجیے

والسلام۔

ابن صفی

۱۷/ جولائی ۱۹۷۹ء

پیشرس

(جاسوسی دنیا نمبر ۱۲۵، صحرائی دیوانہ، حصہ دوم)

صحرائی دیوانہ کا دوسرا حصہ ملاحظہ فرمائیے۔ مجھے علم ہے کہ آپ کتنی بے صبری سے اس کے منتظر ہوں گے۔ اب تک کے خطوط کی روشنی میں یہ بات خاصے اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ صحرائی دیوانہ کی کہانی بہت پسند کی گئی ہے۔

ایک صاحب نے لکھا ہے۔ "اگر عمران کی تینوں کتابوں کے بعد ایک کتاب بھی فریدی کی دیتے رہیں تو مزہ آجائے۔ اب اتنے دنوں بعد فریدی اور حمید نظر آئے ہیں تو آنکھوں کے سامنے سے ہٹانے کو جی نہیں چاہتا۔ عجیب انداز کی کہانی ہے۔ خدارا دوسرا حصہ بھی جلد ہی پیش کر دیجیے گا۔"

بہت بہتر جناب! میں کوشش کروں گا کہ فریدی کے سلسلے میں آپ کی خواہش پوری کی جائے۔

دوسرے صاحب لکھتے ہیں۔ "واقعی آپ نے کمال کر دیا۔ دھول دھپہ نہ ہونے کے باوجود بھی صحرائی دیوانہ کی کہانی ہنگاموں سے پُر نظر آتی ہے۔ آپ نے جو چاہا ہے اپنے قاری کو محسوس کرا دیا ہے۔ اس تخلیق پر مبارکباد قبول فرمائیے۔ دوسرے حصے کا بے چینی سے انتظار ہے۔ لیکن ایک بات اور سن لیجیے۔ آپ نے "لرزتی لکیریں" کے پیشرس میں لکھا تھا کہ اس کہانی میں مزید آگے بڑھنے کی گنجائش ہے۔ جی ہاں ہے اور ضرور ہے۔ لیکن خدارا فی الحال اُسے وہیں رہنے دیجیے جہاں اُس کا اختتام ہوا تھا۔ میں نہیں کہتا کہ عمران کا وہ سلسلہ غیر دلچسپ تھا۔ لیکن ڈر ہے کہ کہیں مزید طوالت ہمیں بوریت میں مبتلا نہ کر دے۔ اس لیے گزارش ہے کہ عمران کو وطن واپس لائیے اور یہیں کی فضا میں کوئی کہانی ترتیب دیجیے۔ ورنہ ہم سب سلیمان اور گلرخ کی نوک جھونک کو ترس جائیں گے۔ دو چار ماہ بعد پھر پکڑ لیجیے گا تھریسا کو۔ ہمیں کوئی اعتراض نہ ہو گا۔"

اچھا بھائی جیسی آپ کی مرضی۔ ویسے اکثریت کی یہی خواہش ہے کہ اَب عمران کی کوئی نئی کہانی لائی جائے۔ ایک صاحب نے تو لکھا ہے کہ "میں نے اپنے طور پر وہ کہانی مکمل کر لی ہے۔ اب آپ تکلیف نہ کریں۔ سنگ ہی عمران کو وہیں دریا میں غرق کر دیتا ہے۔ اور تھریسا کو مڈل ایسٹ میں لا کر ایک شیخ صاحب کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے۔ الّا الّا خیر سلّا۔"

بہت اچھا فنشنگ ٹچ دیا ہے آپ نے۔ بے چارے مصنّف کی روزی کے پیچھے کیوں پڑے ہیں بھائی۔ ویسے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اُسی پوائنٹ سے ایک ایسی کہانی شروع ہو گی۔ جس کا اختتام آپ کو بھی گراں گزرے گا۔ ان شاءاللہ بشرطِ حیات۔

اب اجازت دیجیے۔

ابن صفی

۱۷/ جولائی ۱۹۷۹ء

پیشرس

(عمران سیریز)

پیش رس

(عمران سیریز نمبر ۸، رات کا شہزادہ)

اس بار خطوط کی تعداد بھی پہلے سے زیادہ ہے۔ مشورے، تنقید اور تنقیص، یکساں انداز کی باتیں۔ لہٰذا ان کے بارے میں کیا لکھوں۔

البتہ ایک صاحب نے کراچی سے مجھے للکارا ہے کہ میں خوابِ غفلت میں پڑا ہوا ہوں۔ قوم کو سدھارنے کی کوشش کروں۔

آپ کا فرمانا بجا کہ میرے ہاتھ میں قلم ہے۔ لیکن قوم اس قلم سے صرف کہانیوں کا نزول چاہتی ہے۔ اگر کبھی ایک آدھ جملہ کسی مثال کے طور پر بھی قلم سے رپٹ گیا تو قوم جھپٹ پڑتی ہے : "آخر آپ کو سیاست میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے؟"

اور میں ہکا بکا رہ جاتا ہوں کہ قوم کو کیا جواب دوں۔ کیونکہ جواب دینے کے سلسلے میں ایک ضخیم کتاب لکھنی پڑ جائے گی۔

پہلے تو قوم کو یہ بتانا پڑے گا کہ سیاست ہے کیا چیز، پھر عرض کرنا پڑے گا کہ میرے اس حقیر جملے کو اس کسوٹی پر پرکھیے۔ اگر اس میں ذرہ برابر بھی سیاست پائی جاتی ہو تو جو لیڈر کی سزا وہ میری سزا....

اور پھر بھائی اگر ملک میں سیاستدانوں کی کمی پائی جاتی ہو تو تھوڑا بہت کشٹ بھی اٹھا لیا جائے۔ مجھے تو بس کہانیاں لکھنے دیجیے۔ میری لیڈری آپ بھی تسلیم نہیں کریں گے۔ پھر خواہ مخواہ قوم کا وقت برباد کرنے سے کیا فائدہ۔

قوم کے لیے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتا کہ دعا کروں۔

"اے اللہ! اس قوم کو ایک آزاد اور منفرد قوم کی حیثیت سے ہمیشہ قائم رکھیو۔"

آخر میں ان صاحب نے پوچھا ہے کہ:

"لیڈر کی صحیح تعریف کیا ہے؟"

بڑا بے ڈھب سوال کیا ہے آپ نے۔ میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔ البتہ اکبر الہ آبادی نے اپنے زمانے کے لیڈر کی تعریف یوں کی ہے:

یوسف کو نہ دیکھا کہ حسیں بھی ہے جواں بھی
شاید نرے لیڈر تھے زلیخا کے میاں بھی

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۹، دھوئیں کی تحریر)

اب دھوئیں کی تحریر پڑھیے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ عمران کو ایک خاص ڈھب پر لے آؤں۔ آپ اس بار عمران کو نئے روپ میں دیکھیں گے اور یہ اُس کا مستقل روپ ہو گا۔ عمران ابھی تک تجرباتی دور میں تھا! بہت جلد آپ اسے بھی کرنل فریدی ہی کی طرح ایک منفرد رنگ میں دیکھیں گے۔

آپ ہر ماہ میرے کم از کم دو مختلف ناول ضرور پڑھتے ہیں۔ وہ اچھے ہوتے ہوں یا برے آپ کو اُن کا انتظار رہتا ہے.... ! اور مجھے اُن پر آپ کی تنقید کا انتظار رہتا ہے۔

مجھے آپ کے خطوط ملتے ہیں اور میں آپ کے مشوروں سے پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہوں۔

ہر ماہ مجھے سینکڑوں خطوط موصول ہوتے ہیں۔ اب آپ ہی سوچئے اگر میں ہر ایک کو الگ الگ جواب لکھنے بیٹھوں تو پھر آپ کے لیے ناول کون لکھے۔ اس لیے اگر آپ کو ذاتی نوعیت کے خطوط کے جواب نہ ملیں تو اسے میری بداخلاقی پر محمول نہ کیجیے۔ بلکہ مصروف سمجھ کر معاف کر دیجیے۔

اب رہا میری تصویر کا مسئلہ یہ میرے لیے بڑا مضحکہ خیز ہے ! اس سلسلے میں جو خطوط موصول ہوتے ہیں انہیں پڑھ کر بے تحاشہ ہنستا ہوں ! آپ کہتے ہیں کہ مجھے تصویر ذرا اچھی کھنچوانی چاہیے تھی۔ !

کل آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ذرا اپنے چہرے پر سفیدی کرا کے کسی آرٹسٹ سے پھول پتیاں بھی بنوا لیجیے لیکن یہ آپ اُسی وقت کہہ سکیں گے جب آپ مجھے قریب سے دیکھیں گے۔ خدا مجھے اُس برے وقت سے محفوظ رکھے۔ !

بہر حال میں نے سیدھی سادی تصویر کیوں پیش کی اس سلسلے میں ایک واقعہ سنا کر آپ کو بھی عبرت "پکڑانے" کی کوشش کروں گا ! طالب علمی کے زمانے میں مجھے ایک شاعر کا جنون ہو گیا تھا۔ کلام تو تھا ہی "ظالم" اس کی تصویر بھی بڑے غضب کی ہوا کرتی تھی ! جہاں بھی اُس کی کوئی تصویر ملتی بڑے چاؤ سے فریم کر کے دیوار کی زینت بنا دیتا.... !

لیکن ایک بار اُس سے ملنے کا اتفاق ہوا تو یقین کیجیے.... اگر میں خدانخواستہ شرابی ہوتا تو نشے کی ترنگ میں اُسے اٹھا کر سڑک پر ضرور پھینک دیتا.... کچھ ایسا ہی غصہ آیا تھا!....

بس جناب کیمرے کے سامنے بیٹھتے وقت مجھے یہی واقعہ یاد آ گیا تھا....! اس لیے آپ کو کوئی آرٹسٹک پوز نہ مل سکا!

ویسے یہ آپ کی زبردستی ہی تھی کہ مجھے اپنی تصویر دینی پڑی ورنہ میرا خیال ہے کہ تصویریں صرف راج کپور، دلیپ، نرگس اور مدھوبالا کی چھپنی چاہئیں! جنہیں پان والے بھی بڑی احتیاط سے فریم کروا کے اپنی دوکان کی زینت بناتے ہیں....!

ادیبوں کی تصاویر کا کیا....! کسی پروویژن اسٹور سے پاؤ بھر دال لے آیئے.... جس تھیلی میں دال ملے اُسے اُلٹ پلٹ کر غور سے دیکھیے ! کسی نہ کسی ادیب یا شاعر کی تصویر آپ کو اُس پر ضرور مل جائے گی!

ابن صفی

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۱۰، لڑکیوں کا جزیرہ)

دھوئیں کی تحریر کے بعد لڑکیوں کا جزیرہ پڑھیے ! اس میں بھی آپ عمران کو پہلے ہی کی طرح چاق وچوبند پائیں گے !....

آپ میں سے ہر ایک کی پسند الگ الگ ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ ناول ہر ایک کو پسند آئے گا۔

ہر ماہ مجھے آپ کے سیکڑوں خط ملتے ہیں !! اور میں نے ان سے یہ اندازہ کیا ہے کہ اگر سب کی پسند کا خیال رکھنے کی کوشش کی جائے تو کم از کم پانچ ہزار صفحات کا ناول ضرور لکھنا پڑے گا۔ آپ میں سے کچھ صرف ایڈونچر پسند کرتے ہیں، کچھ واقعاتی ناول چاہتے ہیں ! کچھ صرف سراغ رسانی اور منطقی موشگافیاں پسند کرتے ہیں !

لیکن ایسے حضرات کی تعداد بہت زیادہ ہے جو "دھول دھپے" کی کی زیادتی پر زور دیتے ہیں ! لیکن آپ جانتے ہیں کہ میں صرف صفحات نہیں بڑھتا۔

آپ نے ان لوگوں کی طرف بھی اشارہ کیا ہے جنہوں نے غیر قانونی طور پر میرے چند ناول چھاپ لیے ہیں، ان میں سے ایک آدھ ناول ایسے بھی ہیں جن کے نام بدل کر دھوکے سے آپ کی جیبیں خالی کرائی گئی ہیں۔ مجھے اس المیہ پر افسوس ہے۔ مگر آپ مطمئن رہیں۔ خالد میر وزیر آبادی کے خلاف میرے مشیر قانونی جناب نجم الدین قریشی ایم۔ اے، ایل ایل بی (ایڈوکیٹ) سخت ترین قانونی کاروائی کر رہے ہیں۔ خالد میر نے دوہرا جرم کیا ہے .... ایک تو میری اجازت حاصل کیے بغیر میرے ناول چھاپ لیے .... دوسرے ایک ناول کا نام بدل کر پبلک کو دھوکا دیا، یعنی آپ جو ناول پہلے خرید کر پڑھ چکے تھے اسے آپ نے میرا کوئی نیا ناول سمجھ کر دوبارہ خرید لیا.... اس طرح پبلک کو دھوکا دینا بہت بڑا جرم ہے !

اور یقین رکھیے خالد میر وزیر آبادی کو اس کے لیے ضرور بھگتنا پڑے گا۔

ابن صفی

۱۵/جولائی ۱۹۵۶ء

پیش رس

(عمران سیریز نمبر ۱۱، پتھر کا خون)

اس بار عمران کا ایک پرانا ناول پتھر کا خون پیش خدمت ہے میری طویل علالت کی بنا پر آپ کو انتظار کی جو زحمت گوارا کرنی پڑی اس کے لیے بیحد شرمندہ ہوں.... کیا کیا جائے بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ حالات کے آگے ایک نہیں چلتی....!

میں آپ سب کا بیحد مشکور ہوں کہ آپ نے اس دوران میں بے شمار عیادت نامے روانہ کیے اور میری صحت یابی کے لیے دعائیں مانگیں۔

انشا اللہ اب جلد ہی نئے ناولوں کا سلسلہ شروع ہو جائے گا فی الحال معالج کا مشورہ ہے کہ کچھ دن اور آرام کرلوں۔

زیر نظر ناول پتھر کا خون بھی عمران کے بہت زیادہ پسند کیے جانے والے ناولوں میں سے ایک ہے۔ اس کے لیے پڑھنے والوں کی خواہش تھی کہ اسے دوبارہ پیش کیا جائے۔

ابن صفی

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۱۲، لاشوں کا بازار)

عمران سیریز کا بارہواں ناول اور پہلا خاص نمبر "لاشوں کا بازار" حاضر ہے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ پڑھنے والوں کے مشوروں پہ پوری طرح عمل کیا جائے لیکن بعض مشورے ایسے بھی ہوتے ہیں، جنہیں میں قابل اعتنا نہیں سمجھتا! کیونکہ میرا اپنا معیار بھی تو کوئی چیز ہے! یہ مشورے جن پر میں کان نہیں دھرتا زیادہ تر عشقیہ اور جنسی Touches کے لیے ہوتے ہیں! میں ان پر کان یوں نہیں دھرتا کہ یہ سب میرے بس کا روگ نہیں ....

نہ میں افلاطونی عشق کا قائل ہوں اور نہ جنسی بے راہ روی کا! لہٰذا آپ کو میرے ناولوں میں نہ لیلیٰ مجنوں کی کہانیاں مل سکتی ہیں اور نہ کسی ڈان ژون کی داستان ... ویسے میری جاسوسی ناول نویسی کی داستان ہی داستان سے شروع ہوتی ہے۔ غالباً یہ ۵۴ء کی بات ہے۔ اچھے خاصے پڑھے لکھے آدمیوں کی ایک نشست میں کتابوں اور مصنفوں کی مقبولیت کے بارے میں بحث چھڑ گئی۔ ایک صاحب کہنے لگے کہ جنسی لٹریچر کے علاوہ اور کسی کا مارکیٹ نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے.... بس اسی دن سے مجھے دھن ہو گئی کہ کسی طرح جنسی لٹریچر کا سیلاب رکنا چاہیے ! کافی سوچ بچار کے بعد یہ طے پایا کہ جدید طرز پر جاسوسی ناولوں کا ایک سلسلہ شروع کیا جائے، لہٰذا جاسوسی دنیا کی داغ بیل پڑ گئی۔ اس وقت اردو کے جاسوسی لٹریچر میں آنجہانی تیرتھ رام فیروز پوری کے ترجموں یا محترم ظفر عمر حیات کے چند ناولوں کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا.... ! لیکن "جاسوسی دنیا" کے اجراء کے تقریباً چھ ماہ بعد ہی ہند و پاکستان میں جاسوسی لٹریچر کا سیلاب آ گیا اور آج میں ان صاحب سے پوچھتا ہوں کہ جنسی لٹریچر کا وہ سیلاب کہاں ہے مگر ان کی آواز میرے کانوں تک نہیں پہونچتی !

خیر اب زیر نظر ناول کے متعلق سُنیئے، مگر اس کے بارے میں آپ کو کیا بتاؤں۔ آپ خود ہی پڑھ لیں گے۔ یہ عمران کا پہلا بڑا کارنامہ ہے۔ وہ بھی انگلینڈ میں۔ اس کے طالب علمی کے دور کی داستان ہے۔ اس کہانی میں وہ آپ کو احمق بھی نظر آئے گا اور عقلمند بھی۔ مگر اس کے نقطۂ نظر سے حماقتیں ہی زیادہ کار آمد ہوتی ہیں اس لیے وہ احمق ہی رہنا چاہتا ہے! رہنے دیجیے ... آپ کا کیا جاتا ہے....

ابن صفی

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۱۴، آہنی دروازہ)

عمران سیریز کا چودھواں ناول "آہنی دروازہ" ملاحظہ فرمایئے! .... عمران ایک بالکل ہی نئے انداز میں پہلے ہی صفحے پر نمودار ہوتا ہے!.... وہ خود اپنی ٹو سیٹر ڈرائیو کر رہا تھا!.... لیکن دو ٹٹو اُس کی راہ میں حائل ہو جاتے ہیں!.... ٹٹو نہیں بلکہ دو لڑکیاں جو ٹٹوؤں پر سوار تھیں.... وہ اُن سے بھیک مانگتا ہے! عمران ہی ٹھہرا....! کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ کب کیا کر بیٹھے....! پھر وہ ایک جگہ اُوٹ پٹانگ شطرنج کھیلتا ہوا نظر آئے گا.... اسے لڑکیوں کے ایک کالج میں تقریر کرتے دیکھیے..... او قہقہے لگایئے....! ایک دلچسپ بوڑھا سردار داراب جو عمران سے کسی طرح کم نہیں تھا! وہ عمران سے دلچسپ انتقام لیتا ہے! ایسا کہ سردی کے باوجود بھی عمران پسینے سے نہا جاتا ہے.... انتقام کی نوعیت پر.... عمران کو ہنسی بھی آتی ہے اور غصّہ بھی!

آہنی دروازہ جسے سنسان راتوں میں کوئی جھنجھوڑتا ہے..... دروازے کے پیچھے بھیڑیئے کے خوفناک آواز سناٹے میں تیرتی ہے! آہنی دروازے کا راز؟.... ایک نیک دل آدمی جو خطرات میں گھِرے ہونے کے باوجود بھی کسی کے خلاف شبہ ظاہر کرنے سے انکار کر دیتا ہے!.... عمران کے لیے نئی دشواری وہ اپنے انوکھے طریقوں سے تفتیش کی گاڑی آگے بڑھاتا ہے! اور آخر کار..... مجرم اتنے بھیانک روپ میں اور ایسی ایسی خطرناک اسکیم کے ساتھ سامنے آتا ہے جس کی خود عمران کو بھی توقع نہیں تھی!

واقعات کی ابتداء بہت ہی معمولی پیمانے پر ہوتی ہے..... اور بظاہر اُسے کچھ زیادہ اہمیت نہیں دی جا سکتی! لیکن اُس کی پشت پر کتنی زبردست اسکیم تھی آپ انگشت بدنداں رہ جائیں گے...! پھر آپ کو وہ معمولی سی حرکت ایک بہت بڑی سازش کا پیش خیمہ نظر آئے گی جسے عمران بھی اکثر محض مذاق تصوّر کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا!

اب بحیثیت پبلشر بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں اُسے بھی سُن لیجیے۔ ایک بار پھر عرض کر رہا ہوں کہ فی الحال ناول کے "گیٹ اَپ!" پر زور دینا چھوڑ دیجیے ورنہ یہ گرانی مجھے "گٹ بیک" کر دے فی! خصوصاً اس صورت میں جب جبکہ میں ناول کی موجودہ قیمت میں اضافہ پسند نہیں کرتا!.... اچھے اور دو تین رنگ کے بلاک کے لیے بہترین قسم کا آرٹ پیپر چاہیے!۔ اور بہترین قسم کا آرٹ پیپر حاتم طائی کا آٹھواں سوال بن سکتا ہے.... یعنی قصہ حاتم طائی کی شہزادی اپنے طلبگاروں سے انڈے کے برابر موتی" کے ساتھ ہی ساتھ ایک ریم آرٹ پیپر کی خواہش بھی ظاہر کر سکتی ہے۔ لیکن شہزادیاں پبلشر نہیں ہوتیں.... اس لیے یہ قصہ ہی چھوڑیئے!.... کہنے کا مطلب یہ کہ حالات سازگار ہوتے ہی آپ کی یہ خواہش بھی پوری کر دی جائے گی کہ ٹائیٹل پیج شاندار ہو۔

ابن صفی

۲۵/ نومبر ۱۹۵۶ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۱۵، کالے چراغ)

یہ رہے کالے چراغ...! آپ تک پہنچنے میں تھوڑی تاخیر ہوئی لیکن آپ کی یہ خواہش پوری کر دی جائے گی کہ عمران ''ایکس ٹو'' ہی کی حیثیت سے پیش کیا جائے۔ کالے چراغ کے اشتہار میں اعلان کیا گیا تھا کہ عمران یہ کارنامہ تنہا انجام دے گا اور آدھی سے زیادہ کہانی ترتیب پا چکی تھی کہ آپ کے خطوط کا تانتا بندھ گیا آپ عمران کی تنہائی کو ''یتیمی'' سمجھتے ہیں! لہٰذا آپ کی خواہشات کے احترام میں مجھے کہانی میں بہتیری تبدیلیاں کرنی پڑیں۔ یہی وجہ ہے کہ کتاب آپ تک تھوڑی تاخیر سے پہنچ رہی ہے۔

زیادہ تر پڑھنے والوں کی رائے یہی ہے کہ عمران ہر ناول میں ایکس ٹو ہی کے روپ میں پیش کیا جائے۔ کچھ ایسے بھی ہیں جو چاہتے ہیں کہ عمران سارے کارنامے تنہا انجام دے۔ لیکن ایسے حضرات کی تعداد کم ہے۔ بہر حال ایسی صورت میں ایک مصنف کے لیے یہ فیصلہ کرنا دشوار ہو جاتا ہے کہ وہ کیا لکھے اور کیا نہ لکھے۔ پھر یہی ایک طریقہ باقی رہ جاتا ہے کہ اکثریت کے مطالبے پورے کیے جائیں۔ چنانچہ جاسوسی دنیا اور عمران سیریز کے ناول لکھتے وقت یہی چیز ذہن میں رکھتا ہوں۔

ابن صفی

۲۷/دسمبر ۱۹۵۴ء

پیش رس

(عمران سیریز نمبر ۱۶، خون کے پیاسے)

عمران سیریز کا سولہواں ناول حاضر ہے۔

جاسوسی دنیا کے شعلوں کی مسلسل داستان کیا لکھی ایک مصیبت مول لے لی.... تقاضوں کی بھرمار ہے کہ عمران سیریز میں بھی ایک مسلسل کہانی پیش کی جائے.... مجبوراً شعلوں ہی کی داستان سے دو کردار پکڑنے پڑے.... تھریسیا اور الفانسے.... وہاں ان کی نقل تھی... یہاں اصلی روپ میں موجود ہیں۔

اس سلسلے کا پہلا ناول "کالے چراغ" تھا.... دوسرا اِس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے۔

تیسرا "الفانسے" ہوگا اور چوتھا "درندوں کی بستی" خاص نمبر۔

اب ادھر کچھ ایسے خطوط آنے لگے ہیں جن میں عمران اور فریدی کے ٹکراؤ کا مطالبہ ہوتا ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ میں اس پر عمل نہ کر سکوں گا.... کیونکہ اگر ایسا ہوا تو دونوں کرداروں کی مٹی پلید ہو جائے گی... اس لیے اس سلسلے میں کچھ نہ لکھیے۔

میرے لیے سب سے زیادہ پریشان کن وہ خطوط ہوتے ہیں جن میں خطوط کے جواب نہ ملنے کی شکایت ہوتی ہے۔ لیکن ستم یہ ہے کہ لکھنے والے اپنا پتہ لکھنا بھول جاتے ہیں.... لہٰذا انہیں چاہیے کہ جواب کے لیے قیامت کے منتظر رہیں!

ابن صفی

۲۷/ جنوری ۱۹۵۷ء

پیش رس

(عمران سیریز نمبر ۱۷، الفانسے)

سوال یہ ہے کہ ہر بار پیش لفظ میں کیا لکھا جائے ظاہر ہے کہ پیش لفظ کتاب ہی کے متعلق ہوتا ہے لیکن جب آپ خود ہی پڑھنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو اس کے متعلق لکھنا ہی فضول ہے۔ میں آج تک یہ سمجھ ہی نہیں سکا کہ پیش لفظ کیوں لکھے جاتے ہیں ویسے لکھ ضرور دیتا ہوں۔ یہی رسم چلی آرہی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ پیش لفظ تجارتی نقطہ نظر سے بہت ضروری ہے تو یہ عرض کروں گا کہ آج تک میں نے کسی شریف آدمی کو بکسٹال پر کھڑے ہو کر پیش لفظ پڑھتے نہیں دیکھا۔ کتابیں خرید لینے کے بعد ہی پیش لفظ بھی پڑھے جاتے ہیں بلکہ میرا خیال تو یہ ہے کہ سرے سے پڑھے ہی نہیں جاتے۔ مگر پھر بھی پیش لفظ لکھنے پر مجبور ہوں یہی ہوتا آیا ہے۔ لہٰذا ہو کر رہے گا۔

مگر کیا لکھوں؟

یہ کہانی تو خیر آپ پڑھنے ہی جارہے ہیں۔ اچھا خاص نمبر کے متعلق ہی سہی جو اس کے بعد کا شمارہ ہوگا۔ کوشش کی جارہی ہے کہ یہ عام شماروں سے ہر حال میں مختلف ہو۔ ایک نئے ماحول اور نئے انداز کی کہانی پیش کرنے کا ارادہ ہے۔

اکثر حضرات کی فرمائش ہے کہ عمران سیریز میں سائنس فکشن بھی پیش کیے جائیں۔ ان کی خدمت میں عرض ہے کہ سائنس فکشن کے لیے زیادہ صفحات درکار ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہو سکتا ہے کہ عمران کی جوبلی نمبر میں سائنس فکشن ہی پیش کیا جائے۔

میں ان تمام دوستوں کا شکر گزار ہوں جو مجھے خطوط لکھتے رہتے ہیں.... کوشش یہی کی جاتی ہے کہ انہیں جواب لکھے جائیں لیکن اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ نجی قسم کے خطوط کے جوابات جانے سے رہ جاتے ہیں لہٰذا مجھے مصروف سمجھ کر معاف کردو....

ابن صفی

۲۸/ فروری ۱۹۵۷ء

پیش رس

(عمران سیریز نمبر ۱۸، درندوں کی بستی)

خاص نمبر حاضر ہے...! بہت بے صبری سے آپ اس کے منتظر تھے اور مجھے یقین ہے کہ اس کی دلچسپیاں آپ کی ان بے صبریوں کے شایانِ شان بھی ہیں! بہت دنوں بعد پھر ایک ایڈونچر پیش کر رہا ہوں.... انتہائی کوششیں اس بات پر صرف کی ہیں کہ اس کا کوئی حصہ غیر دلچسپ نہ ہونے پائے! عمران کو اس بار کئی روپ میں دیکھیے!... اس کی بعض بالکل نئی صلاحیتیں سامنے آئیں گی اور آپ یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ حقیقتاً وہ ہر قسم کا آدمی ہے! کبھی وہ ہنستا ہے اور کبھی اتنا متحیر کر دیتا ہے کہ اس کے ساتھیوں کو اپنی سانسیں رکتی ہوئی سی محسوس ہونے لگتی ہیں! وہ اس سے جھگڑا کرنا چاہتے ہیں! لیکن جلد ہی عمران کوئی ایسی چال چلتا ہے کہ وہ سناٹے ہی میں آجاتے ہیں! وہ اس پر جھلاتے ہیں! چڑچڑاتے ہیں اور اسے محض ایک مسخرہ سمجھ کر ٹریٹ کرنا چاہتے ہیں! لیکن نہیں کر سکتے!

وہ موقع بھی عجیب تھا جب جولیا کھل کر کہتی ہے کہ عمران ہی ''ایکس ٹو'' ہے... یقیناً وہ مرحلہ عمران کے لیے بڑا صبر آزما اور کٹھن تھا! مگر اس نے کیسے بات بنائی؟ اور اس کا ردعمل جولیا پر کیا ہوا.... آپ جولیا سے یقیناً ہمدردی محسوس کریں گے!

عمران کے دل دہلا دینے والے کارنامے اور قہقہوں کے طوفان.... درندوں کی بستی میں ایک محب وطن کی داستان جو غیر ملکی ایجنٹوں کی وطن دشمن سرگرمیوں کا قلع قمع کرنے کے لیے موت کے منہ میں جا کودا تھا! نہ اسے راہ کی تھکن کا احساس تھا اور نہ خطرات کی پرواہ... وہاں آگے بڑھتا رہا اور آخر کار اس خطرناک آدمی تک پہنچ ہی گیا جس کی اسے تلاش تھی!....

توقع ہے کہ یہ کہانی عرصہ تک نہ بھلائی جا سکے گی!... اور ہاں عمران سیریز کے سلور جوبلی نمبر کے لیے ابھی سے تجاویز آنی شروع ہو گئی ہیں! لیکن اس کے لیے عرصہ پڑا ہے... آپ مطمئن رہیں وہ کوئی خاص نمبر ہو یا عام نمبر، کوشش یہی کی جاتی ہے کہ آپ کی پسند کے مطابق ہو! ویسے قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سائنس فکشن لکھوا چھوڑیں گے۔ خیر صاحب دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ فی الحال تو یہ کہانی پڑھیے۔

ابن صفی

۲۷/مارچ ۱۹۵۷ء

پیش رس

(عمران سیریز نمبر ۱۹، گمشدہ شہزادی)

کسی گمشدہ شہزادی کی تلاش آسان کام نہیں ہے۔ آپ نے سنا ہو گا کہ قصہ حاتم طائی کے صفحات شہزادیوں کے تذکروں سے پر ہیں... نہ صرف یہ کہ خود حاتم کو شہزادیوں کی تلاش رہتی تھی۔ بلکہ اس کے ملنے جلنے والے بھی اسی خبط میں مبتلا تھے۔ لیکن یہاں قصہ حاتم طائی دہرانا مقصود نہیں ہے۔ میں تو صرف یہ کہہ رہا تھا کہ شہزادیوں کی تلاش میں انہیں بڑی پر خطر راہیں تلاش کرنی پڑتی تھیں۔ کبھی اژدھوں سے ملاقات ہوتی تو کبھی دوسرے درندوں سے، کبھی آدم خوروں سے جا ٹکراتے اور کبھی بھوتوں پریتوں سے....!

مجھے بھی ایک شہزادی کی تلاش تھی....! تلاش ہی ٹھہری....! لیکن آج کل حاتم طائی بننے میں بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں.... اگر کسی طرح بن بھی جائے تو جنگلوں میں خاک اڑانے والے وہ ڈیڑھ درجن شہزادے نہیں ملتے جن کی مرادیں بر لائی جا سکیں... خیر تو کہہ یہ رہا تھا کہ شہزادی کی تلاش شروع ہوتے ہی اژدھوں یا درندوں کی بجائے ملیریا کا ایک مچھر آ ٹکرایا اور پھر یہاں سے دوسری داستان شروع ہو گئی۔ (بالکل اسی طرح جیسے قصہ حاتم طائی کے درمیان دوسری داستانیں شروع ہو جاتی ہیں۔)

میرا خیال ہے کہ یہ دوسری داستان اس سے بھی زیادہ عجیب اور دلچسپ تھی! آپ خود ہی سوچئے کہ اگر ساڑھے چار فٹ کے اشرف المخلوقات کو ایک ننھا سا مچھر پچھاڑ جائے تو کیا آپ اسے عجیب نہ کہیں گے...؟ آپ کے لیے یہ بات عجیب ہو یا نہ ہو مگر میرے لیے تو عجیب ہی نہیں بلکہ "سنسنی خیز" بھی ہے... بہر حال اس مچھر کی وجہ سے میں راستہ بھٹک گیا! چلا تھا گمشدہ شہزادی کی تلاش میں لیکن کونین کے کیپسولوں کی وادی میں آ نکلا اور اب سوچ رہا ہوں کہ ایک ناول "مچھروں کی وادی" کے نام سے لکھ ڈالوں. حالانکہ ابھی تک "تاریک وادی" ہی کا وعدہ پورا نہیں کر سکا۔

ہاں جب اس مچھر نے مجھے دوسری راہ پر ڈال دیا تو شہزادی کی تلاش کیسے جاری رہ سکتی تھی... نتیجہ یہی ہونا تھا کہ "گمشدہ شہزادی" آپ تک تاخیر سے پہنچے۔ مگر خدا کی پناہ! اس تاخیر کی وجہ دریافت کرنے

کے لیے آپ نے اتنے خطوط لکھ ڈالے کہ اب میں موت سے بھی زیادہ ڈرنے لگا ہوں...! پتہ نہیں کب مر جاؤں اور آپ قبر پر ڈنڈے مار مار کر کہیں فلاں ناول فلاں تاریخ کو منظر عام پر لانے سے پہلے ہی مر جانے کا حق تجھ کو کیونکر حاصل ہوا...

خیر چھوڑیئے...! یہ لیجیے گمشدہ شہزادی حاضر ہے! اگر آپ اس میں کچھ خامیاں تلاش کر سکیں تو اس ملیریا کے مچھر کو اس کہانی کا ویلین سمجھ کر معاف کر دیجیے گا۔

ہاں ایک بات اور رہی جاتی ہے! میں ان سب دوستوں کا بے حد شکر گزار ہوں جنھوں نے مجھے عید کارڈ بھیجے تھے! میں اسی نامراد مچھر کی وجہ سے انہیں فرداً فرداً خط نہ لکھ سکا۔!

ابن صفی

۱۷ر مئی ۱۹۵۷ء

پیش رس

(عمران سیریز نمبر ۲۰، حماقت کا جال)

عمران صاحب اپنی زندگی کی بیسویں منزل میں قدم رکھ رہے ہیں! اور اس بار حماقت کا جال لے کر آئے ہیں!... شروع سے اب تک آپ کو صرف ایک ہی احمق سے سابقہ پڑتا رہا ہے لیکن اس بار آپ احمقوں کی انجمن سے روشناس ہوں گے۔ جس کے صدر صاحب خر نشین تھے! یعنی ہر وقت گدھے پر سوار رہا کرتے تھے۔ سر راہ شریف آدمیوں کے کان کھینچے جاتے تھے۔ لیکن ان کے کانوں پر جوں نہیں رینگتی تھی! بس سٹاپوں پر کھڑے ہونے سنجیدہ صورت بوڑھوں کے سروں پر چپتیں پڑتیں۔ لیکن وہ مڑ کر دیکھنا بھی گوارا نہ کرتے!

ایک خطرناک ہنگامہ آپ کی نظروں سے گزرے گا... اور آپ یہی محسوس کریں گے کہ یہ احمقوں کے تاجدار عمران کا آخری وقت ہے... مگر اس طرح مر جانے والے "عمران" نہیں کہلاتے۔

ایک دیو قامت آدمی اس پر بڑی بڑی چٹانیں پھینکتا ہے!

واضح رہے کہ اس کہانی کی ایک کردار مسز نعمانی کا سارجنٹ نعمانی سے کوئی تعلق نہیں!

جی ہاں! اب میں اچھا ہوں... اور ان تمام دوستوں کا بے حد مشکور ہوں جنہوں نے خیریت دریافت کرنے کے لیے بے شمار خطوط لکھے۔

ابن صفی

۱۵/ جون ۱۹۵۷ء

پیش رس

(عمران سیریز نمبر ۲۱، شفق کے پجاری)

لیجیے عمران کا اکیسواں کارنامہ بھی حاضر ہے۔ یہ کتاب آپ تک دیر سے پہنچ رہی ہے جس کی وجہ کم از کم کراچی کے باشندے تو جانتے ہی ہوں گے۔ بہر حال دل تو چاہا کہ اس کتاب کو.... "الفلوئنزا" نمبر کے نام سے پیش کیا جائے۔ لیکن پھر خیال آیا آپ کو اور زیادہ بور کرنے سے کیا فائدہ.... ویسے ہی اخبارات کے اندازے کے مطابق کم از کم کراچی کا ہر تیسرا آدمی بذات خود "الفلوئنزا نمبر" بن کر رہ گیا ہے۔

اب سنا ہے کہ کوئی دوسری لہر آرہی ہے جسے "خونی الفلوئنزا" کے نام سے یاد کیا جارہا ہے۔ ہو گا!.... پڑھنے والوں کو اس سے کیا سروکار۔ انہیں تو وقت پر کتاب ملنی چاہیے۔ نہیں ملے گی تو خطوط کا تار باندھ دیں گے۔ ارے صاحب حد ہو گئی محبت کی.... ایک صاحب نے یہاں تک لکھ دیا کہ "میرا بس چلے تو ابن صفی کا گلا ہی گھونٹ دوں نہ رہے بانس نہ بجے بانسری...."

بھائی صاحب! اب میں خود بھی بانسری بجاتے بجاتے تھک گیا ہوں۔ پتہ نہیں کب بانسری پھینک کر بانس اٹھالوں اور شہر کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک دوڑتا چلا جاؤں۔ کراچی کا دوسرا کنارہ کہاں ہے آپ جانتے ہی ہوں گے۔

دیر سویر ہے بس کی بات نہیں۔ مصنف بیچارہ نہ تو کاتب بن سکتا ہے اور نہ پرنٹنگ مشین۔ ویسے کبھی کبھی کاتبوں کو بھی زکام ہو جاتا ہے اور پرنٹنگ مشین تو آئے دن ٹوٹتی پھوٹتی رہتی ہیں۔ اس سلسلہ میں میرا مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ جب بھی کتاب ملنے میں دیر ہو وقت کاٹنے کے لیے خود بھی جاسوسی ناول لکھنا شروع کر دیا کیجیے۔ کیونکہ بازار میں جاسوسی ناولوں کا سیلاب دیکھنا چاہتا ہوں۔ ایسا سیلاب کہ لوگوں کو جاسوسی ناول کے نام ہی سے متلی ہونے لگے اور ابکائیاں آنے لگیں۔ (لکھنے لکھانے سے پیچھا چھڑانے کی ایک یہی صورت نظر آتی ہے۔)

بس اب اجازت دیجیے۔ اس وقت موڈ بہت خراب ہے ممکن ہے میری "لکھواس" سے آپ کا موڈ خراب ہو گیا ہو لہٰذا اب عمران سے ملیے آپ کا موڈ بحال ہو جائے گا۔

ابن صفی

۲۰/ جولائی ۱۹۵۷ء

پیش رس

(عمران سیریز نمبر ۲۲، قاصد کی تلاش)

عمران کا بائیسواں کارنامہ ملاحظہ فرمائیے!... اور یقین کیجیے کہ یہ جملہ لکھنے کے بعد تقریباً آدھے گھنٹے تک دوسرے جملے کا انتظار کرنا پڑا ہے۔ پیشرس لکھتے وقت ہمیشہ میرا قلم لنگڑانے لگتا ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا لکھا جائے.... دشواری یہ آپڑی ہے کہ اب آپ نے پیشرس کے دلچسپ ہونے پر بھی زور دینا شروع کر دیا ہے... ہو سکتا ہے کچھ دنوں بعد فرمائیں کہ کتاب کا پہلا اور دوسرا صفحہ بھی دلچسپ ہونا چاہیے، وہ بڑی کٹھن منزل ہو گی۔ آپ خود سوچیے کہ میں ان دونوں صفحات کو کیسے دلچسپ بنا سکوں گا۔ مگر نہیں ٹھہریے! یہ کوشش کروں گا... مثلاً

(پہلا صفحہ)

- عمران سیریز کا فلاں تحیر خیز اور قہقہہ انگیز ناول... مزہ نہ آئے تو ایمان دھرم سے لکھ دینے پر آدھی قیمت واپس۔
- خدا کی قسم اس ناول کا نام "قاصد کی تلاش" ہے۔
- مصنف ابن صفی (بی اے) کے دم چھلے سمیت... خدا رحم کرے اس ذہنیت پر۔
- دفتر اس کھیت میں پایا جاتا ہے جہاں آدمیوں کی کاشت ہوتی ہے، مزید آسانیوں کے لیے قبرستان بھی قریب ہے۔

(دوسرا صفحہ)

- جملہ حقوق بالکل محفوظ ہیں... اگر یقین نہ آئے تو دفتر آ کر زبانی پوچھ جائیے آمد و رفت کا کرایہ ہمارے ذمہ۔
- بھارت میں حقوق اشاعت عباس حسینی صاحب کے نام ہیں۔ یقین نہ آئے تو انہیں ایک بیرنگ خط لکھ کر دریافت کر لیجیے اور اس وقت تک بیرنگ خطوط بھیجتے رہیے جب تک جواب نہ آ جائے۔
- خدا کو حاضر ناظر جان کر کہا جاتا ہے کہ اس ناول کے نام، مختلف کردار اور کہانی سے تعلق

رکھنے والے اداروں کے نام قطعی فرضی ہیں اگر اس حلفیہ بیان پر آپ کو یقین نہ آئے تو صبر کیجیے۔

- قیمت ایک روپیہ سے ایک پیسہ کم نہ ہو گی بھئی کا پہر ہے بور نہ کیجیے۔
- زر سالانہ مع رجسٹری خرچ مبلغ گیارہ روپے (لائبریریوں سے مبلغ پانچ روپے زائد یعنی سولہ روپے) کیونکہ لائبریری والے ایک روپیہ سے نہ جانے کتنے روپے بنا لیتے ہیں۔
- ممالک غیر سے سترہ شلنگ (ہمیں نہیں معلوم کہ ایک روپے میں کتنے شلنگ ہوتے ہیں اللہ کے بھروسے پر سترہ شلنگ لکھ دیئے جاتے ہیں۔)
- بیچارے ابن صفی پرنٹر پبلشرز (شامت اعمال سے) نے دفتر سے فلاں پریس تک کئی روز جوتیاں چٹخانے کے بعد بہزار دقت چھپوایا اور فلاں فلاں مقام سے رو رو کر شائع کیا... رویا اس لیے کہ ہر جزو کا ایک آدھ صفحہ ضرور اڑا ہوا نظر آیا۔ پریس والوں سے شکایت کی تو بولے کتابت درست نہیں تھی کاتب سے کہیے کہ گاڑھی روشنائی استعمال کرے، کاتب تک ان کا پیغام پہنچایا تو بڑی حیرت سے بولے کہ ارے آپ اس پریس میں چھپواتے ہیں وہاں تو ساری مشینیں چوپٹ ہیں، میں اتنی گاڑھی روشنائی استعمال کرتا ہوں کہ اگر آپ کے چہرے پر اس کا پلاسٹر کر دیا جائے تو کم از کم چھ ماہ تک آپ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں۔

بس ختم کرتا ہوں اس پیشرس کو اپنا سر پیٹ کر، خدا آپ کو بھی صبر کی قوت عطا فرمائے آمین۔

ابن صفی

۲۰/ اگست ۱۹۵۷ء

پیش رس

(عمران سیریز نمبر ۲۳، رائی کا پربت)

لیجیے پھر وہی پیشرس کی مصیبت میں کہتا ہوں ناول لکھنا بہت آسان کام ہے۔ لیکن پیشرس لکھنا بہت مشکل ہے۔ پیشرس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان میں اسی ناول کے متعلق بات کی جائیں جس کا وہ پیشرس ہے۔ لیکن میں ناول کے متعلق کیا عرض کروں یہ تو اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب میں خود ہی اپنے ناول کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا کر آخر میں ''ابن صفی'' تفضل حسین لکھ دوں اور اگر اللہ زیادہ توفیق دے اس میں ایم اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (ہنالولو) کا اضافہ بھی کر دوں اور آپ کہیں آہا کیا چیز ہے۔ یہ ابن صفی بھی کہ اتنے اونچے اونچے تفضل حسین اس کا لوہا نہیں بلکہ فولاد مانتے ہیں

کہئے کیا خیال ہے یہی شروع کر دوں اگلے ناول سے؟

خیر اسے پھر سوچیں گے۔ عمران سیریز کے جوبلی نمبر کے متعلق سُنیے۔ اس کے اعلان کے بعد سے اب تک لاتعداد خطوط آئے ہیں۔ جن میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ اسے سائنس فکشن ہونا چاہیے۔

مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے جب کہ آج کل سائنس فکشن ہی کا رواج زیادہ ہے۔ کیا کیا جائے آپ کو اسی میں لطف آتا ہے کہ ایک مرغی نے انڈا دیا اور انڈا زمین پر گرتے ہی شق ہوا اور اس میں سے ایک بچہ نکل آیا اور اس بچے نے آن واحد میں جوان ہو کر ''ککڑوں کوں'' اسٹارٹ کر دی۔ بات کیا تھی کہ مرغی نے تفریحا ایک ایٹم نگل لیا تھا۔ یہ ایٹمی پڑیا ایسی ہاتھ لگی ہے کہ اس نے طلسم ہوشربا کے ''نارنج و ترنج'' کے منہ بھی پھیر دیئے ہیں۔ ہاں جناب آگر میں صحیح معنوں میں کوئی سائنس فکشن پیش کر دوں تو آپ بور ہو کر کتاب اپنے سر پر مار لیں گے.... میرا دعوی ہے.... ویسے تو میں نے بھی بندروں کے بن مانس بنانے ہیں ادر اپنے خوب تالیاں پیٹی ہیں لیکن ''موت کی چٹان'' میں میں نے جہاں اس کے امکانات پر بحث کی ہے اگر وہ مختصر نہ ہوتی تو آپ کو ہائی بلڈ پریشر ہو جاتا۔

خیر جیسی آپ کی مرضی آپ جو کچھ بھی لکھوائیں گے لکھ دوں گا۔ لیکن میں یہ کبھی نہ چاہوں گا کہ آپ بور ہو کر کتاب اپنے سر پر مار لیں۔

اب اجازت دیجیے۔

ابن صفی

۱۸ر ستمبر ۱۹۵۷ء

پیش رس

(عمران سیریز نمبر ۲۴، پاگل کتے)

عمران کی چوبیسویں حماقت ملاحظہ فرمائیے۔ لیکن پھر وہی دشواری آپ کی کہ کہانی کہ متعلق اپنے قلم سے کیا لکھوں اگر آپ کو پسند آئے، اچھی سمجھئے، نہ پسند آئے تو میں اسے اچھی باور کرانے پر بھی زور نہیں دوں گا۔ ویسے مجھے اس کا اندازہ بخوبی ہے کہ جو کہانیاں رواداری میں لکھ دیتا ہوں وہ آپ کو عموماً پسند آتی ہیں اور جن پر واقعی محنت کرتا ہوں ان میں آپ ضرور پنخشاخے نکالتے ہیں.... مگر اس کا اعتراف آپ کو بھی ہے کہ میں اپنی ہر نئی کہانی میں نیا انداز پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ لہٰذا یہ کہانی بھی آپ ایسی ہی پائیں گے۔

یہ تو ہوئی کتاب کے متعلق اب کچھ اور سنیے۔ آپ نے اس دوران میں بے شمار خطوط کے ذریعے پوچھا ہے کہ میں نے ان لوگوں کے خلاف کیا کیا جو لاہور میں میری کتابیں میری اجازت حاصل کیے بغیر چھاپ رہے ہیں۔

عرض کہ ان کے خلاف قانونی کارروائی کا آغاز ہو چکا ہے.... انجام سے آپ کو مطلع کیا جائے گا۔ ویسے آپ کو یقین ہونا چاہیے کہ قانون کی عظمت کو منہ چڑانے والے زیادہ دنوں تک آزادی کی سانس نہیں لے سکتے۔ ویسے لوگوں کے لیے میری زبان پر یہی دعائے خیر ہوتی ہے کہ خدا انہیں عقل سلیم عطا فرمائے۔

تیسری بات! تیسری یہ ہے کہ بعض اوقات آپ لوگ ایسی باتوں پر بھی مجھے ہی غصے کا شکار بناتے ہیں جنکا تعلق میرے کسی فعل سے نہیں ہوتا۔ مثلاً اگر آپ نے میرے دھوکے میں کسی اور کی کتاب خرید لی تو پھر مجھ پر جھنجھلانے سے کیا فائدہ جبکہ مہر ماہ عمران سیریز کے ذریعہ اعلان کرتا رہتا ہوں کہ میرے ناول خریدنے سے پہلے اچھی طرح اطمینان کر لیجیے کہ وہ اسرار پبلیکیشنز کراچی ۱۹ کے علاوہ کسی دوسرے ادارے کی شائع کردہ کتاب پر میرا نام دیکھیے تو جیب میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے محتاط ہو جایئے۔ ہو سکتا ہے کسی نے ایک آدھ نقطے کے فرق سے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہو۔ یا ہو سکتا ہے کہ وہ کتاب

میری ہی ہو اور کسی نے غیر قانونی طور پر چھاپ لی ہو۔ غیر قانونی طور پر چھاپنے والوں کے خلاف قانونی کارروائی یقیناً کرتا ہوں لیک. نیک نیت نقالوں سے مل کر مجھے بے حد خوشی ہوتی ہے۔ کیونکہ ان میں سے اکثر آگے چل کر اپنے لیے نئی نئی راہیں نکالیں گے۔ نقالی بُری چیز نہیں ہے۔ چراغ ہی سے چراغ جلتے ہیں منّے میاں، انکل یا ڈیڈی کی نقل ہی کرتے کرتے ایک دن خود بھی انکل یا ڈیڈی بن جاتے ہیں اور دیکھنے والے کہتے ہیں کہ بیٹا تو باپ سے بھی اونچا نکلا۔ مگر یہ اسی وقت ممکن ہے جب منے میاں کی نقل انہیں کسی دوسری سمت لے جائے۔ اگر وہ زندگی بھر کسی نہ کسی کی نقل ہی کرتے رہے تو ان کا اپنا کوئی مقام نہ ہو گا۔ ہر لکھنے والا نقالی کے دور سے ضرور گزرتا ہے۔ لہٰذا آپ اس سلسلے میں بھی مجھے خطوط نہ لکھیے تو بہتر ہے....

ابن صفی

۲۳/ اکتوبر ۱۹۵۷ء

پیش رس

(عمران سیریز نمبر ۲۵، پیاسا سمندر)

لیجیے جوبلی نمبر بھی حاضر ہے اب یہ دیکھنا آپ کا کام ہے کہ آپ کی توقعات کہاں تک پوری ہوئی ہیں۔ ویسے میں یہ بات دیانتداری کے ساتھ کہہ رہاہوں کہ اتنے تھوڑے وقت میں سائنس فکشن پیش کرنا آسان کام نہیں ہے! پھر بھی میں نے کوشش کی ہے کہ اپنے ذہین پڑھنے والوں کو کسی حد تک مطمئن کر سکوں!..... محیر العقول اور بعید از قیاس واقعات کو یکجا کر کے کہانی کی شکل دے دینا آسان ہے لیکن ان کا جواز پیش کرنا ہی حقیقتاً اس طلسم ہوشربا کو سائنس فکشن میں تبدیل کرنا کہلاتا ہے اور تھوڑے وقت میں یہ ایک مشکل کام ہے! اس میدان میں انگریزی کے سب سے مشہور اور کامیاب مصنف ایچ۔جی۔ ویلز کی تصانیف میں بھی اگر منطقی اور سائنسی استعدلال کے ٹکڑے حذف کر دیے جائیں تو وہ بھی سر تاپا طلسم ہوشربا بن کر رہ جائیں گے ویسے یہ اور بات ہے کہ "طلسم ہوشربا" بجائے خود ایک بہت بڑی پیشین گوئی رہی ہو مثلاً فلاں جادو گر نے ایک گولہ مارا اور پورا شہر تباہ ہو گیا! اس وتت کے سمجھدار لوگ بھی اس بنڈل بازی پر ہنسے ضرور ہوں گے مگر کیا آج آپ ایسے ہی گولے نہیں دیکھ رہے .... ہیروشیما پر (اگر میری یادداشت دھوکا نہیں دے رہی) ایک ہی گولہ تو پڑا تھا! مگر آج کے ذہن کی تشفی کے لیے الیکٹرون اور نیوٹرون وغیرہ کا چکر موجود ہے! آپ اگر آج ایسے لوگوں کی کہانیاں بھی سنیں تو آپ کو ہنسی نہیں آئے گی کیونکہ اس دور میں جب کہ فضا میں طفیلی سیارے چھوڑے جارہے ہوں سب کچھ ممکن ہے....؟ ویسے کہنے کا مطلب حقیقتاً یہ تھا کہ اگر کبھی کتاب پر دو ماہ کا وقت بھی مل سکا تو اپ کو دکھاؤں گا کہ سائنس فکشن کسے کہتے ہیں۔

لیجیے میں خواہ مخواہ سنجیدہ ہو گیا! ارے افسانوی لٹریچر کا مقصد آپ کی دانست میں ذہنی جمناسٹک کب ہوتا ہے آپ تو عموماً یہی چاہتے ہیں کوئی ایسی کہانی ملے جو شروع کرنے کے بعد اسی میں کھو جائیں اور کچھ دیر کے لیے ان ذہنی الجھنوں سے نجات مل جائے جن میں اپ دن بھر مبتلا رہے ہیں۔ لہٰذا اگر کہانی میں کہیں اتنی ہی ذہنی انرجی صرف کرنی پڑی جتنی الجھنیں چٹ کر گئی تھیں تو آپ کا ذہن اس کنہانی سے

بھی بھاگے گا۔ اس لیے میں اپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ اس کہانی کو اپنی خواہشات کے عین مطابق پائیں گے۔

عمران نے اس بار اپنی عقلمندیوں اور حماقتوں میں توازن بر قرار رکھا ہے لہٰذا ہو سکتا ہے کہ بعض مقامات پر ہنستے ہنستے آپ بیک وقت سنجیدہ بھی ہو جائیں۔ عمران کو ایک بار پھر اس کے گھریلو ماحول میں دیکھیے۔ رحمان صاحب سے اس کی گفتگو بے حد دلچسپ رہی تھی اور وہ لڑکی جو سپار سیا نامی سیارے سے آتی تھی! اڑن طشتریوں اور مصنوعی سیاروں کا راز.... وہ دو بالشت کا بچہ آپ کو متحیر کر دے گا جو بلیک زیرو اور صفدر کو گدھے کہتا ہے۔ اس بچے کا کان پھاڑ دینے والا دھماکہ...؟ بس اب کہانی شروع کیجیے اور مجھے اجازت دیجیے۔

ابن صفی

۲۵/ نومبر ۱۹۵۷ء

پیش رس

(عمران سیریز نمبر ۲۶، کالی تصویر)

شاہ رہ سے مسٹر زیڈ۔ ڈی احمد نے پوچھا ہے کہ "درندوں کی بستی" والے ڈینی ولسن سے عمران کی ملاقات کب اور کن حالات میں ہوئی تھی۔ زیر نظر کہانی "کالی تصویر" اسی سوال کا جواب ہے! میرے بہتیرے ناول اسی قسم کے سوالات کے جواب ہیں۔ آپ نے جو کچھ پوچھا میں نے اس پر سوچا اور کسی کہانی کا پلاٹ بن گیا۔

لیکن اس کہانی کو پڑھتے وقت یہ نہ بھولیے گا کہ یہ عمران کے ابتدائی دور کی کہانی ہے، جب وہ نہ تو بہت زیادہ مشاق تھا اور نہ ان کے پاس وہ لامحدود وسائل تھے، جو آج کے ایکس ٹو کو حاصل ہیں۔

پھر بھی آپ اس کہانی کو غیر دلچسپ نہ پائیں گے اور کہانی پیش کرنے کا انداز بھی آپ کو نیا ہی معلوم ہو گا۔ میں ہر امکانی کوشش کرتا ہوں کہ ہر کہانی نے انداز میں پیش کی جائے تاکہ آپ میری مختلف کہانیوں میں مماثلت یا یکسانیت نہ محسوس کر سکیں!

اس کہانی میں آپ عمران کے طریق کار کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکیں گے... وہ ایک لڑکی کو غصہ دلا دلا کر کیس کے متعلق ساری اہم باتیں معلوم کرلیتا ہے۔

ابن صفی

۲۶/ دسمبر ۱۹۵۷ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۲، سوالیہ نشان)

اس کہانی کی شروعات ہی سوالیہ نشان بن کر رہ گئی ہے۔ اور سوالیہ نشان اس وقت تک ذہن میں چکراتا رہتا ہے جب تک کہ سچ مچ کا ایک سوالیہ نشان کہانی میں داخل نہیں ہو جاتا۔ اس بار عمران ایک ایسے آدمی سے ٹکرایا ہے جو خود اسی کی طرح پراسرار تھا۔ یعنی

خود اس کے ساتھیوں نے بھی اس کی شکل نہیں دیکھی تھی اس کا طریق کار بھی عمران ہی کا سا تھا۔ اس کہانی میں آپ کو روشی بھی ملے گی۔ عمران سیریز کے سلور جوبلی نمبر میں اس کی کمی بہت شدت سے محسوس کی گئی تھی۔ مگر اس کہانی میں اس کے لئے کوئی گنجائش نہیں نکل سکی تھی۔

لبعض احباب کچھ کرداروں کے لئے مصر ہوتے ہیں کہ انہیں اکثر لایا جائے، میں کوشش کرتا ہوں کہ ایسا ہو سکے لیکن بعض کہانیوں میں یہ ناممکن ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ان کرداروں کو ان میں کھپانے کے لئے کسی معقول جواز کی بھی ضرورت پیش آتی ہے۔ اور جواز مجھے نہیں ملتا۔ اس لئے بعض اوقات میں اکثر فرمائشات پوری کرنے سے قاصر رہتا ہوں... پھر بھی کوشش یہی کرتا ہوں کہ پڑھنے والوں کے زیادہ سے زیادہ مطالبات پورے کر سکوں۔۔۔

آپ نقالوں کے سلسلے میں بھی مجھے بور کرتے ہیں ! یہ آپ کی زیادتی ہے.. ارے بھئی اگر کسی نے میرے کرداروں مثلاً فریدی، حمید، قاسم اور عمران کے نام اپنا کر ناول لکھنے شروع کر دیتے ہیں تو اس سلسلے میں میں کیا کر سکتا ہوں؛ مجھے تو اپنے ان کماؤ پوتوں پر فخر ہے جو دوسروں کا ذریعہ معاش بن کر بھی ایک اہم خدمت انجام دے رہے ہیں۔ مجھے اس پر ذرا بھی غصہ نہیں آتا۔ بس صرف اتنی بات گراں گزرتی ہے کہ لکھنے والے اپنے باپ کا نام بتانے کی بجائے میرے ہی باپ کا نام بتانے لگتے ہیں اور بھی اس انداز میں کہ میں ہی معلوم ہوں اور وہ ایک آدھ نقطے کے فرق سے کتابیں خریدنے والوں کو دھوکا دے نکلیں

ویسے میں آج آپ کو ایک راز کی بات بتاؤں!.. وہ یہ کہ باپ کا نام بتائے بغیر کوئی جاسوسی ناول

نویس کامیاب ہو ہی نہیں سکتا... مگر شرط یہ ہے کہ نام میرے ہی باپ کا بتایا جائے

تیسری بات یہ ہے کہ آج کل پھر وہی نجی قسم کے خطوط کا زور بڑھنے لگا ہے۔ میں پہلے بھی آپ سے عرض کر چکا ہوں کہ مجھے ذاتی خطوط کے جوابات لکھنے کا وقت نہیں ملتا۔

آپ کو جواب نہیں ملا تو آپ بے حد خفا ہو کر دوسرا خط لکھ دیتے یں... میں آپ کی محبت اور خلوص کا بے حد مشکور ہوں اس وقت اور زیادہ مشکور ہوں گا جب آپ میرے ہاتھ کے لکھے ہوئے جواب پر مصر نہ ہوں گے۔

بعض مقامی احباب مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ بہتر تو ہی ہے کہ وہ مجھ سے میری کتابوں ہی میں ملا کریں! کتابوں کے باہر میں بے حد بور نظر آؤں گا۔ اتنا کہ شائد پھر آپ میری کتابیں پڑھنا بھی چھوڑ دیں۔۔۔

آپ ملیں گے.... اور جتنی دیر بھی یہ ملاقات جاری رہے گی میں آپ کو بازار کے نرخوں کے اتار چڑھاؤ پر بور کرتا رہوں گا اور آپ میرے متعلق ایسی لغو رائے قائم کر کے اٹھیں گے کہ بس...!

اب میں کیا کروں عادت ہی ہے میری علیک سلیک کے بعد سب سے پہلے ہی عرض کروں گا کہ مسور کی دال کے دام بہت چڑھ گئے ہیں! ہلدی بہت واہیات آ رہی ہے۔۔۔ ارے صاحب آخر کوئی کیونکر جیئے جب کہ چار یار دن کا سیکنڈ ہینڈ گوشت بھی اتنا گراں ملتا ہے۔

آپ میری شکل دیکھ کر سوچیں گے کہ شاید ریزر بلیڈ کے دام بھی بہت زیادہ چڑھ گئے ہیں۔

ابن صفی

۲۹/ جنوری ۱۹۵۸ء

پیش رس

(عمران سیریز نمبر ۲۸، خطرناک لاشیں)

عمران اٹھائیسویں بار آپ کی خدمت میں پیش ہو رہا ہے، اپنی روایات کے مطابق وہ اس بار بھی ایک حیرت انگیز اچھوتی اور نئے انداز کی کہانی لایا ہے۔

یہ ایسی لاشوں کی کہانی ہے جو دھماکے کے ساتھ پھٹ جاتی تھیں اور اگر ان کے قریب کوئی آدمی موجود ہوتا تو اس کے بھی چیتھڑے اڑ جاتے تھے۔

اس بار تو رحمان صاحب بھی کسی حد تک عمران سے مدد کے طالب ہوئے ہیں .... کیپٹن فیاض تو جوتیاں چٹخاہی رہا تھا.... اس سے ایک زبردست غلطی سرزد ہوتی ہے اور عمران کے نظریے کے مطابق کیس بگڑ جاتا ہے۔

پھر؟.... کیا عمران کو ناکامی ہوتی ہے؟

اس کا جواب تو کیپٹن فیاض ہی دے سکے گا جو رسیوں سے جکڑا ہوا ایک صوفے پر پڑا تھا۔ کمرے میں موسیقی کی لہریں منتشر ہو رہی تھیں! ایک اندھی رقاصہ ناچ رہی تھی اس کے ہاتھ میں چمکتا ہوا خنجر تھا.... کیا وہ موت کا ناچ نہیں تھا؟ کیپٹن فیاض جانتا تھا کہ ابھی اس مشاق اندھی رقاصہ کا ہاتھ بلند ہو گا اور خنجر اس کے سینے میں پیوست ہو جائے گا! اس سے ایک دن پہلے کیپٹن فیاض نے رحمان صاحب کو اطلاع دی تھی کہ اس کے ماتحت شاہد کی لاش کو ہاتھ نہ لگایا جائے لہٰذا لاش دھوپ میں پڑی رہی.... آخر کیوں؟

اندھی لڑکی کے رقص کے بعد جو ناچ ہوا تھا.... کیا وہ بھی موت کا ناچ نہیں تھا!

ایک پاگل آدمی کی داستان جو اپنی دانست میں انسانیت پر احسان کر رہا تھا عمران کس طرح اس کا قلع قمع کرتا ہے! آپ یقیناً محفوظ ہوں گے۔

ابن صفی

۲۷/ فروری ۱۹۵۸ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۲۹، گیند کی تباہ کاری)

گیند کی تباہ کاری کافی تاخیر سے آپ تک پہنچ رہا ہے! اس تاخیر کا باعث جاسوسی دنیا کا ڈائمنڈ جوبلی نمبر بنا تھا۔ جوبلی نمبر کی اشاعت میں تاخیر ہوئی تھی اس لیے عمران سیریز کے اس ناول پر بھی اثر پڑنا لازمی تھا اور دیکھیے کب تک ان بگڑے ہوئے حالات پر قابو پانے میں کامیاب ہوتا ہوں۔ بہر حال اپنی انتہائی کوشش اس مسئلہ پر صرف کر رہا ہوں کہ ان دونوں سلسلوں کی کتابیں پھر کسی تاخیر کے بغیر آپ تک پہنچنے لگیں۔

جاسوسی دنیا کا جوبلی نمبر پسند بھی کیا گیا اور ناپسند بھی! اس اختلاف کی وجہ کہانی نہیں بلکہ فریدی اور عمران ہیں۔

کہانی کی دلچسپی پر حرف نہیں آیا۔ پس ستم یہ ہو گیا کہ بیچارہ عمران ایک موقعے پر گیس پروف نہیں بن سکا۔ فریدی صاحب بازی مار لے گئے مگر اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ وہ فریدی سے دبلا پڑتا ہے! یہ تو کہانی کا ایک موڑ تھا جسے اتفاقات نے جنم دیا تھا۔ ان سبھوں کا تاریک وادی میں داخل ہو جانا بھی محض ایک اتفاق تھا اگر یہ اتفاق پیش نہ آتا تو آپ جانتے ہیں کیا ہوتا۔ انہیں تاریک وادی تک پہنچانے کے لیے کم از کم ڈیڑھ ہزار صفحات کی ضرورت پیش آتی پھر زیرہ لینڈ کا مسئلہ تو بہت بڑا تھا۔

عمران کے چاہنے والوں کو مطمئن رہنا چاہیے کہ زیرو لینڈ کا کیس سو فیصدی عمران کا ہے اگر کبھی اسے پیش کرنے کی نوبت آئی تو دیکھیے گا۔

زیر نظر کہانی "گیند کی تباہ کاری" بھی ایک نئے انداز کی کہانی ہے۔ اسے بھی آپ پچھلی تمام کہانیوں سے مختلف پائیں گے 'عمران نے بالکل ہی اچھوتے انداز میں اپنی ذہانت فطانت کے جوہر دکھائے ہیں۔

اگر آپ مجھ سے اچھی کہانیاں چاہتے ہیں تو مجھے مشورے دینا بند کر دیجیے۔ صرف میری خامیوں سے آگاہ کرتے رہیے۔ آپ کے مشورے بعض اوقات مجھے غلط راستوں پر بھی ڈال دیتے ہیں نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کہانی نہ آپ کو پسند آتی ہے اور نہ مجھے! لہٰذا آپ مجھے مشوروں سے معاف رکھیے اور مجھے اسی طرح لکھنے دیجیے جیسے میں پہلے لکھتا رہا ہوں۔ اور آپ بے تحاشہ پسند کرتے رہے ہیں

ابن صفی

۳۰ / مئی ۱۹۵۸ء

پیش رس

(عمران سیریز نمبر ۳۰، چار لکیریں)

عمران کا تیسواں ناول ملاحظہ فرمایئے۔ بار بار یہ لکھنا بھی فضول ہی ہے کہ آپ اسے بالکل ہی نئے انداز کا ناول پائیں گے۔ ہر ناول کا انداز نیا ہوتا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو آپ میری کہانیوں سے کبھی کے بور ہو چکے ہوتے۔

البتہ ایک بات ضرور ہے جس کے اکثر آپ بھی شاکی ہیں! وہ یہ کہ کسی ناول کے اشتہار میں جو نکتے لکھے جاتے ہیں ان میں سے اکثر کا تذکرہ کہانی میں نہیں ملتا.... مجھے اس کا اعتراف ہے کہ اکثر ایسا ہوا ہے اور ہوتا رہتا ہے ہوتا یہ ہے کہ جب میں کسی ناول کا اشتہار ترتیب دینے لگتا ہوں اس وقت کہانی کے متعلق ایک اڑتا سا خاکہ ذہن میں ہوتا ہے اسی کے مطابق پوائنٹس لکھتا چلا جاتا ہوں لیکن کہانی لکھنے بیٹھتا ہوں تو ان میں سے بعض پوائنٹس پلاٹ سے دور بھاگتے ہوئے نظر آتے ہیں اور میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اگر ان پوائنٹس کو زبردستی کہانی میں کھپانے کی کوشش کی گئی تو کہانی بے ڈھنگی ہو جائے گی۔ مثال کے طور پر زیر نظر ناول کے اشتہار میں عمران سے متعلق ایک پوائنٹ تھا کہ وہ بندروں کے سے انداز میں راہگیروں پر حملے کرتا ہے!.... لیکن آپ کو اسی کہانی میں ایسی کوئی سچویشن نہیں نظر آئے گی۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر یہ پوائنٹ زبردستی ٹھونسنے کی کوشش کی جاتی تو کہانی سے بچکانہ پن جھلکنے لگتا۔ ویسے اشتہار بناتے وقت جو خاکہ ذہن میں تھا اس میں یہ پوائنٹ کافی جچا تُلا معلوم ہوا تھا! لیکن کہانی کا ٹمپو اسے برداشت کرنے سے قاصر رہا۔

چلیے یہ ایک سچویشن اس کہانی میں نہ آسکی! لیکن اگر اس کے باوجود بھی کہانی کی دلچسپی میں کوئی فرق آیا ہو تو شوق سے کتاب میرے منہ پر مار دیجیے۔

ابن صفی

۱۲/ جولائی ۱۹۵۸ء

پیش رس

(عمران سیریز نمبر ۳۱، چالیس ایک باون)

عمران سیریز کا اکتیسواں ناول " چالیس ایک باون" حاضر ہے!

لیکن یہ کہاں تک کہا جائے کہ آپ اسے بھی عمران کے دوسروں ناولوں سے بالکل مختلف پائیں گے۔ یکسانیت ہو تو آپ پڑھیں ہی کیوں۔ میرے ناولوں کے منتظر کیوں رہیں۔

اس بار عمران صاحب آپ کو ایک ماہر نفسیات کے روپ میں نظر آئیں گے لیکن یہ روپ جیسا ہو گا آپ دیکھ ہی لیں گے۔ لڑکیوں کو دھمکانے کے لیے پتھر تلاش کرتے ہیں! کبھی لوگوں سے پوچھتے ہیں میری دم تو نہیں ہل رہی! فرماتے ہیں کہ میں لاشعور کو بطل الشعور کہتا ہوں! بھلا کیوں کہتے ہیں۔ آپ کے فرشتے بھی ان سے اس کی وجہ نہ معلوم کر سکیں گے! بس موج ہے قلندر کی۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ عمران فریدی کے مقابلے میں ہلکا معلوم ہوتا ہے! کہتے ہیں مگر اس کے باوجود بھی عمران کو پڑھتے ضرور ہیں!

پوچھتا ہوں بھئی کہ اگر عمران بھی فریدی کی طرح سنجیدہ اور ٹھوس ہو جائے تو پھر دونوں کی کہانیوں میں فرق کیا رہ جائے گا۔

اگر عمران سیریز کے ناولوں کا انداز بھی فریدی ہی کے ناولوں کا سا ہونے لگے تو پھر مجھے قلم ہی ہاتھ سے رکھ دینا پڑے گا! یقین جانئے کہ اگر کبھی دونوں سلسلوں میں کسی قسم کی مماثلت ہوئی تو وہ خوبی نہیں بلکہ ایک بہت بڑی کمزوری ہو گی۔

ابن صفی

۱۰/اگست ۱۹۵۸ء

پیش رس

(عمران سیریز نمبر ۳۲، آتشدان کا بت)

عمران سیریز کا ناول آتشدان ملاحظہ فرمایئے۔ اس کی کہانی آپ کو شروع ہی سے عجیب لگے گی! عمران اور صفدر کا بہروپ۔ ایک ایسے مکان میں ان کا داخلہ جس کا ایک کمرہ انہیں پہلی نظر میں کوئی بہت بڑا ریفریجری ٹر معلوم ہوا تھا۔ پھر عمران سے ایسی حرکتیں سرزد ہوئیں کہ صفدر اس کی ذہنی حالت پہ شک کرنے لگا۔ کیا یہ انوکھی بات نہیں تھی کہ اس نے ایک لڑکی کو مینڈک تحفہ پیش کیا تھا...

صفدر کو عمران کے متعلق ایسی باتیں معلوم ہوتی ہیں کہ حیرت کی زیادتی کے وجہ سے اس کی سانسیں سینے میں رکنے لگتی ہیں۔

بہتیرے پڑھنے والوں کی خواہش تھی کہ چالیس ایک باون کے نیگرو جوزف کو آئندہ کہانیوں میں بھی لایا جائے۔ ان کی یہ خواہش بھی پوری کی جارہی ہے... دیکھیے یہ جوزف کتنا عجیب و غریب آدمی تھا زندگی اور موت اس کے لیے کھیل تھیں... لیکن وہ بد دعاؤں سے کتنا ڈرتا تھا آپ اس کی اس حرکت پہ مسکرائے بغیر نہیں رہ سکیں گے... اس وقت بھی اسے دیکھیے گا جب ایک حسین رقاصہ اسے چھیڑ رہی تھی اور وہ کسی بے بس بچے کی طرح کبھی عمران کی طرف دیکھنے لگتا اور کبھی رقاصہ کی طرف... وہ اسے پلانا چاہتی تھی لیکن جوزف کو آج تک کسی نے نشے کی حالت میں نہیں دیکھا تھا۔ ویسے تو وہ سدا کا بلانوش تھا! لیکن نشے کی حالت میں کسی کے سامنے آنا یا روبرو بات کرنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔

یاد رکھیے یہ ایک مکمل ناول اور نامکمل کہانی ہے! مکمل اس لیے ہے کہ عمران کو جس مجرم کی تلاش تھی وہ اس کے ہاتھ آگیا ہے...

اور نامکمل اس لیے کہی جاسکتی ہے کہ ابھی میرا جی اس سے نہیں بھرا..... اس لیے عمران سیریز کا آئندہ ناول جڑوں کی تلاش ضرور ملاحظہ فرمایئے گا۔

میں نے اب تہیہ کر لیا ہے کہ صفحات کی کمی کے باعث کسی بھی کہانی کو محدود کرنے کی کوشش نہیں کروں گا! کیوں کہ یہی چیز اکثر آپ کی شکایت کا موجب بن جاتی ہے۔

ہاں تو عرض یہ کر رہا تھا "آتشدان کا بت" کے بعد "جڑوں کی تلاش" ضرور پڑھیے۔

ابن صفی۔

کراچی۔۔۔ ۱۲/ ستمبر ۱۹۵۸ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۳۳، جڑوں کی تلاش)

عمران کا ناول "جڑوں کی تلاش تاخیر سے پیش کیا جارہا ہے!
جاسوسی دنیا کا ناول چاندنی کا دھواں میری علالت کی بنا پر دیر سے شائع ہوا تھا۔۔ اس لئے عمران کے ناول پر بھی اثر پڑنا لازمی تھا!
عمران کی پچھلی کہانی "آتش دان کا بت" آپ نے پڑھی تھی۔ وہ کہانی دراصل "جڑوں کی تلاش" میں مکمل ہوئی ہے...!
عمران آپ کو پوری کہانی پر چھایا ہوا نظر آئے گا۔ لیکن آپ اسے کم ہی دیکھ سکیں گے.... اور آخیر میں جب راز کھلے گا تو آپ سوچنے پر مجبور ہوں گے کہ وہ تو قدم قدم پر سامنے آیا ہے۔! اگر اس نے اس کہانی میں بہت زیادہ ہنسایا نہ ہو تو بیچارے کو معاف ہی کر دیجئے گا! کیونکہ وہ مجبور تھا۔ اس قسم کی تنقید کرنے سے پہلے یہ ضرور دیکھ لیا کیجئے کہ کہانی کا پلاٹ کس قسم ہے اور اسے کس انداز میں پیش کیا گیا ہے ۔۔ اس کہانی میں ناممکن تھا کہ وہ بار بار آپ کے سامنے آکر اپنی حماقتوں سے آپکو محظوظ کرتا! بہر حال جتنا بھی آیا ہے..... خوب آیا ہے! آپ قہقہے لگائے بغیر نہ رہ سکیں گے۔۔۔!
عمران کا آئندہ ناول "خصوصی ناول ہو گا! ____ لہٰذا دعا کرتے رہیے کہ میں بعافیت رہ کر اسے معینہ وقت پر پیش کر سکوں! آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ خصوصی ناولوں کے دوران مجھ پر بیماریوں کے حملے ضرور ہوتے ہیں!... پڑھنے والے سمجھتے ہیں کہ Demand بڑھائی جارہی ہے اور کچھ اس قسم کے خطوط لکھنے شروع کر دیتے ہیں کہ مجھے اپنی عمر گھٹتی ہوئی محسوس ہونے لگتی ہے!...
بارہ کتابوں کے پیشگی خریداروں سے گزارش ہے کہ ان کی خدمت میں بہر حال بارہ کتابیں پیش کی جائیں گی لیکن اس میں دیر سویر کا بھی امکان ہے....! جو حضرات مطمئن نہ ہوں وہ ہر وقت حساب کر کے اپنی بقیہ رقومات واپس منگوا سکتے ہیں! رسالے تو ٹھیک وقت پر شائع ہو سکتے ہیں کیونکہ اس میں بہت سے لکھنے والے حصہ لیتے ہیں مگر کتابیں جو ایک ہی شامت زدہ کی کاوشوں کی رہین منت ہوتی ہیں اس کی کسک دوسری غیر متوقع شامت زدگی کی بنا پر لیٹ بھی ہو سکتی ہیں۔ اس لیے اگر میری کوئی کتاب کبھی وعدہ کے مطابق ٹھیک وقت پر نہ ملے تو خفا ہو کر خط لکھنے کی بجائے کچھ دن صبر کر لیجیے! اس دوران میں یا تو آپ کو نئی کتاب مل جائے گی یا موت کی اطلاع....!

ابن صفی

۴؍ نومبر ۱۹۵۸ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۳۵، جزیروں کی روح)

بوغا کے سلسلے کا دوسرا ناول ملاحظہ فرمایئے۔ ہو سکتا ہے بعض احباب اس پر معترض ہوں کہ بوغا کی کہانی طویل ہوتی جا رہی ہے لیکن میرے ایسے پڑھنے والے اکثریت میں ہیں جن کا عرصے سے تقاضا تھا کہ پھر ''شعلوں'' کی داستان ہی کی طرح کوئی مسلسل کہانی پیش کی جائے۔ اتفاقاً عمران کا خاص نمبر لکھتے وقت بوغا کا کردار ہاتھ آ گیا اور اس کردار میں مجھے کسی مسلسل کہانی کا کردار بننے کی صلاحیتیں بدرجہ اتم نظر آئیں، لہٰذا کہانی حاضر ہے۔

ابھی حال ہی میں ''جاسوسی دنیا'' کے کیپٹن حمید کے متعلق ایک فرمائش آئی ہے جو مجھے بھی پسند ہے۔ فرمائش ہے کہ ایک ناول ایسا لکھا جائے جس میں صرف کیپٹن حمید کے کارنامے ہوں کرنل فریدی اس میں ہدایت کار کی حیثیت سے بھی نہ آئے۔ پورا کیس حمید ہی کو نپٹانا چاہیے۔ میں خود بھی ایک ایسے ناول کے امکانات پر غور کر رہا تھا۔ انشاء اللہ جاسوسی دنیا کے خاص نمبر کے بعد ہی یہ فرمائش بھی پوری کر دی جائے گی۔

ہاں اس بار پھر کاغذ ہی کا مسئلہ درپیش ہے اس وقت جبکہ یہ پیشرس لکھ رہا ہو۔ یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ اس کتاب کے مقدر میں بھی ڈھنگ کا کاغذ ہے یا نہیں....! کوشش تو اسی کی جاری ہے کہ سفید ہی کاغذ دستیاب ہو جائے۔ لیکن اگر نہ مل سکا تو آپ بھی صبر ہی کیجیے گا۔ کیوں کہ میں اپنی ایک پائی بھی بلیک مارکٹ کی نذر کرنے کو تیار نہیں۔ اگر سرکاری نرخ کے مطابق سفید کاغذ، تو فبہا ورنہ پھر کوئی رنگین ہی کاغذ استعمال کیا جائے گا۔ غالباً آپ کو بھی بلیک مارکٹ کرنے والوں سے ہمدردی نہ ہو گی۔

ابن صفی

۲۱؍ فروری ۱۹۵۹ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۳۶، چیختی روحیں)

بوغا کی کہانی کی تیسری کڑی حاضر ہے، پچھلی کہانی میں آپ نے پڑھا تھا کہ عمران خود اپنے ہی جال میں کیسے پھنس گیا تھا۔ اب دیکھیے کہ وہ دشمنوں کا حربہ خود انہی پر کس طرح آزماتا ہے۔ اس کے ساتھی حالات کے ہاتھوں بے بس ہو کر رہ گئے تھے لیکن عمران اس وقت بھی خود کو بے بس نہیں سمجھتا۔ اس کی بے تکی حرکتیں نئی راہیں نکالتی ہیں۔

ہو سکتا ہے آپ کو کہیں کہیں عمران پر غصہ بھی آئے لیکن آپ کو یہ نہ بھولنا چاہیے کہ وہ کن حالات سے دوچار تھا۔ اجنبی دیس میں مفلسی کتنی بھیانک ہو سکتی ہے اس کا اندازہ وہی لگا سکیں گے جن پر گزری ہو۔ عمران اس مفلسی سے چھٹکارا پانے کے لیے کیا کچھ نہیں کر گزرتا۔! لیکن یہ اتفاق ہی تھا کہ اسی دن اسے رہائی بھی نصیب ہو جاتی ہے۔

یہ کہانی انہیں خصوصیت سے بہت پسند آئے گی، تو زیادہ تر ایکشن کے رسیا ہیں۔ آئندہ کہانی اس سے بھی کہیں زیادہ دلچسپ ہو گی کیونکہ اس میں عمران کو زیادہ بہتر مواقع نصیب ہوئے ہیں۔

اب ایک لطیفہ سنیئے....! جاسوسی دنیا کے پچھلے ناول "الٹی تصویر" میں حمید دو چارپائیاں حلق سے اتار گیا تھا۔ اس پر بعض پڑھنے والوں کو ابھی تک کھٹی ڈکاریں آ رہی ہیں

میں نے تو دراصل یہ لکھا تھا کہ "اس نے جلدی جلدی دو چار مٹن پائیاں حلق سے اتاریں اور چائے ختم کر کے اٹھ گیا۔!"

کاتب صاحب غالباً بھوکے تھے اس لیے "مٹن" وہ خود ہضم کر گئے۔ باقی بچیں "دو چار پائیاں" وہ بیچارے حمید کے حصے میں آئیں۔ کیا کیا جائے مجبوری ہے۔ اگر کھٹی ڈکاریں لینے والے اب بھی مطمئن نہ ہوئے ہوں تو گذارش کروں گا.... کہ دونوں چارپائیاں بالکل "شدھ" تھیں یعنی ان میں کھٹمل قطعی نہیں تھے۔

کتابت کے لطیفے ایسے ہی دلچسپ ہوتے ہیں....! کبھی "بیدل" کو "پیدل" پڑھیے۔ کبھی نشتر الہ

آبادی "ن" سے محروم گردن اٹھائے چلے آرہے ہیں۔ کبھی اسرار ناروی کا "و" غائب اور پروف ریڈر صاحب ہر حال میں کاتب صاحب سے زیادہ قابل ہوتے ہیں لہٰذا انہوں نے "س" پر تین عدد نقطے بھی ٹھونک مارے۔ چلیے بن گیا "اشرار ناری" یعنی غزل اور صاحب غزل دونوں بھسم ہوئے۔

غرضیکہ اگر حمید کو حلق سے دو چار پائیاں اتار جانے کی سعادت نصیب ہوئی ہے تو اسے حیرت سے نہ دیکھیے بلکہ عبرت پکڑیئے اور دعا کیجیے کہ خدا آپ کو کاتبوں سے ہمیشہ بچائے رکھے۔ اب اگر کاتب صاحب اس "بچائے" کو بھی "نچائے" لکھ ماریں تو آپ کا مقدر.... بندہ عاجز ولاچار ہے۔!

ابن صفی

۲۴/اپریل ۱۹۵۹ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۷۳، خطرناک جواری)

بوغا کے سلسلے کی چوتھی کڑی خطرناک جواری حاضر ہے۔

اس کہانی کو آپ اس سلسلے کی پچھلی کہانیوں سے مختلف اور بہتر پائیں گے۔

اس میں عمران نے کوشش کی ہے کہ بوغا کسی صحیح راہ پر لگ سکے۔ ایک عجیب و غریب جوڑے سے ملیے جس کے متعلق عمران فیصلہ نہیں کر پاتا کہ وہ ڈیڑھ سمجھے یا پونے دو....!!!!!

عشق کی بہت سی تفسیریں آپ کی نظروں سے گزری ہونگی...!!

ایک شعر تو مجھے اس وقت بھی یاد آرہا ہے

شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتہؔ
اک آگ سی ہے سینے کے اندر لگی ہوئی

لیکن عشق کی جدید ترین تفسیر عمران کی زبانی سن کر اگر آپ کو غصہ آئے تو عمران سمجھ کر معاف کر دیجیے گا

عمران ہی ٹھہرا۔

اگر وہ محبوباؤں پر بکریوں کو ترجیح دیتا ہے تو اس کی دلیل پر بھی غور کیجیے۔

اب کیا کیا جائے وہ اسی کھوپڑی کا آدمی ہے عشق جیسے موضوع پر بھی سنجیدہ نہیں ہو سکتا جس کے سلسلے میں شعراء کے دیوان "جنازوں" سے بھرے پڑے ہیں...!!

اس کہانی میں مونیکا سے ملیے ایک ایسی عورت جس نے کچھ پاگل پال رکھے تھے لیکن کیا وہ حقیقتاً پاگل تھے

پرورش کا مقصد کیا تھا....؟؟

عمران کا آئندہ ناول خاص نمبر ہو گا

اور اس نمبر میں بوغا کی کہانی ختم کر دی جائے گی

مسلسل کہانیاں میں ہمیشہ پڑھنے والوں ہی کے اصرار پر شروع کرتا ہوں لیکن پھر جہاں ایک کہانی کے بعد دوسری کہانی کا انتظار کرنا پڑا... وہی حضرات بور بھی ہونے لگتے ہیں۔ لہٰذا اب اسے آخری ہی مسلسل کہانی سمجھیے...

بوغا کی کا آخری کہانی ہر اعتبار سے دلچسپ ہوگی...!! ایڈونچر کے رسیا بھی مطمئن ہو سکیں گے۔

اور وہ پڑھنے والے بھی جنہیں زیادہ تر سائنس فکشن پسند آتے ہیں...

بوغا حقیقتاً کون تھا؟؟

اور اس کی پشت پناہی پر کتنی بڑی قوت تھی؟؟؟

یہ آپ ہوغا کی آخری کہانی "ظلمات کا دیوتا" ہی میں معلوم کر سکیں گے...!!

ابن صفی

۲۴/جون ۱۹۵۹ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۳۸، ظلمات کا دیوتا)

بوغا کے سلسلے میں عمران کا آخری ایڈونچر ملاحظہ فرمائیے....

جی ہاں....!!!

میں نے ایڈونچر کہا ہے۔

اس لیے پہلے ہی اس پر جاسوسی کی چھاپ نہ لگا لیجیے گا۔

میں نے وعدہ کیا تھا کہ یہ بوغا کی آخری کہانی ہو گی...

لہٰذا پڑھیے آخری کہانی....

لیکن میرا دعویٰ ہے کہ اختتام پر پہنچ کر آپ یہ سوچے بغیر نہ رہ سکیں گے کہ کہانی زبردستی ختم کی گئی ہے۔ ابھی چلتی ہی رہتی تو بہتر تھا،، مگر کیسے چلتی رہتی.... وعدہ تھا... آخری کہانی کا.... اور یہ قطعی وعدہ اس بنا پر کیا گیا تھا کہ

آپ مسلسل کہانی کی اقساط سے بور ہونے لگتے ہیں جب آپ ہوتے ہیں تو بھلا میں اس بوریت سے کیسے محفوظ ہو سکتا ہوں۔ پڑھنے اور لکھنے والے میں دامان و گریبان کا ساتھ ہوتا ہے محاورے میں تصرف کی وجہ دراصل یہ ہے کہ کبھی کبھی مصنف کا گریبان اور پڑھنے والے کا ہاتھ ہوتا ہے۔

اس کہانی کے اختتام کے سلسلے میں، میں اسی کے امکانات پر غور کر رہا ہوں لیکن قصور مجھ سے زیادہ آپ کا ہے... نہ آپ کہانی ختم کرنے کا تقاضہ کرتے اور نہ ہی یہ آخری کہانی ہوتی۔ اس کے باوجود بھی مجھے توقع ہے کہ کہانی اپنے نئے پن کی وجہ ضرور پسند کی جائے گی۔ اور پھر سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ آپ کو اس میں ایسا کردار ملے گا جسے دیکھنے کی خواہش آپ عرصہ سے ظاہر کرتے آئے تھے۔ اسے ایک نئے روپ میں دیکھیے...

اس بار کئی احباب اپنے خطوط پر تبصرے کے منتظر ہیں...!

لیکن بھئی کیا کیا جائے...!!

یہ سارے صفحات تو کتاب ہی کی نظر ہو گئے....

خیر آئندہ سہی...

لیکن کم از کم ایک صاحب کے لیے استفسار کا جواب دینا بے حد ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ پوچھتے ہی :

"آخر آپ کی کتابوں میں عورت اور مرد دُور دُور کیوں رہتے ہیں ؟؟"

سوال بڑا ٹیڑھا ہے لیکن سیدھا سا جواب ملاحظہ فرمایئے۔ ابھی ہمارا معاشرہ ارتقاء کی اس منزل میں ہے جہاں عورت اور مرد کے درمیان کم از کم ایک چپل کا فاصلہ تو ہونا ہی چاہیے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اگر مردوں کے دوش بدوش ترقی کی راہ پر چلنے والی کوئی عورت کسی فٹ پات پر چلی جا رہی ہے اور آپ سے سہواً بھی ٹکراؤ ہو گیا تو آپ اسے دوش بدوش کے بجائے پاپوش بدست دیکھیں گے۔

آیا خیال شریف میں ؟؟؟

اچھا اب اجازت دیجیے۔

ابن صفی

۳ ر ستمبر ۱۹۵۹ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۳۹، ہیروں کا فریب)

جاسوسی دنیا کے میگزین ایڈیشن کے اجراء کا اعلان ہوتے ہی خطوط کے ڈھیر لگ گئے۔ میں نے پچھلے ناول "دھواں اٹھ رہا تھا" کے پیشرس میں لکھا تھا کہ میگزین ایڈیشن میں آپ سے کھل کر گفتگو ہو سکے گی..... اس کا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ وہ صرف جواب نامہ ہو گا! اگر یہ بات ہوتی تو میں اُس رسالے کا نام "وعلیکم السلام" تجویز کرتا اور آپ سے عرض کرتا کہ اب لکھیے اپنی خیریت.....!

بہر حال ان خطوط میں سے چند اس وقت پیشِ نظر ہیں! ملاحظہ فرمائیے۔

لاہور سے ایک صاحب لکھتے ہیں کہ میرے دو ناول "پتھر کا خون" اور "شفق کے پجاری" انگریزی کے ناولوں سے براہِ راست ہتھیا لیے گئے ہیں۔! ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ انہوں نے صرف دو ناولوں کا تذکرہ کر کے مجھ پر بے حد رحم کیا ہے۔ بہیترے حضرات تو میری ساری کہانیوں کو "مالِ مسروقہ" قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ میں جاسوسی دنیا کے ڈائمنڈ جوبلی ایشو میں ان چند ناولوں کا تذکرہ کر چکا ہوں وہ جزوی یا کلی طور پر انگریزی سے مستعار ہیں۔ یہ تعداد صرف سات ہیں۔! تفصیل کے لیے ڈائمنڈ جوبلی نمبر کے پیش لفظ میں ملاحظہ فرمایئے۔!

اس قسم کی خیال آرائیوں پر مجھے عموماً ہنسی آتی ہے۔! ہنسی آنی ہی چاہیے! تاؤ کھانے کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ ڈیڑھ سو سالہ غلامی نے ہمیں من حیث القوم جس احساسِ کمتری میں مبتلا کر دیا ہے اس سے آہستہ آہستہ ہی نجات ملے گی۔ فوری طور پر گلو خلاصی ممکن نہیں۔ ہمارا عالم یہ ہے کی جہاں کسی مصنف کی کوئی تخلیق عام روش سے کچھ مختلف نظر آئی۔! فوراً خیال گزرتا ہے کہ ہو نا ہو کسی مغربی مصنف پر ہاتھ صاف کیا گیا ہے۔ شاید ہم یہ سوچ ہی نہیں سکتے کہ ہم خود بھی کسی قابل ہیں۔ موجودہ حکومت کے دور سے پہلے نہ جانے کتنا پاکستانی کپڑا "میڈ ان انگلینڈ" کے دھوکے میں پہن ڈالا گیا۔ دوگنے اور تین گنے دام ادا کر کے بھی بغلیں بجائی گئیں۔ لیکن جب مارشل لاء نافذ ہوا تو آنکھیں کھلیں کہ ارے یہ تو پاکستانی کپڑا تھا جو ولائیتی کے نام سے اتنا گراں فروخت ہوا کرتا تھا۔

ہاں تو اب ان دوست کی خدمت میں گذارش ہے کہ "پتھر کا خون" اور "شفق کے پجاری" دونوں اوریجنل ہیں اگر آپ انہیں انگریزی سے ثابت کر سکیں تو مجھے آپ کی اس صلاحیت پر بیحد خوشی ہو

گی۔!خالی خولی خوشی نہیں بلکہ کہ بطور اظہار عقیدت ان کی خدمت میں کوئی حقیر تحفہ بھی ضرور پیش کروں گا۔انگریزی کے ان دونوں ناولوں کے نام لکھ بھیجیے کہ کس بناء پر آپ کو سرقہ کا شبہ ہوا ہے۔!دلائل ضروری ہیں۔

دوسرے صاحب نے مشورہ دیا ہے کہ میں ارل اسٹینلے گارڈنر کی طرح لکھ کروں۔

کیوں لکھا کروں بھائی۔۔۔کیا آپ گارڈنر کو یہ مشورہ دے سکیں گے کہ وہ میری طرح لکھا کریں۔ویسے آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ گارڈنر کی کہانیوں کے ترجمے اردو میں قطعی نہیں چلتے! اور انگریزی میں بھی ان کے پڑھنے والوں کا ایک مخصوص طبقہ ہے۔ہر طبقے میں ان کی کتابیں مقبول نہیں ہیں۔

بحمد اللہ آپ کے اس پاکستانی مصنف کی کتابیں ہر طبقے میں پڑھی جاتیں ہیں۔پھر کیا وجہ ہے کہ وہ کسی کی نقالی کر کے خود کو محدود کرلے۔میرا اپنا الگ انداز ہے اور میں اس ہر مطمئن ہوں۔

تیسرے صاحب نے ایک معقول مشورہ دیا ہے۔اُس پر اسی بار میں عمل کیا جارہا ہے۔اُن کا کہنا ہے کہ جب ہر ماہ صرف ایک ہی ناول پیش کر رہے ہیں تو آئندہ کی دو کتابوں کے اشتہار کیوں دیئے جاتے ہیں! اس طرح خواہ مخواہ انتظار کی الجھنوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے!۔کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ دوسرے ماہ آنے والی کتاب کا اشتہار دیا کریں:۔

معقول مشورہ ہے! اس لیے آپ اس کتاب میں صرف جاسوسی دنیا کے ناول کا اشتہار دیکھ پائیں گے....اور جاسوسی دنیا کے ناول میں عمران کی آئندہ کہانی اشتہار ہو گا!....

چوتھے صاحب نے "ظلمات کا دیوتا" میں ڈیویز سیفٹی لیمپ کے استعمال پر اعتراض کیا ہے۔بھائی آپ اس ٹکڑے کو دوبارہ پڑھیے اس سے کب مترشح ہوتا ہے کہ وہی ڈیویز سیفٹی لیمپ کا اصل استعمال ہے۔لیکن اب مجھے یہ ضروری لکھیے کہ کیا سیفٹی لیمپ تیز ہوا میں بجھ سکتا ہے۔؟ چلیے یہ صفحہ بھی ختم۔ ۴

ابن صفی

۴/ نومبر ۱۹۵۹ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۴۰، دلچسپ حادثہ)

۱۹۶۰ء میں ہمبگ دی گریٹ سے ملیے اور مجھے معاف کر دیجیے کیونکہ کہانی کے اختتام پر آپ کو ضرور تاؤ آئے گا.... مگر کہانی ختم کہاں ہوئی ہے.... ابھی تو آپ نے "ہمبگ دی گریٹ" کی صرف جھلک دیکھی ہے.... دیکھیے آئندہ کیا ہوتا ہے.... یہ کردار کہانی میں اسی طرح ٹپکا ہے جیسے "شعراء" پر "الہامی" قسم کے اشعار نازل ہوتے ہیں۔ تو بھئی ایسے کرداروں کو ایک سو بارہ صفحات میں نپٹا دینا اپنی شامت خود ہی بلانے کے مترادف ہوتا... یعنی خاکسار کی میز ہوتی اور آپ کے "گالیات نامے۔"....اور یہ ہیمچدان لطیفوں کی بجائے "کثیفے" گڑھتا نظر آتا...

(اللہ جانے گڑھنا صحیح لفظ ہے گھڑنا.... کچھ گڑھتے پڑتے ہیں اور کچھ گھڑتے پڑھتے ہیں.... خدا دونوں کو معاف کرے....)

ہاں تو جناب جہاں تک کہانی کا تعلق ہے وہ اپنی جگہ مکمل ہے.... یعنی دلچسپ حادثہ جو عمران کو پیش آیا تھا اس کا انجام کیا ہو...؟ اگر اس کا جواب کہانی میں نہ دے سکے تو میں قصور وار.... جو سچے کی سزا وہ میری.... ورنہ تسلیم کیجیے کہ دلچسپ حادثہ اپنی جگہ مکمل کہانی ہے.... ویسے میں خود ہی نامکمل کہہ دوں تو ہاں میں ہاں ضرور ملائیے... مجھے بے حد خوشی ہو گی.... "کولرج" نے افیون کی پینک میں ایک نظم شروع کی تھی.... "گیلا خاں۔".... لکھ ہی رہا تھا کہ پینک ٹوٹ گئی.... اور خود اس کے خیال کے مطابق نظم نامکمل رہ گئی... زندگی بھر کوشش کرتا رہا اسے مکمل کر ڈالے لیکن یہ بھی ممکن نہیں ہوا۔ اور وہ اس نامکمل نظم کا داغ ہی لیے دنیا سے رخصت ہو گیا.... مگر بھائی.... آج کی دنیا ابھی تک فیصلہ نہ کر سکی کہ وہ نظم مکمل ہے یا نامکمل.... کچھ دعویٰ کرتے ہیں کہ کہ مکمل ہے اور کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ بھئی کولرج صاحب خود ہی نامکمل قرار دے گئے ہیں تو پھر نامکمل ہی ہو گی...

ذرا ٹھہریئے....! یہ واقعہ بیان کرنے کا مقصد حسبِ ذیل ہر گز نہیں....:

* ....خدانخواستہ لکھتے وقت میں بھی افیون کی پینک میں ہوتا ہوں۔

* ....یا اسی نامکمل کہانی کا داغ لیے دنیا سے رخصت ہو جانے کا ارادہ رکھتا ہوں...

اس لکھواس کا مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ:-

یار زندہ صحبت باقی۔

اخیر میں میگزین ایڈیشن کی پسندیدگی کا شکریہ...

ابن صفی

۹/ جنوری ۱۹۶۰ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۴۱، بے آواز سیارہ)

ہمبگ دی گریٹ کی دوسری کہانی "بے آواز سیارہ" ملاحظہ فرمایئے!

عمران کی دیوانگی از سر نو ابھرتی ہے! اُس کے ماتحتوں میں صرف تین آدمی اصلیت سے واقف تھے۔ بلیک زیرو، چوہان اور خاور.... لیکن یہ لوگ جولیا سے بھی اس کا تذکرہ نہیں کرتے۔ عمران کی بات نکلتی ہے تو خود بھی جولیا ہی کی طرح انجان بن جاتے ہیں، اس قسم کی گفتگو کرتے ہیں جیسے اُن کی معلومات جولیا کے دائرہ معلومات سے آگے نہیں بڑھ سکیں!

اِس بار ہمبگ دی گریٹ کے ساتھ ہی لیڈی ہمبگ سے بھی ملیے.... جی ہاں! اُس معزز عورت کو ہمبگ سے والہانہ عشق تھا! ہے نا حیرت کی بات....! اور عشق کی وجہ معلوم ہونے پر شائد آپ مجھے کاٹنے ہی دوڑیں.... مگر میں کیا کروں بھائی! انسانی ذہن ایک ایسا ہی معمہ ہے جس کے اشارے عموماً چلیپائی ہوتے ہیں۔ بس۔

اِک معمہ ہے نہ سمجھنے کا نا سمجھانے کا

میں نے چاہا تھا کہ کہانی اسی کتاب میں مکمل ہو جاتی! لیکن یہ لیڈی ہمبگ ٹپک پڑی۔ ویسے آپ مطمئن رہیے اس کے بعد عمران کی جو کہانی آئے گی اسے خاص نمبر کی شکل دے کر مکمل کر دوں گا (انشاءاللہ).... کوشش کروں گا کہ اب کوئی ایسا نیا کردار نہ اُبھرنے پائے جس کی بنا پر کہانی کو مزید ہانکنا پڑے.... (کسی ماسٹر ہمبگ کی پیدائش کے امکانات بھی ہو سکتے ہیں.... خدا محفوظ رکھے...)

اس بار بعض انتظامی امور میں چند تبدیلیوں کی بنا پر یہ کتاب آپ تک دیر سے پہنچ رہی ہے.... معافی کا خواستگار ہوں.... جلد ہی انشاءاللہ کتابیں اور رسالے ٹھیک وقت پر شائع ہونے لگیں گے۔ اِدھر میں بلڈ پریشر کا شکار بھی رہا ہوں۔ ظاہر ہے ایسی صورت میں لکھنا لکھانا کیسا؟ کوتاہ قلمی کا بھی ہاتھ ہے اِس تاخیر میں!

کوشش کر رہا ہوں کہ جاسوسی دنیا کا ناول "پرنس وحشی" جلد ہی پیش کر سکوں۔

(پیشرس)

(عمران سیریز نمبر ۴۲، ڈیڑھ متوالے)

کیا سمجھتے ہو جام خالی ہے
پھر چھلکنے لگے سبو آؤ

آج پھر تین سال بعد آپ سے مخاطب ہوں۔ اور اس پر یقین رکھتا ہوں کہ آپ کی دعاؤں نے ہی دوبارہ اس قابل کیا کہ خدمت کر سکوں۔ میرا سینہ فخر سے تن جاتا ہے جب یہ سوچتا ہوں کہ میری صحت یابی کے لیے مسجدوں، کلیساؤں اور گردواروں میں دعائیں مانگی جاتی تھیں۔ مجھ تک میرے پڑھنے والوں کے خطوط بھی پہنچتے تھے لیکن جواب دینے سے قطعی معذور تھا۔ بس کُڑھ کر رہ جاتا تھا۔ بالکل ناکارہ ہو کر رہ گیا تھا توقع نہیں تھی کہ پھر لکھنے کے قابل ہو سکوں گا۔ ایسا محسوس ہونے لگا تھا جیسے کبھی کچھ لکھا ہی نہ ہو! بیماری کی ابتداء نروس بریک ڈاؤن سے ہوئی تھی۔ پھر یاداشت پر اثر پڑا اور اس کے بعد مستقل طور پر ہر دوسرے تیسرے شدید قسم کے قلبی دورے پڑتے رہے!

ادھر یارانِ طریقت تھے کہ طرح طرح کی افواہیں پھیلا رہے تھے۔ ابن صفی پاگل ہو گیا ہے.... کاٹنے دوڑتا ہے.... ابن صفی نے پینے کی حد کر دی تھی۔ (حالانکہ میری سات پشتوں میں بھی کبھی کسی نے نہ پی ہو گی) اس لیے ایک دن نروس بریک ڈاؤن ہو گیا۔ ابن صفی کا کسی سے عشق چل رہا تھا۔ اس نے بے وفائی کی، دل شکستہ ہو کر گوشہ نشین ہو گیا (حالانکہ گھٹیا قسم کے عشق کا تصور میرے لیے مضحکہ خیز ہے)۔

آخری اطلاع یہ تھی کہ ابن صفی کا انتقال ہو گیا۔ اس خبر پر سچ مچ اسی طرح جی بھر آیا تھا جیسے میں خود ہی ابھی ابھی ابن صفی کو مٹی دے کر واپس آیا ہوں۔ پھر درجنوں ابن صفی پیدا ہو گئے جو اب بھی بفضلہ تعالیٰ بقید حیات ہیں اور دھڑلے سے میرے کرداروں ک مٹی پلید کر رہے ہیں۔ ان میں ایک تو ایسا ہے کہ جس نے فحاشی کی حد کر دی۔ حمید اور فریدی کو بھی رنڈی باز بنا کر رکھ دیا۔ سوچئے اور سر دھنیے۔ خدا ان سبھوں کی مغفرت فرمائے اور مجھے صبر جمیل عطا کرے۔

پھر جب میری صحت یابی کی خبریں اخبارات میں چھپنے لگیں تو یار لوگوں نے یہ شوشہ چھوڑا کہ میرے اور عباس حسینی صاحب کے تعلقات خراب ہو گئے ہیں اور بھارت میں میری کتابیں ان کے

ادارے سے نہیں شائع ہوں گی۔ ان بے چاروں کو شاید یہ نہیں معلوم کہ ایک درجن کتابیں تو میں عباس حسینی کی مسکراہٹ پر ہی قربان کر سکتا ہوں (بشرطیکہ کسی بات پر جھینپ کر مسکرائے ہوں)۔

اب کچھ ایسی باتوں کا ذکر سنیے جو بیماری کے دوران میرے لیے مزید اذیتوں کا سبب بنی رہی تھیں۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ میں دنیا کا مظلوم ترین مصنف ہوں۔

لاہور کے بعض پبلشروں نے مل کر میری ساری کتابیں چھاپ ڈالیں (میری اجازت کے بغیر) چونکہ ایک وقتی اپاہج کا مال تھا اس لیے ایک ہی کتاب کو کئی کئی پبلشرز نے بیک وقت چھاپ کر مارکیٹ میں ڈھیر کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس ہیچمدار کی کتابیں چھ چھ آنے میں فٹ پاتھوں پر بک گئیں۔ اکثر کتابوں کے نام بدلے گئے اور پڑھنے والوں کو دھوکہ دیا گیا۔ کراچی میں ایک ذات شریف نے میرے ناول "زہریلا آدمی" کے کرداروں کے نام تبدیل کیے اور اسے اکرم الٰہ آبادی کے نام سے چلا دیا۔ اکرم الٰہ آبادی بھی خاصے مشہور لکھنے والے ہیں اس طرح ان کی بھی توہین کی گئی۔ جس قوم میں ایسے افراد موجود ہوں کیا وہ قوم دنیا میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل ہو سکتی ہے۔ حشر کی بات دور کی ہے انہیں دنیا ہی میں بھگتنا پڑے گا۔ انشاءاللہ.... منتظر رہیں۔

رہی مختلف قسم کے ابنوں اور صفیوں کی بات تو یہ بے چارے سارے قافیے استعمال کر چکے ہیں۔ لہٰذا اب مجھے کسی "ابن خصی" کا انتظار ہے۔ میری دانست میں تو صرف یہی قافیہ باقی بچا ہے۔!

کوئی صاحبہ (اسی قافیہ والی) عرصہ سے غلط فہمی پھیلا رہی ہیں کہ وہ میری کچھ لگتی ہیں.... لیکن یقین کیجیے کہ میرے والد صاحب بھی ان کے جغرافیہ پر روشنی ڈالنے سے معذور ہیں... **واللہ اعلم بالثواب....!**

اچھا اب اجازت دیجیے۔

والسلام

ابن صفی

کراچی۔ ۲۱/اکتوبر ۱۹۶۳ء

پیش رس

(عمران سیریز نمبر ۴۳، بلّی چیختی ہے)

اس دوران میں ایک صاحب نے تحریر فرمایا تھا کہ "ڈاکٹر دعا گو سے کہیے کہ دعا فرمائیں کی جلدی سے بلی چیخ بھی چکے!..."

اُن کا خیال صحیح تھا "ڈاکٹر دعا گو" ہی کے چکر میں یہ کتاب دیر سے شائع ہو سکی...! بہر حال جو کچھ بھی ہے حاضر ہے!...

کئی پڑھنے والوں نے لکھا ہے کہ شائد آپ "روزنامہ حریت" کے چکر میں پڑ کر اب صرف اسی کے ہو کر رہ جائیں گے۔ جاسوسی دنیا اور عمران سیریز بند کر دیں گے۔

اُن کا خیال درست نہیں۔ دیر سویر ہو سکتی ہے لیکن یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ یہ دونوں سلسلے بند کر کے میں صرف اخبار ہی کا ہو رہوں!

جاسوسی دنیا کی پچھلی کتاب "بے چارہ / بے چاری" پسند بھی کی گئی اور ناپسند بھی۔ ناپسند کرنے والوں نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ اب میں خود ہی بالکل ناکارہ ہو کر رہ گیا ہوں۔ پسند کرنے والوں میں ایک صاحب کی رائے ہے کہ اگر اس تھیم کا کوئی ناول انگریزی میں آیا ہوتا تو انگریزی کے نہ جانے کتنے کارنامے گرد ہو کر رہ گئے ہوتے۔ لیکن میرا خیال ان دونوں سے مختلف ہے۔

میں نے اپنے پڑھنے والوں سے ایک نفسیاتی قسم کا مذاق کیا تھا! جو سو فیصد کامیاب رہا۔ آپ جو جی میں آئے مجھے لکھ لکھ کر کبھی مجھے ہنسائیں.... کبھی جھنجھلاہٹوں میں مبتلا کریں..... کیا مجھے اتنا حق بھی نہیں پہنچتا۔

آپ سمجھتے تھے اس بار پھر فریدی والئ ریاست سے ٹکرایا ہے۔ ذرا زور دار قسم کے مکالموں کا تبادلہ ہو گا۔ کچھ دھول دھپہ.... اور پھر بصد کر و فر اُسے رگڑ کر رکھ دے گا... لیکن نکلا چوہا... وہ بھی ایسا کہ بس...! کیسا دلچسپ مذاق رہا... اب آپ بیٹھے کہانی کے متعلق موشگافیاں فرمایا کیجیے۔

زیرِ نظر کہانی عمران کے اُس دور سے تعلق رکھتی ہے جب وہ سرکاری ملازمتوں کے چکر میں نہیں پڑا تھا۔

پڑھنے والوں کی خوٰاہشات کے مطابق اس کے بعد والا ناول جاسوسی دنیا کا خاص نمبر ہو گا جس میں آپ قاسم سے بھی مل سکیں گے

ابن صفی

۳۱/ مارچ ۱۹۶۴ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۴۴، لوبولی لا)

عمران کا ناول "لوبولی لا" حاضر ہے تاخیر کی وجہ سے آپ بھی واقف ہوں گے سستے اخباری کاغذ کے استعمال پر قومی دفاعی ضروریات کے تحت پابندی عائد کر دی گئی تھی دوسرے کاغذ اتنی زیادہ قیمت کے تھے کہ کتاب کی قیمت بھی لامحالہ بڑھانی پڑتی جو میں نہیں چاہتا تھا۔

اس دوران میں بے شمار پڑھنے والوں کے خطوط موصول ہوتے رہے جن کا اصرار تھا کہ کتاب جلد از جلد شائع کی جائے قیمتی کاغذ استعمال کرنا پڑے تو کتاب کی قیمت بڑھا دی جائے انہیں کوئی اعتراض نہ ہو گا

ٹھیک ہے پچیس پچاس پیسوں کا اضافہ میرے پڑھنے والوں کو ہرگز نہ کھلتا... لیکن اس وقت ضرورت ہے کہ ہم کفایت شعار بنیں

اگر ہمیں ایک ایسی قوم بننا ہے جو دنیا کی بڑی سے بڑی قوت کے سامنے سرنگوں نہ ہو سکے تو ہمیں اپنی قوت بازو پر بھروسہ کرنا ہی پڑے گا موجودہ دور میں یہ "قوتِ بازو" ڈنڈ بیٹھک میں مضمر نہیں بلکہ اقتصادی استحکام سے حاصل ہوتی ہے اور اقتصادی استحکام کے لیے ضروری ہے کہ ہم کفایت شعاری سے کام لے کر قومی ضروریات کے لیے پیسہ بچائیں لہٰذا اس مسئلے کو پچیس پچاس پیسوں کے بے وقعت اضافے والے نکتۂ نظر سے دیکھنے کی عادت ترک کیجیے! قوم کے ہر فرد کے بچائے ہوئے پچیس پیسے کسی بہت بڑی انڈسٹری کو جنم دے سکتے ہیں۔

اب آیئے کہانی کی طرف... یہ ایک طویل کہانی ہے "لوبولی لا" میں پیش کیے جانے والے کچھ اسرار منکشف یو گئے ہیں...! عمران مجرموں سے کس طرح نمٹتا ہے، یہ اگلی کہانی میں ملاحظہ فرمایئے گا...!

میں نہیں چاہتا کہ کوئی کہانی ایک سے زیادہ جلدوں تک پھیلے لیکن کیا کیا جائے بعض کہانیاں ہی مجھے مجبور کر دیتی ہیں کہ ان کے سلسلے میں تفصیل سے کام لیا جائے۔

میں یہ کوشش کروں گا کہ اس سلسلے کی دوسری کتاب جلد از جلد آپ کی خدمت میں پیش کر دی جائے۔

ابن صفی

۶/ دسمبر ۱۹۶۵ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۴۵، سہ رنگا شعلہ)

"سہ رنگا شعلہ" ملاحظہ فرمائیے۔ سلسلے کی کتاب تھی اس لیے کوشش یہی تھی کہ تاخیر نہ ہونے پائے۔ بہر حال کہانی کی طوالت ہی کی بنا پر میں خود بھی اسے دو حصوں پر مشتمل سمجھتا رہا لیکن اسے کیا کیا جائے کہ بات سے بات نکل ہی آئی...... ویسے یقین کیجیے کہ جتنی پھرتی سے یہ ناول پیش کیا جارہا ہے ویسی ہی تیزی آپ کو خاص نمبر کی اشاعت کے سلسلے میں بھی نظر آئے گی...

میں جانتا ہوں کہ آپ ایک بار پھر مجھ پر خفا ہوں گے لیکن آپ ہی بتائیے دشواری یہ تھی کہ سہ رنگا شعلہ کی قیمت کا اعلان پہلے ہی کیا جا چکا تھا... ورنہ میں اس کتاب کو زیادہ ضخیم بنا کر پیش کرتا اور بات یہیں ختم ہو جاتی۔

بہر حال ایک بار اور خفا ہو لیجیے! زندگی ہے تو آئندہ بھی اکثر خفا ہوتے رہیے گا... بعض کہانیاں پھیل ہی جاتی ہیں۔ کم صفحات میں سمیٹنے کی کوشش کی جاتی ہے تو حشر وہی ہوتا ہے جو "بلی چیختی ہے" کا ہوا تھا! اس کتاب کی اشاعت کے بعد لاتعداد خطوط موصول ہوئے تھے کہ میں نے اس کہانی کو ایک ہی جلد میں ختم کرکے زیادتی کی ہے اور اختصار کی بنا پر کہانی کوئی خاص اثر ذہن پر نہیں چھوڑتی۔

بہر حال انہیں سب باتوں کے پیش نظر میں نے احتیاط برتنا ہی مناسب سمجھا ورنہ سمیٹ سماٹ کر یہ کہانی اس جلد میں بھی پوری ہو سکتی تھی۔

خاص نمبر میں یہ یقینی طور پہ ختم ہو جائے گی اور اسے آپ بالکل "اپنی خاص الخاص" پسند کے مطابق پائیں گے۔

ایک بات اور۔ اس دوران مجھے مشرقی پاکستان سے ایک خط موصول ہوا تھا جس میں بہت زیادہ پریشانی کے اظہار کے ساتھ میری خیریت دریافت کی گئی! ہو سکتا ہے تین ماہ تک کوئی نئی کتاب نہ آنے پر یہ فرض کر لیا گیا ہو کہ میں سفر آخرت پہ روانہ ہو چکا ہوں۔

بھئی افواہوں پہ کان نہ دھریئے۔ اب میں اتنا غیر معروف آدمی بھی نہیں ہوں کہ اخبارات میری موت کی خبر بھی چھاپنا پسند نہ کریں۔

ابن صفی

۱۸/ جنوری ۱۹۶۶ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۴۶، آتشی بادل)

بعض اوقات میرے پڑھنے والے مجھے بڑی دشواری میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ ایک صاحب نے پوچھا ہے کہ آخر عمران کا وہ مخصوص کردار کہاں گیا جس میں بہت زیادہ ہنسایا کرتا تھا اس کا جواب اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ ہنسنے ہنسانے یا کسی کردار کے مخصوص رویئے کا انحصار کہانی کی "بناوٹ" پر ہوتا ہے! ان کہانیوں کو اٹھا کر دیکھیے جن میں عمران نے بہت زیادہ ہنسایا ہے اور ان کا مقابلہ زیر نظر سلسلے سے کیجیے آپ دونوں کی تکنیک اور ٹریٹمنٹ میں زمین و آسمان کا فرق پائیں گے۔ پس جیسی کہانی کی رو، اسی کی مناسبت سے کرداروں کا رویہ۔ اگر خواہ مخواہ مزاح بھی ٹھوسنے کی کوشش کی جائے تو کہانی حقیقت سے قریب نہ ہو سکے گی اور بے چارہ مصنف بھی آپ کو نومشق نظر آنے لگے گا اور پھر آپ خطوط لکھ لکھ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں گے کہ میں نے یہ کہانی کسی "بناسپتی" صفی سے تو نہیں لکھوائی۔

ان صاحب کو دوسرا سوال ایسا ہے کہ مجھے کئی ماہ تک اس کا جواب سوچنا پڑے گا! پھر بھی یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ جواب انہیں پسند ہی آئے۔

فرماتے ہیں !....

"آپ نے کئی جگہ لکھا ہے کہ فریدی نے جو سانپ پال رکھے ہیں انہیں اپنے ہاتھ سے دودھ پلاتا ہے.... لیکن آپ ہی نے یہ لکھا ہے کہ وہ کئی کئی ماہ گھر سے باہر رہ کر اپنے فرائض انجام دیتا رہتا ہے.... تو پھر اس کی غیر حاضری میں انہیں کون دودھ پلاتا ہے!"

میں کیا عرض کروں جناب! ہو سکتا ہے اس نے اس کے لیے چند نرسیں ملازم رکھ چھوڑی ہوں۔ ویسے میرا خیال ہے کہ فریدی کے سانپ بھی اتنے تربیت یافتہ اور مہذب تو ہوں گے ہی کہ اس کی عدم موجودگی میں کسی دوسرے کے ہاتھ سے ملی ہوئی خوراک پر ناک بھوں نہ چڑھائیں...

بہر حال وہ اسکا بھی کچھ کچھ انتظام رکھتا ہی ہوگا! مصنف کے بس کا روگ نہیں کہ ہر وقت فریدی صاحب کے پیچھے لگا رہے۔ آپ تو بس کہانیوں سے سروکار رکھا کیجیے!....

اب آتشی بادل ملاحظہ فرمایئے.... اگر کوئی مسئلہ ذہن میں صاف نہ ہو تو دوبارہ شروع سے بغور پڑھیے مصنف کی توضیح کے بغیر ہی پوری کہانی آپ کی سمجھ میں آجائے گی۔

ابن صفی

۱۴/ مارچ ۱۹۶۶ء

پیش رس

(عمران سیریز نمبر ۴۷، گیت اور خون)

عمران سیریز کا سینتالیسواں ناول "گیت اور خون" حاضر خدمت ہے! لیکن قبل اس کے کہ میں اس کے بارے آپ کو کچھ بتاؤں، عمران سیریز کا چھیالیسواں ناول "آتشی بادل" نکال لیجیے! صفحہ ۱۶۸ کھولیے! اور اس کی نویں لائن "دفعتاً وہ پائپ کو بریف کیس میں رکھتا ہوا اٹھ گیا!" قلمزد کر دیجیے___ جن صاحب نے اس فروگزاشت کی طرف توجہ دلائی ہے میں اُن کا بے حد مشکور ہوں۔ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ ایسے مخلص پڑھنے والے ملے ہیں۔ ایک ایک لفظ بغور پڑھتے ہیں۔

اب آیئے "گیت اور خون" کی طرف.... نام ہی طرح آپ اس کہانی میں بھی ایک مخصوص قسم کی لطافت محسوس کرینگے، میں نے کوشش کی ہے کہ آپ عمران کو بالکل نئے روپ میں دیکھ سکیں، بظاہر وہ تنہا نظر آتا ہے لیکن پڑھنے خود ہی محسوس کرتے چلے جائیں گے کہ اس نے کہاں کہاں اپنے ماتحتوں سے بھی کام لیا ہو گا!

یک رخی تکنیک کہ کہانی ہے اور کہانی کا مرکزی کردار عمران نہیں بلکہ ایک لڑکی ہے۔

مجھے مطلع کیجیے کہ میرا یہ نیا تجربہ کس حد تک کامیاب رہا۔!

ویسے میں نے بے شمار پڑھنے والوں کی اس خواہش کو خاص طور پر مد نظر رکھا ہے کہ عمران کو اس کے پرانے ہی روپ میں پیش کیا جائے، اس بار آپ دل کھول کر قہقہے لگا سکیں گے!

بعض حضرات اس بات پر مصر رہتے ہیں کہ ہر کہانی میں عمران کی پوری ٹیم سے کام لیا جائے۔!

یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں، ایک سو بارہ صفحات میں سب کو اکٹھا کرنا اور ان سے پورا پورا انصاف بھی کرنا کار دارد! ادھر بے شمار فرمائشیں موصول ہو رہی ہیں کہ فریدی، عمران اور حمید کو کسی کہانی میں ایک ساتھ لایا جائے.... یہ ایسا مشورہ ہے جس پر میں کبھی عمل نہ کر سکوں گا۔ پہلے یار لوگ فرمائش کرتے ہیں پھر اس طرح لڑتے جھگڑتے ہیں مجھ سے جیسے فریدی یا عمران سے انکہ رشتہ داری ہو۔ "زمین کے بادل" میں اس حماقت کا مرتکب ہو کر آئندہ کے لیے کانوں پر ہاتھ رکھے تھے کہ ایسے مشوروں پر

کبھی کان نہ دھروں گا! ورنہ کہیں لکھنے لکھانے ہی سے کان نہ پکڑ لوں۔ البتہ میرے لیے بعض حضرات کا یہ مشورہ ضرور قابل قبول ہے کہ فریدی اور حمید سے متعلق بھی ایک ضخیم ناول پیش کیا جائے۔ میں نے اس کے لیے تیاریاں مکمل کر لی ہیں۔ انشاء اللہ فریدی اور حمید کا وہ شاندار کارنامہ دو ایک ماہ بعد پیش کر سکوں گا۔ نام نوٹ کیجیے:-

دیو پیکر درندہ

قیمت اور ضخامت کا اعلان آئندہ ناول میں ملاحظہ فرمایئے۔ باقی سب خیریت ہے "گیت اور خون" کے نئے تجربے سے متعلق آپ کے خطوط کا منتظر رہوں گا۔ اور ہاں "قاتل کا ہاتھ" کی پسندیدگی کا بہت بہت شکریہ۔ اور ان صاحبہ کا تو شکریہ بھی ادا نہیں کر سکتا جنہوں نے ناول ختم کر کے بذریعہ تار Congratulation کا پتھر پھینک مارا تھا۔ بہر حال۔ والسلام

ابن صفی

۹/ اگست ۱۹۶۶ء

پیش رس

(عمران سیریز نمبر ۴۸، دوسری آنکھ)

"دوسری آنکھ" ملاحظہ فرمائیں، میرا خیال ہے کہ اس کہانی کی اٹھان آپ کو ضرور پسند آئے گی اور آخر میں آپ مجھے معاف کر دینگے، ویسے غصہ تو آئے گا ہی لیکن جب آپ ٹھنڈت دل سے سوچیں گے تو میری طرح اس نتیجے پر پہونچیں گے کہ اس کے علاوہ چارہ ہی کیا ہو سکتا ہے۔

میری انتہائی کوشش یہی ہوتی ہے کہ کہانی آگے نہ بڑھنے پائے لیکن بعض کہانیاں سرکشی دکھاتی ہیں، بہر حال اب میری کوشش یہی ہے کہ آپ کو زیادہ انتظار نہ کرنا پڑے۔

پچھلی بار میں نے کتابوں کی قیمت کے اضافہ کے متعلق کچھ لکھا تھا اور حوالہ دیا تھا کہ اخبارات و رسائل کی قیمتوں میں اضافے کا.... اس ہر کسی صاحب نے ایک مقامی اخبار سنڈے ایڈیشن کے بارے میں تحریر فرمایا کہ اگر اس کے سب صفحات کتابی سائز میں موڑ دئے جائیں تو ضخامت جاسوسی دنیا کے ایک عام شمارے کی ضخامت کے برابر ہو جائے گی اس کے باوجود بھی اس کی قیمت صرف ساڑھے تین آنے ہوتی ہے....

ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ اخبار کے سنڈے ایڈیشن میں تقریباً پانچ یا چھ ہزار روپئے کے اختیارات بھی تو ہوتے ہیں.... آپ نے ان کا حساب کیوں نہیں لگایا.... اگر اس اخبار کی قیمت دو پیسے بھی ہو تو اس کے مالکان خسارے میں نہ رہیں گے۔

بحر حال خفا ہونے کی ضرورت نہیں میں نے ابھی قیمت بڑھائی تو نہیں اس پہلے آپ کا خیال جاننا ضروری سمجھا تھا! اور میں تو ہر اعتبار سے پبلک پراپرٹی بن کر رہ گیا ہوں۔

لاہور سے ایک صاحبہ نے تحریر فرمایاہے کہ ہم سب سہیلیاں آپس میں آپ کو "صفی ناز" کے نام سے یاد کرتی ہیں.... مجھے کوئی اعتراض نہیں پبلک پراپرٹی ہی ٹھہرا۔

لیکن مجھے اس حلقے کا یہ طرز عمل قطعی پسند نہیں.... میرے نقالوں کے خلاف دل کا بخار نکالنے کے سلسلے میں جو کچھ انہیں لکھتا ہے اس کی ایک کاپی مجھے بھی روانہ کر دیتا ہے....

میرا وقت برباد نہ کیجیے! مجھے ان لوگوں سے قطعی کوئی دلچسپی نہیں۔ آپ بھی ان پر تاؤ کھانے کے بجائے ان کے حق میں دعائے خیر کیجیے...!

ابن صفی

یکم دسمبر ۱۹۶۶ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۴۹، آنکھ شعلہ بنی)

"آنکھ شعلہ بنی" حاضر ہے! کسی قدر تاخیر ہوئی۔ لیکن یہ تاخیر لکھنے کی رفتار کو دیکھتے ہوئے کچھ ایسی تشویش ناک بھی نہیں۔ کیونکہ اس سے بھی زیادہ تاخیر ہوتی رہی ہے۔ آہستہ آہستہ میں اپنی اس کمزوری پر قابو پانے کی کوشش کر رہا ہوں اور اس کوشش کے نتیجے میں ملنے جلنے والے مجھے کسی حد تک بد اخلاق بھی سمجھنے لگے ہیں کچھ دنوں کے بعد بالکل ہی بد دماغ سمجھ بیٹھیں گے کیونکہ میں عنقریب اپنے دفتر کے اوقات میں ملنے جلنے والوں کے لیے وقت کا تعین کرنے والا ہوں۔!

یار لوگ کہیں گے.... سنا میاں اب انگریز ہو گئے ہیں! وہ دن بھول گئے جب لالو کھیت میں جوتیاں چٹخاتے پھرتے تھے....! اب ملنے جائے تو کہلوا دیتے ہیں.... لکھ رہا ہوں.... فلاں وقت آیئے گا۔!

یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ اگر ایک شخص وقت کی قدر کرتا ہے تو دوسرے اسے بد دماغ کہنے یا سمجھنے لگتے ہیں! انگریز والی پھبتی تو عام ہے ایسے افراد کے لیے اکثر بعض ذمہ دار شخصیتوں کے بارے میں کچھ اس قسم کے مکالمے سننے میں آئے ہیں میاں وہ دن بھول گئے جب ان کے دادا حضور کی تیل مالش کیا کرتے تھے آج دفتر ملنے گئے تو چپڑاسی سے کہلوا دیا کہ صاحب مشغول ہیں۔ ہونہہ.... ٹکڑ گدے کہیں کے....

صاحب آپ کا فرمانا بر حق کہ تنکڑ گدے کے دادا آپ کے دادا حضور کی تیل۔مالش کیا کرتے تھے۔لیکن وہ ٹکڑ گدا اپنے وہ فرائض انجام دے جو ملک و قوم نے اس کے سپرد کیے ہیں۔یا آپ کی مکھن پالش کو بیٹھا سراہا کرے.... آخر آپ کے سمجھ میں یہ بات کیوں نہیں آتی کہ وہ اپنی ڈیوٹی کے اوقات میں آپ کے دادا حضور کا حق نمک ادا کرنے کا مجاز نہیں....اور اگر ایسا کرتا ہے تو اللہ تک کو دھوکہ دے رہا ہے۔!

خدارا اپنی ذہنیتیں درست کیجیے!.... معاشرے میں اپنا اور دوسرے کا مقام پہچاننے کی کوشش کیجیے!ورنہ قوم کی حالت ہزار سال میں بھی نہ سدھرے گی....

میرے پاس یہی ایک ذریعہ ہے آپ سے براہ راست گفتگو کرنے کا....لہٰذا آج جبکہ کچھ درد میرے دل میں سوا ہوتا تھا! یہ چند کلمے لکھ دیئے....بہت دن سے بھرا بیٹھا تھا....اور کتابیں لیٹ ہوتی رہیں تھیں....

اب آئیے ہاتھ اٹھا کر دعاء کیجیے کہ اللہ مجھے اور آپ کو اپنے فرائض کی ادائیگی اور حقوق کے تحفظ کا سلیقہ عطاء فرمائے۔آمین۔

ابن صفی

۲۳؍ جنوری ۱۹۶۷ء

پیش رس

(عمران سیریز نمبر ۵۰، شوگر بینک)

"شوگر بینک" حاضر ہے...!

اس اتفاق کو کیا کہا جائے کہ جاسوسی دنیا کا ضخیم ناول "دیو پیکر درندہ" ذہنوں کی تبدیلی کے "امکانات" پر لکھا گیا تھا۔

بعض پڑھنے والوں کو یہ چیز "طلسم ہوشربا" معلوم ہوئی۔

کہانیاں لکھنے والے کسی موضوع پر اٹھارٹی نہیں ہوا کرتے، ان کا کام محض امکانات کا جائزہ لینا ہے۔!

آج جب کہ ایک مردہ آدمی کی آنکھیں کسی نابینا کو روشنی بخش سکتی ہیں تو اسے بھی ناممکن نہ سمجھنا چاہیے کہ ایک ذہن اپنے تمام تر تجربات سمیت کسی دوسرے جسم میں منتقل کیا جاسکے۔

سات آٹھ سال پہلے کی بات ہے میں نے "طوفان کا اغوا" نامی ناول میں فولادی پیش کیا تھا۔

ابھی حال ہی میں روس سے خبر آئی ہے کہ وہاں فولادی تخلیق کر لیا گیا۔ وہ نہ صرف ٹریفک کنٹرول کرتا ہے بلکہ خلاف ورزیوں پہ چالان بھی کر دیتا ہے اور اسے کنٹرول کرنے کا طریقہ بھی وہی ہے جو میں نے لکھا تھا...

حاشا وکلا.... میں روش والوں پہ چوری کا الزام نہیں نہیں عائد کرنا چاہتا... کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی خیال بیک وقت ایک سائنٹسٹ اور کہانی کار کے ذہن میں جنم لے سکتا ہے۔ کہانی کار قلمی تصور بناتا ہے، اور سائنٹسٹ اسے جیتی جاگتی دنیا میں مادی شکل دے دیتا ہے...!

ہوائی جہاز کے عالم میں وجود میں آنے سے تیس سال قبل ایچ۔ جی ویلز نے ایک پرواز کرنے والی مشین کا تذکرہ اپنے ایک ناول میں کیا تھا۔ ٹھیک تیس سال بعد ہوائی جہاز اسی شکل میں پرواز کرتا نظر آیا۔

"شوگر بینک" میں ایٹمی اور شمسی توانائی کے حیرت انگیز کرشمے ملاحظہ فرمایئے۔ ایک بار پھر گزارش ہے کہ اس "طلسم ہوشربا" کی فرمائش بہت عرصہ سے کی جاتی رہی تھی۔ بعض حضرات نے دھمکی دی تھی کہ اگر عمران کا گولڈن جوبلی نمبر اس موضوع پر نہ ہوا تو وہ میری کتابیں پڑھنا چھوڑ دیں گے۔

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۵۱، تابوت میں چیخ)

آپ کو یاد ہو گا کہ "شوگر بینک" سے کس طرح عمران اور اس کے ساتھیوں کی واپسی ہوئی تھی! سردار گڑھ ہی ان واقعات کا مرکز تھا۔ جنھوں نے شوگر بینک کی طرف توجہ دلائی تھی۔ لہٰذا شوگر بینک سے بے نیل و مرام واپسی کے بعد قدرتی بات تھی کہ عمران کی پارٹی سردار گڑھ ہی میں ڈیرے ڈال دیتی۔

اس بار عمران صرف اس چکر میں تھا کہ ولیم ہاپکنز کے اس گرگے پر ہاتھ ڈال دے جو اس ملک میں کسی غیر قانونی حرکت کا ارتکاب کر رہا تھا۔

ایک نئے کردار ظفر الملک سے ملیے! عمران بھی اگر اس سے نہ ملتا تو اس حرکت کا علم اسے نہ ہو سکتا جو ولیم ہاپکنز کا گُرگا اس ملک کے مفاد کے خلاف کر رہا تھا۔

مجھے توقع ہے کہ آپ کو ظفر الملک اور جیمسن دونوں ہی پسند آئیں گے۔

اس کے بعد والا شمارہ عمران سیریز کا خاص نمبر ہو گا۔ میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ کہانی کو اس موڑ پر لا کر جاسوسی دنیا کا کوئی ناول لاؤں۔

ان شاء اللہ خاص نمبر جلد ہی آپ کے ہاتھوں میں ہو گا۔

پچھلا ناول "ٹسڈل کی بیداری" فریدی کے ذہنی پینترے کی وجہ سے بہت پسند کیا گیا جن حضرات نے پسندیدگی کے اظہار کے لیے خطوط لکھے تھے۔ ان کا شکر گزار ہوں اور ان کا شکریہ بھی بہر حال ادا کرنا ہی چاہیے جنہیں یہ ناول اس لیے پسند نہیں آیا کہ فریدی نے مجرم کی ٹھکائی کے بغیر ہی کھیل ختم کر دیا تھا۔ ایک صاحب نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ آپ روز بروز بزدل ہوتے جا رہے ہیں، بھئی آپ کو تو ہاتھ پیر ہلانا نہیں پڑتے پھر کرداروں کے ذریعے ہنگامہ برپا کرتے ہوئے کیوں ڈرتے ہیں۔ اب آپ ہی بتائیے کہ کیا جواب ہو سکتا ہے اس بات کا۔ بہر حال میں کوشش کر رہا ہوں کہ آئندہ ناول "فضائی ہنگامہ" ہنگامہ پسند پڑھنے والوں کو بھی مطمئن کر سکے۔

ابن صفی

یکم مارچ ۱۹۶۸ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۵۲، فضائی ہنگامہ)

فضائی ہنگامہ حاضر ہے!

اس کتاب میں اس کہانی کے اختتام ہوتا ہے جو شوگر بینک سے شروع ہوئی تھی۔ میں نے کوشش کی ہے کہ اسے زیادہ سے زیادہ مہماتی بنا کر پیش کروں مہماتی کہانیوں کے لیے زیادہ تر فرمائش آتی ہے۔

مجھے توقع ہے کہ نیا کردار ظفر الملک آپ سب کو پسند آیا ہوگا۔ پچھلا ناول "تابوت میں چیخ" میں نے دراصل اسی کردار کی تشکیل کے لیے لکھا تھا۔

ایک بار پہلے بھی گزارش کر چکا ہوں کہ کتاب کی تیاری میں کام آنے والی ہر چیز کے دام بڑھ گئے ہیں صرف ایک کاغذ تھا سو وہ بھی انھیں اشیاء کی صف میں آکھڑا ہوا ہے۔ مل کی طرف سے اس کے دام بڑھا دیئے گئے ہیں لہٰذا اب یہ نہیں سوچا جا سکتا کہ چلو بھائی کاغذ کی کمی کی بنا پر دام بڑھے ہیں اگلی شپمنٹ پر معمول پر آجائیں گے۔ کھینچتے رہو گاڑی کسی نہ کسی طرح...!

بہر حال کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اب بھی آپ نے کتاب کی قیمت میں معمولی سا اضافہ منظور نہ کیا تو کہیں گاڑی ٹھپ ہی نہ ہو جائے۔ مجھے توقع ہے اب آپ قیمت بڑھانے کی مخالفت نہیں کریں گے!

اس بار ٹائٹل ڈیزائن "برصغیر" کے مشہور آرٹسٹ "صدیقی" صاحب نے بنایا ہے۔ میرے پڑھنے والوں کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ صدیقی صاحب نے مستقل طور پر کراچی میں سکونت اختیار کر لی ہے اور آئندہ وہی میری کتب کے سرِ اوراق ڈیزائن کیا کریں گے۔

فریدی پسندوں نے مجھے چیلنج کیا ہے اگر میں نے فریدی کے سلسلہ کا بھی ایک ضخیم ناول نہ لکھا تو وہ میری کتابیں پڑھنا چھوڑ دیں گے۔

بھئی!! خفا ہونے کی ضرورت نہیں !!!!انشاء اللہ !! جلد آپ ایسا ایک ناول پڑھ سکیں گے جس کا جاسوسی دنیا سے کوئی تعلق نہ ہوگا... ! فریدی کا ضخیم ناول...!

ابن صفی

۱۹/ اپریل ۱۹۶۸ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۵۳، تصویر کی اڑان)

پچھلا ناول خوفناک منصوبہ پڑھ کر کسی صاحب نے لکھا تھا "بھاڑ میں جائے آپ کا نیا تجربہ" فریدی کے ناول میں ابواب کے عنوانات ضرور چاہئیں۔ لیکن انہوں نے اس پر روشنی نہیں ڈالی کہ ابواب کے عنوانات نہ ہونے سے انہیں کیا محسوس ہوتا ہے۔ کوئی کوئی معقول وجہ بہر حال ہونی چاہیے۔ صرف یہی ایک خط اس کے مخالفت میں موصول ہوا ہے...!

زیادہ تر پڑھنے والوں کو کہانی پسند آئی اور انہوں نے فریدی کی کہانیوں کے سلسلے میں اس تجربے کو سراہا بھی ہے...!

ایک صاحب کا خیال ہے کہ کہانی کو اتنی جلدی ختم نہ ہونا چاہیے... انجام تشنہ رہ گیا...!! میں ان سے متفق نہیں ہوں.... غالباوہ شفقت دی جائنٹ کے بارے میں تفصیل چاہتے تھے میرے خیال میں ضروری نہیں تھا، مرکزی خیال منصوبہ تھا نہ کہ شفقت....!

بہر حال مجموعی طور پر یہ کہانی پسند کی گئی.... !

اب ملاحظہ ہوں "تصویر کی اڑان" عمران کا خیال ہے کہ یہ اڑان جوزف کی کھوپڑی سے طلوع ہو کر رحمان صاحب کے کمرے میں غروب ہو گئی۔

عمران آپ کی توقعات پر اس بار ضرور پورا اترے گا یعنی ایکسٹو کی حیثیت سے اس نے صرف حکم ہی نہیں چلایا ہے بلکہ خود بھی اپنی اپنی تمام تر حماقتوں سمیت کہانی کی رگ وپے میں جاری وساری ہے۔

جوزف کے ہم وطن پرندے سے مل کر آپ یقینا خوش ہوں گے۔ صفدر کی ذہانت اس بار خود عمران کو تعریفی کلمات ادا کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ ایک بات اور نوٹ کیجیے .... عمران کے پچھلے خاص نمبر فضائی ہنگامہ کا سیریل نمبر ۵۲ تھا تر پنواں ۵۳ ناول "تصویر کی اڑان" ہے۔

کچھ حضرات نے ایک غلطی کی طرف توجہ دلائی ہے، خوفناک منصوبہ میں فریدی کی لنکن کے تذکرے کے ساتھ ایک جگہ اچانک کیڈی پڑھتے ہیں، اور تاؤ کھاتے ہیں مجھ پر، حالانکہ قصہ دراصل یہ ہے کہ کاتب صاحب مجھ سے کئی بار کہہ چکے ہیں کی لنکن بِکوا کر فریدی کیلیے دوبارہ کیڈیلاک خرید دوں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ میرے کان پر جوں نہیں رینگتی، جھلاہٹ میں خود ہی کیڈی کا سودا کر بیٹھے...!!!

والسلام

ابن صفی

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۵۴، گیارہ نومبر)

"گیارہ نومبر" حاضر ہے۔

اس نام سے متعلق مجھے کئی خطوط بھی موصول ہوئے ہیں اور لوگوں سے زبانی بحثیں بھی ہوئی ہیں۔

ایک صاحبہ نے کہا: نام سے قطعی نہیں معلوم ہوتا کہ یہ کوئی جاسوسی ناول ہے۔ میں نے کہا: ناموں سے کچھ نہیں ہوتا مثلاً آپ کے نصف بہتر "عاقل فہیم" کہلاتے ہیں، لیکن صورت سے بالکل چغد معلوم ہوتے ہیں اور آپ سینکڑوں بار مجھ سے ہی ان کی بد عقلی کا رونا رو چکی ہیں۔ اس پر وہ بھڑک اٹھیں۔ میں نے عرض کیا: لیکن حقیقتاً ایسا نہیں ہے۔ جتنا وہ کماتے ہیں اس کے پچھتر فیصد کی آپ کو ہوا بھی نہیں لگنے دیتے اور احباب میں آپ کی فضول خرچیوں کا رونا روتے پھرتے ہیں۔

بہر حال آپ کہانی پڑھیں اور خود ہی فیصلہ کریں کہ یہی مناسب تھا یا نہیں۔

اب آئیے بے چارے مصنف کی طرف کہ اسے بہت دنوں کے بعد پھر وہی پرانا مرض لاحق ہو گیا ہے۔ لیکن اس بار بنگلہ بھاشا میں ہوا ہے۔ یعنی مشرقی پاکستان کے دو پبلشروں نے میرے کچھ ناولوں کا بنگلہ ترجمہ چھاپا ہے اور اس پر میرے نام کی بجائے "مراد پاشا" اور "آلک باری" رسید کر دیا ہے۔ یعنی اردو میں تو صرف چوریاں ہی ہوتی تھیں، لیکن بنگلہ میں توڑا کہ پڑا ہے مجھ پر۔

آلک باری صاحب نے عمران سیریز کے "بھیانک آدمی" کو ذبح کیا ہے اور مراد پاشا نے شعلوں کے پورے سیٹ پر دھاوا بولا دیا ہے۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر یہی غریب کیوں ایسوں کے ہتھے چڑھتا ہے (اسے صنعت تجاہل عارفانہ کہتے ہیں۔)

ان پبلشروں کے خلاف قانونی کاروائی کی جارہی ہے اور ان شاء اللہ انھیں کراچی ہی کی عدالت میں حاضر ہونا پڑے گا۔

سنا ہے کراچی میں کوئی گجراتی اخبار عمران سیریز کا کوئی ناول نہ صرف چھاپ رہا ہے بلکہ کرداروں کی ایسی قلمی تصاویر بھی وہ اخبار میں چھاپ رہا ہے، جنھیں دیکھ کر بعض "عمران پسند" آپے سے باہر ہو گئے ہیں ! قلمی تصاویر بھی وہ اخبار چھاپ رہا ہے اور صلواتیں مجھے سننی پڑ رہی ہیں۔ یہ دوسرا مرض ہے جو مجھے ہی لاحق ہوا ہے۔ اب آپ مجھے مشورہ دیجیے کہ عدالتی کاروائی مناسب رہے گی یا گنڈے تعویز کروں!

خرچ دونوں میں ہوتا ہے، لہٰذا آپ خرچ کی پروانہ کریں مجھے اپنے مفید مشوروں سے مالامال فرمائیں۔

ورنہ آپ جانتے ہیں کہ میرے کرداروں پر ناول لکھنے والوں کی تعداد اب گنڈے تعویز کی دسترس سے بھی نکل کر ٹائیفون اور ڈی۔ڈی۔ٹی کی حدود میں داخل ہو گئی ہے۔

والسلام

ابن صفی

۱۶؍ جنوری ۱۹۶۹ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۵۵، مناروں والیاں)

اس کتاب کے بارے میں کچھ کرنے سے پہلے میں ان دونوں حضرات کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے پچھلے ناول دھواں ہوئی دیوار نے ایک فروگزاشت کی طرف توجہ دلائی ہے براہ کرم کی تصحیح کر لیجیے!

صفحہ نمبر ۱۱ پر ساتویں سطر میں "وہ ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا" قلم زد کر دیجیے!

وہاں یہ کہ میں اس بیچارے کے دونوں ہاتھ پہلے ہی پشت پر باندھ چکا تھا... اس کے بعد یہ ہوا ہو گا کہ کوئی صاحب اٹھتے ہوں گے اور چھڑ دی ہو نگی روس اور امریکہ کی باتیں روس اور امریکا میری بھی کمزوری ہیں۔ کیونکہ روسی برف باری کے دوران میں بھی آئسکریم بہت شوق سے کھاتے ہیں اور امریکہ میں ہالی وڈ پایا جاتا ہے بہر حال جب وہ صاحب تشریف لے گئے ہوں گے تو میں نے دوبارہ قلم سنبھالا ہو گا تو یہ بھول گیا ہو گا کہ اس بیچارے کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔!

اب آیئے مناروں والیاں کے بارے میں کچھ عرض کروں یہ ایک طویل کہانی کا پیش خیمہ ہے!

اس دوران نے عمران پسندوں کے لاتعداد خطوط موصول ہوئے جو چاہتے ہیں کہ بوغا سیریز قسم کا ایک سلسلہ شروع کروں۔

براسل ارادہ یہی تھا کہ ہم مناروں والیاں منفرد کہانی ہو! لیکن جب اس کے پھیلاؤ کے امکانات کا جائزہ لیا یہی مناسب معلوم ہوا کہ اسے کسی سلسلے کی ایک کڑی ہیں کی حد تک رکھنے پر اکتفا کیا جائے ورنہ ایک بار پھر آپ مجھ سے یہ کہانی کا گلہ گھونٹ دینے کا الزام آیات کریں گے۔

ظفر الملک کی واپسی کا تقاضہ بھی عرصے سے جاری تھا میں نے سوچا اس طرح آپ کی یہ خواہش بھی پوری کر سکوں گا اس سلسلے کا دوسرا ناول خاص نمبر جلد ہی پیش کرنے کی کوشش کروں گا ان شاء اللہ

ابن صفی

۲۸/ فروری ۱۹۶۹ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۵۶، سبز لہو)

اس بار کتاب کے بارے میں کچھ کہنے سے پہلے مناسب سمجھتا ہوں کہ اپنے ان بے شمار پڑھنے والوں کے بے شمار خطوط کا جواب دو جو ایک بے بنیاد افواہ سے متاثر ہو کر میرا اور اپنا وقت ضائع کرتے رہے ہیں۔

پتہ نہیں یہ افواہ کہاں سے پھیلی تھی کہ میں کسی صاحب کی فلم کے لیے کوئی کہانی لکھ رہا ہوں جس میں فریدی کا رول فلاں صاحب ادا کریں گے اب جو ان فلاں صاحب سے متعلق اظہار خیال کے سلسلے میں خطوط آنے شروع ہوئے ہیں تو میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ مجھ سے کونسا گناہ سرزد ہوا ہے جس کی بھگتان میرے سر پر آپڑی ہے صرف یہی نہیں کہ فلاں صاحب بھی پر بات کھل جاتی دوسرے صاحبان کے لیے تجاویز بھی موصول ہوتی رہی ہیں کہ وہ فریدی کا رول بہتر طور پر کر سکیں گے۔

دوستو کیوں بور کر رہے ہو مجھے میں نے کسی سے بھی فلم کے لیے کوئی معاہدہ نہیں کیا۔

ہو سکتا ہے کسی صاحب نے یہ سوچا ہو کہ میرے علاوہ دوسرے بھی تو میرے کرداروں پر ناول لکھ رہے ہیں میں نے ان کا کیا بگاڑ لیا ہے کہ انہیں کرداروں پر فلم بنا ڈالنے والوں کے خلاف کاروائی کر سکوں گا اگر ایسی کوئی بات ہے تو وہ صاحب غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔

چھوٹے موٹے پبلشرز کے خلاف اگر میں نے کوئی کارروائی کی بھی تو وقت کی بربادی کے علاوہ اور کچھ نہ اٹھائے گا پبلشروں سے تو عموما معافی تلافی ہیں پر بات کھل جاتی ہے!...

لیکن فلم کا معاملہ اور ہے میرا اگلا ہوا نوالہ کوئی کھانا پسند کرے مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے لیکن میرے حلق کا نوالہ کوئی کھالے یہ کیسے ممکن ہے۔

برصغیر کا بچہ بچہ جانتا ہے فریدی حمید عمران اور قاسم وغیرہ میرے ہی تخلیق کردہ کردار ہیں میری طویل علالت کے دوران میں باز پبلشرز کو موقع مل گیا کہ وہ میرے کرداروں پر ناول لکھوا کر فروخت کریں صحت یاب ہوا تو ایسے پبلشرز کی کثیر تعداد نظر آئی کس کس کے خلاف کارروائی کرتا علالت سے قبل ابن صفی کے خلاف کارروائی کی تھی اور اسی دوران میں بیمار پڑ گیا تھا پھر وہ کے سٹی جہاں کا تہاں رہ گیا تھا۔

کہنے کا مطلب یہ کہ میں چاہوں تو ان کے خلاف اب بھی قانونی چارہ جوئی کر سکتا ہو اور اگر انہوں نے میرے نئے کرداروں ظفر الملک اور کینسر وغیرہ کو استعمال کیا تو ان کے خلاف قانونی چارہ جوئی کروں

گا۔

ہر شعبہ زندگی میں ہماری قوم کا کردار یہی بن گیا ہے کہ دکھ سہیں بی فاختہ اور کوے انڈے کھائیں
اپنے پڑھنے والوں سے گزارش ہے کہ اگر کوئی ایسی کتاب ان کے ہاتھ لگے جس میں کسی نقال میں ظفر الملک یا جیمسن کے بارے میں کچھ لکھا ہو تو مجھے فوراً مطلع کریں۔ میں ان حضرات کی یہ خوش فہمی بھی دور کر دینا چاہتا ہوں کہ ان کے خلاف کوئی قانونی کاروائی نہیں کی جاسکتی۔

بات کہاں کی کہاں جا پہنچی آپ تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ میں نے کسی کو اپنی کہانی فلم بنانے کے لیے نہیں دی فریدی حمید اور عمران کے کرداروں کے لیے قطعی طور پر نئے چہرے درکار ہوں گے بعض پڑھنے والوں نے جو نام تجویز کیے ہیں ان کے اچھے اداکار ہونے میں کوئی شبہ نہیں لیکن وہ میرے ان کرداروں سے ذرہ برابر بھی مشابہت نہیں رکھتے۔

اب آیئے سبز لہو کی طرف یہ مناروں والیاں کے سلسلے کی کتاب ہے میں نے کوشش کی تھی کہ جلد از جلد آپ تک پہنچ سکے لیکن مئی اور جون کی گرمی کہہ رہی تھی۔

ہینڈز اپ

غالباً اکبر الہ آبادی کا شعر ہے ؎

پڑ جائیں لاکھ ابل پائے نگاہ میں
پڑھ کر جو کوئی پھونک دے اپریل مئی جون

اور پھر کراچی کا موسم پل پل بدلنے والا اچھے خاصے بیٹھے لکھ رہے تھے اچانک ہوا میں رطوبت بڑھ گئی عمران دشمن پر چھلانگ لگانے ہی والا تھا کہ دفعتاً موسم کی تبدیلی نے کھوپڑی سہلائی چھلانگ لگانے کا ارادہ ترک کر کے حریف سے مودبانہ بولا۔ کل بھائی صاحب کل یہیں ملیے گا.... خدا حافظ

وہ دن بھی تو ایک جیسی ہوا نہیں چلتی

لوگ مشورہ دیتے ہیں گرمیوں میں مری چلے جایا کرو اور ان سے بصد خلوص وعدہ کرتا ہوں کہ اگلی گرمیوں میں ضرور چلا جاؤں گا لیکن جہاں گھنٹے بھر بعد ہوا بدلی یہ فلسفہ سوجھا کے آدمی تو دراصل اپنے ذہن میں رہتا ہے! پھر مری وری کیسی سب چلتا ہے پھر موسم میں کوئی تبدیلی آئی اور طارق الدنیا ہو جانے کو دل چاہنے لگا!

کراچی جیسے کاروباری شہر میں تو ایسی آب وہوا نہ ہونے چاہیے پتہ نہیں اللہ کی کیا مصلحت ہے!...

والسلام

ابن صفی

۲/ جولائی ۱۹۶۹ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۵۷، بحری یتیم خانہ)

بحری یتیم خانہ ملاحظہ فرمائیے۔ وہ سب مل کر سازش کرتے ہیں ظالم اور مظلوم دونوں سازشی۔ لیکن دیکھیے کہ عمران کس چابکدستی سے اس سازش کا پردہ چاک کر دیتا ہے۔

آپ کو یہ ایک سیدھی سادی کہانی لگے گی۔ آخیر میں آپ محسوس کریں گے کہ کہانی کی تشکیل میں ٹوٹل بلائنڈ ٹیکنیک بروئے کار لائی گئی ہے!

اچانک ایک بڑے راز سے پردہ اٹھتا ہے جس کی سن گن بھی کہانی کی ابتداء میں ملنا مشکل ہے!

اس کوشش میں کہ ہر بار آپ کو نئے انداز کی کہانی دوں کبھی کبھی آپ کو مجھ سے شکایت بھی ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر بعض حضرات کو پچھلی کتاب "ریگم بالا" کا اختتام "زوردار" نہیں لگا.... نہ لگا ہو۔ لیکن آپ اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ اختتام کا انداز نیا تھا۔ یہ بات آپ اس کتاب کے اختتام میں بھی پائیں گے۔ ویسے اگر آپ یہی چاہتے ہیں کہ مجرم اور سراغرساں کی "کشتی" دیر تک جمے تو یہ بعض حالات میں نئی نقطہ نظر سے مناسب نہیں ہوتا۔ اس کا دارومدار حالات پر ہے!

ریگم بالا پڑھ کر ایک صاحب نے مجھے لکھا تھا۔ آخر زیرولینڈ کی بڑی ہستیاں عورتیں ہی کیوں ہیں؟ مرد کیوں نہیں؟ گذارش ہے کہ جب عورتوں سے کام نکلتا ہو تو حتی الامکان "صورت حرام" مردوں سے گریز ہی کرنا چاہیے۔ دوسرے صاحب نے "اسلامی سوشلزم" اور "خالص سوشلزم" کا فرق پوچھا ہے۔ بھائی کسی سیاستدان سے پوچھئے.... میں تو ایک عام آدمی کی حیثیت سے اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اسلامی سوشلزم کے تحت چار شادیاں کی جا سکیں گی (خالص سوشلزم اس کی اجازت نہیں دیتا) اور "خاندانی منصوبہ بندی" کی صورت یہ ہو گی۔

پہلی بیوی :- لیڈی ڈاکٹر

دوسری بیوی:- لیکچرر

تیسری بیوی :- سوشل ورکر

چوتھی بیوی:- مڈوائف

اگر سوشل ورکر بیوی اتفاق سے وزیر بن گئی تو پھر شوہر کی اقتصادی حالت کا کیا پوچھنا۔ ہاں تو میری دانست میں "عورت" ہی سب سے بڑی "دولت" ہے اور آسکی تقسیم ایسے ہی منصفانہ ہونی چاہیے...

اگر آپ میرے اس جواب سے مطمئن نہ ہوں تو سیاستدانوں سے رجوع لائیے......

فی الحال عمران کے بعد پھر عمران ہی آئے گا۔ لیکن زیر نظر ناول مکمل ہے! بھڑکانے کی ضرورت نہیں...!

ابن صفی

۱۴/ مارچ ۱۹۷۰ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۵۸، پاگلوں کی انجمن)

عمران سیریز کا خاص نمبر "پاگلوں کی انجمن" ملاحظہ ہو!

اپنے انداز کا منفرد ناول ہے.... لیکن قبل اس کے کہ میں اس ناول کے متعلق کچھ عرض کروں، پچھلے ناول کے پیشرس سے متعلق کچھ گفتگو ہو جائے!

بے شمار خطوط میں مجھ سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ میں جو کچھ بھی لکھوں کُھل کر لکھوں، بات مختلف قسم کے "ازموں" سے متعلق تھی۔

اس سلسلے میں پہلے بھی کھل کر بہت لکھ چکا ہوں۔ بَبانگ دُہل کہہ چکا ہوں کہ معاشرے میں اللہ کی ڈکٹیٹر شپ چاہتا ہوں۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ یہ ڈکٹیٹر شپ کیونکر قائم ہو؟ میں نے اکثر یہ سوال زبانی بھی دُہرایا ہے۔ اور جس قسم کے جوابات سے دوچار ہوا ہوں اُن کا تجزیہ کرنے پر حسب ذیل نتائج حاصل کیے ہیں!

- بعض لوگ ڈاڑھیاں رکھنے پر تیار نہیں۔
- بعض خواتین دوبارہ پردہ کرنے پر تیار نہیں۔
- جو عیش جس کو نصیب ہو گیا ہے وہ اسے ترک کرنے پر تیار نہیں۔ خواہ وہ ناجائز ذرائع ہی سے کیوں نا نصیب ہوا ہو۔
- بعض نوجوان افراد اپنی پوشش تبدیل کرنے پر رضامند نہیں۔
- بعض لوگ "محرم" اور "نامحرم" کے چکر سے نکل جانے کے بعد دوبارہ اس میں پڑنے کے لیے تیار نہیں۔

یارو! کیا رکھا ہے ان باتوں میں۔ تمہارا ظاہر کچھ بھی ہو۔ لیکن دل مسلمان ہونا چاہیے کچھ نیکیاں سچے دل سے اپنا کر دیکھو! آہستہ آہستہ تم خود ہی کسی جبر واکراہ کے بغیر اپنا ظاہر بھی اللہ کے احکامات کے مطابق بنالو گے...!

بس پھر جیسے ہی تم انفرادی طور پر اللہ کے آگے جھکے یہ سمجھ لو کہ ایک ایسا یونٹ بن گیا جس پر اللہ کی ڈکٹیٹر شپ قائم ہے.... انفرادی طور پر اپنی حالت سدھارتے جاؤ، پھر دیکھو کتنی جلدی ایک ایسا معاشرہ بن جاتا ہے جس پر اللہ کی حاکمیت ہو۔

قرآن کو پڑھو، اس پر عمل کرو.... اسے علم الکلام کا اکھاڑہ نہ بناؤ۔

جس طبقے کے تم شاکی ہو اس کی اصلاح کی سوچو۔ ظلم و تشدد کا تصور تک ذہن میں نہ لاؤ.... ہمیشہ یاد رکھو تم اس کے غلام ہو۔ جس کی مظلومیت انقلاب لائی تھی (یاد کرو طائف کا وہ واقعہ جب میرے آقا و مولا کی جوتیاں تک لہولہان ہو گئیں تھیں)

اس سے زیادہ اس سلسلے میں اور کچھ نہیں کہنا چاہتا....

زیر نظر کتاب کے بارے میں صرف اتنا ہی کہنا چاہتا ہوں کہ اس بار کتابت وطباعت کی کم مائیگی برداشت کر لیجیے۔ انشاءاللہ آئندہ سے آپ میری کتابوں کے دونوں سلسلوں کو ہر لحاظ سے بہتر اور عمومیت سے مبّرا پائیں گے۔

ابن صفی

یکم جون ۱۹۷۰ء

پیش رس

(عمران سیریز نمبر ۵۹، ہلاکو اینڈ کو)

پچھلے تین چار ماہ کے دوران میں کئی غیر ملکی جاسوس پکڑے گئے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق ان کی نشاندہی عوام نے ہی کی تھی۔ مجھے خوشی ہے کے سرّی ادب کے مطالعہ نے عام آدمی میں بھی اس قسم کی سوجھ بوجھ پیدا کر دی ہے کہ وہ مشتبہ لوگوں پر نظر رکھ سکے۔

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دشمنوں کے ایجنٹ ہماری آنکھوں میں دھول جھونک جاتے ہیں اور ہمیں احساس تک نہیں ہوتا۔ وہ ہمیں کمزور کرنے کے لیے ہماری قومی یکجہتی پر ہمارے ہی ذریعے ضرب لگاتے ہیں اور ہمیں پتا نہیں چلتا۔ مثال کے طور پر وہ افواہوں کے ذریعہ ایسی من گھڑت کہانیوں کو شہرت دینے کی کوشش کرتے ہیں جن سے صوبائی تعصّب یا فرقہ واریت کا زہر پھیل سکے۔ ہم اس کا پتا تو نہیں لگا سکتے کہ کوئی افواہ کہاں سے پھیلی ہے لیکن اس پر ضرور قادر ہیں کہ اس افواہ کو دوسرے کانوں تک نہ پہنچنے دیں۔

ہر وقت چوکنّے رہیے کہ کہیں آپ خود ہی غیر شعوری طور پر دشمن کے آلہ کار تو نہیں بن رہے؟ کسی افواہ کو دوسروں تک پہنچانے والا نادانستگی میں دشمن کی مدد کرتا ہے۔ اس وقت قومی یکجہتی کی حفاظت کرنا ہی ملک و قوم کی سب سے بڑی خدمت ہوگی۔ ایسی افواہوں کو اپنی ذات سے آگے بڑھنے نہ دیجیے۔ جس سے صوبائی تعصّب یا فرقہ واریت کا زہر پھیلنے کا خدشہ ہو۔

اس بار یہی گزارش کرنی تھی۔ اب "ہلاکو اینڈ کو" ملاحظہ فرمایئے۔

ابن صفی

۱۷/ اکتوبر ۱۹۷۰ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۶۰، پہاڑوں کے پیچھے)

عمران کے سلسلے کا ساٹھواں ناول ملاحظہ فرمایئے.... غیر ملکی ایجنٹ کی حد تک یہ ایک سچی کہانی ہے۔ کہانی کی دلچسپی کے لیے جتنے بھی کردار پیش کیے گئے ہیں قطعی فرضی ہیں۔! ان کرداروں سے متعلق واقعات بھی فرضی ہیں۔ عمران نے یہ سارے پاپڑ اس لیے بیلے تھے کہ اصل مجرم یا اس کے متعلقین روشنی میں آ جائیں۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انتہائی خوفناک آدمیوں کے درمیان بظاہر ایک بے ضرر سا آدمی کسی ایسے جرم کا مرتکب ہوتا رہتا ہے جو ان خطرناک آدمیوں کے بس کا بھی روگ نہیں ہوتا! مثلاً اسمگلرز کے ساتھیوں میں سے کوئی ایک وطن دشمنی پر کمربستہ۔ ہو جاتا ہے اور اپنے ساتھیوں کو دھوکے میں رکھ کر اسمگلنگ کے سامان کے ساتھ ہی ملک کے اہم راز دشمنوں تک پہنچاتا رہا ہے.... یہ اسمگلنگ سے بھی گھناؤنا جرم ہے۔

یہ بھی درست ہے کہ حالات ہی سے مجبور ہو کر آدمی ایسے قدم اٹھاتا ہے۔ لیکن یہ بھی میرے مشاہدے میں نہیں آیا کہ کسی نے اپنے اس پیر کو کاٹ کر پھینک دیا ہو جس کی وجہ سے ٹھوکر کھائی ہو....

وقتی حالات یا کسی قسم کی بددلی کی بناء پر غیر ملکی ایجنٹ بن جانا میری نظروں میں ایسا ہی ہے جیسے اپنے ہی کسی عضو پر جارحانہ حملہ کیا جائے۔ ایسی آزمائشوں کے وقت اس سپاہی کو ذہن میں رکھنا چاہیے جو وطنِ عزیز کی حفاظت کے لیے گولیوں کی بوچھاڑ کے سامنے سینہ سپر ہو جاتا ہے۔

لائل پور سے ایک صاحب نے جو مشرقی افریقہ میں رہ چکے ہیں میری توجہ "ہلاکو اینڈ کو" میں ایک فروگذاشت کی طرف مبذول کرائی ہے ان کا کہنا ہے کہ سواحلی زبان مین خطرناک کتے کو "ہاراکاری" نہیں بلکہ "امبواکالی" کہتے ہیں۔

بہت بہت شکریہ۔! ہو سکتا ہے کہ میری یادداشت نے دھوکا کھایا ہو اور "امبواکالی" جاپانی خودکشی کے ساتھ گڈمڈ ہو کر "ہاراکاری" بن گیا ہو....

البتہ میں نے یہ کبھی نہیں لکھا کہ عمران کو سواحلی زبان آتی ہے لہٰذا جوزف اس سے عربی ہی میں گفتگو کرتا ہے اس میں کسی شبہے کی گنجائش نہیں جوزف انگریزی اور عربی روانی سے بول سکتا ہے۔

میں ان صاحب کا مشکور ہوا اگر وہ ان کتب کے نام لکھ سکیں جن میں مَیں نے افریقہ کے ناچوں سے متعلق اپنی کم علمی کا ثبوت دیا ہے۔

مجھے توقع ہے کہ وہ آئندہ بھی مجھے خط لکھتے رہیں گے۔

ابن صفی

۱۸/مارچ ۱۹۷۱ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۶۱، بزدل سورما)

عمران سیریز کا اکسٹھواں ناول ملاحظہ فرمایئے۔ اسے بھی آپ دوسری کہانیوں کے انداز سے بالکل الگ تھلگ پائیں گے۔ عمران کے سلسلے میں عرصہ سے آپ فرمائش کرتے آرہے ہیں کہ کوئی طویل اور مسلسل کہانی پیش کی جائے لہٰذا طویل کہانی کی پہلی کڑی حاضر ہے۔ ریناولیلیمز تک اسے آپ ایک مکمل کہانی پائیں گے۔

پچھلے ناول "زرد فتنہ" کے پیشرس پر تبصرے کی شکل میں کچھ خطوط موصول ہوئے ہیں جن کا ماحصل یہ ہے کہ میں "مصلح" یا "مبلغ" بننے کی کوشش نہ کروں بس سیدھی سادی دلچسپ کہانیاں لکھتا رہوں۔ اصلاح اور تبلیغ کرنے والے بہیترے ہیں جن کی کوئی بھی نہیں سنتا۔ میں بے چارہ جاسوسی ناول نویس کتنے "صالحین" پیدا کر سکوں گا۔

بجا ارشاد۔! لیکن متذکرہ پیشرس میں نہ "اصلاح" تھی اور نہ "تبلیغ" صرف کہانی کے مقصد پر روشنی ڈالی گئی تھی۔ میں بے چارہ ابھی خود "اصلاح طلب" ہوں کسی دوسرے کی اصلاح کیا کر سکوں گا۔

ان کہانیوں کا بنیادی مقصد تھکے ہوئی ذہنوں کو تفریح مہیا کرنا ہے۔ لہٰذا جہاں بھی "اصلاح" کا امکان گزرے لاحول پڑھ کر آگے بڑھ جایئے۔

آپ اچھے ہو یا برے جس گھر میں بیٹھے ہیں اس کے درودیوار کی حفاظت آپ پر واجب و لازم ہے جس طرح بھی ممکن ہو اس کی حفاظت کیجیے آنکھیں کھلی رکھیے کہیں آپ نادانستگی میں تو اس گھر کی تباہی کا باعث نہیں بن رہے.... صوبائی عصبیت، فرقہ وارانہ منافرت اور دشمنوں کے فراڈ سے بچنے کا سلیقہ تو آپ میں ہونا چاہیے۔ وطنِ عزیز کے مشرقی حصے میں ابھی جو کچھ ہو چکا ہے اس کا اعادہ اور کہیں نہ ہونے پائے۔ یقین کیجیے اگر ہم چوکس رہیں تو بیرونی دشمنوں کے سارے حربے کند ہو کر رہ جائیں گے۔

اس وقت ساری دنیا کو صیہونیت اور "بنیاازم" سے جو خطرات لاحق ہیں اب ڈھکے چھپے نہیں رہے ان کے خلاف طاقتور محاذ کی ضرورت ہے۔

اوہ.... آپ نے پھر منہ بنایا۔! بھائی یہ لیکچر نہیں ہے.... زیرِ نظر کہانی کا موضوع ہی صہیونیت ہے۔ جس کی وضاحت آپ کو آئندہ کہانی میں ضرور ملے گی۔

ورنہ میں بے چارہ ایک جاسوسی ناول نویس.... لاحول ولاقوۃ۔! ویسے کہنے کو تو میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ جاسوسی ادب خالص فلاحی ادب ہے کیونکہ جتنی دیر آپ اس تفریح میں مشغول رہتے ہیں بغض وحسد، کینہ و نفرت وغیرہ آپ کے پاس بھٹکنے بھی نہیں پاتے۔ آپ کا ذہن قانون کی محافظت کرنے والے ہیروز کے قدم بہ قدم رواں دواں رہتا ہے....!

ابن صفی

۱۰/اکتوبر ۱۹۷۱

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۶۲، دستِ قضا)

اس کتاب کا پیشرس لکھتے وقت کئی پڑھنے والوں کے خطوط میرے سامنے ہیں! ان کی خواہش ہے کہ میں حالاتِ حاضرہ کے بارے میں کچھ لکھوں۔ میں اس کے علاوہ اور کچھ عرض نہیں کر سکتا کہ مایوسی کو پاس نہ پھٹکنے دیجیے۔ دنیا کی کئی قومیں اس وقت کڑے آزمائشی دور سے گزر رہی ہیں۔! ایسے حالات میں صرف ثابت قدمی اور قومی یک جہتی بر قرار رکھنے کی کوشش ہی ہمیں سرخرو کر سکتی ہے۔ دشمن ایک بار پھر ہماری صفوں میں انتشار پیدا کرنے کی کوشش کرے گا لہٰذا ہوشیار رہیے افوہوں پر کان نہ دھریئے۔ قومی تعمیرِ نو میں پوری ایمانداری سے حصہ لیجیے اور اللہ سے دعا کرتے رہیے کہ وہ قوم کے معماروں کو فلاح کے راستے دکھاتا رہے۔!

ایک بار پھر گوش گذار کروں گا کہ دشمن کے ایجنٹوں کی پیشانیوں پر ان کے آقا کی مہر نہیں ہوتی.... وہ صرف گفتار اور کردار سے پہچانے جاسکتے ہیں مایوسی پھیلانے والوں پر کڑی نظر رکھیے۔

اب ڈاکٹر السنگھم کی کہانی کی دوسری کڑی ملاحظہ فرمایئے۔ پچھلے دنوں فریدی کے سلسلے کی ایک کہانی دو کتابوں میں مکمل ہوئی تھی.... اس لیے عمران پسندوں کو طرارہ آگیا۔ فرمائشات کے ڈھیر لگ گئے کہ عمران کی بھی طویل داستان پیش کرو۔ اب میں اسے کیا کروں کہ اس طوالت مزید ایک کتاب کی خواہاں نظر آتی ہے۔ یہ پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ سستے کاغذ کے حصول میں آسانی پیدا ہوئے بغیر "خاص نمبر" پیش نہ کر سکوں گا۔ نہیں چاہتا کہ آپ کی جیب پر یکمشت مبلغ تین روپے کا بار پڑ جائے۔ میرے پڑھنے والوں کا حلقہ بحمد اللہ بہت وسیع ہے۔ اس میں ایسے افراد بھی ہیں جو میرے کسی کتاب پر مبلغ تیس روپے بھی صرف کر سکتے ہیں۔ لیکن مجھے بہر حال اس بڑی تعداد کا خیال رکھنا ہے جس کے لیے ایک روپیہ پچاس پیسے بھی خاصی اہمیت رکھتے ہیں۔

ابن صفی

یکم جنوری ۱۹۷۲ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۶۳، ایش ٹرے ہاؤز)

بزدل سورما سے شروع ہونے والی یہ کہانی "ایش ٹرے ہاؤز" تک پہنچی ہے۔ اس میں النگھم کا انجام ملاحظہ فرمائیے۔ فی الحال میں نے اس جزیرے کو تباہی سے بچا لیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ سستے کاغذ کی فراہمی شروع ہوتے ہی اس جزیرے کے شایانِ شان تباہی کا سامان کروں گا۔

فی الحال اہش ٹرے ہاؤز کے بعد کرنل فریدی اور کیپٹن حمید سے ملیے گا۔

ایک صاحب نے "ایش ٹرے ہاؤز" پر اعتراض کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ اردو ناول کا نام انگریزی میں نہیں جچا۔ لیکن میں سوچ رہا ہوں کہ اردو میں ریلوے اسٹیشن کو کیا کہوں۔ مرزا غالب زندہ ہوتے تو راشن کارڈ کو کیا کہتے۔ معترض صاحب سینما ہال کا اردو ترجمہ کیا فرمایا ہے مجھے بھی مطلع فرمائیں۔ انگریز سے اتنا تعصب نہ برتیے کہ اسی بیچارے نے جدید ترین علوم ہم تک پہنچائے ہیں۔ اردو کو پروان چڑھانے میں اس کا بھی حصہ ہے۔

اب آیئے "دھماکہ" کی طرف... اس سلسلے میں بے شمار خطوط موصول ہوئے۔ اس فلم کی کہانی کے خاص کردار ظفرالملک اور جیمسن ہیں۔ یہ کردار دراصل میں نے فلم ہی کے لیے تخلیق کیے تھے۔ لیکن پروڈیوسر سے بعض اصولی اختلافات کی وجہ سے فلم نہیں بن سکی تھی۔ پھر میں نے انہیں عمران کے حوالے کر دیا۔

بہر حال یہ ایک تجرباتی قدم ہے۔ ان دونوں کرداروں کے لیے نئے چہرے منتخب کیے گئے ہیں۔ میری تو یہی کوشش ہو گی کہ میرے پڑھنے والوں کو مایوسی نہ ہو۔

فلم ساز مولانا ہپی کے بارے میں بھی کئی پڑھنے والوں نے استفسار کیا ہے۔ میری دانست میں یہ حضرت نہ تو "مولانا" ہیں اور نہ ہی "ہپی"... ہپی ازم ناکارہ پن کا دوسرا نام ہے۔ یہ کام کے آدمی ہیں اور محض ڈاڑھی رکھ لینے سے کوئی "مولانا" نہیں ہو جاتا۔

ویسے اگر کوئی "مولانا" فلم بنانے چلیں تو چاروں طرف سے "تھو تھو" ہونے لگے۔ لہٰذا یہ "مولانا" کے ساتھ ساتھ "ہپی" کا اضافہ کر کے مونچھوں کو تاؤ دیتے پھرتے ہیں۔ کوئی کچھ کہنے سننے والا نہیں۔

جیمسن کے رول کے لیے میں نے انہی کا انتخاب کیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اس رول کو بہتر طور پر انجام دے سکیں گے۔

اس دوران میں کچھ پڑھنے والوں نے لکھا کہ ظفر الملک اور جیمسن کو ہپی کیوں بنا رکھا ہے۔ ان کی خدمت میں عرض ہے کہ ایکسٹو مصلحتاً انہیں اسی بہروپ میں رکھنا چاہتا ہے تا کہ وہ غیر ملکی ہپیوں کی نگرانی کر سکیں جو ہمارے ملک میں دوسرے ممالک کے ایجنٹوں کا رول ادا کر رہے ہیں۔ یہ دونوں ذہنی طور پر ہپی نہیں ہیں...!

ابن صفی

۲۱/مارچ ۱۹۷۲ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۶۴، عقابوں کے حملے)

لاہور سے ایک "پرستار" رقم طراز ہیں!

"السلام علیکم! میں آپ کی عمران سیریز کی کتابیں بڑے شوق سے پڑھتا ہوں۔ ان کے متعلق آپ کو چند باتوں کے بارے میں اپنا خیال بتاتا ہوں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ نے فریدی کو اپنا ہیرو بنایا ہوا ہے اور عمران کو نظر انداز کر دیا ہے۔ اس کے معمولی معمولی ماتحت بھی اس کی بے عزتی کر دیتے ہیں اور ہر آدمی اسے ایک حقیر مسخرہ سمجھتا ہے۔ حالانکہ جب لوگ اس کی کتابیں پڑھتے ہیں تو اسے اپنا ہیرو بنا لیتے ہیں اور اپنے ہیرو کو ذلیل ہوتا کوئی نہیں دیکھ سکتا۔"

یہ ایک خط کا اقتباس ہے "پرستار" موصوف نے مشورہ دیا ہے کہ عمران کے ماتحتوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہی ایکسٹو بھی ہے اس کے بعد اسی سلسلے میں ایک پلاٹ بھی لکھا ہے جس پر مجھے کم از کم پانچ سو صفحات کا ناول لکھنا چاہیے۔

پیارے پرستار! عمران آپ کا ہیرو ہو گا لیکن وہ اپنے ماتحتوں کی نظر میں ہیرو بننے کے لیے تیار نہیں۔ وہ جو کچھ بھی ہے اسی میں اپنی بہتری سمجھتا ہے۔ بھیڑ کی کھال میں بھیڑیا رہنا ہی اسے پسند ہے لہٰذا آپ بھی برداشت کیجیے ۔ اب زیر نظر ناول ہی کو لے لیجیے ۔ کیا کچھ نہیں گزری عمران پر لیکن میدان اسی کے ہاتھ رہا۔ ترم خانی کا زمانہ نہیں ہے بسا اوقات مونچھ نیچی کر لینے ہی میں بھلائی ہوتی ہے۔ ورنہ حشر انہی خان صاحب کا سا ہوتا ہے جو ایک بار کسی بنیے پر اکڑ گئے تھے۔

"ابے تیری یہ مجال ہمارے سامنے مونچھ اونچی کیے بیٹھا ہے۔"

بنیا ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "خان صاحب میرے بال نہ بچہ کہ مجھے کسی کی فکر ہو۔ میری مونچھ تو اونچی ہی رہے گی۔"

خان صاحب خاموشی سے گھر آئے تلوار کھینچی اور اپنے بال بچوں کا صفایا کر دیا پھر لہو ٹپکتی تلوار لیے بنیے کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور کڑک کر بولے۔ "اب بتا میرے بھی بال بچہ نہیں رہا۔"

بنیے نے بے حد خاکسارانہ انداز میں اپنی مونچھ نیچی کر لی۔ اب خدارا مجھ سے نہ پوچھئے گا کہ خان صاحب کا کیا بنا.... بہر حال کہنے کا مطلب یہ کہ عمران کی کامیابی کا راز اس کی حکمت عملی میں پوشیدہ ہے اس کا کوئی بھی ناول اٹھا کر دیکھ لیجیے ابتدا میں اس کی جو حرکتیں خالص حماقت معلوم ہوتی ہیں وہی آخر کار کامیابیوں کی طرف لے جاتی ہیں .... نہ فریدی عمران بن سکتا ہے اور نہ عمران فریدی۔ دونوں کی شخصیتیں متضاد و حالات اور مختلف ماحول کی پیداوار ہیں۔ فریدی کے مزاج میں جاگیر دانہ رکھ رکھاؤ پایا جاتا ہے عمران کی ذہنی نشو و نما عوامی بھیڑ چال میں ہوئی ہے... اس نے اپنے طبقے کے اثرات قبول نہیں کیے... زیر نظر ناول میں آپ اسے ایک بالکل ہی نئے روپ میں پائیں گے... اس کہانی میں اس نے جس بات کا بیڑا اٹھایا تھا اسے پورا کر دکھایا... آئندہ دیکھیے کہ اس کی یہ کامیابی اسے کن دشواریوں سے دوچار کرتی ہے... لیکن ٹھہریئے! کہیں آپ نے "عقابوں کے حملے" کا یہ مطلب نہ لیا ہو کہ ہوائی جہازوں کا کوئی اسکوارڈن زمین و آسمان ایک کر دے گا... اگر خدانخواستہ آپ مجھ سے پہلے ہی سے پلاٹ بنائے بیٹھے ہیں تو مجھے یہ سننے کے لیے تیار رہنا چاہیے کہ "کہانی پھُس ہو کر رہ گئی۔" اللہ مجھ پر رحم کرے۔ آمین۔

ابن صفی

۲۱/ اگست ۱۹۷۲ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۶۵، پھر وہی آواز)

جب دشمن درپے آزار ہو تو کوئی خانہ خالی نہیں چھوڑتا... قدم قدم پر سازشوں کے جال بچھاتا ہے اور ہم اس لیے ان میں پھنستے چلے جاتے ہیں کہ ہمیں اپنے آپس کے تنازعات ہی سے فرصت نہیں ملتی... ہم ایک دوسرے پر اعتماد نہیں کرتے نیتوں پر شبہ کرنا ہماری فطرت ثانیہ بن چکی ہے... کسی کی زبان سے کوئی بات نکلی اور سامنے والے نے اس میں تاریک پہلو تلاش کرنا شروع کر دیا... جب ذہنی انتشار کا یہ عالم ہو تو کوئی بھی ہماری عقلوں کا شکار کر سکتا ہے... ہم دشمن کے ایجنٹوں کو بھی اپنا ہمدرد سمجھ بیٹھتے ہیں... وجہ صاف ظاہر ہے دشمن کے ایجنٹ ہماری اس ذہنیت سے تو فائدہ اٹھاتے ہیں کہ ہمیں اپنے بھائی پر اعتماد نہیں رہا... یہی بے اعتباری دشمن کے ایجنٹ کا آلہ کار بنتی ہے... ٹھوکروں پر ٹھوکریں کھا رہے ہیں لیکن عقل بدستور "میڈیکل لیو" پر ہے۔

بہر حال اس کہانی میں یہی سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ دشمن بعض اوقات غیر ملکی کرائے کے ٹٹوؤں سے بھی کام نکالنے کی کوشش کرتا ہے اور وہ ہمارے دوست ملکوں سے ہمارے تعلقات خراب کرا دینے کے لیے نت نئی حرکتیں کرتے رہتے ہیں... ایسے غیر ملکیوں پر ہمیں کڑی نظر رکھنی چاہیے...

اس کہانی میں عمران نے ایک بڑا کارنامہ انجام دیا ہے... دیکھیے کہ وہ سنگ ہی سے کس طرح نپٹتا ہے۔

کیا یہ کہانی ویسی ہی نہیں ہے جیسی آپ چاہتے ہیں۔ اس میں آپ کو ایڈونچر، سسپنس اور ایکشن سب ہی ملے گا۔ سنگ بیحد محتاط رہا ہے۔ کھل کر عمران کے مقابلے پر نہیں آیا۔ اس کے گرد جس قسم کا جال پھیلا تا رہا تھا اس کا تقاضا یہی تھا کہ وہ دور ہی سے چھیڑ چھاڑ جاری رکھتا۔ پھر کیا؟ وہ اپنی تگ و دو میں کامیاب ہو سکا تھا۔ عمران بر وقت چونکتا ہے اور سنگ کا سارا کیا دھرا چوپٹ ہو کر رہ جاتا ہے۔

آئندہ ناول میں بھی عمران ہی سے ملیے۔ لیکن اس کا نیا روپ آپ کو چونکا دے گا۔

فلم "دھماکہ" سے متعلق استفسارات کے جواب میں عرض ہے کہ یہ تیزی سے تکمیل کے مراحل طے کر رہی ہے اور میں ابھی تک ظفر اور جیمسن کے رولز سے مطمئن ہوں شائد آپ بھی فلم دیکھ کر یہی کہہ اٹھیں کہ بے شک ان دونوں کے علاوہ اور کوئی ان کرداروں پر پورا نہ اتر سکتا۔

ابن صفی

۲۶/اکتوبر ۱۹۷۲ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ٦٦، خونریز تصادم)

اس بار ایک صاحب کے خط کا ایک حصہ ملاحظہ فرمایئے۔ جس سے میں بھی محظوظ ہوا تھا۔ آپ بھی لطف اٹھایئے

”قاسم کا پیٹ بھلا ایک آدھ چوزے سے کیونکر بھر سکتا ہے اور چوزہ بھی کیا؟ مرگھیلا سوکھا ساکھا۔ تو جناب یہی حال آج کل آپ کی کتابوں کا ہے۔ سرورق الٹیے تو نظر آئے گا "پھر وہی آواز" ابھی آواز پوری طرح سے سن بھی نہ پائیں گے کہ ایک سو بارہ صفحے تک جا پہنچیں گے.... اتنی دبلی پتلی لکھنے کی بجائے یہ کیا کیجیے کہ ۱۱۲ صفحے سادہ رہنے دیا کیجیے لکھ دیا کیجیے "پھر وہی آواز" سے "خونریز تصادم" تک جو کچھ ہوتا ہے سمجھ جایئے اور.... قارئین سمجھ جائیں گے۔ اس لیے کہ "بیباکوں کی تلاش"، "ڈاکٹر دعاگو"، "دیو پیکر درندہ" اور "شوگر بینک" ایسی کتابیں پڑھ پڑھ کر ہر قاری ذہن رسا کا مالک بن چکا ہے۔“

بھائی آپ کا شکوہ بجا ہے.... لیکن کاغذ کے معاملہ میں میں بھی بے قصور ہوں۔ یقین کیجیے اگر میں ضخیم کتابیں چھاپنے بیٹھوں تو کاغذ کی فراہمی ہی دشوار ہو جائے۔ اس دبلی پتلی کتاب کے سلسلے میں مجھے جتنے ریم کاغذ کی ضرورت ہوتی ہے اس کے لیے خاصی تگ و دو کرنی پڑتی ہے۔ اپنے خط میں آپ نے جن "فحش" کتابوں کا حوالہ دیا ہے میں نہیں جانتا کہ کاغذ کی فراہمی کے سلسلے میں ان کے وسائل کیا ہیں! رسائل کی بات جانے دیجیے۔ ان کے لیے کاغذ کا کوٹا مقرر ہے۔ کتابوں کے لیے ایسی کوئی آسانی میسر نہیں۔

تو گذارش ہے کہ فی الحال میری ہی طرح آپ بھی صبر کیجیے ! دبلی پتلی کتابیں پڑھیے اور میری خیریت سے آگاہ ہوتے رہیے کہ جب تک سانس تب تک اس! شائد پھر کبھی پہلے کی طرح خدمت کرنے کے قابل ہو سکوں۔

"خونریز تصادم" پڑھ کر بھی آپ یہی سوچیں گے کہ یہ "کاغذی لنگوٹی"، "پاجامہ" ہوتی تو بہتر تھا۔ اس "کاغذی ادبار" کے دور میں کئی ایسی کتابیں پیش کر چکا ہوں جن کا اختصار مجھے عرصے تک بے چین رکھے گا۔ اس قسم کی تشنگی کا احساس لکھنے والے کے لیے بھی بہت اذیت ناک ہوتا ہے۔

ابن صفی

۱۲/ دسمبر ۱۹۷۲ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۶۷، تصویر کی موت)

تصویر کی موت بھی ناممکن ہے اور موت کی تصویر بھی نہیں کھینچی جا سکتی لیکن جس طرح بہتیرے مصور موت کی تصویر کشی کی کوشش کر چکے ہیں اسی طرح میں نے بھی تصویر کی موت پیش کرنے کی کوشش کر ڈالی ہے۔

بہترے دوستوں کی خواہش تھی کہ کسی کہانی میں پھر باپ بیٹے کا سامنا ہو جائے لہٰذا عمران کے ساتھ رحمان صاحب سے بھی ملیے۔

سلیمان اور جوزف کی جھلکیاں بھی نظر آئیں گی۔ بعض کہانیوں کا پھیلاؤ عمران کی پوری ٹیم کو پیش کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

دیگر احوال یہ ہیں کہ خواہ آپ کتنے ہی بور کیوں نہ ہوں کاغذ کی بات ضرور کروں گا۔ مشرقی پاکستان کی علحدگی سے پہلے اس کتاب میں بتیس روپے رم کاغذ لگتا تھا اور اب ۴۰ x ۳۰ سائز کے ایک رم کاغذ کی قیمت ۱۰۰ روپے سے بھی زیادہ ہے اس کے باوجود کتاب کی قیمت میں اضافہ نہیں کر رہا۔ میری اس "قومی خدمت" کو یاد رکھیے گا اور آئندہ انتخابات کے موقع پر مجھے زیادہ سے زیادہ ووٹ دے کر مزید خدمت کے مواقع فراہم کیجیے گا۔ کیونکہ میرے سیاست میں آئے بغیر کاغذ سستا نہیں ہو سکتا اگر اپ نے مجھ پر یہ نوازش نہ فرمائی تو پھر مٹکا بجانے کی مشق بہم پہنچاؤں گا۔ یہ بھی ہماری ثقافت کا اہم جزو ہے۔ بج سکا تو واہ واہ۔ نہ بج سکا تو کم از کم ٹھنڈا پانی ہی مہیا کرتا رہے گا۔ مٹکا پھر مٹکا ہے (اس کا چکنے گھڑے سے کوئی تعلق نہیں۔)

بہترے دوست مجھے اپنے مسائل لکھ کر بھیجتے ہیں اور حل بھی طلب کرتے ہیں۔ ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ جو شخص اپنے ہی مسائل حل نہ کر پاتا ہو وہ کسی دوسرے کی رہنمائی کیا کر سکے گا۔ ایک صاحب کو یہی لکھ بھیجا تھا ناراض ہو کر جواب الجواب پر اتر آئیے اور یہ سوال ٹھونک بھیجا کہ آپ کیسے دانشور ہیں کہ میری اتنی ذرا سی مشکل کا حل آپ کے پاس نہیں۔

لاحول ولا قوۃ۔ کیا میری شکل ایسی ہی ہے کہ آپ مجھے دانشور کہہ بیٹھیں بھائی! کسی "دانشور"
سے رجوع فرمایئے۔ "دانشور" تو مسائل پر مسائل کھڑا کرتا چلا جاتا ہے کہ دانشوری ذہنی بٹیر بازی کے
علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ بہتر صورت یہ ہوگی کہ آپ خود ہی اپنے مسائل حل کرنے کی کوشش کیجیے۔ نہ
حل ہو سکیں تو انھیں ایک طرف رکھ کر مٹکا بجایئے، بجاتے رہیے۔ بجاتے رہیے۔ یا تو اس دوران میں
اپ کو حل نصیب ہو جائے گا۔ یا پھر۔ آپ مٹکا ہی بجاتے رہ جائیں گے۔ دونوں ہی صورتیں عافیت کی ہیں

والسلام

ابن صفی

۳۰/ اپریل ۱۹۷۳ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۶۸، کنگ چانگ)

یہ کتاب غم اور خوشی کے ملے جلے ماحول میں پیش خدمت ہے۔ غم اس کا ہے کہ ہم ایک تباہ کن ساب سے دوچار ہیں جس نے ہمارا بہت کچھ چھین لیا ہے اور خوشی اس پر ہے کہ اسی غم انگیز ماحول میں اپنے لاتعداد بچھڑے ہوئے بھائیوں سے دوبارہ مژدہء جاں فزا ملا ہے۔

"خوشی اور غم کے یہی وقفے ہمیں آگے بڑھتے رہنے کا حوصلہ بخشتے ہیں. کامرانی کی نئ منزلوں کی طرف ہماری رہنمائی کرتے ہیں.

خالق کائنات، اشرف المخلوقات کو ہر آن سرگرم عمل دیکھنا چاہتا ہے اسی لئے انہیں یکسانیت کا شکار نہیں ہونے دیتا.

غموں کی آہ وزاری کے سپرد کرنے کی بجائے مستقبل کی سوچو کہ دوبارہ وہ غم پلٹ کر تمھاری طرف نہ آنے پائے. مسرت کو قہقہوں کا نوالہ ہر گز نہ بناؤ بلکہ اس انرجی کو اس تگ ودو میں صرف کر دو کہ وہ مسرت اب تم سے چھننے نہ پائے۔

اوہ۔ شاید میرا لہجہ مبلغوں جیسا ہو گیا ہے اور تم کم از کم میرے لیے اسے پسند نہیں کرتے.... متعدد بار کہہ چکے ہو کہ تمہیں نہ تو آئینہ دکھاؤں اور نہ نصیحت کرنے بیٹھ جاؤں۔ میرے ہاتھوں صرف خواب دیکھنا چاہتے ہو۔ اچھا تو دیکھو.....

"کنگ چانگ" حاضر ہے! بہتوں کی خواہش کے مطابق جوزف کو کہانی کا مرکزی کردار بنایا ہے....! لیکن اس کہانی کو ایک سو بارہ صفحات میں سمونا مشکل تھا۔ اس لیے تمہاری ہی ہدایت کے مطابق یہ سلسلہ آگے بڑھا دیا گیا ہے۔ دوسری کتاب جلد از جلد پیش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ تاکہ انتظار کی زحمت سے بچ سکو۔

یاد آیا! تمہیں مبارک باد دینا تو بھول ہی گیا۔ سنا ہے تنخواہوں میں مبلغ پینتیس روپے اضافہ ہو گیا ہے۔ لہٰذا اب بڑھاؤ مبلغ پچیس پیسے اس طرف بھی۔ اس کے بعد والی کتاب کی قیمت ایک روپیہ پچھتر

پیسے ہو گی۔ سب نے قیمتوں میں اضافہ پہلے ہی کر دیا تھا۔ لیکن میں تمہاری ’’ترقی‘‘ کا منتظر تھا۔ خدا نے یہ دن دکھایا ہے تو میں کیوں پیچھے رہوں س۔ اور تمہاری ہی ہدایت کے مطابق اب کاغذ کا رونا بھی نہیں روؤں گا۔ کیونکہ مستقبل قریب میں کاغذ سستا ہونے کا امکان نہیں.... اس سلسلے میں بھی بے شمار خطوط موصول ہوئے تھے کہ کاغذ کا کھڑاگ نہ لے بیٹھا کروں، کیونکہ اس سے خیال پیدا ہوتا ہے کہ میں ’’غریب‘‘ ہو گیا ہوں۔

ابن صفی

۲۲/ ستمبر ۱۹۷۳ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۶۹، دھوئیں کا حصار)

کنگ چانگ کی پسندیدگی کا شکریہ! اب "دھوئیں کا حصار" ملاحظہ فرمایئے۔ یہ اس سلسلے کی دوسری کڑی ہے۔! وعدے کے مطابق یہ کتاب جلد پیش کر رہا ہوں اور آئندہ کے لیے بھی آپ کی دعاؤں کا طالب ہوں۔!

کنگ چانگ کے سلسلے میں درجنوں ستائشی خطوط کے ساتھ تین ایسے خط بھی ملے ہیں جن میں ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے...! پسند اپنی اپنی....! مار دھاڑ سے بھرپور کتب بھی بازار میں موجود ہیں انہیں پڑھیے۔ میں نے منع تو نہیں کیا... لیکن بھلا میں ڈیڑھ روپے کیسے واپس کر سکوں گا۔ جبکہ ڈیڑھ روپے کا مٹیریل ہی کتاب میں لگا ہوا ہے، یقین کیجیے کہ اس کتاب پر آپ میری کہانیاں مفت پڑھ رہے تھے۔ اسی لیے پچیس پیسوں کا اضافہ کیا گیا ہے! اب اگر کسی بھائی کو میری کی کتاب پسند نہ آئے تو اپنی چونی واپس لیے جاسکتے ہیں... لیکن مجھے یہ یقین ہے کہ بے بسی کے کرائے پر صرف ہو جائے گی (اگر وہ واپسی بذریعہ بس ہوئی) لہٰذا صبر کیجیے۔! اگر مجھ تک پہونچ "پیدل" کے راستے ہو سکتی ہے تو یقیناً آپ میرے پڑوسی ہوں گے۔ پھر بھائی ایسی بھی کیا بے مروتی کے پڑوسی کو چونّی بھی نہیں بخش سکتے۔

میرے پڑھنے والے مجھے عموماً دشواریوں ہیں میں مبتلا رکھتے ہیں۔ جب مفرد ناول لکھنا شروع کرتا ہوں تو مسلسل کہانیوں کا مطالبہ ہوتا ہے۔ لیکن جہاں ایسا کوئی سلسلہ شروع کیا خطوط کی بھرمار ہونے لگی کہ یہ کیا کر بیٹھے! انتظار کرنا پڑتا ہے! اب میری نہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں...؟

ذرا صبر سے کام لیجیے! خاص نمبروں کا وعدہ کیا ہے ان شاء اللہ وہ بھی ضرور پورا کروں گا...! لیکن اتنی ضخیم کتابیں نہیں پیش کر سکتا جن کی قیمت سات یا آٹھ روپے رکھنی پڑے...! کیونکہ یہ میرے زیادہ تر پڑھنے والوں کی قوت خرید سے باہر ہوں گی۔ نہیں... خدارا! ایسا کوئی مشورہ نہ دیجیے کے میری کتابیں صرف لائبریریوں تک ہی محدود ہو کر رہ جائیں۔!

ابن صفی

۲۳/ اکتوبر ۱۹۷۳ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۷۰، سمندر کا شگاف)

سب سے پہلے میں ان تمام دوستوں کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جنوں نے مجھے عید کارڈ بھیجے تھے (اتنی گرانی کے باوجود بھی) خود میری ہمت تو جواب دے گئی تھی عید کارڈوں کی قیمتیں سن سن کر... اور میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر عرض کرتا ہوں کہ اس بار میں نے کسی کو بھی عید کارڈ نہیں بھیجا (جب سستے تھے تب بھی کون سے بھیج دیتا تھا)

اس بار ایک پڑھنے والے کا خط پیش نظر ہے۔ انہوں نے بڑا بے ڈھب سوال کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

"اگر احمد کمال فریدی ایک غریب آدمی کے گھر جنم لیتا تو اس کی شخصیت کیسی ہوتی۔ کیا اس وقت بھی اس کی شخصیت میں کوئی جھول نہ ہوتا...؟"

پوری پوری ایمانداری سے عرض کرتا ہوں کہ اس صورت میں فریدی یا تو ولی اللہ ہوتا یا کوئی رشوت خور کلرک ولی اللہ ہونے کی صورت میں اگر پڑھا لکھا ہوتا اور ذہین بھی ہوتا تو کبھی کبھی اسے اپنی اس بزدلی پر سخت شرم آتی کہ رشوت خور کلرک نہ بن سکا۔ اور کیا عرض کروں گا اسحاق آپ خود سمجھدار ہیں مرد مومن صرف کتاب بھی چیز بن کر رہ گیا ہے۔

فریدی کا کردار تخلیق کرکے آپ سب صاحبان سے سخت شرمندہ ہوں معاف کر دیجیے....!

اب یہ عمران کی طرف اس کا یہ سلسلہ میری توقعات سے بڑھ کر پسند کیا گیا ہے سمندر کا شگاف میں دھویں کا حصار نہیں ٹوٹ سکا اس کے لیے بھی معافی چاہتا ہوں اگلی کتاب میں اس سلسلے کی آخری کتاب ہو گی انشاءاللہ اس میں آپ وہ ہولناک جنگ بھی دیکھ سکیں گے جس کے متوقع آپ سمندر کا شگاف میں تھے

دھماکا کے سلسلے میں بہت بور کیا جا رہا ہوں۔ کوشش کی جا رہی ہے کہ وہ جلد از جلد آپ کی خدمت میں پیش کر دی جائے لیبوریٹری میں پہنچ چکی ہے ویسے مجھے یقین ہے کہ دھماکے داپُتّر پانے سے پہلے ہی ریلیز کر دی جائے گی

امید ہے کہ آپ سب مع الخیر ہوں گے!...."

ابن صفی

یکم دسمبر ۱۹۷۳ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ا ۷، زلزلے کا سفر)

زلزلے کا سفر ملاحظہ فرمایئے گیا زلزلے کے اس سفر کا سد باب نہ کیا جا سکا ہو گا بنا یہ کس طرح ممکن ہے عمران کسی کام کا بیڑہ اٹھائے اور وہ کام پایہ تکمیل کو نہ پہنچے ابھی تک تو ایسا نہیں ہوا
کوہسار بالآخر ٹوٹ گیا دھویں کے حصار کے اندر کیا تھا؟ میں بڑی تباہی کا سامان پروان چڑھ رہا تھا ہو سکتا ہے آپ اسے بھی طلیسم ہوش روبائی پرواز تخیل سمجھ کر کچھ دیر مجھ پر ہنس لیں لیکن دس سال کے اندر اندر آپ ایسے ہی کسی تباہ کن پردے کے وجود سے ضرور آگاہ ہو جائیں گے۔ یہ ساری ایجادات جو اس وقت آپ کے معمولات زندگی میں داخل ہو کر رہ گئی ہیں۔ بہت پہلے تخیل پرست آرٹسٹوں کی "پینک" ہی سمجھی گئی ہوں گی۔ لیکن آج آپ انہیں خود برت رہے ہیں۔ تیس سال قبل جب ہالی وڈ نے چاند کے سفر پر فلمیں بنائی تھیں تو امریکہ کے سنجیدہ افراد نے ان کا بے تحاشہ مضحکہ اڑایا تھا۔ لیکن آج سب سے پہلے امریکہ ہی کو یہ فخر حاصل ہوا ہے کہ اس کے باسی چاند پر سچ مچ چہل قدمی کر آئے ہیں....!
بہر حال مجھے مطلع کیجیے یہ کتاب آپ کو کیسی لگی۔ "سمندر کے شگاف" تک تو آپ نے اس کہانی کو بے حد سراہا ہے۔ آپ کے سیکڑوں خطوط اس کے شاہد ہیں۔
فریدی کے ناول بھی پیش کروں گا۔ لیکن ذرا ٹھہریئے...! اس کے سلسلے کی کہانیوں کو مزید دلچسپ بنانے کے لیے ایک پلاننگ کر رہا ہوں۔ اس کا خاکہ ذہن میں واضح ہوتے ہی آپ کی شکایات رفع کرنے کی کوشش کروں گا۔ لہٰذا فی الحال عمران ہی کی کہانیوں پر قناعت کیجیے....!
اس بار کوئی ایسا خط موصول نہیں ہوا جس کی بناء پر "پیشرس" بھی آپ کچھ مسکراہٹیں دے سکتا۔ اس لیے یونہی خواہ مخواہ تھوڑا سا مسکرا دیجیے...... شکریہ...!
ان صاحب کے مشورے پر عمل کرنے کی کوشش.... کروں گا جنھوں نے لکھا ہے کہ آپ "دھماکوں" کے چکر میں نہ پڑیئے۔ صرف کتابیں لکھے جایئے۔ اس مشورے کی دل سے قدر کرتا ہوں۔ ویسے یہ صرف ایک "دھماکے" کا معاملہ تھا "دھماکوں" کا نہیں....
اس دھماکے میں بھی بعض ٹیکنیکل دشواریوں کی بنا پر دیر لگ رہی ہے۔ بہر حال جلد ہی آپ کی شکایت رفع ہو جائے گی ....

ابن صفی

یکم جنوری ۱۹۷۲ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۷۲، بلیک اینڈ وہائٹ)

"بلیک اینڈ وائٹ" حاضر خدمت ہے۔ یہ اس سلسلے کی آخری کڑی ہے جس کی ابتداء کنگ چانگ سے ہوئی تھی.... اس سلسلے کو بے حد سراہا گیا ہے۔ دو چار خطوط ناپسندیدگی کے بھی آئے ہیں۔ لیکن یہ ایسے احباب ہیں جو سری ادب میں بھی صرف دو اور دو چار دیکھنا پسند کرتے ہیں۔

بہر حال اس سلسلے میں اتنا ہی عرض کروں گا کہ پسند اپنی اپنی.... آئندہ ناول بھی عمران ہی کا ہو گا۔ اس سے یہ نہ سمجھئے گا کہ پھر کوئی نکتہ نکال کر کنگ چانگ ہی کے سلسلے کو مزید طوالت دینے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ یہ بات نہیں ہے۔ اسے بلیک اینڈ وائٹ ہی پر ختم سمجھئے....

آپ کا یہ خیال بھی درست نہیں کہ فریدی سے روگردانی کر رہا ہوں۔ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ "جاسوسی دنیا" کے لیے کچھ نئے اطوار زیر غور ہیں جیسے، ہی انھیں روبہ عمل لانے کے قابل ہو سکا آپ فریدی کے ناول بھی پڑھ سکیں گے۔

شائد میں نے وعدہ کیا تھا کہ آئندہ کاغذ کا ذکر نہ چھیڑوں گا۔ لیکن جس قیمت پر میں نے پچیس پیسے کا اضافہ کیا تھا اس سے کاغذ پر فی ریم پچیس روپے مزید اضافہ ہو گیا ہے! قیمت کسی ایک جگہ ٹھہرنے کا نام ہی نہیں لیتی۔ لہٰذا کتاب کی قیمت میں مزید اضافے کے لیے ذہن بنائے رکھیے گا۔ ہو سکتا ہے ایک بار پھر یہ ناگوار قدم اٹھانا پڑے۔

ویسے آیئے ہاتھ اٹھا کر دعا کریں کہ اللہ پاکستانی سیٹھوں کو بھی نیوز پرنٹ بنانے کی توفیق عطا فرمائے (خواہ وہ گنے کے پھوک کا ہی کیوں نہ ہو) آمین اور اتنا ہی گراں کیوں نہ ہو جتنا غیر ملکی مکینیکل کاغذ ہے۔ اس طرح کم از کم کتاب تو فربہ نظر آئے گی اور آپ کو ایک روپیہ پچھتر پیسے خرچ کر کے اس کی پسلیاں تو نہیں گننی پڑیں گی۔ ایک صاحب نے لکھا تھا کہ ان دنوں آپ کی کتاب خریدنے کے بعد سمجھ میں نہیں آتا کہ پہلے پڑھا جائے یا اس کی پسلیاں گن لی جائیں۔

آخر میں اس کتاب کے کسی قدر تاخیر سے شائع ہونے پر معذرت خواہ ہوں۔ صرف آپ ہی کا محبوب مصنف تو نہیں نزلہ و زکام بھی مجھ پر جان چھڑکتے ہیں.... تبخیر معدہ بھی عزیز رکھتی ہے....

والسلام

ابن صفی

۲۵ر فروری ۱۹۷۴ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۷۳، نادیدہ ہمدرد)

اس بار ایک نئے تجربے کے ساتھ حاضر ہو رہا ہوں. کہانی اس انداز میں لکھی ہے آپ خود نتائج اخذ کرتے چلیں۔ عمران کو اس طرح کیس کا تجزیہ نہ کرنا پڑے جیسا عموماً کرتا رہتا ہے۔ مجرم کا طریق کار ایسا ہے کہ آپ خود ہی مختلف مدارج پر سب کچھ سمجھتے چلے جائیں گے۔!

کتاب کی پشت پر اس بار میری نئی تصویر دیکھیے____!

(شاید انہیں اب صبر آجائے جنہیں میری "جوانی" کی تصویر ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی) یہ تصویر اس لیے کھنچوانی پڑی کہ شناختی کارڈ کے لیے ضروری تھی۔ جی ہاں! شناختی کارڈ پر... یہی تصویر لگائی ہے۔ اس تصویر کو دیکھ کر ایک صاحب نے برجستہ فرمایا۔ "یہ تو کسی ولن کی تصویر معلوم ہوتی ہے۔"

خود مجھے اس تصویر کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میں نے پنجاب میں خالص گھی کا بیوپار شروع کر دیا ہو۔ (واللہ اعلم بالصواب) اب دیکھنا یہ ہے کہ پولیس والوں پر اس تصویر کا کیا رد عمل ہوتا ہے۔

اے اسلام آباد والی بھتیجی...! دیکھو یہ انجام ہوتا ہے چچا کو تصویر کے سلسلے میں بور کرنے کا۔ (اس بار میں دس صفحات کے خط کا منتظر رہوں گا)

اب میں اپنی کتابیں پڑھوا کر سننے والے ایک موٹر ڈرائیور دوست سے مخاطب ہوں۔ جنہوں نے ایسی ہی زبان میں مجھے خط لکھوایا ہے، جیسی وہ بولتے ہیں۔:

پیارے دوست نہ میں تم سے بڑا ہو، اور نہ تم مجھ سے بڑے ہو۔ البتہ ہم دونوں ایک دوسرے کے لئے بے حد ضروری ہیں۔ تم میرے لیے محنت کرتے ہو اور میں تمہارا دل بہلاتا ہوں۔ یہاں کوئی کسی سے بڑا نہیں ہے۔ سب اپنے اپنے فرائض ادا کر رہے ہیں۔ اگر کوئی بڑائی کے خبط میں مبتلا نظر آئے تو اسے ایک "سنجیدہ احمق" سمجھ کر نظر انداز کر دو۔!! والسلام

ابن صفی

۱۶/ اپریل ۱۹۷۴ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۴۷، ادھورا آدمی)

قبل اس کے کہ آپ کہیں "میاں گھاس تو نہیں کھا گئے" میں خود ہی اعتراف کر لینا چاہتا ہوں کہ گھوڑا کھا گیا ہوں، گھوڑا گھاس کھاتا ہے اور میں گھوڑا کھا گیا ہوں اس لیے گھما پھرا کر گھاس ہی کی ٹھہری۔

لیکن پیشرس کی ابتدا اس طرح تو نہیں ہوا کرتی تھی مجھے عرض کرنا چاہیے تھا کہ "ادھورا آدمی پیش خدمت ہے۔"

کچھ گڑبڑ ضرور ہوئی ہے، کہیں گھوڑے کے بجائے گدھا نہ کھا گیا ہوں۔ گھاس تو وہ بھی کھاتا ہے۔ سخت الجھن میں ہوں، جب قلم سرپٹ دوڑتا ہے تو گھوڑے کا خیال آتا ہے اور جب بالکل ٹھپ ہو جاتا ہے تو سوچنے لگتا ہوں کے کہیں گدھا تو نہیں تھا۔

بہر حال اسی الجھن میں طب کی کتاب "مخزن المفردات" نکال لیتا ہوں اس کے مطابق گدھے کے خواص ملاحظہ ہوں:

گدھا کہ فارسی میں خر اور عربی میں حمار کہلاتا ہے۔ گرم نمبر ۳، خشک نمبر ۳ غیظ اور دیر ہضم ہے۔ اس کے جگر کے کباب مرگی اور تپ چوتھیا کو مفید۔ چربی کا لگانا احشاء کے زخم کو فائدہ مند ہے۔ اس کی لید یرقان کو مفید ہے۔ اس کا دودھ سرد ہے۔ مصلح گل قند مقدار خوراک پاؤ بھر۔

فرحت بخش ہے، سدہ کھولتا ہے، گرم مزاج کے دل کو طاقت بخشتا ہے۔ سل دق اور قرحہ وریہہ و گرم بخار اور گرم کھانسی و خون کا نکلنا کمزوری وہ جلندھر و تنگیٔ دم سب کو مفید ہے۔!!

گھوڑے کے فوائد از روئے مخزن المفردات:

فارسی میں اسپ اور عربی میں فرس کہلاتا ہے۔ گرم اور خشک ہے۔ مصلح اسکار انار اور چھاچھ ہے۔ اس کا گوشت کھانے سے بہادری پیدا ہوتی ہے۔ دل کی بیماریاں دور کرتا ہے۔ گٹھیا، لقوہ اور رعشہ کو مفید ہے۔ مادہ کا دودھ محرکِ اشتہاء ہیں۔ ایک سو اسی سالہ سنیاسی باباؤں کے بزنس کا کباڑہ کرتا ہے...

وغیرہ وغیرہ...!!!

بہر حال اب آپ کو خود فیصلہ کرنا ہے کہ گھوڑا یا گدھا۔!! گدھے کے بجائے فارسی میں خر کہیے کہ زیادہ معزز معلوم ہوتا ہے۔

یہ خر صاحب تو بار برداری کے بھی کام آتے ہیں۔ گھوڑے کا کیا مصرف رہا۔

اپنی قوم کو پیدل ہی لڑتی ہے اور پیدل ہی جلوس بھی نکالتی ہیں۔ بس تھوڑے سے ریس کلب کے لیے چھوڑ دیے جائیں...!!!

ارے ہاں !!!

یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ اتنی بڑی قوم ذرا سی بکریاں کھا رہی ہے...!!

شاید سچ مچ گھاس کھا گیا ہوں....

والسلام

ابن صفی

۱۷ر مئی ۱۹۷۴ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۷۵، آپریشن ڈبل کراس)

قاعدے سے اس ناول کو عمران سیریز کا ڈائمنڈ جوبلی نمبر ہونا چاہیے تھا۔ مطلب یہ کہ ضخیم ناول "بیک جلد"، اور قیمت ہونی چاہیے مبلغ دس روپے۔ لیکن وہی پرانی بات دوہراؤں گا کہ یہ میرے زیادہ تر پڑھنے والوں کی قوت خرید سے باہر ہوتا ہے، اس لیے میں اسے بالاقساط ایک ضخیم ہی ناول کی صورت میں پیش کر رہا ہوں اور میری کوشش یہی ہو گی کہ ہر قسط اپنی جگہ پر ایک مکمل کہانی بھی ہو...!!

اس قسط میں آپ اس ایجنٹ کی کہانی ملاحظہ فرمایئے، جس نے ایکسٹو کو ڈبل کراس کیا تھا۔ غالباً آپ ادھورے آدمی کو نہ بھولے ہوں گے جس نے اسی ایجنٹ جیمسن ہارلے کی سازش سے ایکسٹو کو بے نقاب کرنا چاہا تھا۔

اس کتاب کی "جھلک" میں غالباً میں نے آلپس کے دامن میں فائروں کی گونج کا ذکر کیا تھا لیکن کہانی کا وہ جزو اس کتاب کے کینوس میں نہیں آ سکا۔ (صرف بچہ لوگ سے معذرت خواہ ہوں، اگلے ناول میں آلپس کا دامن خون کی ندیوں سے جل تھل ہو جائے گا)۔

ملک کے دشمنوں کا خون بہتے دیکھنا غیر صحتمند رجحان نہیں ہے۔ اور پھر ایسے دور میں تو اسے غیر صحتمند رجحان کہا ہی نہیں جاسکتا، جب دنیا کی بعض اقوام امن اور انسانیت کے ڈھول پیٹ پیٹ کر دھماکے کر رہی ہوں یا ان کی حوصلہ افزائی کر رہی ہوں، جو چھوٹی اقوام کو ایٹمی دھمکیاں دیتی رہتی ہے...!

بہر حال آئندہ کہانی اس کہانی سے کہیں زوردار ہو گی۔ انشاءاللہ....

عظیم حماقت کے بارے میں پسندیدگی کے خطوط آئے ہیں لیکن تشنگی کی شکایت بدستور قائم ہے۔ ایک سو بارہ صفحات میں اب فریدی کے ناولوں کو نپٹانا بے حد مشکل کام بن گیا ہے۔ کم از کم ایک سو ساٹھ صفحات ہونے چاہیے۔ انشاءاللہ....

پھر آپ فریدی کی کہانیوں میں تشنگی محسوس نہیں کریں گے...!!!

عظیم حماقت کے سلسلے میں میری ایک ذاتی حماقت ملاحظہ فرمایئے، جس کی طرف ایک پڑھنے والے نے توجہ دلائی ہے۔ صفحہ نمبر پانچ کی گیارہویں سطر میں چھ لڑکیوں کے بجائے صرف چار لڑکیاں پڑھیے اور لڑکوں کی تعداد چھ نوٹ فرمایئے۔ کیونکہ اگلے صفحات میں اسی تناسب سے ان کا ذکر ہوا ہے۔ بے خودی میں لڑکیوں کی تعداد زیادہ لکھ گیا تھا۔ ویسے بھی مجھے ایک کی چار دکھائی دیتی ہیں...!!!

ابن صفی

۲۵/ جولائی ۱۹۷۴ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۷۶، خیر اندیش)

"خیر اندیش" سے ملیے۔ لیکن اس بار میں کہانی سے متعلق کچھ نہیں عرض کر سکتا، پڑھیے اور خود ہی فیصلہ کیجیے۔ ویسے اتنا ضرور کہوں گا کہ سلسلے کی کتابیں بتدریج زور پکڑتی ہیں۔

اس بار دراصل کچھ بے حد ضروری خطوط کے جواب دینے ہیں۔ یوں بھی لاڑکانہ سے ایک دوست نے لکھا ہے کہ پیشرس میں دہی کو میٹھا ثابت کرنے کے بجائے خطوط کے جوابات کا سلسلہ شروع کر دوں۔ لہٰذا سب سے پہلے ایک بیرنگ لفافے کا ذکر کرونگا۔ خط بزبان پنجابی تحریر کیا گیا ہے، جڑانوالا سے کسی بہت ہی اللہ والے گھرانے کے کسی بے حد برگزیدہ فرد نے تحریر کیا ہے۔ ایسی ایسی دعائیں لکھی ہیں مجھے کہ میں ان کا بے حد مشکور ہوں۔ خدا تا دیر ان کا سایہ ہم جیسوں کے سر پر سلامت رکھے۔ آمین...!!!

ایک صاحب نے کراچی سے لکھا ہے کہ حمید کی شادی کر ہی دیجیے۔ سیکرٹ سروس کے کسی ممبر کی شادی نہیں کرتے، آخر کسی کی تو کر ہی دیجیے۔

ہر گز نہیں جناب!!!

شادی ہر گز نہیں.... ویسے آپ دعوت ہی کھانے پر مصر ہیں تو شامیانہ وغیرہ لگوا کر کسی کا صرف ولیمہ کیے دیتا ہوں، شادی ہر گز نہیں کر سکتا...!!

ایک اور صاحب راولپنڈی سے لکھتے ہیں کہ میں آخر اشیائے خوردنی میں ملاوٹ کرنے والوں کے خلاف کیوں نہیں لکھتا۔ اب تو ایسا معلوم ہوتا ہے یہ سب کچھ بین الاقوامی سازش کے تحت ہو رہا ہے۔ تاکہ پاکستانی قوم جسمانی طور پر ناکارہ ہو جائے۔

گزارش ہے کے بھائی آپ خود اپنی قوم کو کیا سمجھتے ہیں؟؟ کسی دوسری قوم کو کیا پڑی ہے کہ اتنے ہیر پھیر کے ساتھ کوئی ایسا چکر چلائے کہ آپ کو اس پر "بین الاقوامیت" کا شبہ ہونے لگے۔ بس زبان نا کھلوائیے۔ ورنہ جبہ و دستار سے لے کر منی اسکرٹ تک سبھی مجھ بیچارے پر جھپٹ پڑیں گے....

کراچی سے ایک بنگلہ دیشی مہاجر نے کتاب کی قیمت بڑھانے پر احتجاج کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آخر اتنے موٹے موٹے ڈائجسٹ کم قیمت پر کیوں نکل رہے ہیں... لیکن میرا خیال ہے کہ ان کے ہاتھ کچھ بہت پرانے ڈائجسٹ لگے ہیں، جن پر کئی سال پہلے کی قیمتیں درج ہیں۔ اور پھر انہیں اخباری کاغذ نسبتاً سستے نرخوں پر ملتا ہے۔ مجھے کھلے بازار میں منہ مانگے دام ادا کرنے پڑتے ہیں...

(واضح رہے کہ سرکاری طور پر صرف اخبارات اور رسائل کو کاغذ کا کوٹہ ملتا ہے...)

میرپور خاص سے ایک بھائی رقم طراز ہیں کہ قیمت بڑھائی ہے تو مواد بھی بڑھاؤں۔ ایک صفحے پر کم از کم چھبیس سطریں لکھواؤں۔

بھائی! قیمت تو کاغذ کی مناسبت سے بڑھائی ہے۔ کیا میری محنت کی کوئی قیمت نہیں؟؟؟

والسلام

ابن صفی

۲۳ / اگست ۱۹۷۴ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۷۷، پوائنٹ نمبر بارہ)

بے چارے ڈائمنڈ جوبلی نمبر " کا تیسرا حصہ "پوائنٹ نمبر بارہ" پیش کر رہا ہوں۔ ملاحظہ فرمایئے! آپریشن ڈبل کراس اور خیر اندیش کی پسندیدگی کا بہت شکریہ! بہت پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کے پیشرس کو پھر دلچسپ خطوط کے جوابات کے لیے وقف کر دیا گیا ہے۔ (پبلک کے بے حد اصرار پر) لہٰذا ایک بہت ہی دلچسپ خط کا اقتباس اور میرا جواب ملاحظہ فرمایئے۔ ایک صاحبہ رقمطراز ہیں:

"کتاب کا نام یاد نہیں! لیکن آپ نے اس کے پیشرس میں لکھا تھا کہ بکر عید کے موقع پر آپ اپنا تندرست بکرا کس طرح صاف بچا لیتے ہیں۔ آئے گئے گوشت کی الٹ پلٹ کر کے۔ تدبیر بہت عمدہ تھی۔ اب آپ مجھے بتائے کہ میں اپنا شب برات کا حلوا کس طرح صاف بچا سکتی ہوں۔ بڑی لاگت کا ہوتا ہے، دل دکھتا ہے خشک حلوؤں کے بدلے میں کہیں بھجواتے ہوئے۔"

محترمہ! تو اپنا تندرست بکرا آسانی سے بالکل مفت بچا لیتا ہوں۔ لیکن حلوے کے سلسلے میں بہت پاپڑ بیلنے پڑیں گے۔ سب سے پہلے تو آپ کو وہ محلہ ہی چھوڑ دینا پڑے گا۔ جہاں فلحال مقیم ہیں، کیونکہ یہاں کے پڑوسی آپ کے عادات واطوار سے بخوبی واقف ہوں گے۔ لہٰذا وہاں نہیں چلے گی۔

چلیے چھوڑ دیا محلہ! اب یہ کیجیے کے شب برات سے ایک دن قبل اپنے ذاتی حلوے کا "خام مال" فراہم کر لیجیے۔ دوسری صبح ٹھیک تین بجے بیدار ہو جائے کہ محلے والے بیدار نہ ہوئے ہوں اور ان تک خوشبوئیں نہیں پہنچ سکے گی۔ بہر حال اجالا پھیلنے سے پہلے آپ کا زیادہ لاگت والا حلوہ تیار ہو کر نعمت خانے میں مقفل ہو جانا چاہیے۔ سہ پہر سے آپ کے گھر دندان شکن قسم کا خوبصورت اور بدصورت حلوؤں کی آمد شروع ہو جائے گی۔ (ان پر خشک میوہ بہر حال وافر مقدار میں چپکا ہوا ہوتا ہے)۔ وصول کر کے رکھتی جایئے۔

ایک بار پھر عرض کر دوں کہ اپنا ذاتی حلوہ میرے بکرے کی طرح بالکل مفت نہیں بچا سکیں گی۔ لہٰذا اپنے حلوے کا سامان منگاتے وقت چاندی کے ورق اور عرقِ کیوڑا ضرورت سے کسی قدر زیادہ ہی

منگوا لیجیے گا۔ چلیے شام تک آپ حلوہ وصول کرتی رہیں۔ رات کو جب یقین ہو جائے کہ اب پڑوس کی کسی بی بی کی آمد کا امکان نہیں تو چپ چاپ اٹھیے اور ان دندان شکن حلوؤں سے آپ بھی ذرا سختی سے پیش آنا شروع کر دیجیے۔ یعنی انہیں کوٹ کوٹ کا چورا کر ڈالیے، پھر اس چورے کو بڑے سے برتن میں بھگو دیجیے۔ رات بھر بھیگا رہنے دیجیے، صبح تک خشک میوؤں اور نشاستے کی لئی سی بن جائے گی۔

اب کڑاہی میں تھوڑا سا گھی ڈال کر کڑ کڑائیے اور لئی اسی میں اُلٹ کر اوپر سے بچے کچے باسی دودھ کی بھی کچھ مقدار ڈال دیجیے۔ حلوہ پکانا تو آپ جانتی ہیں نا! تیاری پر کیوڑے اور چاندی کے ورق سے اس کے صوری اور معنوی حسن میں بھی اضافہ کر دیجیے۔ پھر یاد دِلا دوں کے وہ شب برات کا دوسرا دن ہو گا۔ فرض کیجیے کہ آپ نے پڑوس میں حلوہ بھجوایا یا زیادہ بے تکلفی کی بنا پر خود لے کر گئیں اور کسی بزرگ خاتون نے ازرائہ یگانگت پوچھ لیا کہ ! اے بی بی کیا (وہابی) ہو کہ روزے نماز کے علاوہ کوئی کام وقت پر نہیں کرتیں تو آپ کی کرکری ہو جائے گی۔ لہٰذا جواب بھی بتائے دیتا ہوں چہرے پر سوگ طاری کر کے کہیے یہ بات نہیں ہے خالہ جان! ہمارے گھرانے کی یہ ریت دادا جان کے وقت ہی سے چلی آ رہی ہے۔ ہوا یہ کہ ہمارے پر دادا کا ایک دانت عین شب برات کے دن سخت حلوے کی نظر ہو گیا تھا۔ بس غصے میں بھرے ہوئے اٹھے، سبز ی جوڑا پہنا اور گھوڑے پر بیٹھ کر ایسے غائب ہوئے کہ پھر کبھی نہ پلٹے۔ اسی لیے ہمارے یہاں شب برات کے دن حلوہ نہیں پکتا اور ذرا کچھ ڈھیلا ہی پکتا ہے....

کیوں؟ کیسی رہی...!

والسلام

ابن صفی

۱۹ ر ستمبر ۱۹۷۴ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۷۸، ایڈلاوا)

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے آپریشن ڈبل کراس کی پیشانی پر "بے چارہ ڈائمنڈ جوبلی نمبر" لکھوایا تھا۔ شاید اللہ پاک کو میری یہ کسر نفسی پسند آئی اور اس نے اپنی رحمتہ کاملہ سے نہ صرف تین عام نمبر لکھوا دیئے، بلکہ ایک خاص نمبر بھی عطا فرمایا۔ بس ثابت یہ ہوا کہ خاکساری ہی کامیابی کی دلیل ہے۔ لہٰذا اے دوستو ترم خانی چھوڑ دو، خاکساری اختیار کرو۔ اللہ بیڑا پار کرے گا۔ آخر میں ایڈلاوا کی ڈائری سے آپ متفق ہوں یا نہ ہوں، حقیقت یہی ہے۔ اس کے بغیر ہم

"کالوں" کا نام نہیں چلے گا۔ ایڈلاوا ہمیں دعوت فکر دیتا ہے۔

اب آیئے اپنے خطوط کے جوابات کی طرف! ایک صاحب رقم طراز ہیں بلکہ قلم تراش ہیں کہ اب آپ کی کتابوں میں رکھا ہی کیا ہے؟ لڑکیوں کے علاوہ.... عمران صاحب اٹھے، کوئی لڑکی مل گئی اور کہانی خود بخود بنتی چلی گئی۔ ختم کیجیے لڑکیوں کا یہ چکر....

اے بھائی! میں تو بہت چاہتا ہوں لیکن جب کسی کتاب میں دوسرے پڑھنے والوں کو کوئی لڑکی نہیں ملتی، جو ہیرو پر ہزار جان سے عاشق ہو گئی ہو تو وہ مجھے لکھ بھیجتے ہیں کہ بس اب لکھنا چھوڑ کر کوئی اور دھندہ کیجیے۔ آپ کے قلم کو زنگ لگ چکا ہے۔

یہ بات اپنی جگہ پر، لیکن لٹریچر میں لڑکی سے ضرور ملاقات ہو گی۔ اگر آپ کو لڑکیاں پسند نہیں تو حکیم نے نسخے میں لٹریچر ہی کیوں لکھ دیا ہے۔ الجبراء، جیومیٹری اور ارتھمیٹک سے دل بہلا لیجیے۔ لڑکیاں تو عمران پر مرتی ہی رہیں گی....

ایک اور صاحب نے لکھا ہے کہ عمران کو اٹلی کیوں دوڑالے گئے۔ اپنے یہاں کیا مسائل کم تھے۔ جناب عالی! شاید آپ کو علم نہیں ہے کہ یہ عمران کے لیے "چرس" کے علاوہ کوئی مسئلہ باقی نہیں رہا تھا۔ اس لیے وہ اٹلی چلا گیا ہے۔ ایڈلاوا کی کہانی ختم ضرور ہو گئی ہے لیکن وہ ابھی اٹلی ہی میں مقیم رہے گا۔ کم از کم دو ماہ اور اور میں اس کے گرد نئی نئی کہانیوں کے جال بُنتا رہوں گا۔

والسلام

ابن صفی

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۷۹، بمبو کیسل)

ایڈلاوا کی پسندیدگی کا شکریہ! بہیترے دوستوں کی فرمائش کی بنا پر ایڈلاوا کی کہانی کے خاتمے کے بعد بھی عمران کو اٹلی ہی میں روکے رکھنا پڑا ہے۔ اس لیے اٹلی ہی میں عمران کی دو منفرد کہانیاں بھی پڑھیے۔ "بمبو کیسل" ایسی ہی کہانی ہے، اس کا کسی دوسری کہانی سے تعلق نہیں۔ اس کے بعد "معصوم درندہ" ملاحظہ فرمایئے گا۔ یہ دولمائیٹس کے برفانی علاقے کی کہانی ہوگی۔ عمران کی ان دو کہانیوں کے بعد فریدی کا ناول پیش کرنے کا ارادہ ہے۔ اب آیئے اپنے سوالات کی طرف۔

ایک صاحب نے پوچھا ہے کہ آخر کب تک اپنے نام کے ساتھ بی۔ اے لکھواتے رہیں گے؟ اب تو بڑا مضحکہ خیز لگنے لگا ہے۔ اس سلسلے میں اس کے علاوہ اور کیا عرض کروں کے میرے زیادہ تر پڑھنے والے میرا نام بی۔ اے کے دم چھلے بغیر دیکھنا پسند نہیں کرتے، انہیں اس پر کسی نقلی ابن صفی کا دھوکا ہوتا ہے۔ اور تو اور "دھماکہ" کے پروڈیوسر مولانا ہپی نے بھی مجھے اس سلسلے میں نہیں بخشا۔ گراموفون کے ریکارڈوں تک، پر بی۔ اے کا ٹھپہ لگوا دیا ہے۔ اشتہارات میں "ابن صفی" ذرا سا اور بی اے گز بھر کا لکھواتے ہیں۔ یونیورسٹی کے پروفیسر دوست نے ایک بار کہا تھا کہ ایکسٹرنل سے ایم اے بھی کر ڈالو۔ میں نے کہا کیا فائدہ کہلاؤں گا بی۔ اے ہی...! خواہ ڈاکٹریٹ کیوں نہ لے لوں۔

کہنے لگے ٹھیک کہتے ہو، "ابن صفی ایم اے" یا "ڈاکٹر ابن صفی" نقلی ہی معلوم ہوگا۔

میرے سلسلے میں پڑھنے والے عجیب ہیں اپنی حالیہ تصویر کتاب کی پشت پر چھاپنی شروع ہی کی تھی کہ چاروں طرف سے شور اٹھا۔ پرانی ہی چلے گی۔ مونچھوں والا ابن صفی نہیں چلے گا۔ وہی پرانی تصویر بدستور چھاپتے رہو۔

اے دوستو! پبلک کے بے حد اصرار "ایڈلاوا" کی پشت پر وہی پرانی تصویر پھر چھاپنی پڑی۔ مطلب یہ کہ میں اپنی کسی حماقت کا خود ذمہ دار نہیں ہوں مجھ سے زبردستی حماقتیں "سرزد" کرائی جاتی ہیں۔

اس بار فلم ''دھماکہ'' سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے بھی بے شمار خطوط آئے ہیں۔ واضح ہو کہ فلم کے پروڈیوسر مولانا ہپی کے اعلانات کے مطابق ''دھماکہ'' دسمبر ۱۹۷۴ کے دوسرے ہفتے میں ریلیز ہو جائے گی۔

آپ اخبارات میں اسی نوع کے اشتہارات بھی دیکھ ہی رہے ہوں گے۔ جی ہاں! اس فلم میں نہ صرف ظفر الملک اور جیمسن ہیں، بلک ہیروئن بھی عمران ہی کے سلسلے کی ایک کہانی سے لی گئی ہے۔

ایسی ہیروئن جو آپ سب کو بے حد جاندار لگی تھی۔ نام نہیں بتاؤں گا، بس دیکھ لیجیے گا۔ چلیے اسے بھی فلم ہی کے سسپنس میں شامل کر لیجیے۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا....

جی ہاں !

دھماکہ

کی ہیروئن بھی عمران ہی کہ سلسلے کی ایک کہانی سے لی گئی ہے۔

والسلام

ابن صفی

۲/ دسمبر ۱۹۷۴ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۸۰، معصوم درندہ)

معصوم درندہ حاضر ہے۔ درندہ ہے تو کسی قدر سنجیدگی سے پیش کیا گیا ہے، لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ اس کی اصل متاثر ہو جائے۔

ذرا دیکھیے کہ عمران صاحب نے برفیلے میدانوں میں کیسے کارنامے انجام دیئے ہیں۔ جاسوسی دنیا کے ناول ''زہریلا سیارہ'' کے لیے تجاویز موصول ہونا شروع ہو گئی ہے۔ یقین کیجیے کہ باری باری سے آپ سب کی تشفی کر دی جائے گی۔

چلیے ''دھاکہ'' بھی کم از کم کراچی اور حیدرآباد میں ریلیز ہو گئی۔ پسندیدگی یا ناپسندیدگی کا شکریہ۔ بھائی! میں اس فلم کا پروڈیوسر نہیں ہوں، میں نے صرف کہانی اور منظر نامہ تحریر کیا تھا۔ مولانا ہپی اس فلم کے پروڈیوسر ہیں۔ رہی پبلسٹی، تو پھر کس کے نام سے کراتے؟

اور یقین کیجیے کہ میں آپ کی مبارکباد مولانا ہپی جیمسن تک ضرور پہنچا دوں گا۔ بہر حال آپ سب نے انہیں متفقہ طور پر جیمسن تسلیم کر لیا ہے۔ (عین میرے لکھے ہوئے کردار کے مطابق)

میں کئی بار گزارش کر چکا ہوں کہ اب ''جاسوسی دنیا'' یا ''عمران سیریز'' کے سالانہ خریدار نہیں بنائے جاتے——اور ایک کتاب کا وی پی پارسل بھی روانہ نہیں کیا جاتا۔ اگر آپ کو ایک کتاب مطلوب ہے تو اس کی قیمت میں ساٹھ پیسے رجسٹری خرچ کا اضافہ کر کے ڈاک کے ٹکٹوں کی شکل میں روانہ کر

دیجیے۔ کتاب آپ کو بھیج دی جائے گی۔ ایک بار پھر نوٹ کیجیے کہ اب عام شماروں کی قیمت دو روپے ہوا کرے گی۔

"فریدی پسندوں" کو ایک بار پھر یقین دلاتا ہوں کہ "زہریلا سیارہ" کی کہانی انہیں ضرور پسند آئے گی۔ فریدی کو وہ جس انداز میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ اسی انداز میں نظر آئے گا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حمید صاحب کیسے کیسے گل کھلاتے ہیں۔ بہت دنوں سے اونگھ رہے تھے، اچانک چونکے ہیں۔ آپ کا یہ خیال غلط ہے کہ حمید صاحب محض ہیرا پھیری میں پڑے رہتے ہیں۔ اس کہانی میں دیکھیے گا کہ وہ کتنے چاق و چوبند نظر آتے ہیں۔ اس میں انہوں نے خود بھی کچھ فیصلے کیے ہیں، فریدی کی انگلی پکڑ کر چلنے کی کوشش نہیں کی...

والسلام

ابن صفی

۲۱ / دسمبر ۱۹۷۴ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۸۱، بیگم ایکسٹو)

لکھوں تو مصیبت اور نہ لکھوں تو جاوں کہاں ؟؟؟

ایسے خطوط بھی آجاتے ہیں کہ پیشرس زوردار نہیں تھا۔ ایک صاحب نے تو تجویز پیش کی ہے کہ پیشرس میں تازہ غزل بھی شامل کر دیا کروں۔ ان کے مشورے پر عمل کروتو آس پاس کے بچے بھی خوف کھانے لگیں گے۔ یعنی کیا حال ہو گا میرا اگر نئے ناول کے ساتھ تازہ غزل کے لیے بھی تگ و دو شروع کر دو؟ پھر فرمائش آئے گی کہ عمران کی غزل اور طرح کی ہونی چاہیے اور فریدی کی اور طرح کی۔ شاید آپ سمجھتے ہیں کہ اس طرح علیحدہ سے دیوان چھپوانے کی زحمت سے بچ جاؤں گا اور آپ لوگ خود ہی دیوان مرتب کر لیں گے۔

بیگم ایکسٹو سے ملیے! مجھے یقین ہے کہ کہ کتاب آتے آتے آپ نے خود ہی نہ جانے کتنی کہانیاں اس عنوان کے تحت گھڑلی ہونگی اور ادھار کھائے بیٹھے ہوں گے کہ اگر میری مزاج ان سے مطابقت نہ رکھتی ہو تو کر ڈالیں میری پرسی۔

سو یہ عاجز کہانی کے ساتھ حاضر ہے خدا کرے کہانی آپ کی توقعات پر پوری اترے....

حضرت اگر ہر کہانی کا اپنا انداز الگ نہ ہو تو مصنف الٹا لٹک جاتا ہے۔ یہ نہ کہیے کہ درندوں کی بستی جیسا سلسلہ پھر لکھ دیجیے۔ یہ کہیے کہ اس سے بہتر لکھیے۔ سو بھائی، اسی کوشش میں کہ کہانی کا مزاج اور انداز دوسری سے مختلف ہو، کبھی کبھی آپ کو شکایت کا موقع بھی مل جاتا ہے، لیکن آپ ہرگز یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس میں نیا پن نہیں ہوتا۔

جاسوسی دنیا کے خاص نمبر ”زہریلا سیارہ“ کی پسندیدگی کا بہت بہت شکریہ...!!!

چند صفحات کی آخری لائینیں اڑ گئی ہیں۔ قصور کاغذ کے بیوپاری کا ہے۔ جس نے ایک انچ چھوٹا کاغذ بھی مطلوبہ مقدار میں شامل کر دیا تھا۔ کبھی کبھی آٹے میں بھوسی ٹکرے بھی تو کھالیتے ہیں آپ۔ لہٰذا اس ”زیادتی“ کو بھی برداشت کر لیجیے۔ جس کے لیے میں کا قصوروار نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ کاغذ بے حد مہنگا

ہے۔ اور ''سب چلتا ہے'' کہ تحت ہم بے جیسوں کے سر ناقص کاغذ بھی منڈھ دیا جاتا ہے۔ حاجی صاحبان کو خدا مزید حج نصیب کرائے۔ آمین!! اور ہم گنہگاروں کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ ثم آمین !!!

ملتان سے ایک صاحب نے بذریعہ رجسٹرڈ پوسٹ جواب طلب کیا ہے کہ کتابیں لیٹ کیوں رہی ہے۔ بھائی خدا کا شکر ہے کہ اب ہر ماہ ایک کتاب پیش کر رہا ہوں۔ دیر سویر پریس اور کاغذ کے حصول کے چکر میں ہو جاتی ہی۔ں اور میں آپ کے اس مشورے پر ہرگز عمل نہیں کر سکتا کہ عمران اور فریدی کو ایک بار پھر یکجا کیا جائے۔

ابن صفی

۳/مارچ ۱۹۷۵ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۸۲، شہباز کا بسیرا)

"شہباز کا بسیرا" ملاحظہ فرمایئے۔ کتاب کس قدر تاخیر سے آپ تک پہنچ رہی ہے۔ بے حد افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ کراچی کے موسم کو نہ عمران کی خوش فعلیوں سے دلچسپی ہے اور نہ فریدی کے دھاکڑ پن سے،

جہاں گرم اور خشک ہوا چلی فریدی اور عمران کے خالق صاحب پٹخنی کھا گئے۔

دماغ شل اور روح بوجھل، بہت زیادہ جھونجھل میں آئے تو آس پاس کے لوگوں سے اس طرح الجھنا شروع کر دیا، جیسے فن ناول نویسی پر تو احسان کر رہے ہیں ورنہ پیشہ آباء سپہ گری تھا۔

اسلام آباد والی بھتیجی اور بھتیجے کو شکایت ہے کہ موجودہ دور کی کہانیاں ذہن پر کوئی خاص اثر نہیں چھوڑتی۔ کتاب ختم کی اور ذہن صاف۔ یہ تو بڑی اچھی بات ہے نہ تکدر نہ ملال۔ (کہانی کے سلسلے میں) ورنہ پیسوں کے ضائع ہونے کا ملال تو ہوتا ہی ہو گا۔ ویسے یہ دوسری بات ہے کہ سال بھر بعد آپ کو یہی کہانیاں بہت اچھی لگیں گی۔

یہ بھی ایک تجربہ ہے، دیدہ و دانستہ ایسا کر رہا ہوں۔ فلم "دھماکہ" میں بھی میں نے یہی تجزیہ کیا تھا۔ دیکھنے والے کہتے تھے، "دیکھتے وقت بڑا مزا آتا ہے۔ لیکن ہال سے باہر نکلوں تو یاد ہیں نہیں آتا کہ کیا دیکھا تھا۔" کتنی اچھی بات ہے آپ تفریح کی خاطر فلم دیکھنے گئے تھے اور جب تک دیکھتے رہے ذرہ برابر بھی بوریت محسوس نہ کی۔ صاف ستھرا ذہن لے کر گھر پہنچے۔ یہ تو نہیں کے پڑے کروٹیں بدل رہے ہیں بستر پر، اور سوچ رہے ہیں ہائے کیسی بپتا پڑی تھی بیچاری پر۔ پہلے باپ مرا۔ پھر ماں مری۔ پھر سارے بہن بھائی بھی مر گئے۔ بالکل اکیلی رہ گئی بیچاری۔ اور وہ بھی تو نہ ہوا اپنا، جسے اپنا سمجھتی تھی، سہیلی کو لے بھاگا.... بدبخت.... وغیرہ وغیرہ...!

سعودی عرب سے ایک اسٹور کیپر صاحب نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ اگر پیسہ ہی کمانا ہے تو آلو چھولے بیچا کروں۔ "بھائی! آپ تو پیسہ کمانے کے سلسلے میں وطن تک کو خیرباد کہ بیٹھے ہیں اور مجھے اتنا

آسان مشورہ دے رہے ہیں۔ دو روپے والی کتاب اگر آپ کو وہاں تین ریال میں ملتی ہے، تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟ یہاں دو روپے والے تو بہت خوش ہیں مجھ سے۔ آپ بھی واپس آجائیے اور یہیں دو روپے کی خرید کر پڑھیے، مزہ نہ آئے تو دو روپے بھی واپس کر دوں گا۔"

بہت دنوں سے فرمائش جاری تھی کہ عمران کو ایک بار پھر شکرال لے جایا جائے تو آپ اس کہانی "شہباز کا بسیرا" کے اختتام پر اس کو شکرال ہی کی راستے پر پائیں گے۔ لیکن خدارا ابھی سے آپ خود ہی کوئی پلاٹ نہ بنانا شروع کر دیجیے گا۔ ورنہ پھر یہی ہو گا کہ "واہ!! یہ بھی کوئی بات ہوئی۔" ویسے میرا دعویٰ ہے کہ محض "ریشوں کی یلغار" نام کی بنا پر آپ کوئی پلاٹ نہ بنا سکیں گے۔

یہ "بیگم ایکسٹو" نہیں ہے۔ "کیا سمجھے؟"

بہر حال میں زندہ اور آپ کی جان لیوا تنقید باقی....

والسلام

ابن صفی

۱۶/ اپریل ۱۹۷۵ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۸۳، ریشوں کی یلغار)

"شہباز کا بسیرا" کی پسندیدگی کا شکریہ۔ کل تین عدد خطوط میں ناپسندیدگی کا اظہار بھی کیا گیا ہے۔ وہ بھی ایسے حضرات ہیں جو میرے ناولوں میں سیاست پسند نہیں کرتے اور میں یہ عرض کروں گا کہ سیکرٹ سروس صرف بین الاقوامی سیاست سے سروکار رکھتی ہے۔ بسوں اور ٹیکسیوں کے روٹ پرمٹ چیک کرنے نہیں دوڑتی اور نہ ہی اسے معاشرے کے اخلاقی اتار چڑھاؤ کی نگرانی سونپی جاتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ عمران کبھی کبھار ذاتی طور پر یا اپنے احباب کے توسط سے اس میں ملوث ہو کر ایک آدھ کیس نپٹا بیٹھے۔

شہباز کا بسیرا ایک الگ کہانی تھی۔ خان شہباز کا زیر نظر ناول سے کہ صرف اسی قدر تعلق ہے کہ اس کی ایک حماقت کی وجہ سے عمران شکرال کے ایک معاملے میں جا الجھا ہے۔ ورنہ وہ شکرال کے راستے سے اپنے ملک واپس چلا آتا۔ لہٰذا خان شہباز کو شکرال کی ایک سرحدی بستی میں چھوڑیئے اور ذرا آگے بڑھ کر شکرال کے شہباز کو ہی سے ملیے۔ وہی سردار شہباز کو ہی جو "درندوں کی بستی" میں عمران کی مدد سے پورے شکرال کا سردار بنا تھا۔

خانزادی اور ایجنٹ ہفتم الف کی بھی قطعی پروانہ کیجیے۔ ان کی کہانی ختم ہوئی۔ ویسے اگر کوئی پڑھنے والا خان زادی کی شادی وغیرہ سے دلچسپی رکھتا ہو تو جہاں چاہے کروادے، مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔ بہر حال مجھے بور نہ کرے اس سلسلے میں...

دوسری اہم ترین بات ہے کے ریشوں کی یلغار اس حیرت انگیز کہانی کی ابتدا ہے جس کی بے شمار دلچسپیاں آپ کی منتظر ہیں۔ لہٰذا اس "ابتدا" ہی پر کوئی حکم لگانے نہ جائیے گا۔

تیسری بات یہ ہے کہ فلم "دھماکہ" کی کہانی لکھ کر میں کوئی "فلمی شخصیت" نہیں بن گیا ہوں کہ لوگ مجھ سے فلمی قسم کے سوالات کرنے لگے ہیں۔ میں کیا جانوں کہ "فرہاد پنجابی تھا یا ایرانی؟؟ یا اس نے نہر کھودنے کے بعد کوئی تقریر بھی کی تھی...؟؟؟"

اگر کسی صاحب کو وہ عاشق کے بجائے قومی لیڈر لگتا ہے تو میں کیا کروں؟؟ نہ عشق میرا موضوع ہے نہ فرہاد میرا ہیرو۔ قوم کے بارے میں بھی اسی حد تک علم رکھتا ہو کہ اسی قوم کا ایک فرد ہوں۔ قطعی نہیں جانتا کہ قوم کہاں سے شروع ہوتی ہے اور لیڈری کہاں ختم ہوتی ہے...

ایک خاتون نے پوچھا ہے کہ "یہ پیار دُمبہ دُمبہ" کیا چیز ہے؟؟ محترمہ کان پکڑتا ہوں۔ آئندہ کبھی کسی فلمی گیت کے مکھڑے کو اپنی کتاب میں نہیں گھسنے دوں گا۔ ضروری تو نہیں کہ میں اس کے معانی و مطالب سے بھی آگاہی رکھتا ہوں۔ ویسے ایک صاحب کا پتہ بتا سکتا ہوں۔ مجھے یقین ہے وہ آپ کو پیار دُمبہ دُمبہ کا مفہوم سمجھا سکیں گے۔ وہی صاحب جو ٹی۔وی پر "ٹال مٹول" کیا کرتے ہیں...

والسلام

ابن صفی

۲۰/ مئی ۱۹۷۵ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۸۴، خطرناک ڈھلان)

شکر ال کی کہانی کا دوسرا حصہ "خطرناک ڈھلان" ملاحظہ فرمائیے۔ اور ان صاحب کے ذہن رسا کو داد دیجیے جنہوں نے لکھا ہے کہ "ریشوں کی یلغار" پھس پھسی کتاب تھی۔ کتاب کے ابتدائی حصے پر اس قسم کے حکم لگانا انہی جیسے لال بجھکڑ کا حصہ ہو سکتا ہے۔ پھر فرمایا کہ پیشرس تو آپ کا لکھا ہوا لگتا ہے، لیکن کتاب کس سے لکھوائی ہے اس بات پر دل چاہتا ہے کہ انہیں بھی ریگستان کے کسی بارہویں حجرے میں بند کرا دوں۔

اور اس سوال کا جواب کیا دوں کہ قسط وار کتابیں کیوں لکھ رہا ہوں۔ جبکہ کئی بار اس کی وجہ بتا چکا ہوں۔ خطرناک ڈھلان کے بعد ایک عام نمبر اور آئے گا اور اس کے بعد خاص نمبر جس میں یہ کہانی اختتام کو پہنچے گی۔

ایک صاحب نے اسلام آباد سے لکھا ہے کہ جنگلوں میں مارے مارے پھرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جرائم تو بستیوں میں ہوتے ہیں پھر تہذیب و تمدن کو چھوڑ کر جنگل کی راہ کیوں لی جائے۔ گزارش ہے کہ جنگل سے پھر کسی تمدن کے گہوارے ہی کی طرف رخ ہو جائے گا۔ کیونکہ تمدن کے گہوارے ہی جنگلوں کا سکون بھی غارت کرتے ہیں۔

ایک مولوی صاحب کو ریشوں کی یلغار میں عریانی بھی نظر آئی ہے۔ غالباً وہ چاہتے ہیں کہ نروں کو ماداؤں کی خوشبو پر بے چین نہیں ہونا چاہیے تھا۔ ڈی ڈی ٹی چھڑک کر بالکل ہی مار دیجیے کم بختوں کو۔

ایک صاحب کے کئی خطوط میرے پاس آئے ہیں۔ لیکن مدعا عنقا ہے۔ ان کے عالمِ تحریر کا کچھ پلے ہی نہیں پڑتا۔ ایک خط کے وسط میں اپنی تصویر چپکا دی ہے اس سے بھی پتہ نہیں چلتا کہ گورے ہیں یا کالے۔ اور عینک کیوں لگاتے ہیں۔

حیدر آباد کے ایک بھتیجی نے چچا کو اس لیے "بہت قابل" قرار دیا ہے کہ اس نے سات آٹھ سال کی عمر میں طلسم ہوش ربا کی ساتوں جلدیں پڑھ ڈالی تھیں۔ لہٰذا پھر چچا بھی بھتیجی کو "بہت قابل" کیوں نہ

سمجھے، جب کہ اس نے چچا کی ساری کتابیں تیرہ سال کی عمر تک پڑھ ڈالی ہیں۔ اب سمجھ میں نہیں آتا کہ "بھتیجی مبارک" کہوں یا "چچا مبارک۔"

ایک صاحب نے خط لکھ کر خاصی توبہ تلِا بھی کی ہے کہ خدا بروزِ قیامت جواب طلب نہ کرے کہ تم نے ابنِ صفی کو خط کیوں لکھا تھا؟؟ بہر حال ان صاحب کو "ڈیڑھ متوالے" بھی کسی اور کی لکھی ہوئی کتاب معلوم ہوتی ہے۔ سنیے صاحب! آپ کو اس شبہے کے لیے ضرور خدا کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ کیونکہ اس کی رحمت ابھی تک میری کتابیں مجھ ہی سے لکھوا رہی ہے۔ شاگردوں سے نہیں لکھوا رہی۔ توبہ کیجیے اس واہمے پر۔ ورنہ سچ مچ حشر کے دن دامن (گریبان نہیں) تھام لوں گا۔

چلتے چلتے اتنا اور عرض کر دوں کے کسی بھی کہانی کے مختلف مدارج ہوتے ہیں۔ اور ان مدارج کی مناسبت ہی سے کچھ لکھا جاتا ہے اور ہر جگہ زور نہیں باندھا جاتا۔ موقع بے موقع ڈرامہ پیدا کرنے سے آپ تو واہ واہ کر سکتے ہیں۔ لیکن فن کا خون ہو جاتا ہے۔ لہٰذا "واہ واہ" کو کہانی کے آخری حصے کے لیے بچا کر رکھیے۔ لیکن اگر کہانی کا کوئی حصہ آپ کے ذہن کو گرفت میں لینے سے انکار کر دے، تو بلاشبہ میرے لیے دعائے خیر کیجیے۔

"ریشوں کی یلغار" کی پسندیدگی کا شکریہ !!!

بے شمار "پسندیدگی" کے خطوط میں صرف دو عدد خطوط میں ناپسندیدگی کا اظہار ہے۔

والسلام

ابن صفی

۲۳/ جون ۱۹۷۵ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۸۵، جنگل میں منگل)

" جنگل میں منگل" ملاحظہ فرمائیے۔ انشاء اللہ یہ اگلے ناول یعنی خاص نمبر میں مکمل ہو جائے گا۔ یہی اطلاع دینی تھی اور کوئی خاص بات نہیں لیکن بات کہاں بنی۔ پیشرس کے صفحات پُر کرنے ہیں۔ پھر وہی پرانی بات یعنی خطوط کے جوابات، تو آیئے آج ایک پورا خط نقل کیے دیتا ہوں۔ لاہور سے آیا ہے فریسندہ نے نام اور پتہ لکھنا پسند نہیں کیا۔ آخر میں آپ کے دو پر خلوص قاری تحریر کیا ہے۔ بہر حال خط ملاحظہ ہو

جناب ابن صفی !

آپ کے ناول ایک عرصے سے زیر مطالعہ ہیں۔ لیکن آج تک خط لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ کیونکہ تحریروں میں آپ کی جو جھلک ملتی ہے۔ سمجھدار قارئین کے لیے وہی کافی ہے۔ ضرورت محسوس نہ ہوتی اگر یہ مسئلہ نہ اٹھ کھڑا ہوتا۔ مسئلہ بڑا بے ڈھب ہے اور اسے مزید بے ڈھب آپ کے موجودہ ناول بنا رہے ہیں۔ جو ہماری چھوٹی بہن کے حافظے کی گرفت میں نہیں آتے۔ کیا سمجھے؟ سمجھے تو ہم بھی کچھ نہیں۔ لیکن اتنا جانتے ہیں کہ موصوفہ آپ کے ناولوں کی حافظہ ہے۔ صفحہ نمبر، سطور کی تعداد، ہر صفحے کا پہلا جملہ، سچویشن، کرداروں کے مکالمے وغیرہ ازبر ہیں۔ ظاہر ہے حفظ ایک بار پڑھنے سے تو نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے حفظ ایک دفعہ پڑھنے سے تو نہیں ہوتا۔ خدشہ یہ ہے کہ بار بار پڑھنا کہیں اس کے حواس معطل نہ کردے۔ (آثار پیدا ہو چلے ہیں۔ چھ دفعہ فی ناول کی اوسط ہے۔ جس میں شعلوں کا سیٹ اور درندوں کی بستی کے سلسلے شامل نہیں ہیں۔ (وہ دس دفعہ فی ناول کے حساب سے پڑھے گئے ہیں۔)

لیکن نوبت یہیں تک رہتی تو پھر بھی خیر تھی، لیکن اب تو پرانے ناولوں کو خریدنے اور جمع کرنے کا ایک ایسا سلسلہ شروع ہوا ہے جس کا اختتام پاگل خانہ نظر آرہا ہے۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ جناب ہم نے یہی ناول سات آٹھ سال کی عمر سے پڑھنا شروع کیے تھے اور اب بھی پڑھتے ہیں لیکن حواس اس طرح مختل نہیں ہوئے۔

عمران کے خاندان کے بارے میں استفسارات، فریدی کے کردار پر نقطہ چینی، حمید کے برتاؤ پر

تنقید حواس مختل ہونے ہی کی نشانیاں ہیں۔ آپ سے اتنی سے درخواست ہے کہ اس عجیب و غریب قاریہ سے ہماری جان چھڑائی جائے۔ پیشرس میں اپنی اس سنکی مداح کو اتنی سی نصیحت کر دیجیے کہ ان ناولوں کو حفظ کرنے سے ثواب تو شاید ہی ملے۔ باقی دنیا سے بھی جائے گی...!!!

ان پر خلوص قارئین سے عرض ہے کہ پہلے مجھے اپنی سنک سے پیچھا چھڑانا پڑے گا۔ پھر کہیں جاکر اس قابل ہو سکوں گا کہ اس سنکی قاریہ کو نصیحت کر سکوں۔ میری سنک اس طرح لکھنا ہے کہ کردار جیتے جاگتے محسوس ہوں اور پڑھنے والے ان سے اس درجے کی قربت محسوس کریں کہ زیادہ تر وہی ان کی گفتگو کا موضوع بنے رہیں۔

ویسے میں کئی بار اپنے پڑھنے والوں سے گزارش کر چکا ہوں کہ تفریح کو تفریح کی حد سے گزرنے نہ دیجیے۔ ورنہ وہ تفریح نہ رہے گی، لت بن جائے گی۔ اور لت ہمیشہ بوریت کی طرف لے جاتی ہے....

بوریت شروع۔ تفریح غائب! للهٰذا احتیاط رہیے۔!

والسلام

ابن صفی

۲۵ / جولائی ۱۹۷۵ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۸۶، تین سنکی)

اِس بار اگر آپ کہانی پڑھ لینے کے بعد پیشرس ملاحظہ فرمایئے تو زیادہ بہتر ہو گا۔ عمران نے شہباز سے کہا تھا کہ ذہنی جنگ تنہا لڑی جاتی ہے۔ اس کے لیے کسی فوج کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس نے جو کچھ کہا تھا کر دکھایا۔ ذہنی جنگ کے لیے زیادہ خون خرابہ بھی غیر ضروری ہوتا ہے۔

دوسری اطلاع یہ ہے کہ عمران نے ایجنٹ ہفتم الف کو اس کے ملک میں پہنچا دیا ہے۔ خان شہباز اور خانزادی کو فی الحال اپنے ملک میں لے آیا ہے ان کے ملکی حالات بہتر ہونے پر انہیں واپس بھجوا دے گا۔ مطمئن رہیے۔

تیسری بات یہ ہے کہ طربدار اور اس کی مادہ کا معاملہ عمران کا مسئلہ نہیں تھا۔ اس لیے اس نے اسے شکرالیوں ہی پر چھوڑ دیا تھا۔ اب اگر سنہری مادہ کے بطن سے کوئی ایسا بچہ پیدا ہوتا ہے جو بڑا ہو کر ساری دنیا کے لیے خطرہ بن جاتا ہے تو میں دیکھوں گا کہ اس سلسلے میں مجھے کیا کرنا چاہیے۔ (اگر اتنے دنوں زندہ رہا تو)۔

چوتھی بات یہ ہے کہ یہ مہم عمران نے شکرالیوں کے لیے سر کی تھی۔ اس لیے اسے بین الاقوامی مسئلہ بنانے سے گریز کرتا رہا۔ (یا ہو سکتا ہے تین سنکیوں کی چند روزہ صحبت نے اسے بھی سنکی بنا دیا ہو)۔

پانچویں بات یہ ہے کہ رمضان شریف کی آمد کی خوشی میں بکرے کا گوشت چودہ روپے فی سیر کے حساب سے فروخت ہونے لگا ہے۔ اگر مجھے پہلے سے علم ہوتا تو عمران کو وہ ایمپلز ہرگز نہ ضائع کرنے دیتا جن میں جانور بنانے والا سیال تھا۔ محفوظ کر لیتا اپنی قوم کے لیے کہ کھاتی رہ چودہ روپے سیر بکرے کا گوشت، اور بے نیاز ہو جاؤ عید کے جوڑے سے۔ خود بھی لے انجکشن اور بچوں کو بھی دِلوا دے تاکہ صرف ''روٹی'' ہی کا پرابلم رہ جائے.... ''کپڑے'' کا سوال ہی نہ پیدا ہو سکے۔

دِل چاہتا ہے کہ میں قصابوں کی ضد میں چونی کے اضافے کا اعلان کر دوں۔ اسے اعلان ہی سمجھئے۔ لیکن فی الحال ''اضافے'' کے ''حق'' کو ''محفوظ'' ہی رکھوں گا۔ عید الاضحیٰ کے انتظار میں.... اس وقت

کا منتظر رہوں گا جب آپ خود بھی جانور خریدنے نکلیں گے.... کیسی رہے گی اس وقت چونی کی چوٹ....؟

یا پھر ایسا کیے لیتے ہیں....! قیمت لکھواؤں دو روپے اور آپ مجھے سوا دو روپے دے جایئے....جی! کیا فرمایا....؟ نہیں....! یہی توقع تھی آپ سے.... آپ قصابوں سے تعاون کر لیں گے.... مجھ سے نہیں کریں گے.... کتاب کھانے میں لذیذ نہیں ہوتی۔

آپ قصاب کی دکان پر لٹکے ہوئے نرخ نامے کو روزانہ دیکھتے ہیں اور اس سے ڈیوڑھی قیمت پر گوشت خرید کر چُپ چاپ گھر چلے آتے ہیں۔ میں نے چَونی کا اضافہ کیا تھا اور چھاپ بھی دیا تھا لیکن آپ نے احتجاجی خطوط کے ڈھیر لگا دیئے تھے۔ خیر دیکھا جائے گا۔ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ کیونکہ خود بھی قصابوں سے تعاون کا مرتکب ہوتا رہتا ہوں.... قصابوں سے تعاون کرتا ہوں اور حکومت سے شکوہ...! ادھر بے چاری حکومت انگشتِ بدنداں ہے کہ اسے کیا کرنا چاہیے...!

قصاب زندہ باد

گوشت خور پائندہ باد

والسلام

ابن صفی

۱۰ر ستمبر ۱۹۷۵ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۸۷، آدھا تیتر)

"آدھا تیتر" بھی ملاحظہ کیجیے۔! تین چوتھائی کہانی لکھ لینے کے بعد محسوس ہوا تھا کہ محاورہ مکمل کیے بغیر کام نہیں چلے گا۔ لہٰذا "آدھا بٹیر" بھی ضروری ہے۔

"آدھا تیتر آدھا بٹیر" تب بات بنے گی۔ اس کہانی میں آپ آدھے تیتر سے ملاقات کیجیے۔ "آدھا بٹیر" خود بخود کود کر سامنے آجائے گا۔ لیکن کسی قدر انتظار کے بعد۔!

اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ "آدھا بٹیر" آدھے تیتر سے بقدر مہنگا بھی ہو گا۔ مہنگا اس لئے کہ کھانے کے علاوہ لڑانے کے کام بھی آتا ہے۔ جی ہاں اس ناول کے بعد سے چونی کا اضافہ ناگزیر ہو گیا ہے کہ بکرے کا گوشت۔! نہیں بھائی محض یونہی چھیڑ چھاڑ تھی۔ بات دراصل یہ ہے کہ آپ ہی کے اصرار پر یہ قدم اٹھانا پڑ رہا ہے۔ آپ کو کتاب کی چھپائی پسند نہیں ہے کیونکہ آپ آفسٹ چھپائی کے دور سے گزر رہے ہیں اور میری کتابیں دقیانوسی طرز طباعت

(لیتھو) کے پیچاک سے ابھی نہیں نکل سکیں۔ اس بار ہمت کی تھی کہ کچھ کتابیں آفسٹ پر چھپائی تھیں۔ لیکن مشرقی پاکستان کا قضیہ اٹھ کھڑا ہوا تھا اور کاغذ کی قیمتیں آسمان سے باتیں کرنے لگی تھیں۔ مجبوراً پھر لیتھو ہی کی طرف واپس آنا پڑا تھا۔.... اور ہاں...! یہ بھی سن لیجیے کہ سوا دو روپے میں بھی آفسٹ طباعت والی سب سے کم قیمت کتاب ہو گی.... لہٰذا آئندہ کے لیے نوٹ کیجیے! عام نمبر دو سو پچیس پیسے کے ہوا کریں گے اور خاص نمبر تین سو پچاس پیسے کے۔

"تین سنکی" کا پیشرس دیکھ کر ایک پڑھنے والے نے ازراہِ عنایت بھنا کر لکھا ہے "کیا چونی چونی کی رٹ لگا رکھی ہے۔ یہ لیجیے پورا روپیہ پیشگی" اور سچ مچ ایک روپے کا نوٹ خط کے ساتھ نتھی کر دیا ہے۔ بہت بہت شکریہ بھائی صاحب۔.. لیکن آپ نے اپنا پتہ نہیں لکھا۔ پتا لکھ بھیجیئے۔ اسی میں آسانی رہے گی۔ اس طرح ہر بار روپیہ بھیجنے میں لفافے کے بیس پیسے مزید خرچ ہوں گے۔ لہٰذا کیوں نہ میں خود ہی حاضرِ خدمت ہو کر آپ سے روپیہ وصول کر لیا کروں۔

جاسوسی دنیا کے بارے میں بھی استفسار ہوتا رہتا ہے۔ ''آدھا بٹیر'' کے بعد فریدی کا ناول ملاحظہ فرمایئے گا۔ اس میں بہتیروں کی خواہش کے مطابق ایک بچھڑے ہوئے پسندیدہ کردار سے بھی ملاقات کی توقع بھی کی سکتی ہے۔

کئی بار گزارش کرچکا ہوں کہ عمران سیریز یا جاسوسی دنیا کے سالانہ خریدار نہیں بنائے جاتے۔ اور نہ ایک کتاب کا وی۔ پی ہی بھیجا جاتا ہے۔ صرد ایک کتاب حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کتاب کی قیمت میں نوے پیسے رجسٹری خرچ کا اضافہ کر کے ڈاک کے ٹکٹ یا منی آرڈر بھیج دیجیے۔ کتاب روانہ کر دی جائے گی۔

والسلام

ابن صفی

۱۷/ اکتوبر ۱۹۷۵ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۸۸، آدھا بٹیر)

جی ہاں.... ثریا کی شادی ہو گئی تھی.... مطمئن رہیے دراصل شاہد بہت تھک گیا تھا۔ اسے آرام کی ضرورت تھی۔ اس لیے آپ کی موجودگی میں ان کی شادی نہیں ہو سکی البتہ سلیمان کی شادی سے آپ کافی محظوظ ہوں گے.... بیگم گلرخ سلیمان سے آئندہ کسی ناول میں ملاقات ہو گی۔

بہر حال آدھا تیتر بھی تمام ہوا۔ عمران نے جو کچھ بھی کیا ہے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ وہ ملک دشمنوں کا ازلی دشمن ہے خواہ وہ مقامی ہوں یا غیر مقامی....

ابھی تک ان صاحب نے اپنا پتا عنایت نہیں فرمایا جنہوں نے چونی کی بجائے ایک روپیہ کا نوٹ روانہ فرمایا تھا۔ ان کی دیکھا دیکھی کئی نوٹ اور بھی پہنچ گئے....بس بھائی بس.... بہت بہت شکریہ...ورنہ میں کروڑ پتی ہو جاؤں گا اس طرح.... پھر آپ کے لیے ناول کون لکھے گا۔ میں جہاں ہوں مجھے وہیں رہنے دیجیے۔

ایک صاحب نے پوچھا ہے کہ آپ عملی سیاست میں حصہ کیوں نہیں لیتے جبکہ کتابوں میں سیاست بگھارتے ہیں.... نہیں بھائی.... میں سیاست کب بگھارتا ہوں آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے... "زندہ باد" اور "مردہ باد" کے علاوہ مجھے کچھ نہیں آتا.... عملی سیاست سے یہی مراد ہے نا کہ الیکشن لڑوں اور اسمبلی میں پہنچوں....؟

لیکن اسمبلی میں آپ کہاں ہوں گے محظوظ ہونے کے لیے اور اخبارات کم از کم میرے مسخرہ پن تو ضرور بلیک آؤٹ کریں گے۔ ان سے بھلا دیکھا جائے گا ایک لکھنے پڑھنے والا اسمبلی میں پہنچ جائے...! لہٰذا بھائی صاحب.... عمران ہی کے مسخرہ پن سے محظوظ ہوتے رہیے...! یہی بہت ہے میرے لیے....

خیر چھوڑے بھی کیا رکھا ہے ان باتوں میں نہ خود کسی غلط فہمی میں مبتلا ہونا چاہیے اور نہ کسی دوسرے کو مبتلا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے....

والسلام

ابن صفی

۲۲/ نومبر ۱۹۷۵ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۸۸، آدھا بٹیر)

علامہ دہشت ناک سے ملیے اور کہ انتقامی جذبہ کیا گل کھلاتا ہے......! یہ آگ کتنوں کو جلاتی ہے اور کسی طرح بجھنے کا نام ہی نہیں لیتی....!

کہانی کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ ابھی آپ علامہ کی شخصیت کا صرف ایک ہی پہلو دیکھیں گے.... اس بار ایک ایسا خط ملا ہے جس نے مجھے چکرا کر رکھ دیا ہے۔ سمجھ نہیں آتا کیا لکھوں ایک صاحب کراچی سے لکھتے ہیں....

صفی صاحب بڑی پریشانی میں پڑ گیا ہوں خدارا بتایئے کیا کروں.... اپنے مکان میں سفیدی کرائی تھی صبح اٹھ کر دیکھا تو باہر دیوار پر بڑے حروف میں لکھا تھا "فضل محمد خان کو رہا کرو۔" میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ فضل محمد خاں کو جانتا تک نہیں کہاں سے رہا کروں کیسے رہا کروں کوئی میں نے پکڑ کر بند کر رکھا ہے کیا یہ آخر میری دیوار پر کیوں لکھ گئے ہیں۔ بھائی اس میں برا ماننے کی کوئی بات نہیں.... دس سال پہلے قوم میرے پیچھے پڑ گئی تھی کہ اسلامی دستور بنواؤں۔ یار لوگ پوری دیوار پر لکھ گئے تھے۔ "ہم اسلامی دستور چاہتے ہیں۔" لہٰذا مجھے اسلامی دستور بنوانا پڑا... اس کے بعد سے دیوار صاف پڑی تھی کہ اچانک حال ہی میں نئی بپتا آن پڑ گئی۔ کوئی صاحب میری دیوار پر "طلباء کسان اور مزدوروں" کو متحد ہو جانے کی دعوت دے گئے ہیں۔ سمجھ نہیں آتا انہیں کہاں تلاش کروں! طلباء تو خیر بس اسٹاپوں پر ڈھیروں مل جاتے ہیں لیکن مزدور اپنے کام دھندوں سے لگے ہوئے ہیں... رہے کسان تو شہر میں ان سے ملاقات نہیں ہو سکتی۔ ایک دن ایک مزدور کے آگے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا تھا کہ بھائی متحد ہو جاو... بولے متحد کیا ہوتا ہے... میں نے کہا میل جول... حیرت سے فرمایا بائی ام کس کس گردن کاٹا ہے کہ میل جول کرے... اپنا سا منہ لے کر رہ گیا... طلبا سے کچھ کہنے کی ہمت نہیں پڑتی کہ تالیاں پیٹ دیں گے۔ بہر حال ایک ایک سے پوچھتا پھر رہا ہوں کہ ان کا اتحاد کس طرح کراوں کہ میری دیوار پھر صاف نظر آنے لگے... ہاں تو بھائی آپ کو مشورہ دوں۔ اگر آپ میرے ہی ہم عمر ہیں تو آپ کو یاد ہوگا اب سے

بیس بائیس سال پہلے "بے ضرر ختنہ کرنے والے" اور "بار جسٹر نکاح خواں" تیری میری دیوار پر اپنے نام اور پتے لکھ جایا کرتے تھے... جس طرح آپ نے انہیں برداشت کیا تھا اسی طرح انہیں بھی بخش دیجیے!... یا پھر پتہ لگائیے کہ فضل محمد خاں کو کس نے پکڑ رکھا ہے... اس کے ہاتھ پیر جوڑیئے کہ رہا کر دے ورنہ پورا شہر چھاپہ خانہ بن کر رہ جائے گا... ویسے ایک بات ہے... اب سے دو ہزار سال بعد جب اس "مسخرن جوڑڈو" کی کھدائی ہو گی تو اس وقت لوگ عش عش کر اٹھیں گے کہ یہاں کتنی پڑھی لکھی قوم آباد تھی۔ بس کا ڈھانچہ نکلا تو اس پر اشعار لکھے ہوئے ہیں۔ ٹیکسی کے ڈھانچے پر اشعار.... رکشے کے ڈھانچے پر اشعار... رکشے کے ڈھانچے پر دل خوش کن تحریریں.... اور یہ دیواریں کیا پوچھنا....

والسلام

ابن صفی

۱۸ر فروری ۱۹۷۶ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۹۰، فرشتے کا دشمن)

زیر بحث اس کتاب کا اشتہار جو علامہ دہشت ناک میں شائع ہوا تھا۔ اور اس بحث میں پڑنے سے پہلے یہ عرض کر دوں کہ . . .

فرشتے کا دشمن پورے اشتہار پر محیط نہیں ہے۔ وجہ ظاہر ہے! کہانی پھیلاؤ اختیار کر گئی ہے، اس حد تک کہ ایک عدد خاص نمبر کا مطالبہ کر رہی ہے۔ عام شمارے سے کام نہ چلے گا۔ لہٰذا اگلا ناول خاص نمبر کی صورت میں پیش کروں گا۔

بہت دنوں بعد ایک ایسا کردار ہاتھ لگا ہے جس سے فوراً ہی پیچھا چھڑا لینے کو دل نہیں چاہتا۔ ایسی ہی خواہش کا اظہار زیادہ تر پڑھنے والوں کی طرف سے بھی ہوا ہے۔ یعنی علامہ کو مختصر مدت میں نپٹا دینے سے گریز کیا جائے ہاں تو اشتہار کی اس غلطی کی طرف بہتوں نے توجہ دلائی ہے کہ خبیث کا املا درست نہیں ہے۔ پروف ریڈر نے اسے "خبیس" ہی رہنے دیا ہے! غلط کتابت کی اصلاح نہیں فرمائی۔

بھائی۔ آپ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ "خبیث" میک اپ میں بھی ہو سکتا ہے۔ آخر ایک پراسرار کہانی کا اشتہار تھا۔ آپ نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ "خبیث" یہ چاہتا ہے کہ اس پر "جینئیس" کا دھوکا ہو۔ آپ یہ سمجھیں کہ "خبیث" کو بس سے لکھ دیا گیا ہے بلکہ یہ گمان گزرے کہ کہیں "جینئیس" کے

نکتے اور شوشے بے ترتیب نہ ہو گئے ہوں۔ بعض خبیث یہی چاہتے کہ انہیں جینئیس سمجھا جائے۔(خدا کرے آپ راقم الحروف کو جینئیس نہ سمجھتے ہوں)

اب آیئے ایک خاص قسم کے خط کی طرف۔ ایک ایم اے بھائی نے علامہ دہشت ناک میں عمران کے ایک مکالمے کو میرے نظریات کی تبدیلی پر محمول کیا ہے۔ عمران۔ عمران ہے جناب! ایک ایسی لڑکی کو ڈھب پر لانا چاہتا تھا جو اس کی ہم مسلک نہیں ہے۔ لہٰذا سر کے بل بھی کھڑا ہو سکتا ہے۔ وہ عمران کے جملے ہیں۔ ابن صفی کے نہیں۔ میں نے کردار نگاری اور اظہار واقعیت کا حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب مصنف اپنے ذاتی سے لاتعلق ہو جائے۔ ویسے کوئی بھی اٹل حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ نظریات کا اختلاف ہی دو افراد کے درمیان دیوار بنتا ہے۔ نظریات نہ ہوتے تو یہ دنیا آج بھی جنگل ہوتی۔ لہٰذا میری طرف سے دل صاف کیجیے اور ناول کو ناول ہی رہنے دیجیے....!!

والسلام

ابن صفی

۲۰/ مارچ ۱۹۷۶ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۹۱، بے چارہ شہ زور)

"بیچارہ شہزور" حاضر ہے اس کہانی کے سلسلے میں بے شمار تجاویز موصول ہوئی تھیں کسی نے لکھا تھا کہ علامہ مظلوم ہے اس لیے مصنف کا فرض ہے کہ اسے کسی غیر ملک کی طرف فرار ہو جانے میں مدد دے کوئی رقم طراز ہے کہ ایسے کسی موضوع پر قلم ہی اٹھانے کی کیا ضرورت تھی.... غرض کہ جتنے منہ اتنی باتیں سوال یہ ہے کہ میں اس موضوع پر قلم کیوں نہ اٹھاتا

عالم بالا سے پلاٹ نہیں ٹپکتے اسی زمین پر جنم لیتے ہیں اور زمین پر جو کچھ ہوتا ہے اسی سے متعلق لکھوں گا کسی جاگیر دار کے مظالم کی داستان سن کر یہ پلاٹ ترتیب دیا تھا اسی قسم کے مظالم کا انجام کیا ہو سکتا ہے ہے علامہ دہشتناک اس کی ایک ممکنہ صورت ہے ہر چند کہ جاگیر دار کے جرم اور قانون کے محافظوں کی چشم پوشی نے اسے ایک بہت بڑا مجرم بنا دیا تھا لیکن قانون بہر حال اپنی جگہ پر اٹل ہے مجرم کو سزا ضرور ملے گی دوسروں کے لیے وہ کتنا ہی قابل رحم کیوں نہوں فلمی انداز میں نہ سوچیے کہ جج صاحب یہ مجرم نہیں بلکہ وہ معاشرہ مجرم ہے جس میں اس میں جنم لیا ہے۔

بے چارے فلمی جج صاحب کو توفیق نہیں ہوتی کہ وہ وکیل صاحب سے پوچھیں کیا معاشرہ آسمان سے ٹپکا ہے۔

تو میرے بھائی آخر ہم جذبہ انتقام کی تہذیب کیوں نہیں کرتے ہم ایک ایسا معاشرہ کیوں نہیں تشکیل دیتے جس میں ترم خانوں کے لیے کوئی گنجائش نہ ہو آخر فلمی قسم کے ہوائی قلعے کب تک بیچارے علامہ کا فرار ہوائی قلعے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا اور نہ فلمی قسم کے ڈائیلاگ جاگیر دار کے مظالم سے نجات دلا سکتے ہیں۔

کہانی کے اختتام پر ہنسنے ہنسانے کا موڈ ختم ہو چکا ہے کیوں کہ علامہ کے انجام پر میں بھی دکھی ہوں آپ بھی اگر پیشرس پڑھ کر مسکرا نہیں سکے تو کہانی ختم کرنے کے بعد آپ کو اس پر افسوس نہیں ہو گا مجھے یقین ہے۔

احمد پور شرقیہ سے ایک بھتیجے نے کسی اخبار کا تراشہ بھیجا ہے جس میں لمحہ بہ لمحہ کے نام سے فریدی اور حمید کی پیروڈی کی گئی ہے انہوں نے پوچھا ہے کہ یہ کیا چیز ہے اسے خاکہ اڑانا کہتے ہیں۔ بھتیجے لیکن مجھے افسوس ہے کہ پیروڈی لکھنے والے فریدی کے بیک گراؤنڈ سے پوری طرح واقف نہیں ہیں پیروڈی میں پھکڑپن بھی پیدا ہو گیا ہے۔ انہیں چاہیے کہ پیروڈی لکھنے کے لیے اردو میں شفیق الرحمن اور انگریزی میں اسٹیفن لیکاک کو پڑھیں۔ اپنی لکھی ہوئی پیروڈیز کی بھی سفارش کر سکتا ہوں انشاءاللہ انہیں پیروڈیز لکھنے کا سلیقہ ہو جائے گا۔

ابن صفی

۲۵/ اپریل ۱۹۷۶ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۹۲، کالی کہکشاں)

کالی کہکشاں! ملاحظہ فرمایئے علامہ کا سلسلہ آپ نے پسند کیا تھا۔ شکریہ!

چند خطوط میں اس پر افسوس بھی ظاہر کیا گیا کہ "بیچارہ شہ زور" اس سلسلے کی آخری کتاب تھی۔ حالانکہ کہانی میں مزید پھیلاؤ کی گنجائش تھی۔

کالی کہکشاں ان لوگوں کی فرمائش پر کی گئی ہے جو چاہتے ہیں کہ ایک کہانی ایک ہی کتاب میں ختم ہو جایا کرے فرمائش تو میں نے پوری کر دی ہے لیکن ساتھ ہی یہ بڑی سوچ رہا ہوں کہ واقعی یہ کہانی پھیلاؤ کی متقاضی تھی۔ دو حصوں میں مکمل ہوتی تو اس کی دلچسپیاں بھی دوچند ہو جاتیں۔ جو ٹکڑے تنگیٔ داماں کے باعث مجملاً لکھے گئے ہیں تفصیل انھیں کہیں کا کہیں پہنچا دیتی۔

اِدھر تھریسیا کی واپسی کی فرمائشوں کے ڈھیر لگ گئے ہیں۔ ہو سکتا ہے جلد ہی اس طرف بھی توجہ دوں۔ لیکن یہ بات میرے بس سے باہر ہے کہ زیرولینڈ کہاں ہے؟ (فی الحال)..! آیندہ دیکھیے کیا ہوتا ہے! خیر چھوڑیئے اس قضیے کو ایک نئی بات سنیئے! بیس سال بعد ایک صاحب نے میرے ایک "گناہ" کی طرف توجہ دلائی ہے اُن کا کہنا ہے کہ عمران کے والد کو "رحمٰن صاحب" کی بجائے عبدالرحمٰن لکھنا چاہیے۔

گذارش یہ ہے کہ یہ احترام محض اسم ذات تک محدود رہا ہے۔ اسمائے صفات کے سلسلے میں لوگ اتنے محتاط نہیں رہے۔ آپ نے بھی اکثر سڑکوں پر اس قسم کی آوازیں سنی ہوں گی "ابے او غفورے" یا "اور حیمے کدھر چلا جا رہا ہے۔؟"

میری دانست میں اس بے تکلفی کی وجہ صرف یہی ہوتی ہے کہ اللہ پاک نے اپنی صفات کا کسی قدر حصے دار بندے کو بھی قرار دیا ہے۔ واللہ العلم بالصواب۔ اگر میں غلطی پر ہوں تو اللہ مجھے معاف کرے۔

بہتیرے علمائے دین بھی میری کتابیں پڑھتے ہیں۔ ممنون ہوں گا اگر وہ اس سلسلے میں میری رہنمائی فرمائیں۔ ویسے عمران کے والد کا پورا نام عبد الرحمان نہیں بلکہ کرم رحمان ہے۔ خود کو "کے۔ رحمان" کہتے ہیں اور میں نے ابتداء سے آج تک "رحمان صاحب" لکھا ہے! صرف "رحمان" بھی نہیں لکھا کہ گستاخی کا پہلو نکل آتا۔

ابن صفی

۳۱/ مئی ۱۹۷۶ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۹۳، سہ رنگی موت)

میرا اندازہ غلط نہیں تھا کالی کہکشاں پسند تو ضرور کی گئی لیکن بے شمار خطوط میں اس بات کا شکوہ کیا گیا ہے کہ کہانی کے ساتھ پورا پورا انصاف نہیں ہو سکا میں نے خود ہی عرض کر دیا تھا کہ بعض حصوں کی تفصیل کہانی کا لطف دوبالا کر دیتی خیر اب سہ رنگی موت ملاحظہ فرمایئے یہ کہانی عام شمارہ تو کیا صرف ایک عدد خاص نمبر کے بس کا روگ نہیں لہٰذا پھیلے گی اور آپ کی متعدد فرمائشات ہی پوری ہو جائیں گی یہ کتاب تو محض پیش خیمہ ہے

"اور ہاں! شائد میں نے پچھلی کتاب کے پیشرس میں رحمان صاحب کا ننھالی نام کرم رحمان، لکھ دیا تھا۔ اس پر میرے بہتیرے پڑھنے والوں نے یاد دِلایا ہے کہ اُن کا نام فضل الرحمٰن (ایف رحمٰن) ہے۔ چلیے یہی سہی، مجھے بھلا اُن کے ننھالی اور ددھیالی جھگڑوں سے کیا سروکار.... یہ چکر تو اُن کے دادا اور نانا کے درمیان چلتا تھا۔ نانا "کرمو" کہہ کر پکارتے تھے اور دادا "فضلو" کہہ کر.... مجھے پیشرس لکھتے وقت ننھالی ہی نام یاد آیا تھا.... خیر.... اگر آپ بھی اُن کے دادا ہی کے طرفدار ہیں تو مجھے کیا۔ "ایف رحمان" ہی سہی....

لیکن میں اُن صاحب کی فرمائش ہرگز پوری نہیں کر سکتا جنہوں نے کیپٹن فیاض کی بیوی کا نام پوچھا ہے۔ مجھے کیا پڑی ہے کہ پرائی بیویوں کے نام یاد رکھتا پھروں۔ ویسے اس کہانی میں کیپٹن فیاض پر ایسی بپتا پڑی ہے کہ خود بھی بیوی کا نام بھول گئے ہیں۔ مجھے کہاں سے یاد رہے گا۔

بھائی امتحان نہ لیا کیجیے! کہاں تک یاد رکھوں.... ویسے یاد پڑتا ہے کہ کسی کتاب میں فیاض کی بیوی کا بھی نام آیا تھا....!۔

سنگ ہی اور تھریسیا کی واپسی کے خواہش مندوں سے گذارش ہے کہ " آگے آگے دیکھیے... " فلمی گیت نہیں بلکہ مشہور مصرعہ مراد ہے!

ایک صاحب نے عمران سیریز کے ایرن جوبلی نمبر کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ بے چارہ آئرن جوبلی نمبر ثابت نہ ہو مطمئن رہیں۔ ابھی بہت دن ہے انشاء اللہ اسے ضخیم ناول کی شکل میں پیش کروں گا بشرط حیات وہ میری ناول نگاری کا سلور جوبلی نمبر بھی ہو گا۔!

ابن صفی

۲۱ رجون ۱۹۷۶ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۹۴، متحرک دھاریاں)

سہ رنگی موت کی پسندیدگی کا شکریہ... تین عدد خطوط میں اظہار بیزاری کیا گیا ہے ان حضرات کا بھی شکریہ ان تین حضرات کو کہانی میں سسپنس نظر نہیں آیا لہٰذا میں نے سوچا ہے کہ اب انہیں تلوار کی دھار پر چل کر دکھاؤں گا....

ایک صاحب نے کالی کہکشاں پڑھ کر مشورہ دیا تھا کہ آموں کی آڑھت کرلوں۔ سوا دو روپے کی کتاب میں تو اتنے نقل کرتے ہیں دس بارہ گروپ سر آم کیا خریدیں گے آپ مجھ سے اور پھر اگر کسی عام میں ایک ادرہ نکل آیا تو گٹھلی لے کر دوڑے آئیں گے ویسے بھائی مصنف بن جانا سب سے زیادہ آسان کام ہے۔ اس لیے مجھے آم کے آم اور گٹھلیوں کے دام کے چکر میں نہ ڈالیے یہ محاورہ ہی سرے سے غلط ہے! گٹھلیوں کے دام نہیں لگتے۔ البتہ کتابیں ردی کے بھاؤ میں بک جایا کرتی ہیں عام فروشی کے لیے ٹھیلا ہی سجانا پڑتا ہے پھری لگانی پڑتی ہے کتاب لکھنے کے لیے کچھ بھی نہیں کرنا پڑتا بس کاغذ اور قلم لے کر بیٹھ گئے کاتب نے کتابت کی مشینوں نے چھاپ دیا بصری خانے میں جلد بندی ہوئی اور وہیں سے کتب فروش اٹھالے گئے مصنف ایک کنارے بیٹھا رہا بیٹھے بیٹھے تھکا تو لیٹ گیا ایسے میں نیند آگئی تو خواب میں دیکھتا ہے کہ مغز ناک کے راستے بہا جا رہا ہے اور پڑھنے والے کہہ رہے ہیں کیسا گندہ ہے کہ ناک بھی نہیں

صاف کر سکتا بہر حال مجھے مصنف ہی رہنے دیجیے آپ جیسے قدر دانوں نے منہ موڑا تو ردی فروشی کر کے پیٹ پال لوں گا۔ لائن سے ہٹ کر کام کرنے کا مشورہ نہ دیجیے ورنہ ساری رقم ڈوب جائے گی اور پھر میں کسی ایک عدد ایم اے ایل ایل بی کے لیے نہیں لکھتا مزدوروں سے لے کر پروفیسروں تک کہ دل بہلانے پڑتے ہیں مجھے اسی کالی کہکشاں کی پسندیدگی کے سلسلے میں اتنے خطوط آئے تھے کے آپ انکی تعداد کا تصور بھی نہیں کر سکتے البتہ میں اپنی اس پتی جیسے سخت شرمندہ ہو جیسے شاید اس کی سہیلیوں نے خواہ مخواہ کالی کہکشاں کہنا شروع کر دیا ہے۔ اسی طرح حضرت علامہ مشرقی رحمتہ اللہ علیہ کہ ان صاحبزادے سے بھی شرمندہ ہوں جنہیں ان کے دوست علامہ دہشتناک کہہ کر مخاطب کرنے لگے ہیں حالاں کہ وہ شریف آدمی ہیں خیر چھوڑیئے اس کیجیے کو ان صاحب کو عام کتی پسند نہ ہوں گے گرانی کی وجہ سے جنہوں نے مجھے آموں کی آڑھت کر لینے کا مشورہ دیا ہے

متحرک دھاریاں ملاحظہ فرمایئے جلد ہی اس سلسلے کی آخری کڑی خاص نمبر کی شکل میں پیش کر دوں گا ان شاء اللہ....

والسلام

ابن صفی

۲۳ ؍جولائی ۱۹۷۶ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۹۵، جونک اور ناگن)

ایک ہنگامہ برپا کر دیا ہے احمد پور شرقیہ اور اس کے نواح کے بھتیجوں نے میں نے ان مزاح نگار صاحب کو ایک مناسب مشورہ دیا تھا کیونکہ ان میں ایک اچھا مزاح نگار بننے کی صلاحیت نظر آئی تھی۔ مزاح نگار تو مزاح نگار ہی ٹھہرا بہر حال اب وہ میری داڑھی میں تنکے تلاش کر رہے ہیں اور بھتیجوں کو تاؤ آرہا ہے مسخرہ پن پر ہنستے ہیں بھتیجو تاؤ نہیں کھاتے اور پھر میری محبت میں اس سے اخبار کی تعداد اشاعت کیوں بڑھا رہے ہو۔ خبردار اب تراشے مت بھیجنا ویسے ان صاحب سے کہوں کہ کہیں سے ایک ہی جملہ عمران کے کسی جملے کے مماثل لا کر دکھائیں اور کونن ڈائل کے کرداروں کی پیروڈی والی بات تو خالص مسخرہ پن ہے زور سے قہقہہ لگاؤ میرے کہنے سے ہنس دو تاکہ مزاح نگار کی حوصلہ افزائی بھی ہو جائے اور سب سے ضروری بات یہ ہے کہ یہ بیچارے دو عدد صفحات جواب الجواب کا اکھاڑہ بننے کی سکت نہیں رکھتے لہٰذا خود ہی سمجھ بوجھ لیا کرو میاں چنوں کے بھتیجوں سے بھی یہی گزارش ہے۔

پائرس یونان سے ایک صاحب کا خط آیا ہے وہ پاکستان سے میری کتابیں منگواتے ہیں انہیں شکایت ہے کہ سوا دو روپے کی کتاب پر پندرہ روپے ڈاک خرچ لگ جاتا ہے ان کی بیگم صاحبہ نے انہیں آخری کتاب فرشتے کا دشمن بھی جو آئی تھی اور لکھ بھیجا تھا کہ اتنا ذرا قصیر سے انصاف کر کے کتاب نہیں بھیجی جا سکتی کیونکہ آئے دن سالگرہوں پر تحفے بھی دینے پڑتے ہیں۔ بیگم صاحبہ کی شکایت لکھنے کے بعد مجھ سے پوچھا کے آخر اب کیا تدبیر کی جائے بھائی اس کے علاوہ اور کیا تدبیر ہو سکتی ہے کہ سالگرہیں بند کرادی

جائے اور یہ اسی طرح ممکن ہے کہ حکومت سے درخواست کی جائے کہ چنے کی کاشت کو غیر قانونی قرار دیگر میرے سمندر پار کارین پر احسان عظیم فرمائے نہ چھولے ہوگے اور نہ سالگرہیں ہو سکیں گی خود مجھے بھی اچھا نہیں لگتا کہ پچاس روپے کا تحفہ لے کر جاؤ اور چھولے کی ایک مرچوں بھری پلیٹ زہر مار کر کے منہ پیٹتا ہوا گھر واپس آؤں اور اس کے بعد ڈاکٹر صاحب اپنا حق الگ طلب فرمائیں بس تو پھر تحریک شروع کر دیجیے میں بھی محفوظ رہوں گا اور آپ کو کتابیں بھی پہنچتی رہیں گی اور ہاں کتابیں لیٹ بھی نہیں ہوں گی۔

ضروری نوٹ راز کی بات اکثر کتابیں سالگرہی چھولے کی پلیٹ کی وجہ سے لیٹ ہو جاتی ہیں ویسے یہ کتاب جوک اور ناگن اس لیے لیٹ ہوئی ہے کہ اسے لیٹ ہونا ہی چاہیے تھا کبھی کبھی چھٹی کرنے کو بھی دل چاہتا ہے یہ بھی شاید غلط کہہ رہا ہوں بات دراصل یہ ہوئی کہ ایک دن عمران ہی کے بارے میں سوچتا چلا جا رہا تھا اچانک اس کا ایک جملہ ذہن میں آیا اور مجھے راہ چلتے ہنسی آگئی آس پاس کے رہگیر چوک کر متوجہ ہوگئے بڑی شرمندگی ہوئی تہیہ کر لیا کہ اب لکھوں گا ہی نہیں کئی دن تک نہیں لکھا پھر سوچا اگر لکھنا چھوڑ دیا تو اس قابل بھی نہ رہ جاؤں گا کہ لوگ سالگرہوں پر مدعو کر سکیں آخر جب مار کر کتاب مکمل کرنی پڑی لیکن وہ جملہ ہرگز نہیں لکھا جس پر ہنسی آئی تھی اور صرف شرمندہ کر گئی تھی

والسلام

ابن صفی

۶/ستمبر ۱۹۷۶ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۹۶، لاش گاتی رہی)

بکرے کے گوشت پر فی سیر کے حساب سے مبلغ دو روپے کا اضافہ پھر ہو گیا ہے اب بتایئے میں کیا کروں مردانہ ادب تخلیق کرتا ہوں اس لیے دال دلیے پر تو گزارا نہیں کر سکتا ورنہ آپ ہی فرمائیں گے کہ پھر ڈھیلے پڑ رہے ہو۔ لہٰذا آپ کی تنخواہ بڑھی ہو یا نہ بڑھی ہو۔ مجھے اجازت دیجیے کہ قصاب کے فیصلے کے آگے سر جھکا دوں اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب آپ سوا دو روپے کی چوٹ سہنے پر آمادہ ہو جائیں یعنی دو روپے قصاب کی نذر کرنے کے علاوہ ایک چونی ادھر بھی رسید کر دیں۔ اپنے فیصلے سے آگاہ فرمایئے کہ آپ ہی میرے قلم کی قوت کا سرچشمہ ہیں میری ترقی اور خوش حالی میں ضرور حصہ لیجیے کھا آپ کو تھوڑی سی تکلیف ہی کیوں نہ اٹھانی پڑے بعض استحصال پسند اس کی مخالفت بھی کریں گے لیکن آخری فتح میری ہی ہو گی پچھلی چونی یاد کیجیے عید الاضحیٰ اور قربانی کی بات نہیں کروں گا جس کے گوشت کی لاگت تیس روپے سیر سے لیکر پچاس روپے سیر تک آتی ہے۔ ۳۰ روپے سے والے میں نری ہڈیاں ہوتی ہیں اور پچاس روپے سیر والے میں کسی قدر گوشت بھی نصیب ہو جاتا ہے۔ نصیب اپنا اپنا گوشت کے سلسلے میں قربانی کا بھی ذکر کرنا پڑا کیونکہ عید الاضحیٰ کی آمد آمد ہے ورنہ چنداں ضرورت نہ تھی سال میں ایک ہی بار تو قربان ہونا پڑتا ہے آپ مجھے روزانہ قربانی سے نجات دلائے کہ اس کا ثواب صرف قصاب کو پہنچتا ہے قصاب زندہ باد

آپ کہیں گے کہ پھر پیشرس میں گوشت پیچ کر رکھ دیا ہے لہٰذا کیوں نہ ایک آدھ خط بھی دیکھ لیا جائے اور سنیئے یہ ہوئی ہے ادھر پر اس قسم کے خطوط آنے لگے ایک صاحب رقم طراز ہیں

جناب عالی میں بڑی مصیبت میں گرفتار ہوں میری عمر ۲۵ سال ہے لیکن ابھی تک داڑھی مونچھیں نہیں نکلی میں نے ایک خط.... ڈائجسٹ والوں کو بھی لکھا تھا لیکن وہ صرف لڑکیوں کی بیماریوں چھاپتے ہیں میری بیماری نہیں چھاپی آپ ہی کوئی علاج بتایئے!....“

بھائی صاحب آپ نے وضاحت نہیں فرمائی.... ڈائجسٹ والوں کا علاج بتاؤ کیا آپ کی بیماری کا اب

مجھے ڈر ہے کہ کہیں کوئی صاحب اپنی تاریخ پیدائش روانہ کر کے قسمت کا حال پوچھ بیٹھیں۔ نفسیاتی مسائل تو خیر آتے ہی رہتے ہیں اور میں ان کا قطعی نوٹس نہیں لیتا کیوں کہ نفسیات ہمارے یہاں وبائی شکل اختیار کر گئی ہے ایک دن ترکاری والی نے کہا آج بینگن لے جایئے۔ کبھی نہیں لیتے میں نے کہا دیکھنے میں اچھے نہیں لگتے کھائے کیسے جائیں گے تڑ سے بولا کوئی نفسیاتی گراں معلوم ہوتی ہے اور میں انگشت بدنداں رہ گیا....

شاید آپ بھی سوچ رہے ہیں کہ آخر میں گرانی کے سلسلے میں صرف قصاب ہی کو کیوں لے بیٹھتا ہوں۔ کہیں واقعی کوئی نفسیاتی گرہ تو نہیں ہے سوچا کیجیے سوچنے کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتے ہیں۔

یہ تو بھول ہی گیا تھا کہ لاش گاتی رہی۔!

والسلام

ابن صفی

۲۰ / جولائی ۱۹۷۶ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۷۹، خوشبو کا حملہ)

خوشبو کا حملہ ملاحظہ فرمائیے میں چاہتا تھا کہ پچھلی کہانی کی طرح یہ بھی ایک ہی جلد میں سما جائے لیکن ممکن نہ ہو امیرا خیال ہے کہ یہ کہانی خاصا پھیلاؤ اختیار کرلے گی بہر حال آپ اس کہانی کو پسند کریں گے کیونکہ عرصہ سے عمران کے اعادۂ جوانی کا مطالبہ کر رہے تھے اس میں وہ آپ کو صد فی صد عمران ہی نظر آئے گا۔

چونی کے اضافے کی استدعا باب قبول کو پہنچی شکریہ میں صرف منظوری چاہتا تھا۔ فوری طور پر اضافی کا ارادہ نہیں رکھتا جب دیکھوں گا کہ اس سلسلے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہا تو آپ کی اجازت سے یہ کتاب سوا دو روپے کی بجائے ڈھائی روپے کی ہو جائے گی اور ۱۶۰ صفحات کی کتابیں اسی مناسبت سے تین روپے پچھتر پیسے کی ہوں گی۔

ایک صاحب نے پناہ کر پوچھا ہے کہ آخر میں گرانی کے سلسلے میں گوشتی کیوں لے بیٹھتا ہوں سبھی کچھ تو گراں ہوتا جارہا ہے قیمتوں میں ٹھہراؤ ہی نہیں۔

بھیا کیا بتاؤں مجھے گوشت کے علاوہ اور کسی چیز سے دلچسپی نہیں سوٹ نام لے تو لنگوٹی سے کام چل جائے گا لیکن گوشت کا کوئی بدل ہو تو ضرور اطلاع دیجیے گا سگریٹ گراں ہو جائے تو ایک ماہر اقتصادیات کے مشورے پر سگریٹ نوشی ترک کر دی چائے کی پیالی میں دودھ کے تین قطرے ڈراپر سے ٹپکا لیتا ہوں ایک قمیض ہفتوں چلاتا ہوں کہ اسے میں کچھ قومی بچت ہو جائے کپڑے دھونے والے میری قوم سے تعلق نہیں رکھتے بہر حال کہنے کا مطلب یہ کہ کسی چیز کو ترک کر دینے کا اثر بھی قیمتوں پر نہیں پڑتا مثال کے طور پر ان ماہر اقتصادیات نے فرمایا تھا کہ چیزیں اس لیے گراں ہوتی ہیں کہ ہم زیادہ قیمت دینے پر تیار ہو جاتے ہیں یا اشیا کے محتاط استعمال سے پہلو تہی کرتے ہیں میں نے تو سگریٹ چھوڑ ہی دیا تھا کئی سال پہلے کی بات ہے اس وقت اس کی لیبیا تین روپے ساٹھ پیسے کی آتی تھی

اب خدا کے فضل و کرم سے شاید پانچ یا ساڑھے پانچ کی ہے لہٰذا میں پھسڈی رہا قیمت تو چھلانگ لگا کر کہیں کی کہیں پہنچی اور وہ ماہر اقتصادیات شاید گوشت کھاتے ہی نہیں بالکل سینک سلائی ہیں یہاں بٹیر سے لے کر بیس تک کو مجھ سے مفر نہیں لہٰذا اپنی گوشت پسندی پر حرف گیری ہر گز پسند نہ کروں گا گوشت سستا تو خوشحالی گوشت میں گا تو قومی بچت خطرے میں بلکہ کذاب کے ادھار چل جانے کا خطرہ موجود ایک بار ایک قصاب نے پوچھا تھا کہ میں خود ہی گوشت کی دکان کیوں نہیں کر لیتا میں نے کہا میاں فضلاء ہے خدا ترسی دو ڈھائی روپے سے بیچ کر رکھ دوں گا اور دوسرے دن شہر کے سارے گوشت خور مجھے ڈھونڈتے پھریں گے لہٰذا ایسا ہولناک مشورہ مت دو۔!

اچھا اب اگلی کتاب تک کے لیے اجازت دیجیے۔!

خدا حافظ اور شب بخیر گوشت خوری پائندہ باد

ابن صفی

۹ر دسمبر ۱۹۷۶ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۹۸، بابا سگ پرست)

بھائی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں انشاللہ میری نئی کتابیں حاضر خدمت ہوتی رہیں گی ان پر ابن صفی میگزین اثرانداز نہیں ہوگا ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ میرا ذریعہ معاش تو میری کتابیں ہے میگزین میری ملکیت نہیں ہے میرے ایک دوست نکال رہے ہیں اور آپ کا یہ خیال بھی غلط ہے کہ ان دنوں کے بعد میری نئی کتابیں بھی میگزین ہی میں چھپنے لگیں گی جب میگزین میری ملکیت نہیں ہے تو میں اپنا ذریعہ معاش اس کے حوالے کیوں کرنے لگا البتہ ان لوگوں کے لیے ایک آدھ پچھلی کتاب اس میں ضرور چھپتی رہے گی جو ناول نہیں پڑھتے صرف ڈائجسٹ پڑھتے ہیں اور قسطوں کی صورت میں بے حد ضخیم ناول بھی ہضم کرتے رہتے ہیں ساتویں خوش بھی ہوتے رہتے ہو کہ ناولوں کی چاٹ انہیں نہیں لگی لہذا میں اپنے ناول کی چاٹ ضرور لگاؤں گا ذرا پڑھ کر تو دیکھیں۔

آپ کو یاد ہوگا کہ ۶۰ میں جاسوسی دنیا کا میگزین ایڈیشن نکالا تھا اور اس میں ایرج و عقرب (شکرال) کی داستان شروع کی تھی اس کی ایک کہانی بلدران کی ملکہ نامکمل رہ گئی تھی سولہ سال بعد وہ بھی ابن صفی میگزین میں آگے بڑھی ہے مطلب یہ کہ میگزین کے لیے ایرج و عقرب کی داستان چلے گی اور میگزین میں آپ تزک دو پیازی بھی پڑھیں گے۔ ان حضرات کے لیے مژدہ جو ابھی تک صرف شہنشاہوں کی تزکیں پڑھتے رہے ہیں یہ ایک عوامی کردار ملادوپیازہ کی تزک ہے!....

اب آیئے بابا سگ پرست کی طرف۔ حاملہ کتیا کی کہانی اس کتاب میں بھی ختم نہیں ہو سکی اگلی کتاب میں مکمل ہو گی اس کے بعد انشاء اللہ پلاٹینم جوبلی نمبر پیش کروں گا اور آپ کی یہ خواہش بھی پوری ہو جائے گی کہ آپ میری کوئی کتاب چھ روپوں میں خرید رہے ہیں قائدین لکھتے رہتے ہیں نا کہ ہاں ۱۰ روپے کی کتاب چھاپی ہے لیکن ضخیم ہونی چاہیے اب مجھے دیکھنا ہے کہ چھ روپے والی کتاب کی بھی وہی تعداد شاہ تک برقرار رہتی ہے یا نہیں جو دو سو پچیس پیسے والی کی ہے اسی سے مجھے اندازہ ہو جائے گا کہ آپ اپنی چاہت کے دعوے میں کس حد تک سچے ہیں خدا آپ کو ثابت قدم رکھے آمین!

ایک صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ اب میگزین کی کیوں سوجھی کیا واقعی فیکٹریاں لگانے کا ارادہ ہے...؟ نہیں بھائی مجھ میں فیکٹری لگانے کی صلاحیت نہیں ہے اور نہ اپنی ضروریات سے زیادہ کمانا چاہتا ہوں۔ مجھے صرف قلم ہی کی مزدوری آتی ہے اور اسی میں خوش ہوں شاکر ہوں۔

والسلام

ابن صفی

۲۲/ جنوری ۱۹۷۷ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۹۹، مہکتے محافظ)

اس بار سب سے پہلے ان بھتیجوں اور بھتیجیوں سے بات کروں گا جنہوں نے پلاٹینم جوبلی نمبر کی قیمت سن کر آسمان سر پر اٹھا لیا ہے ایک بھتیجے نے لکھا ہے کہ پانچ روپے کے اندر اندر خرید سکوں گا کیونکہ پاکٹ منی اس سے زیادہ اجازت نہیں دیتا چھ روپے کی کتاب کے لیے ایک روپیہ کسی نہ کسی کی جیب سے پار کرنا پڑے گا خدا کے لیے بھتیجے ایسا ہرگز نہ کرنا میں خدا کو کیا منہ دکھاؤں گا ویسے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں جب اسی دشواری کی بنا پر بے چارا ڈائمنڈ جوبلی نمبر بالاقساط شائع کیا تھا اس وقت بھی ایسے ہی طوفان کا سامنا کرنا پڑا تھا چاروں طرف سے لے دے ہوئی تھی کہ آخر ایسا کیوں کیا اور دس روپیہ کی ضخیم کتاب چھاپ دیتا کسی نے بھی میرے اس دردمندانہ رویے پر میری حوصلہ افزائی نہیں کی تھی کسی نے بھی میری ہمدردی کو نہیں سراہا تھا۔ اور اب جو میں نے ۶ روپے کی کتاب کا اعلان کیا تو پھر وہی لے دے شروع ہوگئی۔ حالانکہ نہ آٹھ کی ہوگی نہ دس کی....! میں تو سرے سے اس کا قائل ہی نہیں کہ مہنگی اور ضخیم کتابیں چھاپی جائیں آپ ہی حضرات کے بے پناہ اصرار پر اس قسم کا اعلان کر بیٹھا ہوں

دوسرے صاحب رقم طراز ہے جب میگزین آپ کی ملکیت نہیں ہے تو اپنے یہ دردسر کیوں مول لیا ہے ویسے ان کو میگزین بے حد پسند آیا ہے اور تزک دوپیازی کو خاصے کی چیز سمجھتے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں آپ کے نام سے کوئی دوسرا کیوں فائدہ اٹھائے کیا آپ کتنے غریب ہیں کہ ایک میگزین نہ نکال سکیں

بھیا گزارش ہے کہ کسی دوسرے کے فائدے سے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچتا خود مجھے نکالنا ہوتا تو کبھی کا نکال چکا ہوتا کیا آپ حضرات دس دس روپے کے شیئر خرید کر میری مدد نہ کرتے (اگر اتنا ہی غریب ہوں) یہ کبھی نہ سوچیے کہ کسی دوسرے کے کام آکر آپ خسارے میں رہیں گے اور پھر وہ صاحب میرے دوست بھی تو ہیں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں اور ہاں آپ مطمئن رہیے آہستہ آہستہ اس میگزین کی روش عام ڈگر سے بالکل الگ ہو جائے گی اور اس سے آپ کی دلچسپی بھی برقرار رہے گی...

تیسرے صاحب نے بہت ہی بے ڈھب سوال کیا ہے کو مجھ سے سچے مسلمان کی تعریف پوچھ رہے

ہیں میری سمجھ میں نہیں آتا کیا عرض کروں ویسے اپنے آس پاس جس قسم کی باتیں سنتا رہتا ہوں اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ سچا مسلمان وہی ہے جس کی بیوی کو چشم فلک نے بھی نہ دیکھا ہو واللہ اعلم بالصواب۔

مجھ سے ایسے مشکل سوال نہ پوچھا کیجیے ورنہ کراچی کے رکشاؤں کے میٹر کی طرح کبھی صحیح بتاؤں گا کبھی غلط پشاو کی بات یوں نکل آئی کہ ایک صاحب نے سرگودھا سے کراچی کی رکشاؤں کی شکایت لکھی ہے سرگودھا سے کراچی سیر کرنے آئے تھے یہاں ایک ہی فاصلے کے لیے مختلف رکشاؤں کے میٹر مختلف کرایا بتاتے رہے تھے انہوں نے اس کی وجہ پوچھی ہے وجہ ظاہر ہے رکشاؤں کے میٹر غیر مسلم ممالک سے بن کر آتے ہیں اور ہمارا ایمان خراب کرتے رہتے ہیں کسی برادر مسلم ملک میں میٹر بنانے کا کارخانہ لگ جاتا تو بہتر تھا سچے میٹر اسی طرح میسر آسکیں گے۔

اب ملاحظہ فرمایئے مہکتے محافظ اس سلسلے کی آخری کتاب اور مجھے اجازت دیجیے۔

والسلام

ابن صفی

۲۱ رفروری ۱۹۷۷ء

پیش رس

(عمران سیریز نمبر ۱۰۰، ہلاکت خیز)

غالباً دسمبر ۷۶ء کی بات ہے۔ جب میں نے اس ناول کا اشتہار ترتیب دیا تھا اور "ہلاکت خیز" نام تجویز کرتے وقت اس کا وہم و گمان تک نہیں تھا کہ خود میری قوم کو کسی ہلاکت خیزی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اشتہار میں ہاتھی کا ذکر بھی تھا۔ سو آخر ہاتھی بھی نکل آیا۔ ہاتھی پھر ہاتھی ہے 'خواہ پورس کا ہو یا ابرہہ کا.... ۶۵ء اور ۷۱ء میں پورس کے ہاتھی کا کردار ادا کرنے کے بعد شاید اس بار ابرہہ کے ہاتھی کا کردار ادا کرنے کی کوشش کی تھی.... ۱۹۷۱ کے بعد سے اس وقت تک شاید ہم اسی کے منتظر تھے کہ دیکھیں کہ ابرہہ کے ہاتھی کا کردار کس حسن و خوبی سے ادا کرتا ہے۔ اوور ایکٹنگ تو نہیں کرتا.... خدا کا شکر ہے کہ بروقت "کٹ" کا نعرہ لگ گیا اور قوم تباہی سے بچ گئی۔

کچھ بھی ہوا ہو لیکن میں آپ سے بے حد شرمندہ ہوں کہ یہ کتاب ویسی نہ ہو سکی جیسی میں چاہتا تھا۔ جب ہم خود ہلاکت خیزیوں سے دوچار ہو کر ذہنی انتشار میں مبتلا ہو گئے ہوں تو مار دھاڑ سے بھرپور کہانی کس طرح لکھی جا سکتی ہے (خصوصیت سے نوجوان مجھے معاف کر دیں)

اب دوسری سنیے! آج ہی کے اخبارات میں یہ خبر جلی حروف میں شائع ہوئی ہے کہ روس ایک ایسی ایٹمی شعاع بنانے میں کامیاب ہو گیا ہے جو بین براعظمی میزائلوں کو فضا ہی میں تباہ کر دے گی.... لیکن میں پوری سچائی سے اعلان کرتا ہوں کہ زیرولینڈ والوں نے یہ شعاع آج سے ایک ہفتہ قبل استعمال کی تھی.... اور اس کے سلسلے میں عمران کو دل کھول کر الو بنایا تھا لیکن میری کون سنے گا۔ کریڈٹ روس ہی کو جائے گا۔ اللہ کی مرضی...

تیسری بات یہ ہے کہ ماشاءاللہ اس بار تنخواہوں میں ڈھیروں اضافہ ہوا ہے۔ لہٰذا ادھر بھی بات "چونی" تک نہ رہے گی۔ یہ اضافہ مجھے اسی وقت کر دینا چاہیے تھا جب دوسروں نے کیا تھا لیکن میرا آپ سے وعدہ تھا کہ آپ کی تنخواہوں میں اضافے سے قبل قیمت میں اضافہ نہ کروں گا۔ خواہ گوشت کسی بھاؤ بک جائے۔ بہرحال تنخواہوں میں اضافے کی بناء پر اجرتوں میں بھی اضافے ہوئے ہیں۔ اس لیے اب عام شمارے تین روپے کے اور خاص نمبر ساڑھے چار روپے کے ہوا کریں گے....

ابن صفی

۴ / مئی ۱۹۷۷ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۱۰۱، زیبرا مین)

زیبرا مین ملاحظہ فرمایئے۔ اس میں "دھول دھپہ پسند" پڑھنے والوں کی خواہشات کو بطور خاص ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اسے ہلاکت خیز کے ساتھ نتھی کر کے دوبارہ پڑھیے، بے حد مزہ آئے گا۔ بلکہ زیادہ بہتر یہ ہو گا کہ دوبارہ پڑھنے کا سلسلہ "سہ رنگی موت" سے شروع کیجیے!

"ہلاکت خیز" ان حضرات کو بے حد پسند آئی ہے، جو کہانی کو کہانی کے لیے پڑھتے ہیں کرداروں کے لیے نہیں۔ جس طرح کہانی لکھنے کا فن ہوتا ہے، اسی طرح کہانی پڑھنے کا بھی فن ہوتا ہے اور اس فن کو وہی جانتے ہیں جو کہانی کو کہانی کے لیے پڑھتے ہیں۔

اس کتاب کی قیمت کے ساتھ ہی اس کے صفحات میں بھی اضافہ ہوا ہے! مواد بھی اسی کی مناسبت سے بڑھایا گیا ہے۔ محض صفحات کا اضافہ نہیں کیا! ان شا اللہ اسی قیمت میں کتاب کا ظاہری حسن بھی مزید نکھارنے کی کوشش کی جائے گی۔

میں جو کچھ دیکھتا اور سنتا ہوں، وہی لکھ دیتا ہوں، اگر ہلاکت خیز کا پیشرس کسی کے پلے نہیں پڑا تو میں کیا کروں۔ وہ ایک سوال تھا، اسٹیٹ منٹ نہیں تھا! میں تخلیق کار ہوں صحافی نہیں ہوں اور کوئی تخلیق کار خود اپنی تخلیق کی شرح کرنے نہیں بیٹھتا۔

میں اسے کیا کروں کہ جہاں بھی عمران جاتا ہے وہیں یا اس کے آس پاس کوئی نہ کوئی گل ضرور کھلتا ہے۔ اب یہی دیکھ لیجیے۔ تنزانیہ پہنچا ہی تھا کہ اس کے ایک پڑوسی ملک کے سربراہ نے نہ صرف برطانیہ بلکہ ساری دنیا کو سسپنس میں ڈال دیا۔ عمران کی ہوا لگتے ہی خود اس کی اپنی "عمرانیت" زور پکڑ گئی۔ تادم تحریر تو معلوم نہیں ہو سکا کہ موصوف کہاں تشریف رکھتے ہیں۔ برطانوی پولیس کی شامت آ گئی ہے۔

والسلام

ابن صفی

۹/ جون ۱۹۷۷ء

پیش رس

(عمران سیریز نمبر ۱۰۲، جنگل کی شہریت)

ہلاکت خیز اختتام کو پہنچی یعنی "جنگل کی شہریت" اس سلسلے کی آخری کتاب ہے۔ البتہ ابھی میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ جیمسن زندہ ہے یا مر گیا۔ بہر حال تلاش جاری ہے ہو سکتا ہے اس کی بازیابی کسی بہت ہی دلچسپ کہانی کے ساتھ ہو۔

فریدی اور حمید سے ملاقات کا مطالبہ بہت زور پکڑ گیا ہے۔ ایک صاحب نے تو یہاں تک دھمکایا ہے کہ اگر اگلا ناول جاسوسی دنیا کا خاص نمبر نہ ہوا تو وہ میرے خلاف "جیلی جام" ہڑتال کرا دیں گے (اطلاعاً عرض ہے کہ ناشتے میں روکھی روٹیاں کھانے کا عادی ہوں جیلی جام ہڑتال سے میرا بال بھی بیکا نہیں ہو گا)

ویسے میر خود بھی یہی ارادہ تھا کہ عمران کو کچھ دن آرام کرنے دوں۔ بہت تھک گیا ہے بیچارہ۔

ایک صاحب نے لکھا تھا کہ تھریسیا اور عمران کی شادی کرا دی جائے تو بڑا مزا آئے.... بھائی آپ کو کیا مزہ آئے گا؟ پہلے اس سوال کا جواب دیں پھر میں اس رشتہ کی تجویز پر غور کروں گا۔ ویسے عمران کا یہ قول آپ کے علم میں بھی ہو گا کہ وہ ابھی شادی کے قابل ہی نہیں ہوا ہے۔

ایک اور صاحب رقمطراز ہیں کہ آپ کو سیاست میں ضرور حصہ لینا چاہیے لیکن شرافت سے۔ بھائی جان سیاست اور شرافت کو میرے فرشتے بھی یکجا نہیں کر سکیں گے۔ لہٰذا مجھے صرف ہوائی قلعے بنانے اور کہانیاں لکھنے دیجیے۔

ابن صفی

۳۰/ جولائی ۱۹۷۷ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۱۰۳، مونالیزا کی نواسی)

یہ رہی مونالیزا کی نواسی۔ اُس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ ڈاونچی والی مونالیزا کی نواسی ہے لیکن حقیقت کیا تھی یہ آپ کو عمران بتائے گا.... "دہشت گر" کی پسندیدگی کا شکریہ۔! فریدی کا ناول تھا اس لئے فریدی ہی کے انداز میں پیش کیا گیا۔

ادھر کچھ دنوں سے پھر یہ فرمائش بہت زور و شور سے کی جارہی ہے کہ فریدی اور عمران کو یکجا کر دیا جائے۔ اس کے لئے یہی مناسب ہو گا کہ آپ خود ہی انہیں یکجا کر کے اپنے طور پر کہانیاں گھڑتے رہیے! میں نے یکجا کیا تو دشواری میں پڑ جاؤں گا۔ دونوں میں سے کسی کے ساتھ بھی پورا پورا انصاف نہ ہو سکے گا۔ چونکہ مجھے دونوں ہی عزیز ہیں اس لئے میرے ہی ہاتھوں ان کی مٹی پلید کرانے سے گریز کیجئے! اگر آپ "پلید شدہ" مٹی ہی دیکھنا چاہتے ہیں تو دوسروں کے ناول پڑھ لیجئے! بچپن سے لے کر اِس وقت تک کی "پلید شدہ" مٹی آپ کے ہاتھ آجائے گی۔

رہی کچھ نئے کردار تخلیق کرنے کی بات تو اس کی کوشش برابر جاری رہتی ہے۔! سارجنٹ نیمو اس کی واضح مثال ہے۔ آہستہ آہستہ اُبھر کر آپ کے سامنے آئے گا۔

طرح طرح کی فرمائشات آتی رہتی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ فنچ فرار ہو کر عمران کے پاس پہنچ جائے اور وہ اُسے بھی بھرتی کر لے اپنی فورس میں۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ فنچ بھی اس پر آمادہ ہو جائے گا یا نہیں۔ وہ تو بالکل تارک الدنیا ہو گیا ہے۔ صرف پڑھتا لکھتا رہتا ہے، ہو سکتا ہے کبھی کسی بہت بڑے عالم یا فلسفی کی حیثیت سے دوبارہ منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو....! اس لیے اُسے عمران کے پاس نہ بھجوایئے تو بہتر ہو گا۔ عمران صاحب کا کیا ٹھیک... اگر انہوں نے اُس بے چارے کو بھی سلیمان سلیمان اور گلرخ کے ساتھ باورچی خانے میں ٹھونس دیا تو کیا ہو گا۔

ایک صاحب اس پر برافروختہ ہیں کہ انہیں "دہشت گر" قطعی پسند نہیں آئی لیکن مجھے بہت پیار سے مخاطب کیا ہے۔ پیارے بھائی.... آپ شاید صرف "ڈزن ڈزن" پسند کرتے ہیں یا صرف سائنس

فکشن کے رسیا ہیں۔ لیکن مجھے تو اپنے ہر قسم کے پڑھنے والوں کو مطمئن کرنا ہوتا ہے۔ اس لیے ہر کتاب آپ کی پسند کی نہیں ہو سکتی۔ اس کے باوجود بھی میرا دعویٰ ہے کہ آپ میری ہر کتاب پڑھتے رہیں گے ۔خواہ آپ کو کم پسند آئے یا زیادہ پسند آئے.... آخر کوئی بات تو ہے.... ورنہ کبھی کا گمنامیوں کی گود میں جا سویا ہوتا۔

کچھ فرمائشات اس سلسلے میں بھی آئی ہیں کہ عمران ہی کی طرح فریدی اور حمید کے بھی کچھ سلسلہ وار ناول لکھوں! میں خود بھی یہی سوچ رہا تھا۔ جیسے ہی کوئی ڈھنگ کا پلاٹ ان کے شایان شان سوجھ گیا، یہ فرمائش بھی پوری کر دی جائے گی۔

ایک بار ایک بچے نے شکوہ کیا ہے کہ میں بچّوں کے لئے کچھ نہیں لکھتا۔ جبکہ دوسرے عمران اور فریدی کے بچپن سے متعلق کہانیاں لکھ رہے ہیں۔ اس کا خیال ہے کہ اگر میں نے اِن کرداروں کے بچپن سے متعلق کہانیاں لکھیں تو بچّوں میں دھوم مچ جائے گی۔

ننھے میاں! میری جانب توجہ کا شکریہ... بشرطِ فرصت آپ کی فرمائش بھی پوری کرنے کی کوشش کروں گا۔ اگر خود نہ کر سکا تو اپنی نگرانی میں کسی ذہین آدمی سے لکھوانے کی کوشش کروں گا۔

والسلام

ابن صفی

۱۹ / اکتوبر ۷۷ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۱۰۴، خونی فنکار)

خونی فنکار دیر سے پیش کر رہا ہوں... کراچی کے موسم سے نبرد آزما تھا۔ باقی بالکل خیریت ہے۔ بہر حال مونا لیزا کی کہانی ختم ہو گئی۔ کچھ پڑھنے والوں نے لکھا ہے کہ "مونا لیزا کی نواسی" ہی مکمل کہانی تھی۔ سوائے اس کے کہ مجرمہ فرار ہو گئی تھی۔ درست! جی ہاں میں یہ بھی کر سکتا تھا کہ اس کتاب میں شاہان فرانس کے کسی خزانے کا نقشہ پوشیدہ کر دیتا اور کہانی واقعی ختم ہو جاتی۔ لیکن وہ کہانی تو اس طرح لپٹ پڑی جیسے اچانک اور غیر متوقع طور پر کوئی بھاگتا ہوا خوف زدہ سانپ پلٹ پڑے اور پھن اٹھا کر کھڑا ہو جائے.... بس تو پھر جناب ایسے سانپ سے نپٹنے میں کچھ دیر لگتی ہی ہے۔ سو ہو گئی دیر۔

ایک صاحب نے لکھا ہے کہ علامہ اقبالؒ کی سو سالہ تقریب کے سلسلے میں آپ بھی کچھ لکھئے!...جی ہاں مجھے ضرور لکھنا چاہیے کیونکہ میں نے بھی اقبالؒ کو بڑے چاؤ اور نیاز مندی سے پڑھا تھا۔ لیکن یقین کیجئے کہ ان کے ایم شعر کے علاوہ مجھے اب اور کچھ یاد نہیں رہا۔ وہ شعر آپ بھی سن لیجئے

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دُنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

علامہ کا یہ شعر قیامت تک زندہ رہے گا۔ ہر دور اور ہر زمانے کا آدمی یہی سمجھے گا کہ یہ بس آج ہی کہا گیا ہے!۔ اپنی اسی قدر کی بنا پر مجھے یہ شعر یاد رہ گیا۔ ورنہ اشعار یاد کے معاملے میں بے حد غبی واقع ہوا ہوں۔

بہر حال اقبالؒ کے حضور میں بھی نذر عقیدت پیش کرتا ہوں۔ ان کی عظمت کو سلام کرتا ہوں۔ لیکن میری کمینگیاں بدستور جاری رہیں گی۔ نہ مرد مومن بننا میرے بس میں ہے اور نہ شاہین ہی بن سکتا ہوں۔ بس ہاں خودی کے معاملے میں اتنا کر سکتا ہوں کہ اپنے سے کمتر لوگوں کے سامنے گردن اکڑائے رکھوں۔ لیکن برتر لوگوں کے بوٹ چاٹنے سے مجھے کون روک سکتا ہے۔ روک کر تو دیکھے! آخر آگیا نا مجھے غصہ... لیکن اس غصے کو دھیما کر کے آہستہ سے آپ کے کان میں کہتا ہوں۔ ''بھائی وہ منہ کہاں سے لاؤں کہ اقبالؒ کے گن گاؤں۔''

اللہ مجھ پر رحم فرمائے اور توفیق دے کہ ہم صحیح معنوں میں اقبال کے گن گانے کے قابل ہو سکیں۔ آمین!

ابن صفی

۱۷/ دسمبر ۱۹۷۷ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۱۰۵، موت کی آہٹ)

چلیے خدا خدا کر کے عمران پسندوں کا انتظار ختم ہوا اس سے قبل فریدی کے لگاتار چار ناول آئے تھے اور اس درمیان ایسے ایسے خطوط موصول ہوئے ہیں عمران پسندوں کی طرف سے کہ انہیں احاطہ بیان میں لانا مشکل ہے بس ایسا لگتا تھا جیسے عمران سب کچھ اُنہی کا ہے اور اس سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے یا پھر میں اس کے خلاف سوتیلے پن کا مظاہرہ کر رہا ہوں۔ بھائی کتنی بار عرض کروں کہ یہ سلسلہ میں نے فریدی پسندوں کے بے حد اصرار پر شروع کیا تھا۔ کیا عمران پسندوں کی خواہشیں پوری نہیں کرتا.... یا ان کی جدید ترین فرمائش برائے بازیابی جیمسن سلمہ؛ میرے سر آنکھوں پر نہ ہوگی۔ جی ہاں مجھے خود بھی اس کی گمشدگی پر خاصی تشویش ہوگئی ہے۔ بہر حال دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ اسے بھی تلاش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ فی الحال موت کی آہٹ ملاحظہ فرمایئے۔ بالکل ہی نئے انداز میں پیش کر رہا ہوں۔

اب آیئے جاسوسی دنیا کے خاص نمبر ہمزاد کا مسکن کی طرف۔ میرے ایک بے تکلف دوست نے جو ایک صفِ اول کے شاعر بھی ہیں اس پر بحالت غضبناکی ایک بہت سخت تنقید بھی کی ہے۔ حسبِ معمول ہنستے بولتے ہوئے آئے۔ اسی موڈ میں کھایا پیا اور آخر میں پان کی گلوری کلے میں دبائی اور پھر مجھے غضبناک نظروں سے گھورنا شروع کیا۔ میں نے فوراً ہی ماضی میں چھلانگ لگائی اور سوچنے لگا کہ کہیں دو چار سال پہلے مجھ سے کوئی غلطی تو سرزد نہیں ہوگئی تھی۔ اچانک وہ ڈپٹ کر بولے ''آخر تباہ کر دی'' میں گھبرا کر اُن کا منہ دیکھنے لگا۔ ویسے ہی قہر آلود لہجے میں بولے۔ ''تم ہمیشہ یہی کرتے ہو.... بڑی اچھی کہانی اٹھائی تھی۔ آخر میں چوپٹ کر دی۔''

میں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔ ''کونسی کہانی''۔ بولے پرچھائیوں والی ''ہمزاد کا مسکن'' کی بات کر رہا ہوں۔

میں نے ٹھنڈی سانس لے کر سوچا پہلے ہی معلوم ہوتا تو پان تک کو نہ پوچھتا۔ وہ ڈپٹ ڈپٹ کر کہتے رہے ''میں تو سمجھا تھا کہ آخر میں تین چار پرچھایاں مل کر فریدی کو گھیر لیں گی اور زبردست قسم کا ٹکراؤ

ہو گا۔ زمین ہل جائے گی۔ ہو نہہ کھودا پہاڑ نکلا چوہا۔“

میں نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ ”بھائی یہ ممکن ہی نہ تھا۔ فریدی کے پرخچے اڑ جاتے“۔ پھر دہاڑے ”وہ فریدی ہی کیا جو پر چھائیوں سے شکست کھا جاتا۔ ناول کو ختم کرنے سے پہلے مجھ سے ڈسکس کر لیا کرو۔“ میں نے کہا اچھا بھائی اب بتادو کہ مجھے اس سلسلے میں کیا کرنا چاہیے تھا۔ کہنے لگے اس کے جسم پر کسی کیمیکل کا لیپ کرا کر بھڑا دیتے۔ میں نے کہا جواز بھی تو پیدا کرنا پڑتا ہے۔ سر کھجلا کر بولے ”سب چلتا ہے۔“ میں نے کہا پہلے چلتا تھا اب نہیں چلے گا اور اگر چلانے کی کوشش کروں گا تو میٹرک کا کوئی طالب ہی آکر میرے کان پکڑ لے گا۔

کہنے لگے ”میٹرک کے طالب علم تو صبح سے لے کر شام تک میرے بھی کان پکڑتے رہتے ہیں۔ اس سے کیا ہوتا ہے۔“

مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرے دونوں کان خودبخود اکھڑ کر میرے ہاتھوں میں آ گئے ہوں۔! بہر حال آپ بتایے کہ اس سلسلے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ والسلام۔

ابن صفی

۱۳/ جولائی ۱۹۷۸ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۱۰۶ دوسرا رُخ)

موت کی آہٹ کے بعد دوسرا رخ ملاحظہ فرمایئے۔ اس کتاب میں کہانی نے دوسرا رخ اختیار کیا ہے اور یہی اس تصویر کا بھی دوسرا رخ ہے جو شیمراں کی حویلی سے بر آمد ہوئی تھی۔

یہ تو ہوا زیر نظر کتاب کی کہانی سے متعلق اور اب کتاب کے لیٹ ہونے کا ماجرا سینے کاغذ نایاب ہو رہا ہے۔ قیمتیں پہلے آسمان سے تو گزر چکی ہیں۔ اس پر بھی کاغذ دیتے ہیں تو کیش میمو نہیں دیتے۔ کیوں دینے لگے۔ جو چیز اصل قیمت سے تین چار گنی قیمت پر فروخت کی جائے گی اس کا کیش میمو کیونکر.... دیا جا سکتا ہے۔ کیش میمو نہ ہونے کی صورت میں انکم ٹیکس والے اس کھاتے کو تسلیم نہیں کرتے۔ پھر کیا صورت ہو.... کوئی بتائے۔ (میری سمجھ میں تو نہیں آ رہا۔ کیونکہ بحالت صوم ہوں۔ یعنی کہ روزہ رکھ چھوڑا ہے اور تمباکوئے خوردنی کی مفارت نے آئی گئی عقل خبط کر رکھی ہے)۔ ہاں تو جناب اس وقت جب میں یہ سطورِ سپرد قلم کر رہا ہوں اطلاع ملی ہے کہ کاغذ کے کچھ جہاز گودی میں کھڑے ہیں لیکن انھیں گندم کے جہازوں کی وجہ سے برتھ نہیں مل رہی.... لیکن جب برتھ ملے گی اور کاغذ اتر کر بازار میں آئے گا اس وقت کتاب بھی چھپ جائے گی۔ میری کتاب گندم سے زیادہ ضروری نہیں ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے باہر سے وافر مقدار میں کاغز آ جانے کے باوجود بھی مارکیٹ کی کیا حالت رہتی ہے۔ یہ سب کچھ اس لیئے لکھنا پڑتا ہے کہ بعض پڑھنے والوں کو یہ تین سو پیسے بے حد گراں گزرتے ہیں۔ حلانکہ اتنی کم قیمت میں اتنے ہی صفحات والی کوئی اور کتاب آپ پیش نہیں کر سکیں گے.... لہٰذا اگر جہازوں کی تشریف آوری کے باوجود بھی کاغذ کی قیمتیں کم نہ ہوئیں تو یہ تین سو پیسے مزید کمک حاصل کرنا چاہیں گے۔ تبھی یہ بات آگے بڑھے گی ورنہ میرے ہم پیشہ لوگ یا تو اپنی شان میں "قصیدے" سنیں گے یا کوئی اور پیشہ اختیار کر لیں گے۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ آیا ہوا کاغذ "اندر" ہو جائے اور مڈل مین اس کے سودے کرتا پھرے۔ ظاہر ہے ایسی صورت میں قیمتیں تو گرنے سے رہیں۔ غضب خدا کا پچپن روپے کچھ پیسے فی ریم والا کاغذ پچھتر روپے فی ریم سے بھی نہیں مل رہا۔ مڈل مین آ کر چپکے سے کان میں کہتا

ہے۔ "اٹھتر روپے میں کہو تو دلوا دیا جائے اور کیش میمو نہیں ملے گا۔"

بہر حال میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ کتاب کب تک مارکیٹ میں آسکے گی۔ ایک صاحب کے خط کا تذکرہ بھی ہو جائے۔ لمبا چوڑا رونا رونے کے بعد رقم طراز ہیں کہ "اب میں نے سیاست سے توبہ کر کے پولٹری فارمنگ شروع کر دی ہے۔" اچھا کیا ہے آپ نے کیونکہ سیاست انڈے بچے نہیں دیتی۔ صرف "زندہ باد" سنواتی ہے اور بعد میں "مردہ باد" کروا دیتی ہے۔ اب آپ مرغیوں کی حیات آفریں کڑ کڑاہٹ سنیں گے اور مرغوں کی مستی بھری ککڑوں کوں آپ کو نئے جہانوں کی سیر کرائے گی۔ اس پر سے انڈے مفت۔ روزانہ چوزوں کے آب جوش سے اپنی جان بنایئے۔ کہ جان ہے تو جہان ہے۔ فرصت کے لمحوں میں سوچا کیجیے کہ پہلے انڈا پیدا ہوا یا مرغی۔ اس سے آپ کو اپنی مناسب ذہنی تربیت کرنے میں بھی مدد ملے گی.... خدا مبارک کرے آمین.... اور آخر میں ککڑوں کوں۔

ابن صفی

۲۸/ اگست ۱۹۷۸ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۱۰۷، چٹانوں کا راز)

سب سے پہلے تو یہ عرض کر دوں کہ اس کتاب کا نام چٹانوں کے راز نہیں بلکہ چٹانوں کا راز ہے اشتہار میں غلطی سے چٹانوں کے راز چل گیا تھا اور میں نے توجہ نہیں دی تھی۔

دوسری بات یہ نوٹ فرمایئے کہ آئندہ ناول خاص نمبر ہو گا اور اس کی قیمت مبلغ پانچ روپے ہو گی اور اس کے بعد کا ہر عام ناول تین سو پچاس پیسے کا ہوا کرے گا بہت چاہا کہ قیمت نہ بڑھاؤں لیکن ممکن نہ ہوا کاغذ کے جہاز بھی آ گئے ہیں روز ہی اطلاع ملتی ہے کہ کاغذ اتر رہا ہے جہاز سے لیکن قیمت اترنے کا نام نہیں لیتی پچپن روپے ریم تک پہنچ گیا ہے۔ لہٰذا میں بھی اسلامی نظام کے نفاذ سے پہلے پہلے کروڑ پتی بن جانا چاہتا ہوں تاکہ بقیہ زندگی یادِ الٰہی میں گزار سکوں اٹھایئے فاتحہ کے لیے ہاتھ۔

کل ایک صاحبزادے تشریف لائے کہنے لگے کہ آپ صرف کہانیوں کے لیے کہانیاں نہیں لکھتے ان میں اصلاحی پہلو بھی ھوتے ہیں۔ تو پھر کتنی زندگیاں سدھریں آپ کی تحریروں سے۔ میں نے پوچھا میاں میری تحریریں قرآن شریف اور احادیث مکرم کے سامنے کیا حیثیت رکھتی ہیں۔ کہنے لگے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ میں نے کہا دونوں نعمتیں آپ کی زندگی پر کس حد تک اثر انداز ہوئی ہیں۔ بغلیں جھانکنے لگے۔ میں نے کہا تحریریں اور تقریریں صرف ”واہ واہ“ کے لیے ہوتی ہیں۔ ہو سکتا ہے کبھی انہوں نے کردار سازی کا حق ادا کیا ہو لیکن اس ”دورِ جاہلیت“ میں صرف ذہنی عیاشی کے لیے کام آ رہی ہیں یا پھر انہیں تیر و تفنگ کا منصب سونپ دیا جاتا ہے یعنی آپس میں جھگڑوں کے کام آتی ہیں۔

اف فوہ کہاں کی باتیں لے بیٹھا یہ بیچارہ ناول نویس۔ وہ بھی اس بنا پر کہ کاغذ کے دام چڑھتے ہی جا رہے ہیں یعنی وہی بات ہوئی نا کہ کسی ذاتی دشواری میں پڑ کر بات قرآن و حدیث تک پہنچا دی اللہ مجھے عقلِ سلیم عطا فرمائے آمین۔

ابن صفی

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۱۰۸، ٹھنڈا سورج)

ٹھنڈا سورج حاضر ہے اس کہانی کا انداز اس سلسلے کی پچھلی کہانیوں سے مختلف ہے امید ہے آپ کو پسند آئے گا اور آپ یہی کہیں گے کہ کہانی تو اب شروع ہوئی تھی اتنی جلدی کیوں ختم کر دی گئی جی ہاں پچھلی بار ایک غلطی ہو گئی تھی اس سلسلے میں بھی درجنوں خطوط برائے جواب طلبی آ گئے غلطی یہ ہوئی تھی کہ پچھلی کتاب چٹانوں کا راز کے پیشرس میں میرے دستخط نہیں تھے اصرار ہے کہ آئندہ ایسا نہ ہونے پائے بہت بہتر جناب اور یہ بھی درست ہے کہ کبھی کبھی سرورق کا ڈیزائن کہانی سے مطابقت نہیں رکھتا اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ لکھتے وقت کبھی کبھی مجھے یاد نہیں رہتا کہ ٹائٹل ڈیزائن کس قسم کا ہے بہر حال یہ کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے ٹائٹل ڈیزائن تو خریدار کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانے کے لیے ہوتا ہے میں نئے پھنسنے والوں کی بات کر رہا ہوں ورنہ آپ تم مجھے جانتے ہی ہیں مجھ سے ہر حال میں ملنا چاہتے ہیں خواہ آپ کو بور کروں خواہ خوش کروں اس لیے آپ کو اس کی قطعی پرواہ نہ ہونے چاہیے کہ ٹائٹل ڈیزائن کہانی سے مطابقت رکھتا ہے یا نہیں۔

ایک صاحب نے پھر اصرار کیا ہے کہ ہمیں اپنی جدید ترین تصویر کتاب کی پشت پر چھاپوں۔ آخر جوانی کی تصویر کیوں چھاپ رہا ہوں یہ کیا بات ہوئی کیا آپ مجھے بوڑھا سمجھتے ہیں کہ جوانی کی تصویر کا حوالہ دے رہے ہیں ویسے ایک بار وہی تصویر چھاپ دی تھی جس کے لیے کھنچوائی تھی اس پر ایک صاحب نے لکھتے جا کہ یہ کسی مصنف کی تصویر ہے یا پنجاب کے خالص گھی کا اشتہار۔ طوبیٰ تصویر کا مسئلہ نہ اٹھایئے ورنہ میں پھر دشواری میں پڑ جاؤں گا البتہ آپ کی یہ تجویز ضرور قابل غور ہے کہ عمران کے اس دور کی کہانیاں پھر لکھی جائیں، جب وہ ایک سٹور نہیں تھا اور کیپٹن فیاض سے اس کی نوک جھونک خاصی دلچسپی کا باعث ہوا کرتی تھی

ایک اور صاحب رقمطراز ہیں کہ انہوں نے اسلام آباد میں کوئی عمران کمیٹی بنائی ہے اور یہ عمران کمیٹی مجھ سے جواب طلب کر رہی ہے کہ آخر کتابیں لیٹ کیوں ہو جاتی ہیں۔ عرض ہے کہ جب میں خود

ہی لیٹ جاؤں گا تو کتابیں کیوں نہ لیٹ ہوں گی... اور پھر کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دوسروں کی وجہ سے بھی کتاب کی تیاری میں دیر ہو جاتی ہے۔ میں نے تو اپنا کام کر لیا لیکن کاتب بیمار ہو سکتا ہے، پریس مشین خراب ہو سکتی ہے۔ بائنڈر کو بھی کوئی دشواری پیش آسکتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ!

والسلام

ابن صفی

۱۲/ دسمبر ۱۹۷۸ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۱۰۹، تلاش گمشدہ)

"ٹھنڈا سورج" کی پسندیدگی کا شکریہ۔ اور ان دوستوں کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے یہ اطلاع دی ہے کہ خاص نمبر، پھُس سے ہو کر رہ گیا۔

ایک بھتیجی نے تو پوری کہانی کا تجزیہ کر کے بہت بڑا سوالیہ نشان بھی ارسال کیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ کیا مکڑی ہی رہ گئی تھی کوئی مینڈک کیوں نہیں پکڑ لی تھی وہ زیادہ خوبصورت لگتی اور آپ کا جی بھی بہلتا کسی کو تو اس پر افسوس ہے کہ عمران واقعی بالکل ہی الو نظر آتا ہے۔ کچھ بھی تو نہ کر سکا لیکن اس کا اعتراف سبھی کو ہے کہ کہانی دلچسپ تھی چند کو چھوڑ کر جنہیں کہانی بھی بور لگی مجھے یقین ہے کہ کہانی محض اس لیے بور لگی کہ عمران نے فولاد کا پٹھا بن کر اسک عمارت کو اڑا کیوں نہیں نہیں دیا اور رہا عمران کی زندگی بچا لینے کا سوال تو مصنف جھک مار کر کسی نہ کسی طرح بچاتا ہی، ورنہ کھاتا کہاں سے بھائیو بھائیو کہانی طویل ہو گئی ہے تو میں کیا کروں میں نے تو بہت چاہتا تھا کہ اسی خاص نمبر میں ختم کر دوں لیکن ممکن نہ ہوا۔ اچھل کود کو ختم کر دیتا تب بھی برا بنتا.... پھر اب دیکھیے کب ختم ہوتی ہے بہر حال آپ یقین کیجیے کہ عمران پورے مریخ کو تباہ کیے بغیر نہیں چھوڑے گا، خواہ کچھ ہو جائے۔

ایک صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ پوری کتاب پر تھریسا ہی چھائی ہوئی نظر آتی ہے عمران بالکل ہی کیچوا ہو کر رہ گیا ہے مصلحت میرے بھائی مصلحت پھر عرض کرونگا کہ وہ ڈھائی گھنٹے کا فلمی ہیرو نہیں ہے اب آپ اسے ایکشن میں دیکھیں گے اور یہی ایکشن ایک بار پھر اسے وہیں لے جائے گا جہاں سے بے نیل مرام پلٹا نہیں بلکہ پر لٹایا گیا تھا اور اس بار قیدیوں کی طرح نہیں جائے گا بلکہ سفری صعوبتیں بھی جھیلے گا تب مزہ بھی آئے گا اس عمارت کی تباہی کا۔ جسے بحسرت ویاس دیکھتا رہ گیا تھا پس ذرا صبر سے کام لیجیے ویسے بھی کیا آپ کو ہر کتاب میں نئی کہانی کا مزا نہیں آرہا

ایک صاحب فرماتے ہیں کہ یہ آپ ایٹمی ری پروسیسنگ پلانٹ کا قصہ کیوں لے بیٹھے میں نے کہا بھائی سب ہی اپنے اپنے طور پر اس کے حصول کی کوشش کر رہے ہیں عمران کیوں پیچھے رہ جائے آخر مجھے بھی تو خواب دیکھنے کا حق پہنچتا ہے سو پہنچنے دیجیے اور کیا عرض کروں۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے اور اپنی خیریت آپ کے ہاتھوں خداوند کریم سے نیک مطلوب ہے۔

والسلام

ابن صفی

۲۴ / جنوری ۱۹۷۹ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۱۱۰، آگ کا دائرہ)

آگ کا دائرہ ملاحظہ فرمایئے۔ عمران بڑی دشواری میں پڑ گیا ہے اور اس کی دشواریوں نے مجھے بھی دشواریوں میں ڈال دیا ہے بسا اوقات لکھتے لکھتے دم گھٹنے لگتا ہے اور میں الجھ کر قلم ایک طرف رکھ دیتا ہوں۔ ظاہر ہے ایسی صورت ہو تو کتاب کس قدر لیٹ ہو جائے گی لیکن کوشش یہی ہوتی ہے کہ کہانی کی دلچسپی کم نہ ہونے پائے۔

ایک صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ آخر آپ انگریزوں وغیرہ کی مخالفت میں کیوں لکھتے رہتے ہیں انگریز بہت برا مانتے ہیں حوالہ دیا ہے انہوں نے اپنے ایک انگریز دوست کا یو میری کتاب کا ترجمہ انگریزی میں کر کے اپنے انگریز دوستوں کو سنایا کرتے ہیں پھر بھلا بتائے قصور کس کا ہے میرا یا آپ کے دوست کا اور بھائی خدا کے لیے آپ مجھے بور کرنا چھوڑ دیجیے آپ کے ہر خط پر تبصرہ کرنا میرے بس سے باہر ہے۔ ہو گیا ایک آدھ بار اور اپنے دوست کو مطلع کر دیجیے کہ آئندہ اگر انہوں نے انگریزوں کو میری کتاب کا ترجمہ سنایا تو نتیجے کے خود ذمے دار ہوں گے۔ یو تو انگریز شاعر میرے بچپن ہی میں ہندوستان چھوڑ گئے تھے ورنہ ہرگز نہ جانے دیتا (میمیں مجھے اتنی ہی اچھی لگتی ہیں)

دوسرے صاحب رقمطراز ہیں کہ میں اس لیے جلد جلد اپنی کتابیں لاتا رہوں کہ ان کی گرل فرینڈ اس سلسلے میں انہیں بہت زیادہ بور کرتی ہے۔ اگر کوئی کتاب لیٹ ہو جاتی ہے تو وہ چاہتی ہے کہ میں پنڈی سے کراچی جا کر آپ سے پوچھ آؤں کہ کتاب کیوں لیٹ ہو رہی ہے۔ اب میں کیا عرض کروں، عزیزم! معاملہ گرل فرینڈ کا ہے، جس کے لیے آپ لوگ آسمان سے تارے وغیرہ تک توڑ لایا کرتے ہیں۔ پھر پنڈی سے کراچی آ کر دریافتِ حال کر جانا کیا مشکل ہے۔ چلے آیا کیجیے۔

ایک صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ آخر آپ تھریسا کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں؟ آپ

غلط سمجھے ہیں جناب! تھریسا میرے پیچھے پڑ گئی ہے... اور میں خود ہی ابھی زہر و لینڈ کی تلاش میں ہوں، آپ کو کیسے بتا دوں کہ زیرو لینڈ کہاں ہے؟ کہانی اگر شیطان آنت ہوتی ہے تو ہونے دیجیے۔ غیر دلچسپ تو نہیں ہے۔

ایک اور صاحب لکھتے ہیں کہ اگر آپ زیرو لینڈ کے سلسلے کی آخری کتاب لکھنے سے پہلے ہی اللہ کو پیارے ہو گئے تو کیا ہو گا؟... بہت اچھا ہو گا، بھائی! میں، زیرو لینڈ کی تلاش سے بچ جاؤں گا۔ ہر گز یہ نہیں کہہ سکتا کہ ؎

آئے ہے بے کسیٔ عشق پہ رونا غالبؔ
کِس کے گھر جائے گا یہ سیلابِ بلا میرے بعد

کسی کے گھر بھی جائے، میری بلا سے... میری زندگی میں کتنوں نے ہی زیرو لینڈ کو تلاش کر کے تباہ بھی کر دیا۔ پھر اس سے کیا فرق پڑا کہ میرے آخری کتاب نہ لکھ پانے سے پڑ جائے گا۔

والسلام

ابن صفی

۱۷/ مارچ ۱۹۷۹ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۱۱۱، لرزتی لکیریں)

بحمد اللہ کہ یہ سلسلہ اختتام کو پہنچا لیکن میں نے اس میں اب بھی اتنی گنجائش رکھی ہے کہ آپ کی فرمائش پر اسے مزید آگے بڑھایا جاسکتا ہے.... جی ہاں یہ سلسلہ میری اب تک کی تخلیقات میں طویل ترین ہے.... اسے بہت پسند کیا گیا ہے لیکن یہ کتاب اس لیے لیٹ ہوئی ہے کہ.... اب..... کیا عرض کروں.... ہر بار صرف ایک ہی کہانی سنانی پڑتی ہے کہ طبیعت ٹھیک نہیں تھی.... اگر لکھنے کے لیے ڈھنگ کی باتیں نہ سوجھ رہی ہوں تو میں اس بھی طبعیت کی خرابی ہی سمجھتا ہوں ....

بہر حال ان تمام دوستوں سے شرمندہ ہوں جنہیں اس تاخیر سے تکلیف پہنچی ہے اور آپ یقین کیجیے کہ جب تک مجھ میں لکھنے کی سکت اسی طرح شرمندہ ہوتا رہوں گا.... اس لیے بہتر یہی ہوگا کہ آپ بھی انتظار کے عادی ہوجایئے....

ایک صاحب نے لکھا ہے کہ شاید آپ میگزین سے زیادہ کمارہے ہیں۔ اسی لیے وہ لیٹ نہیں ہوتا۔ پابندی سے اپنے وقت پر آجاتا ہے۔۔ اول تو یہی غلط ہے کہ میں میگزین سے کچھ کمارہا ہوں۔ کتنی بار عرض کروں کہ میگزین میری ملکیت نہیں ہے میرے ایک دوست اس کے مالک ہیں اور میں ان کی مدد محض دوستی میں کر رہا ہوں اس کے معاوضے کے طور پر ایک ٹیڈی پیسہ بھی ان سے آج تک نہیں لیا.... اور پھر میگزین میں متعدد اصحاب کی تخلیقات ہوتی ہیں.... کسی ایک پر اس کے شائع ہونے یا نہ ہونے کا انحصار نہیں ہوتا.... اس لیے پابندی وقت سے آپ تک پہنچ رہا ہے۔ کتاب میں خود لکھتا ہوں اور وہ اوریجنل ہوتی ہے کہیں سے ترجمہ نہیں کرتا کہ بس قلم چلتا ہی رہے لکھتے لکھتے ذہنی قبض میں مبتلا ہو جاتا ہوں تو کئی کئی دن تک ایک سطر بھی نہیں لکھ پاتا اس لیے لیٹ ہوتی ہے کتاب....

ابن صفی

۲۳ رمئی ۱۹۷۹ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۱۱۲، پتھر کا آدمی)

جاسوسی دنیا کے ناول "صحرائی دیوانہ" کی پسندیدگی کا بہت بہت شکریہ....! جی ہاں، اسے بھی دو ہی حصوں میں پیش کرنا پڑا تھا اور مجبوری بھی آپ پر واضح کر دی گئی تھی۔ دراصل طویل سلسلوں کے پڑھنے کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ جو کہانی ایک ہی جلد میں ختم ہو جائے، اسے پڑھ کر لوگ زیادہ خوش نہیں ہوتے۔ دراصل لوگ لذت انتظار سے آشنا ہو گئے ہیں۔ پسندیدہ کہانیوں کے آگے بڑھنے کا اسی طرح انتظار کرتے ہیں جیسے کسی پسندیدہ مہمان کی آمد کے منتظر ہوں۔

اسے پیش بندی نہ سمجھئے گا۔ یہ حقیقت ہے۔ مجھے بھی اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔ ایک کہانی یاد آ رہی ہے، اس وقت.... عمران ہی کا ناول "ادھورا آدمی" تھا۔ جس کی کہانی، ایک ہی جلد میں ختم ہو گئی تھی۔ لہٰذا خاصی لے دے ہوئی تھی، اور مجھے اس کہانی کو دوبارہ کھینچنا پڑا تھا اور "ایڈلاوا" کا سلسلہ تشکیل پا گیا تھا۔ کیسا تھا وہ سلسلہ؟ کتنی بے چینی سے آپ، اس سلسلے کی کتاب کا انتظار کرتے تھے۔

سو اب پتھر کا آدمی ملاحظہ فرمائیے۔ آپ خود ہی اندازہ لگا لیں گے کہ ایک سو بارہ صفحات میں یہ کہانی بھی نہیں نپٹائی جا سکتی تھی۔ آپ فرمائیں گے کہ پوری لکھ لینے کے بعد چھاپتے۔ لہٰذا میں عرض کروں گا کہ مجھے کسی سکندر اعظم کی طرف سے وظیفہ تو ملتا نہیں ہے کہ اطمینان سے چار ماہ تک بیٹھا، ایک ہی کہانی مکمل کرتا رہوں اور پھر کئی بار گزارش کر چکا ہوں کہ میرے پڑھنے والے زیادہ تر کتاب خرید کر پڑھتے ہیں۔ لہٰذا چاہتے ہیں کہ وہ زیادہ قیمت کی نہ ہو۔ ٹکڑوں میں وہ سو روپے کی کتاب بھی خریدنے کی استطاعت رکھتے ہیں۔ یکمشت نہیں خرید سکتے۔

آخر میں ان تمام احباب کا شکریہ بھی ادا کرنا ہے جو مجھے اب تک عید کارڈ بھیجے جا رہے ہیں۔ باسی ہی سہی لیکن میں ان کے خلوص کی قدر کرتا ہوں۔ عید تو ایک دن کی ہے لیکن آپ کا خلوص، میری ہر روز کی خوشی ہے۔

ابن صفی

۲۵/ ستمبر ۱۹۷۹ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۱۱۳، پتھر کا آدمی)

ابھی میری علالت کا سلسلہ جاری ہے۔ لیکن اللہ کا کرم ہے کہ میں نے اس کے باوجود بھی کتاب لکھ لی اور آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ جسمانی کرب سے ذہن کی مزید کھڑکیاں کھلتی ہیں شاید برحمت پروردگار میرے ساتھ بھی ایسا بھی ہوا ہے۔ جب بھی آنکھ کھلتی ہے تھوڑا بہت لکھ لیتا ہوں۔ جسمانی طور پر اتنا گھٹ گیا ہوں کہ خود اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آتا۔ کبھی آئینے کے سامنے کھڑے ہو جاؤ تو بے اختیار یہی پوچھنے کو جی چاہتا ہے کہ "بڑے میاں کس کا پتہ پوچھ رہے ہو۔"

ادھر میری خیریت دریافت کرنے کے لیے اتنے خطوط آئے ہیں کہ فرداً فرداً ہر ایک کا جواب لکھنا ناممکن ہے۔ بہر حال میں اپنے سارے محبوں کا بے حد شکر گزار ہوں اور میری دعا ہے کہ اللہ پاک انہیں دینی اور دنیاوی نعمتوں سے نوازیں۔ آمین۔

کچھ بھائی ایسے ہیں کہ اس عالم میں بھی ایسے سوالات کر جاتے ہیں جن کی طرف متوجہ ہوئے بغیر رہا نہیں جاتا۔

ایک بھائی نے پوچھا ہے کہ جمہوریت اچھی یا ڈکٹیٹر شپ۔ اور اسلامی مزاج ان دونوں میں سے کسے سہار سکتا ہے۔

بھائی اگر آپ اسلامی نکتہ نظر سے پوچھتے ہیں تو پہلے بھی کبھی عرض کر چکا ہوں کہ اسلام میں جمہوریت جیسی کسی شے کی گنجائش نہیں۔ اسلام تو اللہ کی ڈکٹیٹر شپ کا نام ہے۔ جمہوریت میں دھارے کے ساتھ بہنا پڑتا ہے۔ جب کہ اسلام دھارے پر چڑھنے کو کہتے ہیں۔ اسلامی مملکت کے لیے صرف ایک ایماندار فرد کی حکومت کافی ہے کہ وہ ایماندار فرد اپنے احکامات نہیں بلکہ قرآنی احکامات ہم سے منواتا ہے۔ لہٰذا میرے بھائی اسلام اور جمہوریت کو اجماع ضدین سمجھئے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے یہاں جمہوری نظام پنپ نہیں سکا۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے مزاج سے مطابقت نہیں رکھتا۔ یہاں

جمہوریت کے علمبرداروں کو بھی ڈکٹیٹر بننا پڑا ہے اور بالآخر یہی چیز ان کے زوال کا باعث بنی کہ زبان پر تو جمہوریت کا نعرہ ہوتا تھا لیکن کرتوت ڈکٹیٹروں سے بھی بدتر۔

غالباً آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔ اس پر ٹھنڈے دل سے غور کیجیے۔

پھر جمہوریت کی سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ اس میں صرف ووٹ گنے جاتے ہیں بقول اقبال "بندوں کو پرکھا نہیں جاتا" جو چاہے دولت کے بل بوتے پر بحثیت امیدوار کھڑا ہو کر منتخب ہو جائے۔ غور کرنے کی بات ہے کہ دفتر کی کلرکی کے لیے تو آپ کو فرسٹ کلاس گریجویٹ چاہیے۔ لیکن قوم کی باگ ڈور "لٹھ" قسم کے افراد کے ہاتھ میں دے دی جاتی ہے۔ شیخ مرغی سپلائر انگوٹھا چھاپ تو قومی اسمبلی میں پہنچ کر قانون سازی فرمائیں اور سیکنڈ کلاس گریجویٹ کو چپراسی بنانے کے لائق بھی نہ سمجھا جائے۔ ہے سمجھ میں آنے والی بات؟.... لاحول ولا قوۃ....

ابن صفی

۳ر نومبر ۱۹۷۹ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۱۱۴، خطرناک انگلیاں)

خطرناک انگلیاں ملاحظہ فرمایئے۔

ابھی میری علالت کا سلسلہ جاری ہی ہے۔ امراض جگر سے جلد چھٹکارا نہیں ہوتا۔ پوری طرح صحت یاب نہیں ہوا ہوں۔ لیکن اتنا تو کر ہی سکتا ہوں کہ جیسے تیسے آپ کو انتظار کی مزید زحمت سے بچالوں۔ لہٰذا کتاب حاضر ہے۔ میں نے انتہائی کوشش کی ہے کہ پڑھنے والوں کو مطمئن کر سکوں۔ اس کے باوجود بھی اگر کسی صاحب کو بہت زیادہ مزہ نہ آئے تو بیمار سمجھ کر معاف کر دیں۔ بس دعا کرتے رہیے کہ پوری طرح آپ کی خدمت کے قابل ہو جاؤں۔

اچھا اب پوری بات سن لیجیے اور پھر مجھ پر الزام لگایئے گا کہ میں حکومت سے کوئی انعام لینا چاہتا ہوں یا ایک سرمایہ دار گھرانے کے نام سے منسوب انعام کا متمنی ہوں۔ اگر میں اُس سوال کے جواب میں کوئی مقالہ لکھ رہا ہوتا تو اگلی سطریں مندرجہ ذیل ہوتیں۔

"شہنشاہیت نے اسلامی سماجی ارتقاء کی راہ روک لی تھی۔ ورنہ دنیا کو بھانت بھانت کے ازموں (Isms) کا منہ نہ دیکھنا پڑتا۔"

اور بھائی اسلام کو تماشا بنالیا ہے یار لوگوں نے، جسے دیکھو ایک نئی تفسیر لیے دوڑا آرہا ہے۔ لیکن اب وہ وقت دور نہیں جب دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔ انشاءاللہ عالم اسلام بیدار ہو رہا ہے۔

اور ہاں اس خیال کو دل سے نکال دیجیے کہ میں اپنے ہی جیسے کسی انسان سے انعام کا خواہاں ہوں۔ اس کا تصور بھی مجھے احساس کمتری کے گڑھے میں دھکیل دے گا۔ میرے لیے میرے اللہ کا یہی انعام کافی ہے کہ کتب فروش میری کتابوں کو "کرنسی نوٹ" کہتے ہیں۔

اُمید ہے کہ آپ کی تشفی ہوگئی ہوگی۔ بھائی صاحب اگر میرے سر میں لیڈری کا سودا سماتا تو کبھی کا لیڈر بن کر اب تک دریا بُرد ہو چکا ہوتا۔ کیا سمجھے! میری طرف سے بدگمان نہ ہوا کیجیے۔ میں ہمیشہ غریب مسلم عوام کے ساتھ رہا ہوں اور انشاء اللہ مرتے دم تک رہوں گا۔ کیوں کہ میں بھی غریب ہی ہوں۔ غربت ہی میں ہوش سنبھالا تھا اور اللہ سے دعا ہے کہ غریبوں کے ساتھ مجھے اٹھائے۔ آپ کی باتوں نے مجھے بہت زیادہ دکھی کر دیا ہے بہر حال خدا آپ کو خوش رکھے۔

والسلام

ابن صفی

یکم مئی ۱۹۸۰ء

پس نوشت

(عمران سیریز نمبر ۱۱۴، خطرناک انگلیاں)

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس کتاب کو مکمل کرنے کے قابل ہوا۔ اس کتاب کو دسمبر ۱۹۷۹ء کے اواخر میں آنا چاہیے تھا۔ اسی مناسبت سے کام کر رہا تھا۔ نصف کے قریب کتاب کا مسودہ دسمبر ۱۹۷۹ء میں چھپ گیا تھا۔ جیسا کہ پیشرس کی تاریخ سے اندازہ لگا سکیں گے۔ دسمبر ہی میں مجھ پر مرض کا دوسرا شدید حملہ ہوا۔ اور کتاب جہاں کی تہاں رہ گئی۔ میری حالت اتنی بگڑی کہ ہسپتال داخل ہونا پڑا۔

اب بھی پوری طرح صحت یاب نہیں ہوا ہوں۔ لیکن اتنا تو کر ہی سکتا ہوں کہ جیسے تیسے آپ کو انتظار کی مزید زحمت سے بچا لوں۔ لہٰذا کتاب حاضر ہے۔ میں نے انتہائی کوشش کی ہے کہ پڑھنے کو مطمئن کر سکوں۔ اس کے باوجود بھی اگر کسی صاحب کو بہت زیادہ مزہ نہ آئے تو بیمار سمجھ کر معاف کر دیں۔

دوسری عرض یہ ہے کہ اس دوران میں کاغذ کی گرانی کے ساتھ ہی ساتھ طباعت کے دوسرے لوازمات کی قیمتوں میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ لہٰذا مجبوراً عام نمبروں کی قیمت میں پچاس پیسوں کا اضافہ کرنا پڑا ہے اور خاص نمبروں کی قیمت میں ایک روپے کا۔ یعنی اب عام نمبر چار روپے کے اور خاص نمبر چھ روپے کے ہوا کریں گے۔ ایجنٹ حضرات نوٹ فرما لیں۔

والسلام

ابن صفی

یکم مئی ۱۹۸۰ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۱۱۵، رات کا بھکاری)

رات کا بھکاری ملاحظہ فرمایئے۔ میں ابھی تک پوری طرح صحت یاب نہیں ہوا ہوں لیکن بہر حال اللہ کا کرم ہے کہ کسی قدر آپ کی خدمت کے قابل ہو سکا ہوں رات کا بھکاری ایک بالکل نئے انداز کی کہانی ہے مجھے یقین ہے کہ آپ اسے پسند فرمائیں گے

میں ان تمام پڑھنے والے موقع شکر گزار ہوں جو خط لکھ کر میری خیریت دریافت کرتے رہتے ہیں فردن فردن جواب لکھنے کی سکت تو میں خود میں نہیں پاتا لیکن یہ میری درخواست برابر جاری رہے گی کہ مجھے اپنی دعاؤں میں برابر یاد رکھیے علاج مسلسل جاری ہیں لیکن صحت کلی اللہ کے اختیار میں ہے

ایک بھائی نے پوچھا ہے کہ جب ابھی آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو آپ لکھ کیوں رہے ہیں جب تک بالکل صحت یاب نہ ہو جائیں ہر گز نہ لکھیں

کیا عرض کروں بھائی اس احساس سے پیچھا چھڑانے کے لیے کچھ نہ کچھ کرتا رہتا ہوں کہ بیمار ہوں میرا خیال ہے کہ جس قدر بھی صحت مجھے ہوئی ہے اس نے اسی رویے کو دخل ہے۔

پچھلی کتاب خطرناک انگلیاں کی پسندیدگی کا شکریہ مجھے ضرور ادا کرنا چاہیے مجھے خدشہ تھا کہ کہیں نہ کہیں وقفہ طویل ہو جانے کی بنا پر اپ کہانی میں کوئی جھول نہ محسوس کریں لیکن خدا کا شکر ہے کہ کسی نے بھی اس قسم کی کوئی شکایت نہیں کی صرف ایک خط ایسا ملا ہے جس میں مجھے مشورہ دیا گیا ہے کہ اب کوئی اور پیشہ اختیار کر لوں۔ ان صاحب نے جو کچھ لکھا ہے اسے وہ تنقید قرار دیتے ہیں ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ کسی چیز کو اچھا یا برا کہہ دینا تنقید نہیں ہے تنقید کے لئے ضروری ہے کہ پسندیدگی یا ناپسندیدگی کے اسباب سے باقاعدہ بحث کی جائے آپ مجھے لکھیں کہ کتاب آپ کو کیوں پسند نہیں آئی کہانی میں کیا خامی تھی۔

کچھ بھائیوں نے فرمائش کی ہے کہ اب پھر ایک سلسلہ فریدی اور حمید کا لکھ ڈالوں۔ میاں کی خواہش ضرور پوری کروں گا مگر ابھی نہیں شراب ذرا کچھ اور ذہنی توانائی حاصل کر لینے دیجئے دراصل

فریدی پر مجھے بہت محنت کرنی پڑتی ہے بہرحال دعا فرمایئے کہ جلد پوری طرح آپ کی خدمت کے قابل ہو جاؤں۔

ویسے فریدی پسندوں کے لیے ایک خوشخبری یہ بھی ہے کہ عنقریب نئے افق کا ادارہ ایک اور ماہنامہ نیا رخ کے نام سے لا رہا ہے۔ لہٰذا اسی فریدی کے ناول از ابتدا تا انتہا یکے بعد دیگرے شائع ہوں گے اور ایک **مکمل** ناول شکرال کا بھی ہوا کرے گا

والسلام

ابن صفی

۵جون ۱۹۸۰ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۱۷، ڈاکٹر دعاگو)

لیجیے ڈاکٹر دعاگو بھی کتابی صورت میں حاضر ہے.... یہ ناول روزنامہ "حریت" کراچی میں بالاقساط شائع ہوتا رہا ہے۔ کسی اخبار کے لیے لکھنا میرے لیے نیا تجربہ تھا۔! بہر حال اسے بھی میرے پڑھنے والوں نے کافی سراہا ہے۔ بہیترے حضرات تو یہاں تک کہہ رہے ہیں کہ یہ عمران سیریز اور جاسوسی دنیا کے ان دونوں ناولوں سے بہتر ہے جو میری صحت یابی کے بعد شائع ہوئے ہیں۔ پسند اپنی اپنی!

دو تین قسطیں ہی شائع ہوئیں تھی کہ کہ ایک پڑھنے والے کا نہایت گرماگرم خط آ پہنچا جس کا متن یہ تھا کہ میں یہ کیسی گھٹیا حرکت کر بیٹھا ہوں۔ کسی روزنامے کے لیے لکھنا میرے شایانِ شان نہیں ہے۔!

اول تو میری شان ہی کیا دوسرے یہ کہ اپنے یہاں کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ گھٹیا اور بڑھیا کے عجیب عجیب معیار قائم کر رکھے ہیں یار لوگوں نے۔ ارل اسٹینلے گارڈنر ساری دنیا میں سب سے زیادہ پڑھے جاتے ہیں۔ کئی بڑے دانش وروں نے بھی ان کے کارناموں کو سراہا ہے۔ انھی گارڈنر صاحب کے بہیترے اچھے ناول سب سے پہلے امریکہ کے بعض روزناموں اور ہفت روزہ اخبارات میں بالاقساط شائع ہوئے پھر کتابی صورت میں آئے ہیں۔

"حریت" پاکستان کا ایک بلند پایہ روزنامہ ہے۔ مُلک کے بہترین دماغ اس کے کارکن ہیں۔ لہٰذا میں نہیں سمجھتا کہ اس کے لیے ناول لکھنا گھٹیا بات کیسے ہوئی۔ ویسے سچی بات تو یہ ہے ؎

میں خود آیا نہیں لایا گیا ہوں میں

"حریت" کے ایڈیٹر فخر ماتری صاحب بڑے باحوصلہ آدمی ہیں جس کام کا تہیہ کرتے ہیں ہر حال میں کر گزرتے ہیں۔

ابن صفی

۸ر فروری ۱۹۶۴ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۱۱۸، جونک کی واپسی)

"جونک کی واپسی" حاضر ہے۔ ڈاکٹر دعاگو کی طرح یہ داستان بھی روزنامہ حریت میں بالاقساط شائع ہو چکی ہے!....

اس دوران میں بہتیرے پڑھنے والوں نے "سنگ ہی" کی واپسی کی فرمائش کی تھی اس کی واپسی کے امکانات کا جائزہ لینے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ گنجائش ہے۔ واپسی ہو سکے گی، میرے پڑھنے والے غالباً بھولے نہ ہوں گے کہ سنگ ہی عرف عام میں "جونک" کہلاتا تھا....

بہرحال واپسی ہو گئی ہے۔ لیکن اس کتاب میں واپسی ہی کی حد تک ہے.... ویسے یہ اور بات ہے کہ پوری کہانی پر سنگ ہی چھایا نظر آئے۔ اس تمہید کا مقصد یہ ہے کہ سنگ ہی کی دوسری کہانی کے منتظر رہیے۔ جو پہلے حریت مین بالاقساط شائع ہو گی پھر کتابی صورت میں پیش کی جائے گی...!

میرے پڑھنے والوں نے بڑی شدت سے استفسار کیا ہے کہ اب میں صرف "حریت" کے لیے وقف ہو گیا ہوں آخر جاسوسی دنیا اور عمران سیریز کے ناول پابندی سے کیوں نہیں شائع ہو رہے۔ گزارش ہے کہ جب سے دوبارہ لکھنا شروع کیا ہے "موڈ" کا پابند ہو گیا ہوں۔ پہلے کی طرح طبیعت پر جبر کر کے نہیں لکھتا۔ معالج کا مشورہ بھی یہی تھا کہ فی الحال کچھ دنوں تک موڈ ہی کے پابند رہیے۔ آہستہ آہستہ معمول پر آنا مناسب ہو گا۔ لہٰذا اسی ہدایت پر عمل کر رہا ہوں۔ توقع ہے کہ جلد ہی اس قابل ہو جاؤں گا کہ پڑھنے والوں کو کسی شکایت کا موقع نہ ملے۔

جونک کی واپسی ایک مکمل کہانی ہے.... یہ اور بات ہے کہ اصل مجرم کا کوئی کچھ نہ بگاڑ سکا ہو۔ ایسا بھی ہوتا ہے.... لیکن بعض پڑھنے والے تو یہی کہتے ہیں "کیا ہوا.... کچھ بھی تو نہیں؟ آخیر میں کہانی پھس ہو کر رہ گئی۔"

اب انہیں کون سمجھائے بھائی بعض کہانیاں ایسی بھی ہوتی ہے جن کا مزاج بہت زیادہ ڈھول دھپے کا متحمل نہیں ہو سکتا اور نہ ان کا اختتام ہی ڈرامائی انداز اختیار کر سکتا ہے۔ لیکن وہ تو کہتے ہیں "فلاں ناول جیسا تھا.... ویسا یہ نہیں ہے۔!"

یہ تو بڑی اچھی بات ہوئی کہ یہ اس سے مختلف ہے۔ ورنہ آپ ہی "بور بور" کا نعرہ بلند کرنے لگتے۔ میں خود ہی کوشش کرتا ہوں کہ کہانیوں پر ٹریٹمنٹ میں مماثلت نہ ہونے پائے۔

ابن صفی

۸ / جون ۱۹۶۴ء

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۱۱۹، زہریلی تصویر)

"جونک کی واپسی" کے بعد زہریلی تصویر ملاحظہ فرمایئے... اور مجھے مطلع کیجئے کہ عمران اور سنگ ہی کے مابین خاطر خواہ "مجادلہ" ہوا ہے یا نہیں۔ اب اسے کیا کہئے کہ سنگ ہی کو عمران کے اندازے کے برخلاف پہلے ہی ہوش آ گیا تھا.... خیر جانے دیجئے!...... پھر سہی!...... انہیں جس چیز کی تلاش تھی مل گئی.... لیکن بھلا کس کا ہوا؟ یہ کہانی بتائے گی۔ سنگ ہی نے تو وہاں بھی چوٹ دینے کی کوشش کی تھی....

اگر آپ اس کہانی کو نامکمل کہیں تو یہ زیادتی ہو گی۔ قصہ شروع ہوا تھا پروفیسر کی موت سے.... اور اُسی کے گرد کہانی گھومتی رہی۔ وہ کیوں قتل کیا گیا تھا۔ کس نے قتل کیا تھا؟ ان دونوں باتوں کا جواب آپ کو اس کہانی میں مل جائے گا!۔ رہی "انجمن بے باکان" کی بات تو اس کے متعلق تفصیلات "بیباکوں کی تلاش" میں ملاحظہ فرمایئے گا.... ساجدہ کا کردار اُس میں اور زیادہ ابھر کر سامنے آئے گا....!

اِدھر کچھ خطوط کے ذریعے شکایت موصول ہوئی ہے کہ میری کتابوں میں کتابت کی غلطیوں کی طرف دھیان نہیں دیا جاتا۔ عرض ہے کہ عطف و اضافت کی غلطیاں اکثر بغور دیکھنے کے باوجود بھی رہ جاتی ہیں۔ ویسے پوری پوری کوشش کی جاتی ہے کہ ایسا نہ ہونے پائے.... پھر جناب کاتب حضرات تو ہاتھ سے لکھتے ہیں دماغ سے نہیں.... اور یہ بھی اچھا ہی ہے کہ دماغ نہیں استعمال کرتے.... اگر کبھی دماغ بھی استعمال کر جاتے ہیں تو پھر مصنف کے لئے ملک الموت ہی ثابت ہوتے ہیں!۔ مثال کے طور پر ایک واقعہ عرض ہے.... کسی اچھے لکھنے والے نے شہرہ آفاق مصور پکاسو پر ایک مضمون لکھا اور مضمون کی سرخی بھی "پکاسو" ہی رکھی.... کاتب صاحب لکھتے وقت چونکے سرخی کو آنکھیں پھاڑ کر گھورا.... پھر مسکرائے اور سر ہلا کر زیر لب بولے "اچھا" "ر" لکھنا بھول گئے!..."

لہٰذا انھوں نے ازراہِ چشم پوشی ایڈیٹر سے بھی کچھ نہ کہا اور سرخی جما دی "پکاسور"......

پھر پورے مضمون میں جہاں بھی "پکاسو" کا نام آیا "ر" کا اضافہ کرتے چلے گئے...!

پروف ریڈر عموماً فرض کر لیتے ہیں کہ کاتب نے سب ٹھیک ہی لکھا ہو گا۔ بھلا نقل کے لئے عقل

کی کیا ضرورت...... لہٰذا رسالے میں "پکاسور" پر ایک مبسوط مقالہ شائع ہو گیا!..... اور ایڈیٹر صاحب اپنی میز پر سر کے بل کھڑے یہ سوچتے رہ گئے کہ آئندہ پڑھے لکھے لوگوں کو کیسے منہ دکھائیں گے....

اکثر کتابت کی غلطیاں لطیفہ بھی بن جاتی ہیں! ایک مشہور ماہنامے کے غلط نامے میں ایک جگہ یہ تحریر نظر آئی "صفحہ فلاں کی سطر میں بھینس کی بجائے جینیس (GENIUS) پڑھا جائے...!"

ملاحظہ فرمایا آپ نے جینیس کی جگہ بھینس لکھ گئے تھے قبلہ کاتب صاحب!۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی جینیس صوری اعتبار سے بھینس سے بھی بدتر ہو لیکن اس کے افعال و اقوال پر "بھینسانہ پن" کا شبہ بھی نہیں کیا جا سکتا..... پھر بھلا بتائیے کاتب صاحب کو جینیس پر بھینس کا دھوکا کیونکر ہوا.....

بس جناب یہ حضرت صرف ہاتھ سے لکھیں تب بھی مصیبت اور خدانخواستہ دماغ لڑا بیٹھیں تو پکاسو جیسے مصور کی بھی مٹی پلید کر دیں۔ لہٰذا اکثر سوچتا ہوں کہ کہیں کاتب کا دماغ اللہ میاں کا کوئی تجریدی کارنامہ تو نہیں....!.....

آپ بھی غور فرمائیے.... اور اس کتاب میں بھی کہیں کتابت کی کوئی غلطی نظر آئے تو اس کے علاوہ اور کچھ نہ سوچیے گا کہ ہمارے کاتب صاحب بھی نالائق دہ....یعنی کہ وہی خیر ہٹائیے....!

ابن صفی

۲۹ ؍ اکتوبر سنہ ۱۹۶۴

پیشرس

(عمران سیریز نمبر ۱۲۰، بیباکوں کی تلاش)

جونک کی واپسی اور زہریلی تصویر کے بعد بیباکوں کی تلاش ملاحظہ فرمایئے یہ اس سلسلے کی آخری کتاب ہے!

جونک کی واپسی مادام نشی کا کی مکمل کہانی تھی۔ زیریلی تصویر میں پروفیسر راشد کا قصہ تھا۔ بیباکوں کی تلاش میں صبیحہ کی داستان اور انجمن کا طریق ار ملاحظہ فرمایئے....!

مجھے یقین ہے کہ صبیحہ کا کردار پسند کیا جائے گا.... وہ ایک ہلکی قسم کی اذیت پسندی کا شکار ہے۔ دوسروں کو جھلاہٹ میں مبتلا کرکے مسرور ہونا اس کی فطرت ثانیہ بن چکی ہے...

سنگ ہی بھی اس کہانی میں ذہنی جنگ کے ماہر کی حیثیت میں نظر آئے گا۔ عمران اور وہ دونوں ہی ایک دوسرے کی تاک میں تھے۔ اس لئے شروع سے اخیر تک ذہنی جنگ ہوتی رہی ہے۔ ذہنی جنگ میں بہت زیادہ دھینگا مشتی یا ٹھائیں ٹھوئیں کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ زیادہ تر پڑھنے والے اسی دھوم دھڑکے کے منتظر رہے ہوں گے کیونکہ یہ اِس سلسلے کا آخری مقابلہ تھا....

کہانی ختم ہونے کے بعد آپ سوچیں گے کہ کئی معاملات کی وضاحت نہیں کی گئی.... دیدہ و دانستہ ایسا ہوا ہے۔ کہانی کی تکنیک اسی کی متقاضی تھی کہ کچھ سوالات کے جواب پڑھنے والے خود ہی مرتب کریں۔

اکثر پڑھنے والے بعض بہت پرانے اور غیر اہم کرداروں کی واپسی کے مطالبے کرتے رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر ابھی حال ہی میں ایک صاحبہ نے "لاشوں کا آبشار" والی کنول کی واپسی کی فرمائش کی ہے۔

اس سلسلے میں کیا عرض کیا جائے۔ ویسے اب اگر کنول واپس بھی آئی تو آپ بور ہو کر رہ جائیں گی کیونکہ اُس کے پیچھے کم از کم سات عدد بچوں کی فوج بھی ہو گی! اب وہ اتنی زندہ دل اور کھلنڈری نہیں رہی۔ بچوں کو ہر وقت جھڑکنے اور آنکھیں دکھاتے رہنے کی وجہ سے چہرے کی شادابی اور شوخی رخصت ہو چکی

ہے۔ شوہر پر طنز کرتے رہنے کی بنا پر آواز میں زہریلا پن پیدا ہو گیا ہے۔ کئی کئی دن تک لباس نہیں تبدیل کرتی۔ زیادہ تر باورچی خانے میں سر کھپاتی رہتی ہے۔ بھلا بتایئے کیا حال ہو گا آپ کی جمالیاتی حس کا جب آپ اسے برتن مانجھتے دیکھیں گی اور اس وقت تو آپ آنکھیں ہی بند کر لیں گی جب وہ برتن مانجھ چکنے کے بعد ہاتھوں کو تولئے سے خشک کرنے کی بجائے قمیض کے پچھلے دامن پر پھیرتی نظر آئے گی۔

ایسی بہتیری باتیں جن سے آپ کا ذوق مجروح ہو سکتا ہے۔ اس لئے خاص کرداروں کے علاوہ دوسرے کردار نئے ہی چلنے دیجئے۔ ویسے انور اور رشیدہ کے سلسلے میں آپ کی خواہش ضرور پوری کی جائے گی.....! لیکن..... کب؟... دیکھئے کب موقع ملتا ہے!۔

فی الحال زیر نظر ناول کے بعد کوئی ضخیم ناول لکھنے کا ارادہ نہیں۔ اب تو بس اسی کی فکر ہے کہ آپ ہر ماہ پابندی سے میری ایک کتاب پڑھتے رہیں...

آئندہ ناول جاسوسی دنیا کا عام شمارہ "سنہری چنگاریاں" ہو گا۔ اس کے بعد عمران سیریز کا کوئی ناول آئے گا۔ اور پھر یہ دونوں سلسلے اسی ترتیب سے چلتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ....!

اپنے پڑھنے والوں سے ایک گزارش اور کروں گا وہ یہ کہ براہ کرم بیرنگ خطوط نہ بھیجا کریں۔ سخت کوفت ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر ابھی کل ہی ایک بیرنگ خط ملا جو میرے آفس کے قریب ہی ایک علاقے سے بھیجا گیا تھا۔ میں سمجھا شاید کوئی ایسا ضرورت مند ہے جس کے پاس ٹکٹ خریدنے کے پیسے نہیں... پتہ نہیں بے چارے نے کیا لکھا ہو لہٰذا تیس پیسوں کا خون کر کے لفافہ وصول کر لیا۔ اَب جو کھولتا ہوں تو بے ساختہ یہی دل چاہتا ہے کہ چیخ چیخ کر آسمان سر پر اٹھا لوں یا پیوند زمین ہو جاؤں....!

جناب نے تحریر فرمایا تھا۔ "اب انور رشیدہ کی بھی شادی کرا دیجئے۔ کسی کتاب میں دکھایئے کہ عمران کے بھائی پیدا ہو رہا ہے۔ مزہ آ جائے گا...."

ضرور مزہ آ جائے گا اور آپ کے لئے تو میری یہ دعا ہے کہ آپ کے مزید ساڑھے تین درجن بھائی پیدا ہوں....!

ابن صفی

۲۸ / مئی ۱۹۶۵ء

پیشرس

(دیگر تصانیف)

پیشرس

(اب تک تھی کہاں)

کسی دوسرے ادارے سے میری کتاب شائع ہونے پر آپ کو حیرت تو ضرور ہوگی۔ لیکن یہ حلقہ احبابِ ادب ہے۔ اِسے میری طرف سے سِرّی ادب تخلیق کرنے والوں کے لیے ایک تجویز سمجھئے۔ آخر ہم بھی ایک حلقہ کیوں نہ بنائیں؟

ہماری بھی ایک تنظیم ہونی چاہیے۔ اس لیے نہیں کہ ہم اپنی آواز "کسی" تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ اس لیے بھی نہیں کہ مجھے "چودھراہٹ" کا شوق چرایا ہے۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ آخر ہم اپنی مدد آپ ہی کیوں نہ کریں۔ توقع ہے کہ سرّی ادیب اس پر ضرور غور کریں گے۔

اب آیئے اس کتاب کی طرف، یہ کہانی کراچی کے بلند پایہ ماہنامے "عالمی ڈائجسٹ" میں بالاقساط شائع ہو چکی ہے۔ خواجہ نجم الدین نجمی کی روداد ہے جِسے میں نے اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے۔

خود آدمی کا ذہن کتنا پُر اسرار ہے؟ کیسی کیسی کیفیات سے گزرتا ہے۔ کن کن ادوار کی پرچھائیاں اس میں رینگتی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ دوسرے ذہنوں کو وہ کس طرح اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔ یہ کہانی ایسے ہی سوالات پر مشتمل ہے۔

مصری اساطیر کی فضا میں یہ کہانی پروان چڑھتی ہے، اور اختتام بیسویں صدی پر ہوتا ہے۔ اس میں سسپنس بھی ہے، رومان بھی ہے اور ڈرامہ بھی....! آپ یہی سمجھیں گے جیسے کوئی فلم دیکھ رہے ہوں۔

ابن صفی

۱۴مارچ ۱۹۷۴ء

حرفِ آغاز

(ڈپلومیٹ مرغ)

طنز و مزاح میرا فن نہیں میری کمزوری ہے کمزوری اس لیے کہ میں صاحب اقتدار نہیں ہوں۔ صاحبِ اقتدار و اختیار ہوتا تو میرے ہاتھ میں قلم کی بجائے ڈنڈا نظر آتا اور میں طنز کرنے یا مذاق اڑانے کی بجائے ہڈیاں توڑتا دکھائی دیتا۔ (الحمدللہ کہ میری یہ کمزوری قوم کی عافیت بن گئی اور قوم بلا سے "واہ واہ" نہ کرے اسے "ہائے ہائے" تو نہیں کرنی پڑے گی۔ اس قلم دان کے لیے یہی بہت ہے)

قلم دان پر چونکنے کی ضرورت نہیں۔ دراصل ہیچ مداں لکھنا چاہتا تھا لاشعوری طور پر قلم دان لکھ گیا جس کا نفسیاتی پس منظر یہی ہو سکتا ہے کہ بسیار نویسی کی بنا پر خود کو قلم دان تصور کرنے لگا ہوں۔

ڈپلومیٹ مرغ اور دوسرے طنزیات و مضحکات ملاحظہ فرمایئے کل چودہ عدد ہیں۔ ان میں طالب علمی کے زمانے سے اب تک کے وہ مضامین شامل ہیں جو اِدھر اُدھر سے مشتاق احمد قریشی کے ہاتھ لگے ہیں۔ میرے پاس ان کا کوئی ریکارڈ نہیں۔ مشتاق احمد کے بیان کے مطابق ان کی تلاش و جستجو اب بھی جاری ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ ایسے ہی کئی مجموعے مرتب کر سکیں گے۔ ریکارڈ نہ ہو میرے پاس لیکن مجھے یاد تو ہے کہ میں نے کتنا لکھا ہے۔

زیرِ نظر طنزیات اور پیروڈیز میں سے "آبِ وفات، دیوانے کی ڈائری، میں افسانہ کیونکر لکھتا ہوں، چاپلوسی، ایک ادبی نشست اور اَب کِدھر جاؤں ۵۲ء سے قبل بھارت میں طغرل فرغان کے نام سے لکھے گئے تھے اور وہیں شائع بھی ہوئے تھے۔ "اب کدھر جاؤں" بعض تبدیلیوں کے ساتھ یہاں "عالمی ڈائجسٹ" میں دوبارہ شائع ہوا تھا۔

بہر حال جو کچھ بھی ہے حاضر ہے۔ مشتاق صاحب کا خیال تھا کہ اس مجموعے کا مقدمہ "کسی اور" سے لکھوایا جائے۔ میں نے کہا بھائی بحیثیت جاسوسی ناول نگار میں خود ہی ان اصنافِ ادب کے لیے "کوئی اور" بن سکتا ہوں لہٰذا اس مجموعے کے "مقدمے" کے لیے بھی دنیائے ادب کی اسی "دس نمبری" کی خدمات حاصل کیجیے۔ کسی شریف آدمی کی "بے عزتی خراب کرانے" سے کیا فائدہ۔ اگر کسی صاحب نے

ازراہِ مروّت کچھ بھی لکھ دیا تو اپنے حلقے میں بسور بسور کر کہتے پھریں گے "یار کیا بتاؤں فلاں صاحب سر ہو گئے تھے.... لکھنا ہی پڑا.... ورنہ بھلا میں.... لاحول ولا قوۃ...!"

نفسِ مضمون سے متعلق کارٹون بھی ملاحظہ فرمایئے۔ یہ کارٹون مستقبل کے بہت بڑے کارٹونسٹ جمشید انصاری نے بنائے ہیں مَیں پورے یقین کے ساتھ انہیں مستقبل کا بہت بڑا کارٹونسٹ لکھ رہا ہوں (اگر انہوں نے کسی وجہ سے پٹڑی نہ بدل دی تو آپ دیکھ لیں گے۔)

والسلام

ابن صفی

۱۹۷۵ء

پیش لفظ

(پرنس چلی)

یادش بخیر۔ اس کہانی کا ایک حصہ غالباً ۱۹۵۸ء میں ”زلفیں پریشان ہو گئیں“ کے نام سے خود میں نے شائع کیا تھا۔ اب دوسرے حصے سمیت ”پرنس چلی“ کے نام سے ”ادارہ احبابِ ادب“ پیش کر رہا ہے۔

چلی کی تاریخ پیدائش اتنی ہی پرانی ہے جتنی تہذیب کے ارتقاء کی۔ چلّی ہر دور اور ہر طبقے میں پیدا ہوتے رہے ہیں۔ پرنس چلی سے شیخ چلی تک۔ پتھر کے زمانے سے لے کر خلائی دور تک چلیوں کی بھرمار نظر آئے گی۔ تختِ سلطنت کے پر متمکن ہو کر عالمِ بالا کی فرماں روائی تک کے خواب دیکھ ڈالتا ہے او شیخ چلّی کی حیثیت میں انڈے سے ابتدا کر کے گھی کے ہنڈے سے بھی ہاتھ دھوتا ہے۔ کچھ بھی ہو۔ ”غیر چلّیوں“ کے لیے تفریح کا سامان ضرور بنتا ہے۔ خواہ عقابوں کی بے وفائی کی بنا پر افراسیاب کی طرح تخت سمیت عرش سے فرش پر سر کے بل آ پڑے، خواہ خیالی اولاد کو جھڑکتے وقت سر سے گھی کا ہنڈا ہی گرا دے۔

چلّی نہ ہوتے تو انسانی تاریخ بالکل سپاٹ ہوتی۔ نہ جنگیں ہوتیں اور نہ طوائف الملوکی فروغ پاتی۔ نہ عروج ہوتا اور نہ زوال۔ دنیا اتنی پُر رونق ہرگز نہ ہوتی اگر مختلف اقسام کے چلّی اس کے لیے سر دھڑ کی بازی نہ لگاتے۔

چلّی ایک میعار ہے۔ ایک پیمانہ ہے۔ کسی عاقل ترین آدمی کے انجام کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس کی پوری زندگی کا تجزیہ کر ڈالیے اور پھر ٹھوڑی پر انگلی رکھ کر سوچا کیجیے ”یار یہ بھی تو چلّی ہی تھا۔“

”چلّیت“ ایک آفاقی حقیقت ہے۔ ہم سب چلّی ہیں۔ لیکن بڑی عجیب بات ہے کہ خود کو اس بھیڑ سے الگ کر کے تفریح کے لیے دوسرے چلّیوں کی تلاش میں رہتے اگر میری بات پر یقین نہیں تو ذرا ایک نظر اپنے ہوائی قلعوں پر بھی ڈال لیجیے پھر تخت کے پائے سے بندھے ہوئے عقاب دھوکا نہ دے جائیں تو میرا ذمّہ۔ اگر گھی کا ہنڈا سر سے نہ گر جائے تو میں جواب دہ۔ غرضیکہ ؎

ہم بھی چلّی، تم بھی چلّی، چلّی ہے جگ سارا

تو پھر ملاحظہ فرمائیے.... پرنس چلی۔

ابن صفی

یکم نومبر ۱۹۷۷ء

اداریہ

(ابن صفی کی جاسوسی دنیا)

اِس بار کیا باتیں کی جائیں آپ سے.... جی ہاں! یہ اپریل اور مئی کا مشترکہ شمارہ ہے لیکن سالانہ خریداروں کو مطمئن رہنا چاہیے! اُنھیں ہر حال میں بارہ پرچے ملیں گے خریداری میں....! پرچہ لیٹ کیوں ہوا!.... یہ نہ پوچھیے.... ورنہ ایک لمبی داستان چھیڑنی پڑے گی! ویسے آپ اتنا تو جانتے ہی ہیں کہ گرمیوں کا موسم میرے لیے بے حد تکلیف دہ ہوتا ہے۔ اس موسم میں میرا محبوب ترین مشغلہ یہ ہوتا ہے کہ چھیڑ چھیڑ کر جھگڑے کرتا پھروں.... کافی بھونکتا ہوں لیکن کاٹنے کی ہمت اس لیے نہیں پڑتی کہ دوسرے بھی دانت رکھتے ہیں! اور کراچی کی گرمیاں تو بسا اوقات بہت ہی ثقہ لوگوں کو ابن صفی بنا کر رکھ دیتی ہیں! اس لیے بھیا سلامتی اسی میں ہے کہ صرف بھونکتے رہو!۔ اور اگر مقابل بھی بھونکنے پر آمادگی ظاہر کرے تو دُم دباؤ اور کھسک لو۔ کسی دوسری طرف ورنہ ہر بھونکنے والا تو ابن صفی ہو نہیں سکتا!.... آئندہ ایڈیشن میں آپ کچھ نئی تبدیلیاں پائیں گے! شائد وہ حضرات بھی آئندہ شمارے کو پسند کرسکیں جنھیں "ابن صفی" کی اجارہ داری ایک آنکھ نہیں بھاتی!....

کیا کروں؟... نئے نئے تجربات کرتا رہتا ہوں تاکہ یکسانیت آپ کو بوریت کے غاروں میں نہ دھکیل سکے! کبھی یہ تجربات ناکام ہو جاتے ہیں اور کبھی توقعات سے بڑھ کر کامیاب! ...

ایک صاحب نے عرصہ ہوا تجویز پیش کی تھی میگزین ایڈیشن میں ایک آدھ کہانی اسرار و سراغ کی بھی ہونی چاہیے ورنہ رسالے کے نام اور مواد میں ہم آہنگی نہ ہونے کی بنا پر بوریت محسوس ہو گی!...

اُن کی یہ خواہش بھی آئندہ شمارے میں پوری ہو جائے گی.... مطمئن رہیں! میگزین ایڈیشن سے متعلق بہتیری اسکیمیں ذہن میں ہیں جنہیں وقتاً فوقتاً بروئے کار لایا جائے گا.... اَب یہ آپ کا فرض ہے کہ مجھے اُن کی کامیابی یا ناکامی سے باخبر رکھیں.... پوری طرح تعاون کریں تاکہ آپ کو شکایت کا موقع نہ مل سکے.... فقط

والسلام

ابن صفی

(اداریئے ابن صفی میگزین)

گفتگو

(فروری ۱۹۷۷ء)

لیجیے... یہ رہا ابن صفی میگزین.... کسی بلند و بانگ دعوے کے ساتھ نہیں آیا اور نہ ہی یہ میرے لیے کوئی نئی چیز۔ ۱۹۶۰ء میں جاسوسی دنیا کا میگزین ایڈیشن نکالا تھا۔ لیکن چار ہی شمارے آئے تھے کہ بیمار پڑ گیا۔ پھر تین سال تک کچھ لکھ ہی نہ سکا! اُس میگزین سے متعلق یہی اسکیم تھی کہ اُسے ریڈرز ڈائجسٹ سائز پر لا کر کچھ اسی قسم کی چیز بنا دیا جائے گا... لیکن اللہ کو منظور نہیں تھا۔ پھر میری علالت ہی کے دوران میں اُردو ڈائجسٹ آ گیا۔ میں نے سوچا، چلو کسی کو سوجھی تو.... اُس کے بعد تو خدا کے فضل سے تانتا ہی بندھ گیا۔ بہر حال میری بہت پرانی خواہش تھی کہ کوئی ایسا ماہنامہ نکالا جائے جس میں ایس ایس کے شہ پارے شامل ہوں۔ ایک دن مشتاق احمد قریشی نے ذکر چھیڑا کہ وہ ایک ماہنامہ نکالنا چاہتے ہیں اور انہیں میرے تعاون کی ضرورت ہے۔ میں نے کہا بھئی مجھ سے جو ممکن ہو گا ضرور کروں گا۔ کہنے لگے امریکا میں مشہور مصنفوں کے نام پر ماہنامے نکل رہے ہیں۔ کیوں نہ ہم بھی اپنے مصنفوں کو "آنر" دینے کا سلسلہ شروع کر دیں اور کیوں نہ اس ماہنامے کا نام ہی "ابن صفی میگزین" رکھا جائے۔ دکھاوے کو بے حد شرمسار ہوا... اور دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے کہ ذاتی پبلسٹی کا کیا نادر موقع نصیب ہوا ہے فوراً منظوری دے دی۔ بہر حال اس صفحے پر ذاتی باتیں ہوں گی۔ میں نے اپنے دل کی ہر بات کہہ دی اور اب اس پر آپ کیا تبصرہ فرمائیں گے اس کا منتظر ہوں۔ میرے بہتیرے پڑھنے والوں کو یاد ہو گا کہ جاسوسی دنیا کے میگزین ایڈیشن میں بھی "خطوط" کے جوابات کے چند دلچسپ صفحات پائے جاتے تھے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ صفحہ انہی کی یادگار ثابت ہو۔ اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ دلچسپ جوابات کے لیے آپ کیسے خطوط لکھتے ہیں!

اس پرچے میں رنگا رنگ کہانیوں کے علاوہ جو خاص چیزیں پیش کی جا رہی ہیں اُن میں "نوابزادہ" اور "بلدران کی ملکہ" سرفہرست ہیں۔ "بلدران کی ملکہ" کا ذکر اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ سولہ سال بعد اپنے تکمیل کے مراحل کی طرف بڑھی ہے۔ "خواب زادہ" نے ایک نیا موڑ لیا ہے۔ ایس

ایم الیاس کی تحریر سے آپ آشنا ہیں اور اسے پڑھنے کی فرمائش بھی آپ ہی کی تھی۔ ’’تزک دو پیازی‘‘ نئے انداز کی ایک پرانی کہانی ہے اس سے آپ یقیناً محظوظ ہوں گے۔ باقی کہانیاں اُسی مزاج کی ہیں جیسی آپ فی الوقت پسند کرتے ہیں۔ اچھی کہانیاں منتخب کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

آئندہ بھی آپ کے مشوروں کا منتظر رہوں گا______

ابن صفی

گفتگو

(مارچ ۱۹۷۷ء)

میگزین کا دوسرا شمارہ حاضر ہے، پسندیدگی کا بہت بہت شکریہ۔ ایسے خطوط کی اکثریت پیشِ نظر ہے جن میں میگزین کے کارکنوں کی محنت کو سراہا گیا ہے۔ دوسرے نمبر پر وہ خطوط ہیں جن میں مشورے بھی دیئے گئے ہیں اور کسی قدر ناپسندیدگی کا اظہار بھی کیا گیا ہے۔ ایک صاحب نے لکھا ہے کہ نام تو ہے "ابنِ صَفی میگزین" اور بھر دیا گیا ہے ادھر ادھر والوں کو اس میں تو زیادہ تر آپ ہی کی تحریریں ہونا چاہیے تھیں۔ گزارش ہے کہ میں لکھنے کی مشین تو ہوں نہیں اور نہ یہی کر سکتا ہوں کہ لکھواؤں دوسروں سے اور آپ کی تشفی کے لیے اسے اپنے نام سے چھاپ دوں۔

دوسرے صاحب رقمطراز ہیں کہ میرا نیا مکمل ناول میگزین میں شائع ہونا چاہیے پرانا نہیں۔ میری پچھلی کتاب "بابا سگ پرست" کا پیشرس ملاحظہ فرمایئے۔ اس سے معلوم ہو جائے گا کہ ایسا کیوں نہیں کر سکتا۔

ان صاحب سے کلی طور پر متفق ہوں جنہوں نے لکھا ہے کہ عنوانات کو سمجھنے کے لیے فہرست مضامین سے رجوع نہ کرنا پڑے، یقین کیجیے کہ مجھے اس پر بے حد افسوس ہے کہ عنوانات کے طرزِ تحریر کی بنا پر پہلا ہی پرچہ "ڈائجسٹی" روایت کا شکار ہو گیا۔ ویسے عنقریب میں ایک "فرہنگِ عنوانات ڈائجسٹہا" مرتب کرنے والا ہوں۔ (زبان داں حضرات سے "ڈائجسٹہا" پر معافی کا طلبگار!)

ہاں جناب! میں نے مشتاق صاحب سے کہا تھا کہ اگر اتنی ہی باریک چھپائی دینی ہے تو اگلے پرچے کے ساتھ "ایک عدد محدب شیشہ مفت" کا اعلان بھی ہونا چاہیے۔ آج سے دس، بارہ سال پہلے میں نے ایک ادبی ماہنامے کے ایڈیٹر کو بھی ایسا ہی مشورہ دیا تھا۔ وہ اپنے ماہنامے کا سال نمبر دس، پندرہ سیر وزن سے کم کا نہیں نکالتے تھے۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ سال نمبر کے اشتہار میں "گدھا مفت" کا اعلان بھی کر دیا کرو، سیل بڑھ جائے گی۔

تیسرے نمبر پر وہ خطوط ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ کون سا بڑا تیر مارا ہے آپ نے، جیسے سارے

ڈائجسٹ، ویسا ہی آپ کا میگزین۔ درست فرمایا لیکن پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ یہ آہستہ آہستہ اپنی راہ الگ کرے گا، ویسے میرا خیال ہے کہ سارے ہی ڈائجسٹ اچھے ہیں اور آپ انہیں بھی پڑھتے ہیں، میں کبھی یہ نہ چاہوں گا کہ صرف میرا ہی میگزین پڑھا جائے، ورنہ پھر آپ اسے ہفت روزہ ایڈیشن بنا دینے کا مشورہ دینا شروع کر دیں گے اور اس کے بعد فرمائیں گے کہ روزنامہ ہوتا تو بہتر تھا۔

اچھا... اب اجازت دیجیے۔ دوسرے شمارے پر آپ کے تبصرے کا منتظر رہوں گا۔

والسلام

ابنِ صفی

گفتگو

(اپریل ۱۹۷۷ء)

میگزین کا تیسرا شمارہ حاضر ہے۔ دُوسرے شمارے کی پسندیدگی کا شکریہ۔ اس بار بھی بے شمار خطوط پیش نظر ہیں.... ! تسلیم کہ میگزین کی بھی وہی حیثیت ہونی چاہیے جو میری کتابوں کی ہے یعنی کسی قسم کے بھی گھرانے میں اُس کا داخلہ ممنوع نہ ہو۔ آپ یقین رکھیے کہ میری کوشش یہی ہو گی لیکن یہ اُسی صورت میں ممکن ہو گا جب آپ اپنی پسند اور ناپسند سے ہمیں برابر آگاہ کرتے رہیں۔ سرورق کے سلسلے میں بھی آیندہ خاصی احتیاط برتی جائے گی ______

اس بار سب سے زیادہ اس مسئلے پر بور کیا گیا ہوں جس کا تعلق میگزین سے قطعی نہیں ہے۔ بھائی! میں نہیں جانتا کہ شلجم کو کس زبان میں گونگلو کہتے ہیں اور آپ نے الیکشن کے سلسلے میں ٹی وی کے پروگرام میں جِس ڈاکٹر دعاگو کو دیکھا ہے۔ وہ میرا ڈاکٹر دعاگو قطعی نہیں تھا۔ اور میں اس کی تاریخ پیدائش سے بھی واقف نہیں ہوں۔ میرا ناول ڈاکٹر دعاگو ۱۹۶۳ء میں بالاقساط روزنامہ حریت کراچی میں شائع ہوا تھا اور کتابی صورت میں تاریخ اشاعت فروری ۱۹۶۴ء تھی۔ الیکشن ہی کے پروگراموں کے سلسلے میں راولپنڈی ٹیلی ویژن اسٹیشن نے مجھ سے ڈاکٹر دعاگو کی ڈرامائی تشکیل کرانے کی اجازت لی تھی۔ اس کا ٹریلر بھی دکھایا گیا تھا لیکن پتہ نہیں کیوں فلم نہیں دکھائی۔ اُن کی اپنی دشواریاں ہوں گی۔

گونگلو کے بارے میں امجد اسلام امجد سے بتوسط لاہور ٹیلی ویژن استفسار فرمایئے کیونکہ گونگلو والا ڈاکٹر دعاگو اُنہی کا تھا۔ وہی اس کی تاریخ پیدائش بھی بتا سکیں گے ______ اب ایک اعلان بھی سُن لیجیے! اگلے ماہ سے انجمن جرائد پاکستان کے فیصلے کے تحت ڈائجسٹوں کے صفحات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ جب صفحات بڑھیں گے تو قیمت میں اضافہ بھی ہو گا... بہر حال نوٹ کر لیجیے کہ اگلے ماہ سے ابن صفی میگزین کے صفحات میں اضافے کے ساتھ ساتھ قیمت بھی ایک روپیہ زیادہ ہو گی!

والسلام

ابن صفی

گفتگو

(مئی ۱۹۷۷ء)

میگزین کا چوتھا شمارہ حاضر ہے۔ اپنی سی کوشش کی گئی ہے کہ میعار قائم رکھا جائے ورنہ ہم ان دنوں ذہنی انتشار کے جس عالم سے گزر رہے ہیں اس میں کوئی تخلیقی یا تعمیری عمل کس قدر دشوار ہو جاتا ہے، اس کا اندازہ سبھی کو ہو گیا ہو گا۔ اس بار "ایرج و عقرب" والی قسط اسی کیفیت کی نذر ہو گئی۔ نہیں لکھ سکا، معذرت خواہ ہوں۔ البتہ "تزک دو پیازی" حاضر ہے۔ آپ کو پسند آئی خدا کا شکر ادا کروں گا۔ دوسری صورت میں آپ سے کوئی شکوہ بھی نہ ہو گا، کہ خود بھی مطمئن نہیں ہوں۔ اُن دوستوں کا شکر گزار ہوں، جنہوں نے تیسرے شمارے سے متعلق ہمیں اپنی آراء سے آگاہ کرتے ہوئے مفید مشوروں سے بھی نوازا... تنقید و تنقیص بھی فرمائی۔ نقائص دُور کیے جائیں گے اور ہماری یہی کوشش رہے گی کہ زیادہ سے زیادہ پڑھنے والوں کو مطمئن کیا جاسکے۔

عمران سیریز کا پلاٹینم جوبلی ناول بھی وسطِ اپریل میں شائع ہو جانا چاہیے تھا لیکن وہ بھی ذہنی انتشار کا شکار ہو گیا۔ ابھی لکھ ہی رہا ہوں، کوشش یہی ہے کہ اپریل کے اواخر تک پیش خدمت کروں۔ اگے اللہ کی مرضی۔ آدمی سوچتا کچھ ہے اور ہوتا کچھ ہے۔ بس اللہ سے یہی دعا ہونی چاہیے کہ جو جو کچھ بھی ہو، بہتر ہو۔ آدمی تو اتنا بے بس ہے کہ اپنے حلق سے اترنے والے لقمے کے بارے میں بھی نہیں جانتا کہ وہ جزو بدن ہو گا یا معدے میں پہنچ کر پہلے کا کھایا پیا بھی نکال باہر کرے گا۔ مطلب یہ کہ جو کچھ بھی لکھ رہا ہوں اس کے بارے میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ آپ کو پسند بھی آئے گا یا میری گزشتہ محنتوں پر بھی پانی پھیر دے گا۔ بالکل اسی طرح جیسے حفظانِ صحت کے اصولوں کے مطابق ترکیب کیا ہوا نوالہ منہ تک آتے آتے کسی نظر نہ آنے والے جرثومے کا شکار ہو کر پیٹ میں پہنچتا اور پچھلا خون تک خشک کر دینے کا محرّک بن جاتا ہے۔ ساری احتیاطی تدابیر رکھی رہ جاتی ہیں بلکہ کوئی احتیاطی تدبیر ہی گلے کا پھندا بن جاتی ہے۔ نس اللہ ہی محافظ ہو تو بات بنتی ہے۔ اس لیے دعا.... اور صرف دعا.... دعا کرنا تو ہے ہمارے بس میں.... لہٰذا اللہ سے دعا ہے کہ آئندہ بھی آپ کو میری تحریریں پسند آتی رہیں۔ خود

میں تو اتنی سکت نہیں پا رہا کہ آپ سے اپنا لوہا منوا سکوں۔ کم از کم پلاٹینم جوبلی نمبر کے معاملے میں یہی کہوں گا۔ مجھے کچھ ہوش نہیں کہ کیا لکھ رہا ہوں اور کیسا لکھ رہا ہوں.... ذہن کو قرار ہی نہیں.... یہ سطور بھی نجانے کس قدر الجھ الجھ کر قلم بند کی ہیں۔

مشتاق صاحب کی ان تھک محنتوں کا نتیجہ ہے کہ میگزین بروقت آپ تک پہنچ رہا ہے ورنہ مجھے تو امید نہیں تھی۔ اللہ پاک ان کی عملی قوتوں کو ہمیشہ اِسی طرح بیدار رکھے۔ آمین۔

والسلام

ابن صفی

گفتگو

(جون ۱۹۷۷ء)

میگزین کا پانچواں شمارہ حاضر ہے اور یقین کیجیے کہ یہ پانچواں شمارہ بھی اپنے لیے نہیں بلکہ آپ ہی کے لیے ترتیب دیا گیا ہے کیونکہ آپ کی پسند مقدّم ہے۔ آپ کی پسند کیا ہے؟ اس سے آپ کے خطوط آگاہی بخشتے ہیں۔ انہی کی روشنی میں ہر شمارہ ترتیب دیا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ ناممکن ہے کہ پورا پرچا کسی فردِ واحد کی پسند کے میعار پر پورا اتر سکے۔ ایک صاحب نے لکھا ہے کہ آپ نے بھی وہی رویہ اختیار کر لیا جو دوسرے ڈائجسٹوں کا ہے۔ اُن کا خیال ہے کہ میرے میگزین میں صوفیاء کرام کی زندگیوں سے، متعلق کوئی مضمون نہ ہونا چاہیے کیونکہ وہ تصوف کو افیون سمجھتے ہیں اور اس سے خار کھاتے ہیں لیکن بھائی بے شمار پڑھنے والوں کی خواہش ہے کہ پابندی سے نہ سہی کبھی کبھار اس قسم کا کوئی مضمون ضرور آنا چاہیے۔ اگر صرف آپ نہیں پڑھنا چاہتے تو اُسے نظر انداز کر کے دوسری چیزیں پڑھیے اور حضرت آپ نے اپنے خط میں پیری مریدی اور خانقاہوں کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ بھی اپنی جگہ درست.... آہستہ آہستہ لوگ مقاصد بھولتے چلے جاتے ہیں اور محض رسومات کو اوّلیت دے دیتے ہیں۔ یہ بھی نظامِ فطرت ہی کے تحت ہوتا ہے۔ کچھ دن گزرنے کے بعد ہر شے کی شکل بگڑ جاتی ہے۔ آدمی ہی کو دیکھیے، جوانی میں کچھ نظر آتا ہے اور بڑھاپے میں کچھ۔ کبھی کبھی تو جوانی کی شکل سے ہلکی سی مشابہت بھی باقی نہیں رہتی۔ تصوّف نے خلافت راشدہ کے بعد مسلمانوں کے درمیان راہ پائی تھی اور شہنشاہیت کے خلاف ایک پُر امن عوامی تحریک کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس کی بنیاد ''ہمہ از اوست'' کے نظریئے پر رکھی گئی تھی۔ رہی ''ہمہ اوست'' کی بات تو یہ شہنشاہیت کے حامیوں کی چلائی ہوئی جوابی تحریک تھی۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ شہنشاہوں کے مظالم کے خلاف احتجاج نہ کیا جاسکے۔ جب، سب کچھ وہی ہے تو تو ظالم بھی وہی اور مظلوم بھی وہی.... پھر غل غپاڑہ کیسا؟ خاموشی سے ظلم سہو اور ہمہ اوست کا دم بھرتے جاؤ۔ اُف فوہ۔ آپ کے خط نے تو پٹڑی ہی بدلوا دی۔ کہنے کا مطلب یہ کہ تصوف کے بارے میں مزید مطالعہ کیجیے۔ سُنی سُنائی باتوں میں کیا رکھا ہے۔ کچھ نہیں تو کم از کم حضرت گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کشف المحجوب ہی پڑھ لیجیے۔ ویسے ہم بے چارے، اس قابل کہاں کہ ایسے موضوعات پر گفتگو کر سکیں۔ آپ نے ایک بات پوچھی تھی، سو اپنی فہم ناقص کے مطابق یہ چند سطور لکھ دیں۔

ابن صفی

گفتگو

(جولائی ۱۹۷۷ء)

میگزین کا چھٹا شُمارہ ملاحظہ فرمایئے۔ جس انداز میں آپ اب تک اس کی پزیرائی کرتے رہے ہیں، وہ بہت حوصلہ افزا ہے۔ شاید ہی کسی ماہنامے کے چھٹے شُمارے کو اتنی تعدادِ اشاعت نصیب ہوئی ہو۔ بہت شکریہ!

اِس بار خطوط کی تعداد بھی پہلے سے زیادہ ہے۔ مشورے، تنقید اور تنقیص یکساں انداز کی باتیں۔ لہٰذا ان کے بارے میں کیا لکھوں۔ البتہ ایک صاحب نے کراچی سے مجھے للکارا ہے کہ میں خوابِ غفلت میں کیوں پڑا ہوا ہوں۔ قوم کو سُدھارنے کی کوشش بھی کروں۔ آپ کا فرمانا بجا کہ میرے ہاتھ میں قلم ہے لیکن قوم اِس قلم سے صِرف کہانیوں کا نزول چاہتی ہے۔ اگر کبھی ایک آدھ جُملہ کسی مثال کے طور پر بھی قلم سے رپٹ گیا تو قوم جھپٹ پڑتی ہے۔ "آخر آپ کو سیاست میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔" اور میں ہکا بکا رہ جاتا ہوں کہ قوم کو کیا جواب دوں کیونکہ جواب دینے کے سلسلے میں ایک ضخیم کتاب لکھنی پڑ جائے گی۔ پہلے تو قوم کو یہ بتانا پڑے گا کہ سیاست ہے کیا چیز، پھر عرض کرنا پڑے گا کہ میرے اس حقیر جملے کو اس کَسوٹی پر پرکھیے۔ اگر اس میں ذرّہ برابر بھی سیاست پائی جاتی ہو تو جو لیڈر کی سزا وہ میری سزا.... اور پھر بھائی اگر مُلک میں سیاست دانوں کی کمی ہو تو تھوڑا بہت کشٹ بھی اٹھالیا جائے۔ مجھے تو بس کہانیاں لکھنے دیجیے۔ میری لیڈری آپ بھی تسلیم نہیں کریں گے۔ پھر خواہ مخواہ قوم کا وقت برباد کرنے سے کیا فائدہ۔ قوم کے لیے اس کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتا کہ دعا کروں۔ "اے اللہ، اس قوم کو ایک آزاد اور منفرد قوم کی حیثیت سے ہمیشہ سلامت رکھیو۔" آخر میں ان صاحب نے پوچھا ہے کہ لیڈر کی صحیح تعریف کیا ہے؟ بڑا بے ڈھب سوَال کیا ہے آپ نے۔ میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں البتہ اکبرالہ آبادی نے اپنے زمانے کے لیڈر کی تعریف یوں کی ہے۔

یوسف کو نہ دیکھا کہ حسیں بھی ہیں جواں بھی
شاید نرے لیڈر تھے زلیخا کے میاں بھی

ویسے اگر آپ لیڈر کی صحیح تعریف مجھ سے سننے پر مُصر ہیں تو اُس وقت کا انتظار کیجیے جب کاغذ کی قیمت ۱۹۷۰ء کی قیمت کی سطح پر آ جائے اور یہی میگزین آپ کی خدمت میں زیادہ سے زیادہ مبلغ ڈیڑھ روپے میں پیش کیا جائے

والسلام

ابن صفی

گفتگو

(ستمبر ۱۹۷۷ء)

میگزین کا آٹھواں شمارہ خصوصی شمارہ کی شکل میں ملاحظہ فرمایئے اور دعا کیجیے کہ ادارے کی کاوشیں اسی طرح بار اور ہوتی رہیں۔ آپ کے خطوط بہت حوصلہ افزا ہوتے ہیں جاسوسی قائد نے اس بار ایچ اقبال کا سبق ہے ضروری نہیں ہے کہ ادارہ بھی اس سے متفق ہو۔ خود مجھے اپنے بارے بہاری صاحب کی کی باتوں سے اتفاق نہیں تھا لیکن بہر حال وہ بھی منہ میں لیکن بہر حال وہ بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں مجھے امید ہے کہ عزیزی ایچ اقبال بھی میری طرح صبر سے کام لیں گے اور عند اللہ ماجور ہوں گے۔

میری پچھلی غزل میں کاتب بھی عنایت سے اور پروف ریڈن میری پچھلی غزل میں کاتب بھی عنایت سے اور پروف ریڈ صاحب کی بے خودی کی بنا پر پانچویں شعر کا دوسرا مصرعہ واقعی بے وزن ہو گیا تھا لیکن کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی حتیٰ کہ وہ میانوالی والے بینا پتہ کہ وہ میانوالی والے بینا چونکہ نے میری ایک پوری غزل بے وزن نظر آئی تھی بہر حال اس مصرعے کو یوں پڑھیے

کانٹا کسی یاد کا لگا ہے

کاتب صاحب شاید سمجھے تھے کہ میں کسی کے ساتھ کی لکھنا بھول گیا ہوں اور پروف ریڈر صاحب دو غزل سامنے آتے ہی پروف ریڈنگ کی بجائے ہیڈ بیٹنگ سر دھننا شروع کر دیتے ہیں لہٰذا ایسی فروگذاشتوں کا احتمال رہتا ہے۔

میگزین کے لیے بے شمار تجاویز موصول ہوتی رہتی ہیں ان میں سے کچھ بڑی اچھی بھی ہوتی ہیں لیکن ان پر بیعت وقت عمل کرنا ممکن نہیں ہے ویسے آپ مطمئن رہیے آہستہ آہستہ یہ میگزین اسی ڈگر پر آجائے گا جس پر آپ اسے دیکھنا چاہتے ہیں سلسلے وار کہانی سے متعلق آپ کے خیالات کہانی نگار تک پہنچا دیئے گئے ہیں انھوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ حتی المقدور آپ کی تجاویز پر عمل کریں گے ساتھی یہ بھی کہا ہے کہ بعض حالات میں بعض تبدیلیاں فن کا خون بھی کر دیتی ہیں لہٰذا اس کا خیال تو رکھنا ہی پڑے

گا۔

ایک صاحب نے پوچھا ہے کہ میگزین کی سالگرہ کا جشن کس طرح منایئے گا جواباً عرض ہے کہ اپنی ان غزلوں کی قوالیاں کرادوں گا جو میگزین میں اس وقت تک شائع ہوچکی ہوں گی شاید اس طرح میری شاعری کی تقدیر بھی کھل جائے۔

والسلام

ابن صفی

گفتگو

(اکتوبر ۱۹۷۷ء)

میگزین کا نوواں شمارہ حاضر خدمت ہے خصوصی شمارہ ۸ کی پسندیدگی کا بہت بہت شکریہ میگزین کی روز افزوں تعداد اشاعت ہمارا کارنامہ نہیں بلکہ آپ کی خوش ذوقی کی دلیل ہے ہم وہی پیش کر رہے ہیں جو آپ چاہتے ہیں اور وہ آپ کو کہیں اور نہیں ملتا۔

ایک صاحب نے خصوصی شمارے کی قیمت پر اعتراض کیا ہے اس کے لیے کیا عرض کروں قصاب کو آپ ۱۶ کے بیس ادا کر آتے ہیں، سبزی فروش آپ سے ڈھائی کے ۵ وصول کرتا ہے آخر آپ بیچارے خدام ادب کو کیوں لنگوٹیوں میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس پر بھی تو نظر رکھیے کہ پچھلے چھ ماہ سے اب تک کاغز کی قیمت میں تقریباً پچیس فیصد اضافہ ہوا ہے۔

اور ہاں پائی یہ صفحہ دل تو درد سر بن گیا ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اس صفحے کہ علاوہ پورے میگزین میں اور کچھ ہوتا ہی نہیں آخر تنقید کے لیے صرف میری غزل ہی کیوں رہ گئی ہے ایک صاحب نے پچھلی غزل کے اس شعر کو ہدف بنایا ہے

تیرے کاشانے کی تعمیر کو کیا نذر کروں
میری تقدیر کا پتھر ہے ترے گھر کے لیے

فرماتے ہیں کیا یہ غزل کا شعر ہے یہ تو کسی تعمیراتی ٹھیکیدار کی کاوش معلوم ہوتی ہے۔

میرے بھائی جس طرح شاعری میں ایک چیز ضرورت شعری ہوتی ہے اسی طرح عشق کی بھی کچھ ضرورتیں ہیں ضرورت شعری سکندر کو اسکندر اور لیکن کو لیک بنا دیتی ہے اور ضرورت کی بسا اوقات اس قسم کے شعر کہلواتی ہے ہوا یہ کہ انہوں نے ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی میں اپنی کوٹھی کی تعمیر شروع کرائی ہی تھی سمٹ بلیک میں چلا گیا پچیس کی بوری پچاس میں ملنے لگی بس فرمائش پر بیٹھے تھے پچاس ٹن سیمنٹ کی آپ بھی غور فرمائیں عاشق اور پچاس ٹن سیمنٹ ایک شعر کہہ کر کسی نہ کسی طرح جان چھڑائی لہٰذا آپ بھی چھوڑیئے بقول فراق ؎

کچھ آدمی کو ہیں مجبوریاں بھی دنیا میں
ارے وہ درد محبت سہی تو کیا مر جائیں

بہر حال اسی شعر کی وجہ سے پورے غزل کہنے پڑی تھی لہٰذا اس شعر کے علاوہ کسی اور شعر کو اہمیت نہ دیجیے کے بانیٔ غزل یہی شعر ہے۔

والسلام

ابن صفی

گفتگو

(نومبر ۱۹۷۷ء)

میگزین کا دسواں شمارہ ملاحظہ فرمائیے۔ سب سے پہلے میں ان دوستوں کا شکریہ ادا کروں گا جنہوں نے مجھے عید کارڈ بھیجے۔ کوشش تھی کہ خطوط کے ذریعے فرداً فرداً ان کا شکریہ ادا کروں لیکن ممکن نہ ہوا بیشتر احباب کو خطوط نہ لکھ سکا امید ہے کہ میری مصروفیات کو مدنظر رکھتے ہوئے مجھے معاف فرمائیں گے۔

اس بار ایک بے حد دلچسپ خط پیش نظر ہے راولپنڈی سے ایک صاحب رقم طراز ہیں کے ڈائجسٹ میں ایک کمی شدت سے کھٹکتی ہے۔ کا کہنا ہے کہ آپ اپنے اداریے میں ان دشواریوں اور جان کاریوں کا ذکر بالکل نہیں کرتے جن سے گزر کر آپ شمارہ ترتیب دیتے ہیں۔ آپ کی یہ حرکت ڈائجسٹ سازی کی روایات کے خلاف ہے۔ اسے کسی طرح بھی برداشت نہیں کیا جاسکتا لہٰذا آئندہ خیال رکھیے

اے پنڈی وال بھائی یقین کیجیے ہمارا بھی دل چاہتا ہے کہ اپنی داستان غم دنیا کو سنائیں لیکن پھر خیال آتا ہے کہ اگر کوئی پوچھ بیٹھا کہ تمہیں پہلے کیا تکلیف تھی کے ایک ڈائجسٹ کی ادارت بھی سنبھال لی، تو کیا جواب دیں گے.... یا کسی نے بھرے مجمعے میں یہی کہہ دیا کہ میاں ہم نے تو تم سے نہیں کہا تھا کہ ڈائجسٹ نکال دوپھر ہمیں کیوں بور کر رہے ہو تو اسکا کیا جواب ہو گا ہمارے پاس اور بھائی سچی بات تو یہ ہے کہ ھم اپنا ڈائجسٹ مفت تو نہیں تقسیم کرتے۔ دام کھرے کرتے ہیں پھر دکھ بھری داستان تدوین و طباعت آپ کو کیوں سنائیں کوئی احسان کر رہے ہیں آپ پر؟

ایک اور خط بھی ہے پچھلے شمارے غزل کے اس شعر کی وضاحت چاہی ہے ایک صاحب نے

تجھ سے پہلے تو بہت سادہ و معصوم تھا دل
تجھ سے بچھڑا تو کئی بار گنہگار ہوا

پوچھا ہے کہ آج کل کونسا نمبر چل رہا ہے فرماتے ہیں کہ مبہم باتیں نہ کیا کیجیے ہر گناہ کی تفصیل ضروری ہے اور یہ تفصیل نثر میں پیش کیجیے مزہ آجائے گا۔

میں نے کہا بھائی جی یہ شعر یادوں کی بارات کا مخفف نہیں ہے خدا کی پناہ آپ نہ جانے کیا سمجھ بیٹھے میاں یہ دل کی باتیں ہیں میری نہیں دل بیچارہ دیکھے چاہے اور گھٹ گھٹ کر رہ جائے۔

یارو کیا شاعری بالکل ترک کرادو گے آخر میری ہی غزل میں یہ مین میخ کیوں نکالی جارہی ہیں۔

ابن صفی

گفتگو

(دسمبر ۱۹۷۷ء)

میگزین کا گیارہواں شمارہ حاضر ہے۔ پچھلے شمارے کی پسندیدگی کا شکریہ۔ اس بار آپ کی کئی تجاویز عمل میں لائی گئی ہیں۔ آئندہ بھی معقول تجاویز پر عمل کیا جائے گا... لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اُن صاحب کو کیا جواب دوں جنھوں نے لکھا ہے کہ کچھ صفحات فِلم کے لیے بھی مخصوص کیے، جائیں۔ یہی نہیں ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ اِس طرح آپ کا میگزین دوسرے ڈائجسٹوں سے الگ اور منفرد ہو جائے گا... لیکن میرا خیال ہے کہ اگر چوں چوں کے مربے کو منفرد کہتے ہیں تو ضرور ہو جائے گا ورنہ ہرگ منفرد نہیں ہو گا۔ سمجھے جناب؟

جی ہاں! میری غزل میں پھر کتابت کی غلطی رہ گئی تھی۔ چھٹے شعر میں "ابر" کی بجائے "ابد" چل گیا تھا۔ مصرعے کو یوں پڑھیے:

گر زلف سیہ ابر سی لہرائے تو کیا ہو

آخری شعر پر میرے گیارہ عدد پڑھنے والوں کو رونا آ گیا لہٰذا اظہار ہمدردی ایک عدد خط گیارہ افراد کے دستخط سمیت روانہ فرمایا ہے اور پوچھا ہے کہ آخر وہ کون بدنصیب ماہ وش، گُلبدن اور عِشوہ طراز ہیں جنھیں آپ پر ترس نہیں آتا۔ ہمیں ان کے پتوں سے آگاہ کیجیے۔ ہم اُنھیں آپ کی خوبیاں بتا کر سفارش کر دیں گے۔

اے ہمدردانِ گرامی۔ یہ انجینئرنگ کالج میں داخلے کا معاملہ نہیں ہے کہ سفارش سے کام چل جائے گا۔ جن ہستیوں کا ذکر میرے شعر میں آیا ہے وہ سفارش کرنے والوں پر پہلے ہاتھ چھوڑ دیتی ہیں۔ لہٰذا آپ مجھ عاجز کو میرے حال پر چھوڑ دیں۔ ویسے آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے، یہ شعر میں نے اپنے ایک دوست کی طرف سے کہا تھا۔ مجھے تو نہ کوئی ماہ وش لگتا ہے اور نہ گلبدن کیونکہ زیادہ تر کھانے کی میز پر جما رہتا ہوں۔ اگر غزل میں نرگسی کوفتوں کے لیے گنجائش نکل سکتی تو پھر آپ دیکھتے۔

آخر میں معذرت خواہ ہوں کہ اس بار آپ کے لیے "تُزکِ دوپیازی" کی قسط نہ لکھ سکا۔ طبیعت

کچھ گڑبڑ چل رہی ہے۔ شاید اس بار کتاب بھی خاصی لیٹ ہو جائے۔ اب کہیئے تو کراچی کے موسم کا بھی تھوڑا سا رونا ہو جائے... خیر ٹالیے... ورنی... اُن صاحب کی آرزو پوری ہو جائے گی جو ہمارے "ٹسوے" بھی ریسیو کرنا چاہتے ہیں۔

اب ایک خوشخبری بھی سُن لیجیے! میگزین کا بارھواں شمارہ ناول نمبر ہو گا۔ اِس میں آپ بھانت بھانت کے دِلچسپ ناول پڑھ سکیں گے! مشتاق اور اظہر کلیم اِس کے لیے "زر دھڑ" کی بازی لگا رہے ہیں۔

والسلام

ابن صفی

گفتگو

(جنوری ۱۹۷۸ء)

میگزین کا بارھواں شمارہ ناول نمبر کی شکل میں حاضر ہے امید ہے پیش کرنے کا انداز بھی آپ کو پسند آئے گا۔ جن خامیوں کا ذکر آپ کرتے رہتے ہیں اُنہیں دور کرنے کی کوشش جاری ہے۔ آپ نمایاں فرق محسوس کریں گے۔ یہ میگزین کسی بلند بانگ دعوے کے ساتھ "میدان" میں نہیں آیا تھا۔ آپ کے تعمیری مشوروں ہی کے سہارے آگے بڑھتا رہا ہے اور ان شاء اللہ اسی افہام و تفہیم کے بل بوتے پر زندہ رہے گا اور مزید توانائی حاصل کرے گا۔ ناولوں کے انتخاب کے سلسلے میں ہر طرح کے ٹیسٹ کو ملحوظ رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ چونکہ یہ ناول نمبر ہے۔ اس لیے میں نے اس میں ملا دوپیازہ کی دخل اندازی مناسب نہیں سمجھی۔ تزک دوپیازی اگلے شمارے میں ملاحظہ فرمایئے گا۔ میں ان سارے احباب کا مشکور ہوں جنہوں نے پچھلے شمارے میں اس کی عدم موجودگی پر ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔ دیکھیے نا... میں اپنی کتاب بھی تو نہیں لکھ سکا تھا۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے مسلسل لکھتے رہنے والوں کو بھی کم از کم سال میں ایک ماہ کی چھٹی کرنے کا حق ملنا ہی چاہیے ورنہ پھر یہ ہوتا ہے کہ سال سال بھر "میڈیکل" چلنے لگتی ہے۔ آپ کو یاد ہی ہوگا کہ ایک بار پورے تین سال میڈیکل لیو پر جا چکا ہوں (اللہ آئندہ محفوظ رکھے۔)

یادش بخیر! آپ کا ایک مطالبہ یہ بھی رہا ہے کہ میگزین کے عام شماروں کے صفحات میں اضافہ کیا جائے۔ اِدھر کاغذ کی قیمتوں کا یہ چیلنج کہ "پکڑ لو تو جانیں!۔"

صفحات ضرور بڑھائے جائیں گے لیکن جناب پھر قیمت بھی بڑھے گی۔ پچھلی سہ ماہی کے دوران میں قیمتوں نے ہائی جمپ لگائی ہے۔ صفحات کے اضافے کے ساتھ ساتھ عام شمارے کی قیمت کم از کم پانچ روپے ضرور ہوگی۔

ایک صاحب نے لکھا ہے کہ میگزین ہی کے ادارے سے ایک میگزین خواتین کے لیے بھی جاری کیا جائے جس کا نام "مِسز ابن صفی میگزین" ہونا چاہیے۔ گزارش ہے کہ خطائیں صرف مجھ سے سرزد

ہوئی ہیں لہٰذا میں اپنی سزاؤں میں ”مسز“ کی شرکت کیسے گوارا کر سکوں گا، لیکن آپ کی یہ خواہش ضرور پوری کی جائے گی کہ خواتین کے لیے بھی ایک میگزین کا اجرا عمل میں آئے۔ ”آنچل“ کا اشتہار تو آپ دیکھ ہی رہے ہوں گے۔ اسے محترمہ سلمٰی کنول ایڈیٹ کریں گی اور ہاں آپ کی یہ خواہش بھی پوری کر رہا ہوں کہ میری ”گفتگو“ میں ”صفحۂ دل“ پر نکتہ چینی کرنے والوں کا ذکر نہ آنے پائے لیکن بھائی یہ بالکل ناممکن ہے کہ صفحۂ دل کا ”صفایا“ ہی کر دیا جائے۔ آپ شاعر نہیں معلوم ہوتے ورنہ ایسی بے دردی کا مظاہرہ ہرگز نہ کرتے۔ آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ غزل کہہ لینے کے بعد کس زور کا درد پیٹ میں اٹھتا ہے۔ یا تو کسی کو سنانی پڑتی ہے یا چھپوانی پڑتی ہے۔ اگر یہ نہ ہو سکا تو ہر صبح ہمسایہ ڈنڈا لیے دروازے پر کھڑا دکھائی دیتا ہے۔ (اللہ محفوظ رکھے)۔

والسلام

ابن صفی

گفتگو

(فروری ۱۹۷۸ء)

ناول نمبر کی پسندیدگی کا شکریہ۔ ہر ناول کے الگ الگ رنگین سر اوراق کی جدّت کو خاص طور پر سراہا گیا ہے۔ مزید شکریہ۔

کچھ مزید تجاویز؟ تجاویز سر آنکھوں پر لیکن ذرا ٹھہریئے! کاغذ کی قیمتوں کو تو کہیں دم لینے دیجیے! "روگی" کے سلسلے میں آپ کی شکایات رفع کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس بار ایک نئی طویل کہانی "درندہ" کا آغاز ہو رہا ہے جس کی اُٹھان کہہ رہی ہے کہ وقت کی مقبول ترین داستان ثابت ہوگی!

اس بار "تزک دوپیازی" بھی حاضر ہے۔ جی نہیں۔ "مُلّا" کو ماہر تیغ بنا دینے قطعی ارادہ نہیں ہے۔ پچھلی قسط سے یہ اندازہ نہ لگایئے۔ زندگی میں ایک آدھ بار سب ہی کو بے نیام ہونا پڑتا ہے۔ اِسے بھی ایک ایسا ہی معمولی حادثہ سمجھ لیجیے! وہ "مُلّا" ہی رہے گا۔ "ٹارزن" نہیں بنے گا۔ مطمئن رہیے۔

ایک صاحب کا اِصرار ہے کہ اُسے جلد از جلد "دربار" تک پہنچا دیا جائے۔ گزارش ہے کہ "مُلّا" کا دور جمہوریت کا دور نہیں تھا، لہٰذا ابھی کچھ دن اور انتظار کیجیے۔ "مُلّا" کو پاپڑ بیلنے اور مجھے تلنے دیجیے! شاید کوئی پاپڑ "مغلِ اعظم" تک پہنچ جائے۔ اس طرح "مُلّا" تو دربار میں پہنچے اور میں کسی "حاتم طائی" کی تلاش میں نکل کھڑا ہوں۔

ایک صاحب رقم طراز ہیں کہ مُلّا کا وجود تاریخ پر بہتان ہے۔ اکبر کے نورتنوں میں مُلّا دوپیازہ قِسم کی کوئی شخصیت نہیں تھی۔ فرضی کردار ہے جو بیربل کے مقابل تخلیق کیا گیا ہے۔ کسی معتبر تاریخ سے اُس کا وجود ثابت نہیں ہوتا۔

بھائی میں کیا جھک مار رہا ہوں؟ ارے اُس کی تاریخ ہی تو بنا رہا ہوں، تزک مُکمّل ہو جانے دیجیے پھر آپ سے پوچھوں گا کہ مُلا تھا یا نہیں۔ بس قلم پر گرفت مضبوط ہونی چاہیے، سب کچھ ثابت ہو جاتا ہے جس کا قلم اُس کی بھینس۔ وقت کے ساتھ سب کچھ بدل جاتا ہے۔ اس کہاوت کو تیکھی نظروں سے نہ دیکھیے۔ لاٹھی تو اکبر کے دور میں رہ گئی تھی لیکن بھینس کا سفر جاری ہے اور وہ ہمیشہ بھینس ہی رہے گی۔ لاٹھی، قلم کا بھیس بدل سکتی ہے... قلم، چمچہ بن سکتا ہے لیکن بھینس صرف بھینس ہی رہے گی۔ اب بتایئے عقل بڑی یا بھینس... کیا سوچ رہے ہیں آپ؟ کہیں میری عقل پر پتھر تو نہیں پڑ گئے... خُدا جانے، میری سمجھ میں بھی کُچھ نہیں آ رہا۔ لہٰذا خدا حافظ۔

ابن صفی

گفتگو

(مارچ ۱۹۷۸ء)

سوال یہ ہے کہ موضوعِ گفتگو کیا ہونا چاہیے۔ آپ جانتے ہی ہیں کہ یہ میگزین کا کون سا شمارہ ہے اور اگر خرید لیا ہے تو ملاحظہ بھی ضرور فرمائیں گے۔ کچھ پسند آیا تو تعریف بھی کریں گے۔ ناپسندیدگی کی صورت میں ادارے کا مطعون ہونا بھی برحق۔ اس بار موصول ہونے والے خطوط بے حد بور قسم کے ہیں۔ پھر کیا کہا جائے؟ گفتگو بہر حال ضروری ہے!

آدمی کی شامت کہ ایسی ضروریات خود ہی اپنے اوپر لادتا اور بور ہوتا رہتا ہے۔ اگر یہ صفحہ اس میگزین میں نہ ہوتا تو کیا آپ اسے خریدنے سے انکار کر دیتے؟ یا خرید لینے کے بعد محض اس لیے کہانیاں نہ پڑھتے کہ "اداریہ" ہے ہی نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ "گفتگو" بھرتی کی چیز ہے۔ میں قسم کھا کر کہنے کو تیار ہوں کہ میں نے آج تک کسی اخبار کا ایڈیٹوریل نہیں پڑھا اور رسائل کے صرف وہی اداریئے پڑھتا ہوں، جن پر یہ شبہ ہو جائے کہ ان میں میرا ذکر ضرور ہو گا۔

پھر کیسے بات بنے، اس گفتگو میں آپ کا ذکر تو ہوتا ہی نہیں۔ بھلا یہ کیا بات ہوئی کہ کسی خط سے کوئی ایک جملہ نکالا اور اسے دبوچ بیٹھے... پھر صفحے کی پیشانی پر ٹانک دیا۔ "گفتگو"! کہنے کو کچھ کہا جائے لیکن میری دانست میں بات اس طرح نہیں بنتی۔

لہٰذا خدا کے لیے مجھے موضوعِ گفتگو سے مطلع فرمایئے! کیا آپ خود موضوعِ گفتگو بننا پسند فرمائیں گے...؟ اور کسی طرح؟ یہ بھی تحریر فرمایئے... لیکن آپ کی تصویر ہرگز نہیں چھاپوں گا۔ اگر خدانخواستہ چھاپ دی تو میگزین کے ہر صفحے پر "گفتگو" کا قبضہ ہو جائے گا۔ غالباً آپ میرا مطلب سمجھ گئے ہوں گے۔ میں کبھی یہ نہ چاہوں گا کہ اس میگزین کی صرف ایک سو بانوے کاپیاں فروخت ہوں۔

کچھ دن ہوئے ایک دوست نے کہا تھا کہ "گفتگو" میں کیا رکھا ہے۔ اس صفحے پر "قسمت" کا حال بتایا کرو... میگزین کی اشاعت بڑھ جائے گی۔ میں نے کہا۔ مجھے یہ "وِدّیا" نہیں آتی۔ کہنے لگے ذہانت کو کام میں لاؤ۔ میں نے کہا نہیں بھائی میرے بس کا روگ نہیں ہے۔ بولے، اچھا میں تمہاری رہنمائی کرتا

ہوں۔ اعلان کر دو کہ اس میگزین پر نظر پڑتے ہی سب سے پہلے جس جانور کا خیال آئے اس کا نام، اپنے نام اور پتے کے ساتھ ہمیں لکھ بھیجیے۔ ہم آپ کو آپ کی آئندہ زندگی کے سارے احوال بتا دیں گے۔ میں حیرت سے ان کی شکل دیکھتا رہا۔ میری دشواری سمجھ کر زور سے ہنسے اور بولے۔ میاں ہر شخص آئندہ زندگی سے متعلق طرح طرح کے ہوائی قلعے بناتا رہتا ہے۔ تمہارے بھی کچھ ہوائی قلعے ضرور ہوں گے۔ اُن ہی نظر رکھتے ہوئے اچھی اچھی پیش گوئیاں کرتے چلے جانا۔ بس ایک تکنیکی نکتہ سمجھ لو۔ وہ یہ کہ کسی کو پانی سے محتاط رہنے کی ہدایت کر دینا اور کسی کو اگ سے۔ کراچی کا باشندہ ہو تو صرف ایک ہی ہدایت کرنا کہ پیدل سڑک پار کرنے کی جرأت کبھی نہ کرے۔ اس طرح تمہاری غیب دانی کی بھی دھاک بیٹھ جائے گی اور صفحہ بھی بھر جائے گا۔

آپ کی کیا رائے ہے؟

ابن صفی

گفتگو

(اپریل ۱۹۷۸ء)

میگزین کا تازہ شمارہ حاضر ہے۔ پچھلی بار موضوع گفتگو پر گفتگو ہوئی تھی۔ لہٰذا ایک صاحب نے اُسی گفتگو میں ایک موضوعِ گفتگو تلاش کیا ہے۔ اُن کا خیال ہے کہ میں نے وہ صفحہ خواہ بھر دیا تھا۔ ''بے بات کی بات بلکہ بے سر وپا باتیں تھیں۔''

حضرت! آپ نے اس کی طرف توجہ دلا کر کون سا بڑا تیر مارا ہے۔ وہ تو میں نے خود ہی عرض کر دیا تھا کہ ''گفتگو'' مجھے بھرتی کی چیز معلوم ہوتی ہے اور آپ سے اس صفحے کا صحیح مصرف معلوم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اس سلسلے میں نہ آپ نے کوئی مشورہ دیا نہ کسی اور نے۔

ویسے ایک بات بتاؤں آپ کو۔ کوئی گفتگو سرے سے بے سر وپا نہیں ہوتی۔ اُس کا کوئی نفسیاتی پس منظر ضرور ہوتا ہے.... لیکن وہاں تو میں نے کُھل کر وضاحت کر دی تھی کہ میں آپ کو موضوعِ گفتگو بنانا چاہتا ہوں۔ آپ بہت چِڑچڑے معلوم ہوتے ہیں۔ گھر والوں سے کیسے نبھتی ہوگی۔ کنجوس بھی ہیں۔ پانچ روپے کا میگزین خریدنا بھی کَھلتا ہے۔ اچھّی بات ہے۔ پانچ روپوں کا گھی، دُودھ کھا پی لیا کیجیے۔ مجھے بے حد مسرّت ہوگی لیکن اگر آپ کسی سینما گھر کے بکنگ آفس کی کھڑکی پر کیو میں گے نظر آئے تو مجھ سے بُرا کوئی نہ ہوگا۔ کیونکہ فلم دیکھنے کے بعد کچھ ہاتھ نہیں آتا اور میگزین ختم ہو جانے کے بعد بھی آپ کے ہاتھ ہی میں ہوتا ہے چاہے اُسے محفوظ رکھیے چاہے دو روپے فی سیر کے حساب سے ''ادبی خدمت'' کر ڈالیے۔ کچھ نہ کچھ بہر حال ہاتھ آئے گا۔ شادی ہر گز نہ کیجیے گا ورنہ بیوی کے اخراجات بھی آپ ہی کے ذمّے ہوں گے اور اس سے بھی آپ کو بچوں کے علاوہ اور کچھ حاصل نہ ہوگا اور بچّوں پر مزید اخراجات.... خدا کی پناہ۔ کیا حال ہوگا آپ کا۔ آپ تو بس کمائے جایئے اور کسی پڑوسی سے روزانہ اخبار مانگ کر اس میں ''پکی پکائی تازہ روٹی'' کا اشتہار دیکھ لیا کیجیے۔

بچت کرنا بڑی اچھی عادت ہے اور آپ تو اس میں مثال قائم کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں نمونہ بن سکتے ہیں دوسروں کے لیے، کہ لوگ دُور ہی سے دیکھ کر کہہ اٹھیں.... وہ دیکھو ''بچت'' بیٹھی ہوئی ہے اور

ایسی بیٹھی ہے کہ اب اٹھ بھی نہیں سکتی۔

آپ کی نظر کمزور ہے اور آپ نے مجھ سے کسی سستے سُرمے کا نسخہ مانگا ہے تاکہ آپ کو عینک نہ خریدنی پڑے۔ (یہ محض عُذرِ لنگ ہے کہ آپ عینک میں بدصورت لگیں گے)۔

نہیں! آپ کراچی تشریف نہ لائیے۔ روالپنڈی میں ہی قیام فرمایئے لیکن آپ کراچی آئیں گے کیسے؟ ٹرین میں "بچت" کا کوئی ڈبّہ نہیں ہوتا۔

سوال تو یہ ہے کہ آپ نے اِس خط کے لیے بیس پیسے، کا لفافہ کیسے خرید لیا۔ مجھے دل ہی دل میں بُرا بھلا کہہ کر بیٹھے رہے ہوتے۔ روشنائی اور کاغذ کا نقصان کیسے برداشت کیا آپ نے؟

آخر یہ صفحہ بھی بھر ہی گیا اور اس بار کا موضوع تھا "بچت۔"

نوٹ:- صاحبِ معاملہ کا نام اور پتا شائع کرنا ہماری پالیسی کے خلاف ہے کوئی اور صاحب بھی اپنے پوشیدہ کوائف لکھنا چاہیں تو لکھ سکتے ہیں۔ اُن کا نام اور پتہ شائع نہیں کیا جائے گا۔

ابن صفی

گفتگو

(مئی ۱۹۷۸ء)

میگزین کا دوسرا "ناول نمبر" ملاحظہ فرمایئے پہلے ناول نمبر کا استقبال آپ نے جس انداز میں میں کیا تھا اُس کی یاد اب بھی تازہ ہے۔ لہٰذا دوسرے "ناول نمبر" کو اس سے بھی بہتر بنانے کی سعی کی گئی ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ اسے بھی پسند فرمائیں گے۔ "ناول نمبر" میں "صرف ناول" کے اصول پر عمل کرتے ہوئے اس بار تزک دوپیازی کی قسط نہیں شامل کی گئی۔

پچھلی گفتگو میں ایک "جزورس""" صاحب نے حصہ لیا تھا۔ توقع تھی کہ بات "جواب الجواب" تک پہنچے گی لیکن انہوں نے خاموشی اختیار کر لی۔ اس بار کئی جواب طلب خطوط پیش نظر ہیں۔ اُن میں سے ایک خط ایسا ہے جس کا جواب پیشرس میں دیا جانا چاہیے تھا لیکن اس وقت بھول چوک کی نظر ہو گیا اور جب گفتگو کے لیے ایک بار پھر خطوط کا فایل ٹٹولا تو یہ سامن اور جب گفتگو کے لیے ایک بار پھر خطوط کا فائل ٹٹولا تو یہ سامنے پڑ گیا کیونکہ یہ خط پنڈی سے بذریعہ رجسٹرڈ پوسٹ اکنالجمنٹ ڈیو سمیت آیا تھا اس لیے اس کا جواب تو پہلی فرصت میں جانا چاہیے تھا بہرحال اب میں اس غلطی کی تلافی کر رہا ہوں ان صاحب نے اپنی دانست میں میری ایک غلطی پکڑی ہے اور احساس سے سرشار ہو کر پوچھا ہے کیوں صاحب کیا خیال ہے آپ کچھ سٹھیا تو نہیں گئے. جی نہیں صاحب ابھی میرے ۶۰ سال کے ہونے میں بہت دیر ہے آپ ایڈلاوا ایک بار پھر پڑھیے جس غلطی کی طرف آپ نے توجہ دلائی ہے وہ آپ کی غلط فہمی پر مبنی ہے سمجھ کر پھر ہے ایڈلاوا کے پہلے ایڈیشن کے صفحہ نمبر ۱۲۵ کا آخری پیراگراف اور صفحہ نمبر ۱۲۶ کی ابتدائی دوسطری دوبارہ غور سے پڑھیے آپ کی شکایت رفع ہو جائے گی اور مجھے بے حد افسوس ہے کہ آپ نے رجسٹرڈ پوسٹ پر زیادہ پیسے ضائع کیے ۲۰ پیسے کا ٹکٹ لگا کر معمولی ڈاک سے روانہ کرتے تب بھی جواب مل جاتا دوسرے صاحب رقمطراز ہیں کیا پرانی دہرائی شاعری کیا کرتے ہیں جدید شاعری کا مطالعہ کیجیے اور نئے انداز میں شعر کہیے۔

بھائی آپ نے وضاحت نہیں فرمائی کہ آپ کو مجھ سے ہیئت میں نیا تجربہ چاہتے ہیں یا مواد میں... یا

نثری نظم لکھوانا چاہتے ہیں نثری نظم لکھتا نہیں زبانی سناتا ہوں یقین نہ آئے تو میرے بچوں یا میرے پڑوس کے بچوں سے پوچھ لیجیے پرہی جدید شاعری تو اس میں آج کے تجربات کا ذکر ملتا ہے مثلاً مرزا غالب ایسا شعر نہ کہہ سکتے جیسے میں نے اینٹی بائیوٹک دوائیں کھانے کے بعد کہہ دیا ہے کیونکہ غالب کے زمانے میں اینٹی بائیوٹک ادویات نہیں بنائی جاتی تھیں۔ میرا وہ شعر صفحہ دل پر تلاش کیجیے ہوا یہ کہ ٹخنے کے درد کے لیے دوائی کھائی تھی بحمد اللہ ٹخنے کا درد تو رفع ہو گیا لیکن پھر کان میں درد اٹھا ڈاکٹر سے رجوع لایا تو انہوں نے بڑی سادگی سے فرمادیا وہ دوا جو اپنے ٹخنے کے درد کے لیے کھائی تھی نا اسی کا سائیڈ ایفیکٹ ہے اس کے لیے میں دوسری دوا لکھے دیتا ہوں۔

بہرحال کہنے کا مطلب یہ کہ میری شاعری میں آپ کو اجداد کے تجربوں کے ساتھ ہی ساتھ میرے اپنے تجربے بھی ملیں گے ماضی سے اپنا رشتہ تو نہیں توڑ سکتا تھا کتنا ہی جدید کیوں نہ ہو جاؤں

ابن صفی

گفتگو

(جون ۱۹۷۸ء)

میگزین کا ناول نمبر آپ نے پڑھا، پسند کیا، شکریہ۔ ”آنچل“ کی رپورٹ بھی اچھی ہے۔ مزید شکریہ....

گفتگو کے لیے خطوط کے فائل کی ورق گردانی کر رہا تھا کہ ایک صاحب کچھ کتابیں میرے لیے تحفتاً لے آئے۔ یہ کتابیں کسی اخبار کے ایک ورق میں لپٹی ہوئی تھیں۔ دیکھا تو روزنامہ جنگ کا ۷ مئی کا شمارہ تھا۔ احمد ندیم قاسمی صاحب کے ”موج در موج“ پر نظر پڑی۔ اس کالم میں انہوں نے کُتّا مار مہم کے سلسلے میں یہ سوال اُٹھایا تھا کہ آخر کُتّوں کی تعداد بڑھنے کا انتظار کیوں کیا جاتا ہے۔ اِکّا دُکّا ہی کیوں نہیں مارے جاتے رہتے کہ بعد میں کُتّوں کو مرگِ انبوہ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ آخری پیراگراف میں قاسمی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

”ہم مچھر مارتے ہیں۔ ہم مکھیاں مارتے ہیں۔ آوارہ کتے مارتے ہیں۔ یہ سب کام اُس وقت کرتے ہیں جب مچھروں کی تعداد اندھا دھند ہو جاتی ہے۔ جب مکھیاں لاتعداد ہو جاتی ہیں اور جب کتے غول بنا کر چلتے ہیں تو ٹریفک روک دیتے ہیں۔ اس طرح کا بندوبست کرنا ہمیں آتا ہی نہیں کہ مچھر پیدا ہی نہ ہوں۔ مکھیاں جنم ہی نہ لیں اوت شہر میں کوئی ایک آوارہ کتا بھی زندہ نہ رہنے دیا جائے۔ ممکن ہے اُنہیں مارنے کے سلسلے میں اس لیے ہاتھ ہلکا رکھا جاتا ہو کہ اگر مچھروں، مکھیوں اور آوارہ کتوں کو مکمل طور پر مار دیا گیا تو محکمے کیا کریں گے جو اُن کو مارنے پر مقرر ہیں۔ بہر حال خرابی کہیں نہ کہیں موجود ہے۔ سُراغ لگانا چاہیے کہ اگر کہیں پانی مر رہا ہے تو کہاں مر رہا ہے۔“

چونکہ قاسمی صاحب نے سُراغ لگانے کی دعوت دی ہے اور ”اسرار و سراغ“ ہی میرا موضوع ہے۔ لہٰذا میں اُنہیں اطلاع دے رہا ہوں کہ صرف آنکھ کا پانی مَر رہا ہے۔ باقی ہر جگہ خیریت ہے۔

۷ مئی کے جنگ کے اسی صفحے پر میر حامد علی صاحب کا ایک مضمون بھی ”محکمۂ پولیس کی تنظیمِ نو۔ چند تجاویز“ کے عنوان سے نظر نواز ہوا۔ میر صاحب نے محکمۂ پولیس کی تنظیم نو کے سلسلے میں بعض

بے حد معقول تجاویز پیش کی ہیں۔ مجھے بھی اُن سے پورا پورا اتفاق ہے لیکن اس سے متفق نہیں ہوں کہ پولیس والوں کے "تربیتی اداروں میں نفسیات، سماجیات اور اخلاقیات کے مضامین بھی پڑھائے جائیں۔" میر صاحب آخر اِن بے چاریوں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے کہ آپ ان کے لیے ایسا مشورہ دے رہے ہیں۔ کیا یہ پولیس کے ہتھے چڑھنے کے بعد کسی اور کے کام کی رہ جائیں گی؟ ذرا سوچئے تو۔

ابن صفی

گفتگو

(جولائی ۱۹۷۸ء)

میگزین کا تازہ شمارہ حاضر ہے اور میں پھر اُسی دُشواری میں مبتلا ہوں کہ اس بار کیا باتیں کی جائیں کیونکہ خطوط کے ڈھیر میں کوئی خط ایسا نہیں ملا... جس میں آپ نے اپنی باتیں کی ہوں۔ زیادہ تر مجھے ہی نشانہ بنایا ہے۔ کوئی صاحب لکھ رہے ہیں فریدی، حمید اور عمران کے خالق کو ایسی "ڈھیلی ڈھالی" غزلیں زیب نہیں دیتیں۔ گویا وہ چاہتے ہیں کہ میرا ہر شعر پستول کا فائر معلوم ہونا چاہیے۔ دل ٹوٹنے کی بجائے سر پھوٹنے کی باتیں کروں۔ کوچۂ جاناں کے پھیرے نہ کروں، رائفل سنبھال کر مورچہ لگاؤں۔

دوسرے صاحب رقم طراز ہیں کہ میری غزلوں میں حسن و عشق کے علاوہ اور کچھ نہ ہونا چاہیے۔ تیسرے صاحب نے مشورہ دیا ہے کہ نظمیں بھی لکھا کروں۔ غزلیں دیکھ دیکھ کر اُن کی آنکھیں پتھرا گئیں ہیں۔

ایک صاحبہ نے تحریر فرمایا ہے کہ ضرور سکی نسترن بانو سے آپ کا سابقہ پڑا ہے ورنہ آپ اتنی عمدہ "تزکِ دوپیازی" نہ لکھ سکتے۔ اَب میں اِس سلسلے میں کیا عرض کروں؟ کیا میں دوسروں کے تجربات سے اس طرح فائدہ نہیں اُٹھا سکتا کہ پڑھنے والوں کو میرے ہی تجربات معلوم ہوں... کل آپ یہ کہہ بیٹھیں گے کہ ضرور سڑکوں پر ڈھول دھپّا کرتا پھرتا ہو گا... ورنہ ڈھول دَھپے کی کہانیاں کیسے لکھتا۔

اس کے بعد پھر وہی سوال، جو اکثر مجھ سے کیا جاتا ہے۔ یعنی اَدب میں آپ کا کیا مقام ہے؟ لہٰذا جھلّا کر میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ "ادب کیا ہے؟" اُس کی کوئی جامع تعریف آپ کی نظر سے گزری ہو تو مجھے آگاہ فرمایئے، اُس میں اپنا مقام تلاش کر کے نشان دہی کر دوں گا۔ اگر انگریزی میں لکھتا ہوتا تو لٹریچر اپنے مقام سے آپ کو بہ آسانی آگاہ کر دیتا... مگر قصّہ اَدب کا ہے اس لیے خدا کی قسم اپنے بزرگوں کا بے حد اَدب کرتا ہوں اور بچّوں سے چاہتا ہوں کہ وہ میرا اَدب کریں۔ اس کے علاوہ ادب، جھگڑے کی چیز ہے۔ اگر آپ ایسا نہیں سمجھتے تو "ادب" میں اَدب کی جامع تعریف تلاش کرنے کی کوشش کیجیے لیکن میرا کیا مقام ہے، میری کہانیاں اگر آپ کو اچھی لگتی ہیں تو پڑھتے رہیے۔ جب آپ کو محظوظ کرنے سے قاصر نظر آنے لگوں تو مجھے یک قلم مسترد کر دیجیے۔ مجھے ذرہ برابر بھی افسوس نہ ہو گا۔ بس اَب آداب بجالاتا ہوں۔

ابن صفی

گفتگو

(اگست ۱۹۷۸ء)

میگزین کا خاص نمبر ملاحظہ فرمایئے خاص نہیں بلکہ خاص الخاص نمبر کہیے کیونکہ کاغذ کے حصول میں دشواری کی بنا پر کسی قدر نیٹ بھی ہو گیا ہے کاغذ دشواری سے مل رہا ہے اور بہت گراں بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ اخبارات و رسائل کی قیمت کہاں پہنچے گی روزانہ کاغذ کی قیمت چڑھنے ہی کی اطلاع ملتی ہے ضروریات زندگی کی قیمتوں کی طرف حکومت تھی توجہ دیتی ہے گوشت اور ترکاری والوں کو اپنی دوکان پر نرخ نامے آویزاں کرنے پڑتے ہیں میری دانست میں کاغذ کو بھی ضروریات زندگی ہی میں جگہ ملنی چاہیے کیونکہ اسکا تعلق ذہنی زندگی سے ہے بے شمار روحانی تقاضے پورے کرتا ہے اس لیے حکومت کو چاہیے کہ اس کی قیمتوں پر بھی نظر رکھے کاغذ کے تاجروں کو بھی ہدایت کی جائے کہ وہ اپنی دکانوں پر نرخ نامے آویزاں کریں۔

بہر حال حکومت جانے اور کاغذ کے تاجر جانیں۔ ہمارا کام تو صرف ہائے ہائے کرنا ہے سو کیے جائیں گے کبھی یونہی کریں گے اور کبھی سازوں کی سنگت سمیت ہو سکتا ہے فغان درویش کسی کے کانوں تک پہنچ ہی جائے ویسے

کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک

اس مصرعے پر منہ نہ بنائے ہائے ہائے شاعری کی طرف لے جاتی ہے جب ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آتا تو شاعری ہی کرتے ہیں کچھ نہ کچھ کرنا جو ٹھہرا حرکت کا نام زندگی ہے لہٰذا اس حرکت سے بھی باز آ گئے تو پھر ہمیں زندہ کون کہے گا رہی کامرانی تو اس کا انحصار اس سے پرے ہے کہ

پس مردن بنائے جائیں گے ساغر میری گل کے
لب جاں بخش کے بوسے ملیں گے خاک میں مل کے

شعر میرا نہیں بلکہ بہت پرانا ہے ایک صدی پرانا سمجھ لیجیے یا اس سے بھی کچھ زیادہ کا ہو سکتا ہے وضاحت اس لیے ضروری سمجھی کہ اس میں بوسے کا ذکر آ گیا ہے۔ جس سے قارئین کے اخلاق پر برا اثر

بھی پڑھ سکتا ہے لہٰذا عذاب ثواب انہی بزرگ کی گردن پر جن کا یہ شعر ہے۔

اور اب میں سوچ رہا ہوں کہ آخر اس بکواس کی کیا ضرورت تھی کاغذ بہت گراں ہو گیا ہے تو کیا ہوا انشاءاللہ رمضان المبارک کے بعد سستا ہو جائے گا آخر کاغذ کے تاجر حضرات کا بھی تو تزکیہ نفس ہو گا رمضان المبارک کے دوران میں لیکن پھر وہی ہائے آدمی بے صبرا ہے۔

ابن صفی

گفتگو

(ستمبر ۱۹۷۸ء)

پندرہ روزہ "نئے افق" کے تحت ہر ماہ دو شماروں کا اجراء عمل میں آتا تھا۔ ایک شمارے کی سَب ہیڈنگ "ابنِ صفی میگزین" ہوتی تھی اور دوسرے کی "آنچل"۔ یہ شمارہ صرف خواتین کے لیے پیش کیا جاتا تھا۔ ان شماروں میں نہ تو سیاست ہوتی تھی اور نہ ایسا مواد شائع کیا جاتا تھا جس پر عریانی یا فحاشی کی ترویج واشاعت کا الزام عائد کیا جاسکتا۔ بحمد اللہ ہم آج بھی اپنی ہی پالیسی پر کاربند ہیں۔

بہر حال اَب آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ محکمۂ اطلاعات کی طرف سے پندرہ روزہ "نئے افق" کے پبلشر کو ہدایت ملی ہے کہ ہر دو شمارہ جات کے سر اوراق پر صرف پندرہ روزہ نئے افق لکھوایا جائے۔ "ابن صفی میگزین" یا "آنچل" بطور سَب ہیڈنگ استعمال کرنے سے احتراز کیا جائے۔

بہت بہتر جناب، یونہی سہی۔ دراصل بے چارے پبلشر کو یاد نہیں رہا تھا کہ اسلحہ کے ذخیرے کو بھی میگزین کہتے ہیں۔ لہٰذا "ابنِ صفی میگزین" سے غلط فہمی بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ ممکن ہے کسی زبان میں "آنچل" کو بارود کی تھیلی بھی کہتے ہوں اور رقیبوں کا کیا ہے۔ وہ تو اکبر الہٰ آبادی ہی کے زمانے سے جاجا کے تھانے میں رپٹ لکھواتے رہے ہیں۔ خیر خاک ڈالیے۔ رقیبوں کی رُوسیاہی سے آپ کو کیا سروکار!...

ایک صاحب نے کسی ڈائجسٹ میں "نقلی عمران سیریز" چھپنے کی اطلاع دی ہے۔ یہ میرے لیے کوئی نئی بات نہیں ہے، بیس سال سے ایسوں کی اُٹھان اور حشر دیکھتا آرہا ہوں۔ بہر حال ان کے خلاف قانونی کارروائی کا حق میں نے ہمیشہ محفوظ رکھا ہے۔ ضرورت سمجھی تو یہ بھی ہو جائے گی۔ آپ متردد نہ ہوں۔ ویسے دیکھتا یہی آرہا ہوں کہ خود پڑھنے والوں کے ہاتھوں ان کے خلاف ایسی کارروائی ہو جاتی ہے کہ سر اُٹھا کر چلنے میں بھی شرمندگی محسوس کرنے لگتے ہیں۔

اَب سکھر کے وہ دوست متوجہ ہوں جن کے اُوٹ پٹانگ خطوط نے میری آئی گئی عقل خبط کر رکھی ہے۔ "آخری" خط میں اُنہوں نے تحریر فرمایا ہے۔ "صفی صاحب! یہ میرا آخری خط ہے۔ کیونکہ میں ایر فورس کا انٹرویو دینے جارہا ہوں۔ دُعا کیجیے کہ کامیاب ہو جاؤں۔ دو بار پہلے فیل ہو چکا ہوں۔ اَب تو

زبردست محنت کر کے جا رہا ہوں.... خدا حافظ۔"

آپ جھوٹ بول رہے ہیں سکھَری بھائی۔ آپ تو دن رات مجھے خطوط لکھتے رہے ہیں زبردست محنت کس وقت کی ہو گی۔ آپ کا واقعی خدا ہی حافظ ہے۔ اس بار بھی پاس ہو جائیں تو معجزہ ہی سمجھوں گا۔ ویسے میری دُعا یہی ہے کہ خدا کرے آپ کامیاب ہو جائیں۔

ابن صفی

گفتگو

(اکتوبر ۱۹۷۸ء)

میگزین کا تازہ شمارہ حاضر ہے۔ ساتھ ہی یہ خوش خبری بھی سُن لیجیے کہ سرورق سے "میگزین" کا لفظ ہٹاتے ہی اس کے سرکولیشن میں مزید اضافہ ہوا ہے. پچھلے شمارے کا دوسرا ایڈیشن بھی چھاپنا پڑا تھا۔ میں پہلے بھی عرض کرتا رہا ہوں کہ ناموں میں کیا رکھا ہے۔ اصل چیز "کام" ہے اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ آپ "کام" کو پرکھنا جانتے ہیں اور میں جانتا ہوں کہ آپ کیا پڑھنا چاہتے ہیں۔ جب اس قسم کی کوئی باہمی مفاہمت موجود ہو تو، پھر بات آگے ہی بڑھتی ہے۔ مراجعت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

اس بار بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر آپ "روگی" کی قسط نہیں پڑھ سکیں گے۔ اس کی جگہ ایرج و عقرب کی پہلی کہانی "معزز کھوپڑی" پیش کی جارہی ہے۔ میگزین کے بیشتر پڑھنے والے عرصہ سے اِصرار کرتے رہے ہیں کہ "بلدران کی ملکہ" کے سلسلے کی پچھلی کہانیاں بھی شائع کی جائیں جنہیں وہ نہیں پڑھ سکے تھے۔ لہٰذا اس کے بعد دوسری کہانی "گلترنگ" بھی پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

ایک صاحب نے پوچھا ہے کہ اگر غیر ملکی ادیب اردو کے کسی رسالے میں اپنی کہانیوں کا حشر دیکھ لیں تو اُن کا کیا حال ہو؟ سوا لاکھ روپے کا سوال ہے جناب۔ اُن کا وہی حال ہو جو خود ہمیں دیکھ کر ہو سکتا ہے کیونکہ ہم بھی تو رہن سہن، کھانے پینے اور بول چال کے معاملے میں اُنہی کی نقل کرتے ہیں اور اُن کے پھٹیچر ترین طبقے سے بھی کمترین نظر آتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہم اپنے حسبِ حال ہی اُن کی کہانیوں کو بھی لوکل کلر دیں گے۔ اس لیے اُن کا سر پیٹ لینا برحق۔ کم از کم مجھے بھی کوئی ریٹا، مارتھا یا جولیا۔ "اُوئی۔ نوج اسرہائے اَللّٰہ" کہتی ہوئی اچھی نہیں لگے گی۔ بہر حال ہم ایسے تراجم کو سنبھالنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ پھر بھی کوئی سقم رہ جائے تو اُن بے چاروں کی قسمت!

ابن صفی

گفتگو

(نومبر ۱۹۷۸ء)

نئے افق کا تازہ شمارہ حاضر ہے۔ پچھلے شمارے کی پسندیدگی کا شکریہ! آپ کی فرمائشات کے مطابق اِسے مزید آگے بڑھانے کی کوشش جاری ہے۔

بعض پڑھنے والے ابھی تک ''میگزین'' اور ''نئے افق'' کے اُلجھاوے میں مُبتلا ہیں۔ لکھتے ہیں کہ وہ، اس معمے کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ بس کیا عرض کروں بھائی! سرورق پر کسی بھی سائز کا ''میگزین'' دیکھنا محکمۂ اطلاعات کو گوارا نہیں۔ لہٰذا لفظ ''میگزین'' کا قِصّہ ہی پاک سمجھیے۔ ایسے الفاظ جو جھگڑے کا باعث بن سکتے ہوں، اُن سے دامن بچانا ہی چاہیے۔ ''میگزین'' سے میں ''رسالہ'' مراد لیتا ہوں اور وہ اسلحے کا ذخیرہ سمجھتے ہیں۔ انگریزوں کے دور میں جب اسلحے پر پابندی لگائی گئی تھی تو ایک شاعر چیخ پڑا تھا ۔

یا رب نگاہ ناز پر لائسنس کیوں نہیں
یہ بھی تو قتل کرتی ہے تلوار کی طرح

بہر حال، اب اس میگزین کے جھگڑے کو ختم کیجیے۔ لفظ ''ڈائجسٹ'' سے الرجک ہو گیا تھا، اس لیے چاہا تھا کہ آپ اس رسالے کو ڈائجسٹ کی بجائے میگزین کہیں لیکن محکمۂ اطلاعات کو میری یہ بات پسند نہیں آئی لہٰذا آپ کا جو دِل چاہے، کہیے اور پڑھتے رہیے۔ ویسے کاغذ کی روز افزوں گرانی کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ پیش گوئی ضرور کر سکتا ہوں کہ مستقبل قریب میں ایک شمارے کی تیاری پر اُتنے ہی مصارف ہوا کریں گے جتنے ایک ایٹم بم کی تیاری پر ہوتے ہیں۔ اس وقت ایک بار پھر کوشش کروں گا کہ محکمۂ اطلاعات اسے میگزین تسلیم کرلے۔ باقی اللہ مالک ہے۔

ضروری اطلاع یہ ہے کہ آئندہ شمارہ نئے افق کا خاص نمبر ہو گا۔ اور اس کی قیمت کا انحصار کاغذ کی قیمت پر ہو گا۔ اگر کاغذ کی موجودہ قیمت ہی برقرار رہی تو آپ خود ہی سوچیے کہ خاص نمبر چھ روپے میں کیوں کر دیا جاسکے گا۔

ابن صفی

گفتگو

(دسمبر ۱۹۷۸ء)

نئے افق کا تازہ شمارہ ملاحظہ فرمایئے۔ میں اُن تمام احباب کا بے حد مشکور ہوں جنہوں نے مجھے عید کارڈ بھیجے۔ خصوصیت سے اُن صاحب کا الگ سے شکریہ ادا کروں گا جنہوں نے ایک خوب صورت سے کارڈ پر خوش نویس سے "بکرا مبارک" لکھوا کر ارسال کیا ہے۔ اسے اپنی عزت افزائی سمجھوں یا بکرے کی۔ ویسے آدمی اور بکرے میں کبھی کوئی فرق نہیں رہا۔ دونوں ہی ہمیشہ چُھری تلے آتے رہے ہیں۔ البتہ دونوں کے قصابوں کے طریق کار میں ضرور فرق رہا ہے... اور ہاں آدمی کے سلسلے میں یہ بھی ہوتا ہے آیا ہے کہ آج جو قصاب ہے کل بکرے کی جگہ بھی کھڑا دکھائی دے سکتا ہے۔

اُف فوہ! بکرا بہت آگے بڑھ گیا۔ بات صرف "بکرا مبارک" کی تھی تو بھائی اگر سستا مل گیا ہو جواباً آپ کو بھی بکرا مبارک۔

کسی صاحب نے پوچھا تھا کہ آپ اپنے معاشقوں کی داستان کب لکھیں گے؟ اَمے بھائی، آپ کو میرے معاشقوں سے کیا سروکار یہ میرا قطعی نجی معاملہ ہے۔ اپنے معاشقوں میں آپ کو کیوں شریک کروں۔ تماشہ گر ضرور ہوں لیکن خود تماشہ بننا کبھی پسند نہیں کیا۔ اس سلسلے میں جن بزرگ شاعر حوالہ آپ نے دیا ہے، وہ ان کے اپنے مزاج کی بات ہے... پھر آپ نے عشق اور سیکس کی بات چھیڑی ہے تو گزارش ہے کہ میں سیکس کو "جذبۂ تخلیق" کہتا ہوں اور میری نظر میں یہ بے حد مُتبرّک جَذبہ ہے اور جس انداز میں اس کا بکھان کِیا جاتا ہے، اُسے میں اِس مُتبرک جَذبے کی بے حُرمتی سمجھتا ہوں۔ بِدعت سمجھتا ہوں۔

اب وہ صاحب متوجہ ہوں جنہیں میرے شاعر ہونے پر بے حد غُصّہ آیا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ میں صرف جاسوسی ناول لکھتا رہوں اور "مُلّا دوپیازہ" بھی میری "شان" کے خلاف ہے وغیرہ وغیرہ۔ اَمے بھائی کیا عرض کروں بہتیری بُری عادتوں میں مُبتلا ہوں۔ اگر ناول نویسی کی راہ پر نہ لگ گیا ہوتا تو مصوّر بھی ہو سکتا تھا، گلوکار بھی ہو سکتا تھا۔ ویسے اگر کبھی اگر کبھی اپنے پیشے سے اُکتا کر ایک آدھ غزل یا نظم بھی کہہ لی تو کون سی آفت آگئی۔ اسے بھی برداشت کیجیے ورنہ ڈریے اُس دن سے کہ کسی دن آپ کو پکڑ کر بیٹھ جاؤں اور شروع کر دوں گوجری ٹوری...، میرا ریکارڈ تین گھنٹے کا ہے۔

ابن صفی

گفتگو

(جنوری ۱۹۷۸ء)

نیا سال مُبارک۔ آیئے دعا کریں کہ یہ سال مُلک و قوم کے لیے بہتری لائے۔ آمین!

میگزین کے خاص نمبر کی پسندیدگی کا بہت بہت شکریہ! ہم کوشش کر رہے ہیں کہ میگزین کے ظاہری حسن کو مزید نکھارا جائے۔ اس سلسلے میں آپ کی تجاویز کا انتظار رہے گا... اس کے علاوہ اور کیا گفتگو کی جائے کیونکہ ایک صاحب نے "گفتگو" پر بھی اعتراض کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ "گفتگو" کو میگزین تک ہی محدود رکھا کیجیے۔ مثلاً اُس کے مواد سے متعلق باتیں کیجیے۔ لوگوں کو بتایئے کہ اُس میں کیا کچھ ہے۔ ایک آدھ کہانی پر خود بھی تنقیدی نظر ڈالیے، اُس کے فنّی محاسن پر بحث کیجیے۔ تاکہ لکھنے والے کی حواصلہ افزائی بھی ہو اور پڑھنے والوں کو بھی معلوم ہو سکے کہ وہ کہانی کِس بِنا پر شریکِ اشاعت کی گئی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اب آپ ہی بتایئے کہ اُنہیں کیا جواب دیا جائے۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ آپ ہنس رہے ہوں گے کیونکہ آپ میگزین اِسی لیے خریدتے ہیں کہ اُسے خود پڑھیں گے، اِس لیے نہیں خریدتے کہ میں، آپ کو بتانے بیٹھ جاؤں کہ اس میں کیا کیا ہے اور کس انداز سے پیش کیا گیا ہے۔ آپ خود ہی کہانیوں کے معائب اور محاسن تلاش کر لیں گے۔

آگے چل کر یہی صاحب پھر ایک بے حد عجیب فرمائش کرتے ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ کوئی شمارہ پیش کرنے کے سلسلے میں آپ لوگوں کو جن پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے یا جس کرب سے گُزرنا پڑتا ہے، اس کا بھی ذکر کیا کیجیے۔

بھائی! اگر ہمیں کسی پریشانی کا سامنا ہو گا یا کسی کَرب سے گُزرنا پڑے گا تو ہم چُپ چاپ بھاگ کھڑے ہوں گے آپ کو کیوں بتائیں گے کہ ہم پر کیا گزر رہی ہے۔ میگزین جاری کر کے آپ پر احسان تو نہیں کیا ہے کہ اپنا دُکھڑا رو کر آپ کو مزید اِحسان مندی کے احساس سے دوچار کرنے کی کوشش کریں... جتنی محنت کی جاتی ہے، اس کا صِلہ نقدی کی شکل میں مِل ہی جاتا ہے۔ ہاں، اُس صورت میں میں

واویلا ضرور کریں گے اگر اِس محنت اور جانفشانی کا صِلہ ''ڈھائی روپے۔ فی کلو'' کے حساب سے ملنے کی نوبت آ جائے۔ خُدا کے فضل و کرم سے ایسی کوئی بات نہیں۔ لہٰذا اِس کی قطعاً ضرورت نہیں کہ اپنی ''تگ و دَو'' کی داستان بھی آپ کو سُنائی جائے۔

ایک اور صاحب رَقم طراز ہیں کہ آپ اپنی تصویر میگزین میں کیوں نہیں چھاپتے!... تو سُنیے بھائی! جن صاحب کا یہ میگزین ہے، وہ، مجھ سے زیادہ خوب صورت ہیں۔ جب وہ خود اپنی تصویر نہیں چھاپتے تو میں اُن سے کِس مُنہ سے یہ کہوں کہ میری تصویر چھاپ دو۔ ویسے تصویر کا مسئلہ بھی عجیب ہے۔ اپنی کتاب پر چھاپتا ہوں تو آپ کہتے ہیں کہ جوانی کی تصویر چھاپے چلے جا رہے ہیں۔ کیا حالیہ شکل دکھاتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اصل قصہ یہ ہے، بھائی! کہ ڈھنگ کے کیمرے ہی آنے بند ہو گئے ہیں۔ آج کل کے کیمرے سر کے اگلے حصّے کے بال بالکل غائب کر دیتے ہیں۔ حد ہو گئی کہ ٹی وی کے کیمرے بھی اتنے ہی ناقص آ رہے ہیں.... اِس لیے صَبر کیجیے۔

والسلام

ابن صفی

گفتگو

میگزین کا تازہ شمارہ ملاحظہ فرمائیے۔ پچھلے شمارے کی پسندیدگی کا شکریہ۔ ہر بار گفتگو کی ابتدا اِن ہی دو جملوں سے ہوتی ہے اور میں سخت بوریت محسوس کرتا ہوں۔ کیا محسوس کرتا ہوں؟ ''بوریت''۔ ''بور'' انگریزی کا لفظ ہے اور ''یت'' عربی سے آتی ہے۔ اِس قسم کے مرکبات بنانے کے ماہر ہیں اردو والے۔ کبھی عربی اور فارسی کی پیوند کاری کرتے ہیں اور کبھی ہندی اور فارسی کو ہلا کر چھینٹ ڈالتے ہیں کسی کے کانوں پر جُوں تک نہیں رینگتی۔ ایک وہ زمانہ تھا جب علّامہ نیاز فتح پوری نے ایک اہلِ قلم کو لفظ ''فنکار'' پر ڈانٹ پلائی تھی۔ موصُوف کے تئیں عربی اور فارسی کا یہ تعلّق قطعی ناجائز تھا۔ ''فن'' عربی کا لفظ ہے اور '' کار'' فارسی کا۔ اُن کے نزدیک اُسے ''فنکار'' کی بجائے ''فنّان'' ہونا چاہیے تھا لیکن وہ ''فنکار'' ہی رہا۔ ''فنّان'' نہ ہو سکا۔ البتّہ اِس بحث سے میرے ایک دوست عبد المنّان کو فائدہ پہنچ گیا۔ اُنھیں اپنے نومولود بچے کے لیے ہم قافیہ نام کی تلاش تھی۔ جھپاک سے بچّے کا نام فنّان بِن عبدالمنّان رکھ دیا۔ لیکن خیر سے اب وہ بھی فنکار ہی کہلاتا ہے۔ نام خواہ کچھ ہو۔ تصویریں بناتا ہے۔ بہر حال ''برسہا برس'' سے ''دن بدِن'' تک یہ عمل جاری ہے اور جاری رہے گا۔ کوئی کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

میں سوچ رہا ہوں کہ آخر اس گفتگو سے کسی کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ ہوئی نا آخر وہی صفحہ بھرنے والی بات۔ ادھر کچھ ایسے خطوط بھی نہیں آئے، جنہیں گفتگو کا موضوع بنی جا سکے۔ چند خطوط میں بعض سیاسی سوالات پوچھے گئے ہیں لیکن نہ میں سیاست دان ہوں اور نہ کسی سیاسی پارٹی سے تعلق رکھتا ہوں لہٰذا عقلی گدّا لگانے سے کیا فائدہ؟ بس اتنی سیاست آتی ہے مجھے کہ جو اچھّا لگے، اُس کے حق میں ووٹ دے دو۔ لیکن اس میں بھی یہ دشواری ہے کہ آج تک کسی فلمی اداکارہ کو کسی نے اپنا پارٹی ٹکٹ نہیں دیا۔ (ہو سکتا ہے کہ اِسی لیے مجھے پالیٹکس سے کوئی دلچسپی نہ ہو)

ایک صاحب نے پوچھا ہے کہ یہ جو آپ تزک دوپیازی لکھ رہے ہیں، اس کا انجام کیا ہو گا؟ مُلّا دوپیازہ کبھی دربار تک بھی پہنچ سکے گا یا نسترن بانو ہی کے چکّر میں ختم ہو جائے گا۔ میری عرض ہے کہ ذرا

ٹھہریئے... مُلّاجی سے جی بھر کر لطف اٹھا لیجیے کہ دربار میں پہنچ کر صرف "جہاں پناہ" کا جی بہلائے گا، آپ کے کام کا نہیں رہے گا۔ دربار، دربار ہے۔ حدودِ اَدب میں رہنا پڑتا ہے وہاں۔ زندگی کی بے ساختگی کو تصنُّع کا طوق، گردن میں ڈالنا پڑتا ہے لہٰذا ابھی مُلّا کو عوام ہی میں رہنے دیجیے... اور آخر میں تزک کی پسندیدگی پر میرا شکریہ قبول فرمایئے۔

آپ کے تعاون سے میگزین بتدریج آگے بڑھ رہا ہے۔ اِس لیے پبلسٹی کے کسی خاص ذریعے کو اپنانے سے کیا فائدہ؟ ویسے آپ کا مشورہ محفوظ ہے، ضرورت پڑی تو اُسے بھی بروئے کار لایا جائے گا۔

ابن صفی

گفتگو

(فروری ۱۹۷۹ء)

خاص نمبر حاضر ہے۔ سب سے پہلے نظامِ اسلام کے بتدریج نفاذ کے اعلان کے سلسلے میں مبارک باد قبول فرمایئے۔ یہ کام اگر پاکستان بنتے ہی ہو گیا ہوتا تو آج بڑی حد تک ہم اپنی منزل کے قریب ہوتے، خیر... پتا نہیں، اس میں بھ ء کیا مصلحتِ خداوندی تھی۔ بہر حال، اب یہ ہمارا کام ہے کہ ہم اس بتدریج نفاذ میں کس حد تک حکومت سے تعاون کرتے ہیں۔ خُدا ہمیں توفیق دے کہ ہم خلوصِ نیت سے اِس کام کو آگے بڑھانے میں کوشاں رہیں اور خُدا وہ وقت بھی جلد لائے کہ مکّہ شریف کو مسلمانانِ عالم کی سیاسی مرکزیت حاصل ہو جائے کیونکہ اس کے بغیر مکمّل طور پر اِسلامی نظام کا نفّاذ ممکن ہی نہیں۔ جب تک کہ مسلم ممالک کے سرمائے کا کم از کم پچھتر فیصد حصہ صرف اسلامی ممالک ہی درمیان گردش نہ کرنے لگے۔ ہم سود کی لعنت سے پیچھا نہیں چھڑا سکیں گے کیونکہ ہمیں غیر مسلم ممالک سے لیے ہوئے قرض پر تو سود دینا ہی پڑے گا۔ غالباً ایسی ہی بعض دُشواریوں کی بنا پر تدریجی نفاذ کا اعلان کیا گیا ہے۔

بہر حال اب ہم سب کا فرض ہے کہ نافذ ہونے والے قوانین کی پوری حفاظت کریں۔ یہ نہ ہو کہ "اب نقدی دے گا یا ہاتھ کٹوائے گا۔"

قوانین خواہ کسی قسم کے نافذ رہے ہوں، پہلے بھی تھے لیکن کیا انہی قوانین کے اندر سے قانون شکنی کے "طریقے" نہیں کھینچ نکالے گئے تھے؟ لہٰذا ہر معاملے میں، ہر فرد کے لیے ایمانداری شرط ہے... اور بھائی، اللہ پاک تو قادر ہے کہ کراماً کاتبین کا جوڑا ہر فرد کے ساتھ کر دے لیکن دنیا کی کسی حکومت کے بس کی بات نہیں کہ ہر فرد پر ایک "پولیس مین" مسلط کر سکے۔ یہ قطعی اپنے ایمان دھرم کی بات ہوتی ہے کہ ہم کیا کرتے ہیں اور کس طرح کرتے ہیں...، لہٰذا آیئے! ہم سب مل کر دعا کریں کہ اللہ پاک ہمیں ہر معاملے میں ایماندار بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اور اب آیئے خاص نمبر کی طرف۔ بعض دوستوں کو شکایت ہے کہ خاص نمبر کی قیمت زیادہ ہوتی ہے. اس سلسلے میں گزارش ہے صفحات میں اضافے ہی کی بنا پر وہ خاص نمبر کہلاتا ہے۔ اور عام نمبر کی

قیمت، فی سولہ صفحات مبلغ پچاس پیسے مقرر کی جاتی ہے۔ صفحات گنیے اور خود ہی حساب لگا لیجیے۔ اگر ایک ٹیڈی پیسے کا بھی فرق نکلے تو ادارہ جواب دہ ہو گا۔ ویسے پچھلے نمبر کی کامیابی، (ہر اعتبار سے)... مجھے اب بھی یاد ہے۔ عام نمبر سے کہیں زیادہ اس کی فروخت ہوئی تھی اور یہ سب کچھ صرف آپ کے اعتماد اور تعاون کا نتیجہ ہے۔

والسلام

ابن صفی

گفتگو

(اپریل ۱۹۷۹ء)

سب سے پہلے خاص نمبر کی پسندیدگی پر ہمارا شکریہ قبول فرمائیے۔ بے شمار توصیفی خطوط درمیان کچھ اعتراضات بھی ہیں اور زیادہ تر غلط فہمی پر مبنی ہیں۔ اسے غلط فہمی اس لیے کہہ رہا ہوں کہ کسی ایک چیز کے بارے میں مختلف نظریات ہو سکتے ہیں۔ اسے غلط فہمی اس لیے کہہ رہا ہوں کہ کسی ایک چیز کے بارے میں مختلف نظریات ہو سکتے ہیں۔ جسے آپ فحاشی سمجھتے ہیں، وہ محض سُنی سُنائی بات ہے۔ کسی نے کہہ دیا کہ عورت کا سراپا بیان کرنا بھی فحاشی ہے اور اور آپ نے اسے تسلیم کر لیا۔ تو پھر یہ بھی فحاشی ہی ہوئی (عورتوں کے لیے) کہ کسی مرد کا سراپا لکھا جائے اور اس کے تنے ہوئے سینے کا ذکر کیا جائے۔ اس کے بازوؤں کی مچھلیوں کی بات کی جائے وغیرہ وغیرہ۔ بھائی ہر چیز کا کوئی میعار ہوتا ہے۔ فحاشی ہم اُسے کہیں گے اگر کسی کہانی کو آنجہانی کوکا پنڈت کی تصنیف بنانے کی کوشش کی جائے۔ بحمد اللہ آپ اس میگزین کی کہانیوں کو اس سے پاک ہی دیکھیں گے۔ شروع سے ہماری یہی کوشش رہی ہے کہ میگزین کو اس قسم کی ”گرما گرمی“ یا ”چٹپٹے پن“ سے پاک سے بچائے رکھا جائے۔ سو آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ میگزین کی مانگ محض اپنے دلچسپ مواد کی بنا پر بڑھ رہی ہے اور اسے آگے بڑھانے میں ”سیکس“ کو قطعی دخل نہیں رہا ہے۔

اب آیئے، اُس خط کی طرف، جس میں سیاست میں ملوث ہونے کا الزام عاید کیا گیا ہے۔ نہیں، بھائی! آپ غلط سمجھے ہیں۔ میں صرف مسلمان ہوں اور سب کی بھلائی چاہتا ہوں اور میری سب سے بڑی خواہش یہی ہے کہ سارے مسلمان آپس میں متحد اور متفق ہو جائیں ورنہ پھر ایک ہی بات رہ جاتی ہے، کہنے کی۔ جسے ہمارے مُجاہد شاعر رحمان کیانی نے کچھ اس طرح کہا ہے ؎

لعنت خدا کی ایسے خواص و عام پر
یک جا نہ ہو سکیں جو محمدؐ کے نام پر

گفتگو

(مئی ۱۹۷۹ء)

میگزین کا تازہ شمارہ حاضر ہے۔ پچھلے شمارے کی پسندیدگی کا شکریہ۔ اس بار بہتیری تجاویز آئی ہیں۔ان میں سے ایک یہ بھی ہے کی ''روگی'' کا انداز بدلنے کی کوشش کی جائے... اچھی بات ہے جناب! کوشش کی گئی ہے۔ شاید اب یہ کہانی آپ کو اُسی پیرائے میں نظر آئے۔ جس میں آپ چاہتے ہیں۔ آپ کا مطمع نظر کہانی کے مصنف کی سمجھ میں آگیا ہے اور اس رہنمائی پر آپ کے مشکور ہیں۔

آپ کی عدالت کا سلسلہ بھی بے حد پسند کیا جارہا ہے۔اِس جدّت پر ادارے کو ''مبارک باد'' کے خطوط بھی موصول ہوئے ہیں۔ ادارہ ان حضرات کا تہِ دل سے مشکور ہے۔ جنہوں نے اس سلسلے میں خطوط لکھے۔

اب آیئے، اُن خطوط کی طرف جو تبصرے کے شوق میں لکھے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ کیسے ہوتے ہوں گے لیکن میں پھر عرض کروں گا کہ اگر ایک بار آپ کے خط پر تبصرہ ہو جائے تو خُدارا بہروپ بھر کر دوبارہ تشریف لانے کی زحمت نہ کیا کیجیے۔ دوسری بار آپ تاؤ دلانے والی باتیں لکھتے ہیں کہ اس کا جواب تو ضرور ملے گا لیکن میں، آپ کو پہچان لیتا ہوں۔ اس لیے بھائی، سائنس کے گریجویٹ، مجھ پر رحم کیجیے۔

ہاں، اُن صاحب سے ضرور دو، دو باتیں ہوں گی جنہوں نے لکھا ہے کہ میں شاعری میں بہت بے باک ہو جاتا ہوں۔ اُن کا مطلب ہے کُھل جاتا ہوں... بھائی کہیں تو کُھلنے دیجیے۔ فرشتہ نہیں ہوں۔ آپ چاہتے ہیں کہ ''ہیرا پھیری'' سے بھی جاؤں۔ یہ میرے بس سے باہر ہے۔ عِشق کی ایک داستاں خود اللہ میاں نے بھی ہمیں سُنائی ہے (سورۃ یوسف غور سے ملاحظہ فرمایئے)

بات دراصل پیرایۂ اظہار کی ہوتی ہے۔ اگر میں نامناسب طور پر کچھ کہتا ہوں تو مجھے ضرور آگاہ فرمایئے۔ میں، آپ کا شکر گزار ہوں گا ورنہ اگر محض ''عشق'' ہی کے ذکر پر آپ بھڑکتے ہیں تو پھر آپ ہر غزل کے ساتھ حلف نامہ لگانے کا بھی مشورہ دیں گے کہ میں نے یہ قصیدہ اپنی گھر والی کی شان میں

عرض کیا ہے، کوئی نامحرم خاتون اس میں involve نہیں ہیں... اور بھائی کیا آپ اُردو کا سارا عِشقیہ لٹریچر دَریابُرد کر دیں گے... عقل کے ناخن لیجیے۔ پھر اُردو کی تعلیم کہاں سے ہو گی... انتہا پسندی لے ڈوبتی ہے۔ اسے ہمیشہ ذہن میں رکھیے... خیر کی رَاہ صرف درمیانی رَاہ ہے۔

والسّلام

ابن صفی

گفتگو

(جون ۱۹۷۹ء)

خُدا کی پناہ... کراچی کی گرمی... بالکل ایسا لگتا ہے جیسے پڑوس میں کسی نے تجرباتی ایٹمی دھماکہ کیا ہو

گھر سے بازار میں نکلتے ہوئے

زہرہ ہوتا ہے آب انساں کا...

غالب نے یہ شعر غدر کی تباہ کاریوں پر کہا تھا لیکن صادق آتا ہے کراچی کی خواہ مخواہ کی گرمی پر بھی۔ اچھی بھلی ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہوتی ہیں کہ اچانک کسی طرف سے کوئی گرمی کی لہر آ گئی۔ بنا بنایا کھیل بگڑ گیا... سارا کام ٹھپ۔

اوہ، شاید یہ بھی گرمی کا اثر ہے کہ گفتگو کا ڈھنگ بھی بدل گیا ورنہ سب سے پہلے یہ گزارش کرنا چاہیے تھی کہ میگزین کا تازہ شمارہ حاضر ہے... جی ہاں، ملاحظہ فرمایئے لیکن آپ اندازہ نہیں لگا سکتے کہ کن دشواریوں سے آپ تک پہنچا ہے۔ کاتب ہانپ رہے ہیں، گرمی سے... ٹھنڈے مشروبات چل رہے ہیں۔ کوئی چھینک رہا ہے، کوئی کھانس رہا ہے، جب دس بارہ کلو برف معدے میں اُتر جائے گی تو اور کیا ہو گا... ایڈیٹر، پروف ریڈر پر غرّا رہا ہے اور پروف ریڈر کاتبوں پر اور کاتب بیٹھے مصنّف پر چھینک رہے ہیں۔ ابھی کچھ دیر پہلے ایک پڑھنے والے سرِ راہ ملے تھے۔ بعد سلام و دعا بولے۔ ”آپ کا میگزین... آق چھیں... اور جو اُس میں مُلّا دو پیازہ ہے... آق چھیں... وہ نسترن بانو سے... آق چھیں... کیوں نہیں کر لیتا... آق چھیں... سلام علیکم۔" چھینکتے ہوئے یہ جا وہ جا... اخلاقاً میں بھی ایک بار چھینکا اور آگے بڑھ گیا لیکن مسلسل یہی سوچے جا رہا تھا کہ مُلّا دو پیازہ کی نسترن بانو سے آق چھیں کیسے کرائی جائے۔“

مذاق بر طرف، اب مجھے اُن محترمہ کا خط یاد آ رہا ہے جنھوں نے لکھا ہے کہ نسترن بانو اور مُلّا دو پیازہ بس ایک دوسرے پر خار کھاتے رہنے کے علاوہ اور کیا کرتے ہیں؟ کہانی ایک جگہ جم کر رہ گئی ہے... درست، تسلیم کرتا ہوں، اس بات کو لیکن جب ان دونوں میں مفارقت ہو جاتی ہے تب بھی پڑھنے والے بے چین ہوتے ہیں اور بار بار لکھتے ہیں کہ دونوں کو اکٹھا کیا جائے۔ اِدھر اکٹھا ہوئے اور شروع ہوئی

دانتا کلکل... پھر بتائیے، بات کیسے بنے؟ بہر حال، پچھلی قسط میں گھوڑا مُلّا کو لے بھاگا تھا۔ اس طرح پھر دونوں میں مفارقت ہو گئی ہے اور ہاں، فی الحال، مُلّا کو عوامی ہی رہنے دیجیے۔ یقین کیجیے جب تک دربار سے باہر ہے آپ کو مزہ دے رہا ہے۔ ابھی سے دربار میں پہنچا، دینے کی فرمائش نہ کیجیے ورنہ پھر وہاں سے واپسی مشکل ہو گی کیونکہ درباروں سے لوگ مَر کر ہی نکلنا پسند کرتے ہیں... اچھا، خدا حافظ! لیکن چلتے چلتے سوچ رہا ہوں کہ کہیں آپ اس گفتگو کو بھی کراچی کی گرمی ہی کا نتیجہ نہ سمجھ لیں۔

ابن صفی

گفتگو

(جولائی۱۹۷۹ء)

جولائی ۱۹۷۹ء

میگزین کا خاص نمبر حاضر ہے اس بار کارکنوں نے گویا ہتھیلی پر سرسوں جمائی ہے کہ یہ ضخیم نمبر پابندیٔ وقت کے ساتھ آپ تک پہنچا ہے

آپ کی پسندیدہ کہانی درندہ اب آخری مراحل میں ہے اگلے شمارے میں آپ اس کی آخری قسط ملاحظہ فرمائیں گے اس کے مصنف جناب ایم اے راحت اب آپ کے لیے ایک اور طویل کہانی لکھ رہے ہیں یہ ایک دلیر لڑکی کی داستان ہے جس نے برصغیر کے دور غلامی میں انگریزوں سے ٹکر لی تھی اور انگریز انتظامیہ کو ناکوں چنے چبوا دیے تھے مجھے امید ہے کہ یہ کہانی درندہ سے بھی زیادہ پسند کی جائے گی میں نے اس کا کچھ حصہ سنا ہے اور اس سے مطمئن ہوں

ہاں بھئی! کچھ خطوط اس سے محاسبہ سے متعلق بھی آئے ہیں جو پچھلے نہ سرسید گرلز کالج میں ہوا تھا یہ محاسبہ سری ادب پیش کرنے والوں سے متعلق تھا مخالفین کا موقف تھا کہ جاسوسی یا سری ادب معاشرے کے لیے تباہ کن ہے لہٰذا ہم سری ادب پیش کر کے قوم کی کوئی خدمت انجام نہیں دے رہے اس سلسلے میں بھانت بھانت کے دلائل سننے میں آئے میری کتابوں پر والدین کے نمائندہ نے الزام لگایا تھا کہ وہ افیون کی طرح چمٹ جاتی ہیں اس سلسلے میں اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ میری محنت بہر حال بار آور ہوتی ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہوں گا کہ یہ افیون بچوں کو فائدہ ہی پہنچاتی ہے کہ ایک کنارے پڑے رہتے ہیں سڑکوں پر لفنگاپن آپ نہیں کرتے پھرتے۔ انکی دھول دھپے کی جبلت کی تسکین میری کہانیوں سے ہو جاتی ہے اور اس کا سلیقہ بھی انہیں ہو جاتا ہے کہ دولت پہ کی جبلت کا ارتفاع کیسے کیا جائے یہ ایک سائنٹیفک بحث ہے جلد ہی ایک سیر حاصل مقالہ اس موضوع پر بھی لکھوں گا یہ بیچارا ایک صفحہ اس کا متحمل نہیں ہو سکتا رہے محاسبے تو ان کا کیا ہے انواع و اقسام کے محاسبے دن رات ہوتے رہتے ہیں لیکن بات وہیں آ رہتی ہے جہاں سے چلتی ہے اور فیصلہ نہیں ہو پاتا کہ معاشرے کی بگاڑ

کی ذمہ داری صرف گیسو سے لٹریچر پر عائد کی جائے گی اس منافقت پر جس کا تعلق پیٹ سے ہے ہم اگر جو بیچتے ہیں تو اس پر آپ کو جو ہی کا لیبل نظر آئے گا، گندم کا نہیں ہم مایوسی اور دہریت کی طرف لے جانے والا لٹریچر نہیں پیش کرتے

والسلام

ابن صفی

گفتگو

(اگست ۱۹۷۹ء)

میگزین کا تازہ شمارہ مُلاحظہ فرمایئے۔ خاص نمبر کی پسندیدگی کا شکریہ۔ خیال تھا کہ قیمت زیادہ ہونے کی بنا پر شاید کسی قدر کم اُٹھے لیکن بحمد اللہ کہ عام شمارے سے زیادہ اس کی پزیرائی ہوئی ہے۔

میگزین میں عنقریب کچھ ایسے اضافے بھی ہونے والے ہیں جن کی مثال شاید کہیں نہ مل سکے۔ مجھے یقین ہے کہ اپنے انوکھے پن کی بنا پر یہ اضافے آپ کو بیت پسند آئیں گے۔

"درندہ" اِس شمارے میں اختتام کو پہنچا۔ آیندہ اِس کی جگہ آپ نیا سلسلہ "سلطانہ" مُلاحظہ فرمائیں گے۔

اِس بار زیادہ تَر خطوط، میری والدہ مُکرّمہ کے سانحہٗ اِرتحال پر تعزیت کے سلسلے میں آئے ہیں۔ میں، اُن تمام احباب کا شُکر گزار ہوں جو میرے غم میں شریک ہوئے۔ میری دُعا ہے کہ اللہ پاک اُنہیں تاحیات خوش وخُرم رکھے۔ آمین۔

بعض حضرات "تزک دو پیازی" کی قسطوں میں اضافہ چاہتے ہیں۔ یعنی زیادہ صفحات کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ میری دانست میں اُسے مناسب صفحات دیئے جارہے ہیں ورنہ ہو سکتا ہے کہ طوالت کی بِنا پر یہ آپ کو بھرتی کی چیز معلوم ہونے لگے۔

"صفحہٗ دل" پر اس بار میری وہی غزل دیکھیے جسے سُن سُن کر آپ کے کان پک گئے ہوں گے۔ پھر کیوں چھاپی جارہی ہے؟ بات صرف اتنی سی ہے کہ "دھماکہ" میں اُس کا ایک شعر حبیب ولی محمد کی گرفت میں آنے سے رہ گیا تھا جو صفحہٗ دل پر موجود ہے۔

ایک صاحب نے لکھّا ہے کہ اپنی نظمیں بھی تو چھاپیۓ۔ صرف غزلوں پر کیوں ٹرخا دیتے ہیں۔ اچھا صاحب! نظمیں بھی تلاش کروں گا لیکن دیکھیے، شاید کوئی اتنی مختصر نظم ہاتھ آجائے جو صفحہٗ دل کی حدود سے نکل جانے والی نہ ہو۔ دراصل زیادہ تر طویل نظمیں لکھی ہیں۔ اب نظموں میں تو "باقی آئندہ" ہونے سے رہا، یا پھر اگر آپ، میرے میگزین میں نظموں کی بھی قسطیں ملاحظہ فرمانا چاہتے ہوں... تو دوسری بات ہے۔

والسلام

ابن صفی

گفتگو

(ستمبر ۱۹۷۹ء)

سب سے پہلے عید مبارک قبول یے۔ اُمّید ہے کہ رمضان شریف آپ نے بعافیت گزارا ہو گا... میگزین کا تازہ شمارہ حاضر ہے۔ حسبِ وعدہ طویل کہانی ''سُلطانہ'' کی پہلی قسط پیش کی جا رہی ہے۔ اپنی نوعیت کے اعتبار سے یہ قسطوں کا ایک انوکھا سِلسلہ ثابت ہو گی۔ اِسے آپ پسند کریں گے اور اس کے منتظر رہیں گے۔ ہماری کوشش یہی ہے کہ میگزین سے آپ کی دلچسپی بر قرار رہے... آپ کی تجاویز بھی زیرِ غور رہتی ہیں اور موقع مناسبت سے اُن پر ضرور عمل کیا جاتا ہے۔ ایک صاحب نے تحریر فرمایا کہ میگزین میں اِنٹرویوز بھی پیش کیے جائیں لیکن یہ نہیں لکھا کہ کِس کے انٹرویوز... بہر حال، اُن کی یہ خواہش فوری طور پر پُوری نہیں کی جا سکتی کیونکہ اس سلسلے میں ہمیں مزید سوچنا پڑے گا۔

دوسرا خط اس لیے قابلِ ذِکر ہے کہ اسے تحریر کرنے والے بے حد پریشان ہیں۔ اپنے لیے نہیں بلکہ پُوری قوم کے لیے۔ قومی زندگی کے ہر شعبے پر کڑی تنقید کرنے کے بعد، مجھ بے چارے سے پوچھتے ہیں کہ آخر ہو گا کیا؟ نظامِ اسلام کے نفاذ کی کیا صُورت ہو گی؟ حکُومت تو قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کر رہی ہے لیکن ہم خود کسی طرح بھی اس سانچے میں ڈھلنے پر آمادہ نظر نہیں آتے۔ آخر ایسا کیوں ہے؟ ایسا یُوں ہے، بھائی صاحب! آپ چاہتے ہیں کہ پہلے میں اسلام کے سانچے میں ڈھل جاؤں پھر آپ ڈھلنے کی کوشش کریں گے۔ ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ تو اسلام کے سانچے میں ڈھلنے میں لگ جائیں اور میں آپ کی جیب صاف کر دوں۔ سب سے بڑی دُشواری یہی ہے۔ ہر فَرد یہی سوچ رہا ہے کہ پہلے سب ایماندار بن جائیں پھر میں بھی بن جاؤں گا۔ خود میری زبان، دن رات کترنی کی طرح چلتی رہتی ہے۔ تنقید... تنقید، دوسروں پر تنقید۔ اگر میں یہی انرجی خود اپنی اصلاح پر صَرف کروں تو کم از کم ایک یونٹ تو سُدھر ہی جائے گا اور ہو سکتا ہے کہ میری دیکھا دیکھی میرے برابر والا بھی ذاتی سُدھار کی طرف توجہ دے ڈالے لیکن اسے کیا کہا جائے کہ قبلہ پہلے آپ۔ نہیں حضرت پہلے آپ!

ضرورت اس بات کی ہے کہ میں اپنے حقوق کی پرواہ کیے بغیر فرض کی ادائیگی پر توجّہ دوں۔ تہیّہ

کرلوں کہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی نہ ہونے دوں گا۔ بس تو پھر یہ سمجھئے کہ آپ کے حقوق اَدا ہو گئے۔ اسی طرح آپ کے فرائض کی ادائیگی سے میرے حقوق خود بخود ادا ہو جائیں گے... آپ تو ماشاءاللہ عمرانیات کے اچھے طالب علم معلوم ہوتے ہیں پھر آپ کو کیا بتانا کہ جو آپ کا فرض ہے وہی میرا حق ہے اور میرا فرض آپ کا حق۔

ہاں، تو جناب! کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے اس لمبے چوڑے خط کا مجھ بے چارے کے پاس بس یہی مختصر سا جواب ہے کہ اگر ہر فرد اپنے فرائض کی ادائیگی پر کمر بَستی ہو جائے تو پھر میں دیکھوں گا کہ نظامِ اسلام کی راہ کون روک سکتا ہے۔

ابن صفی

گفتگو

(اکتوبر ۱۹۷۹ء)

ملاحظہ فرمایئے خاص نمبر۔ میں ان تمام احباب، بھتیجوں اور بھتیجیوں کا بے حد ممنون ہُوں جنھوں نے میری علالت سے مشوش ہو کر خطوط، تار اور ٹیلکس روانہ کیے۔ ان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہُوں جو میری خیریت دریافت کرنے میرے گھر پر آئے۔ حالت ایسی تھی کہ کسی سے بالمشافہ ملاقات ہُوئی اور کسی سے نہ ہو سکی۔ بہر حال، مجھے افسوس ہے کہ بہتوں کو شکایت ہے کہ وہ باہر ہی سے خیریت دریافت کر سکے، مجھے دیکھ نہ سکے۔ ایسے ہی ایک بھائی نے تجویز پیش کی ہے کہ میں جب بھی بیمار ہوا کرو. کسی اچھے اسپتال میں داخلہ لے لیا کروں۔ اس طرح لوگ مجھے دیکھ سکیں گے۔

نہیں بھائی۔ کسی اچھے سے اسپتال میں داخلہ لینا میرے بس سے باہر ہو گا۔ علالت کی صُورت میں مجھے اپنی ہی چھت زیادہ اچھی لگتی ہے اور مجھے اپنے متعلقین کے پُر تشویش چہرے دیکھ کر ہی سکون ملتا ہے۔ اسپتا اسپتالوں کی فضا لاتعلقی سے معمور ہوتی ہے۔ سرکاری اسپتالوں کی بات نہیں کر رہا بلکہ بعض پرائیویٹ اسپتالوں کا بھی یہی عالم ہے۔ مریض کراہ رہا ہے۔ نرس صاحبہ ایک میل نرس کے ساتھ تشریف لاتی ہیں۔ مریض کچھ کہنا چاہتا ہے لیکن وہ جلدی سے اس کے منہ میں تھرمامیٹر گھسیڑ دیتی ہیں اور مریض قُوں قُوں کر تا رہ جاتا ہے۔ نرس صاحبہ اپنی گھڑی پر اُچٹتی سی نظر ڈال کر میل نرس سے فرماتی ہیں۔ "ابے کل تم وہ مکئی کے بُھٹے کھا بھی سکے تھے یا نہیں۔" میل نرس صاحب زور سے قہقہہ لگاتے ہیں اور تھرمامیٹر بدہن مریض ہلکی سی قُوں نکالتا ہے۔ وہ دونوں اُونچی آواز میں گپاسٹک فرماتے رہتے ہیں۔ کسی حرامزادی بُڑھیا کا بھی ذکر نکلتا ہے۔ غالباً میٹرن صاحبہ کا۔ دونوں بہ آوازِ بُلند اُن کی سات پشتوں کو نوازتے رہتے ہیں۔ مریض پھر قُوں قُوں کرتا ہے اور نرس صاحبہ اُس طرف دیکھے بغیر ہاتھ ہلاتی ہیں۔ مطلب یہ کہ صبر کرو۔ اور میل نرس سے پُوچھتی ہیں۔ "ابے، وہ تیرے اس سالے کا کیا بنا تھا جو جمادار کی لونڈیا کو لے بھاگا تھا...." مریض ناک سے ٹھنڈی ٹھنڈی سانسیں لیتا ہے اور اُدھر جمادار کی لونڈیا شروع ہو جاتی ہے۔

نہیں، بھائی نہیں.... میں لاتعلقی کے ماحول میں زندہ نہیں رہ سکتا بحالتِ صحت مندی بھی چہ جائیکہ بحالتِ علالت.... تو بھائی صبر کیجیے۔ یعنی مجھ سے "قُوں قُوں" نہیں ہو سکے گی. ویسے قادرِ مطلق کی مرضی، چاہے تو اسپتال سے بھی بدتر جگہ پھکوا سکتا ہے!

والسلام

ابن صفی

گفتگو

(دسمبر ۱۹۷۹ء)

میگزین کا تازہ شمارہ حاضر ہے۔ سب سے پہلے آپ میگزین کے خاص نمبر کی کامیابی پر مبارکباد قبول فرمائیے۔ کیونکہ آپ نے اس کی پذیرائی کی، اسے خریدا اور اس کے سلسلے میں لاتعداد تعریفی خطوط لکھے۔ ایسا یوں ہوا کہ خاص نمبر کی ترتیب و تدوین میں آپ کے مشوروں کو بھی دخل تھا۔ ان تمام مصنفین تک آپ کی "مبارک باد" پہنچادی گئی ہے جن کی ذہنی کاوشوں کو آپ نے سراہا۔ آپ کے مزید مشوروں پر عمل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ انشاءاللہ آپ کے تعاون سے میگزین اسی طرح ترقی کی منزلیں طے کرتا رہے گا۔

میں ابھی تک بیمار ہوں۔ بس یہ اللہ کا کرم ہے کہ اس علالت کے باوجود بھی آپ کی خدمت میں حاضری ہو جاتی ہے۔ میں ان تمام احباب کا شکرگزار ہوں جو میری علالت کی بناپر متردّد ہیں اور خیریت دریافت کرنے کے لیے برابر خطوط لکھتے رہتے ہیں۔ بس اپنی دعاؤں میں مجھے یاد رکھیے۔ اللہ پاک بہتر ہی کریں گے۔

ایک صاحب نے خط لکھ کر دریافت کیا ہے کہ آخر ہم کس طرح اپنی حب الوطنی کا مظاہرہ کریں۔ حال ہی میں صدرِ مملکت نے ایک تقریر کے دوران فرمایا ہے، حب الوطنی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم پاکستانی بننے کی کوشش کریں۔ قومی لباس کو اپنائیں اور پاکستانی مصنوعات استعمال کریں۔ درآمدی اشیاء پر جو زرِ مبادلہ خرچ ہورہا ہے اس کی بچت کی یہی صورت ہے کہ جو مصنوعات پاکستان میں بنتی ہیں ان کی درآمد روک دی جائے اور برآمدات میں اضافہ کیا جائے۔

میری دانست میں حب الوطنی کے مظاہرے کا اس سے بہتر اور کوئی طریقہ نہیں ہے کہ اشیائے تعیّش پر پیسہ خرچ کرنے کی بجائے اسے بچا کر قومی ترقیاتی مدوں میں لگائیں، زیادہ سے زیادہ بچت کے سرٹیفکیٹ خریدیں۔ اس طرح ہم انفرادی طور پر بھی فائدے میں رہیں گے اور افراطِ زر کو بھی روکنے میں مدد ملے گی۔ انفرادی فائدہ اس طرح ہو گا کہ بچت کی سکیموں میں سال بہ سال مناسب منافع ملتا ہے۔

تو بھائی کہنے کا مطلب یہ کہ ہر محبِ وطن کو ہر اعتبار سے خالص پاکستانی بننے کی کوشش کرنا چاہیے۔ آیئے مل کر دعا کریں کہ اللہ پاک ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

ابنِ صفی

گفتگو

(فروری ۱۹۸۰ء)

بحمد اللہ جناح ہسپتال سے واپس آ گیا ہوں لیکن فی الحال آپ کی کسی خدمت سے معذور ہوں۔ ڈاکٹروں نے بھی فی الحال آرام کا مشورہ دیا ہے۔ مجھے بے حد افسوس ہے کہ آپ "تُزک دوپیازی" پچھلے ماہ بھی نہیں دیکھ سکے اور اس بار بھی اُن صفحات پر کچھ اور پائیں گے۔ میری اپنی کتاب "خطرناک اُنگلیاں" اَدھوری پڑی ہوئی ہے اور میں اپنے پڑھنے والوں سے شرمندہ ہُوں۔ دُعا کیجیے کہ آپ کی خدمت کے قابل ہو جاؤں۔

والسّلام

ابن صفی

گفتگو

(اپریل ۱۹۷۹ء)

میگزین کا تازہ شمارہ حاضر ہے... اور میں پہلے سے کسی قدر بہتر ہُوں۔ اِس لیے تزک کے چند صفحات بھی مُلاحظہ فرمایئے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ابھی تک طبیعت میں وہ "موج" پیدا نہیں ہونی جس "موج" کے تحت اپنی کتابیں لکھتا ہُوں۔ یہی وجہ ہے کہ ابھی تک باقی ماندہ کتاب میں ہاتھ نہیں لگایا۔ ویسے اللہ کی ذات سے اُمّید واثق ہے کہ جلد ہی کتاب لکھنے کے قابل ہو جاؤں گا۔ بعض پڑھنے والوں نے "آنچل" میں میرے ناول "آدمی کی جڑیں" کی پہلی قسِط دیکھ کر واویلا کیا ہے کہ جب وہ ناول لکھا جا سکتا ہے تو "خطرناک اُنگلیاں" لکھنے میں کیا دُشواری ہے۔ بھائیو! آپ نے شاید غور سے نہیں دیکھا۔ وہ ناول ۵۹ء میں لکھا گیا تھا۔ آدھے سے زیادہ لکھ لینے کے بعد اُس وقت بھی اسی طرح اچانک بیمار پڑ گیا تھا اور ناول ادُھورا رہ گیا تھا۔

ادھر مختلف اشیا کی گرانی کی وجہ سے بڑی دُشواریاں پیش آرہی ہیں۔ کاغذ تقریباً دُگنے داموں پر مِل رہا ہے اور گرافک فلم کی قیمت میں قریباً ڈھائی سو، فی صد اضافہ ہوا ہے۔ گرافک فلم پرچے کی طباعب میں سب سے اہم رول ادا کرتی ہے۔ کچھ کہیے تو جواب ملتا ہے کہ چاندی مہنگی ہو گئی ہے۔ لیکن ہمارے ملک میں چاندی کے دام جس تناسب سے بڑھے ہیں، اُس سے فلم کی گرانی کہیں زیادہ ہے۔ کِس سے فریاد کی جائے؟ اِن دشواریوں کے باوجود بھی ہماری کوشش یہی ہے کہ پرچوں کی قیمتوں میں اضافہ نہ کیا جائے لیکن جب حالات قابو سے باہر ہو جائیں تو پھر... کیا عرض کروں۔ اللہ مالک ہے... ویسے آپ مشورہ دیجیے کہ اِس گرانی کا مقابلہ کرنے کے لیے صفحات کم کیے جائیں یا قیمت بڑھائی جائے۔ میگزین شروع ہی سے آپ کی آراء کا پابند رہا ہے۔ لہٰذا اس نازک موقعے پر بھی آپ سے مشورے کا طالب ہے۔

آخر میں اُن تمام احباب کا شکر گزار ہُوں جو میری خیریت دریافت کرنے کے لیے خطوط لکھتے رہتے ہیں۔ بس دُعا کرتے رہیے کہ جلد آپ کی بہتر خدمت کے قابل ہو جاؤں۔

والسلام

ابن صفی

گفتگو

(جون ۱۹۸۰ء)

میگزین کا تازہ شمارہ حاضر ہے۔ خاص نمبر کی پزیرائی کا بہت بہت شکریہ! تعریفی خطوط ابھی تک موصول ہو رہے ہیں۔ اگلے خاص نمبر کے لیے جو تجاویز موصول ہوتی ہیں اُن پر ضرور غور کیا جائے گا۔

میں ابھی تک زیرِ علاج ہُوں اور اِس قابل نہیں ہو سکا ہُوں کہ حسبِ سابق بھرپُور انداز میں آپ کی خدمت کر سکوں۔ تزک کے کچھ صفحات ہو گئے تھے سو حاضر ہیں لیکن کہہ نہیں سکتا کہ آپ کو پسند بھی آئیں گے یا نہیں۔

اپنا ناول مکمل نہیں کر سکا۔ موضوع جس قسم کی ذہنی توانائی کا متقاضی ہے وہ مجھے ابھی تک نصیب نہیں ہو سکی۔ دُعا کیجیے کہ جلد ہی اپنے ناول ''خطرناک اُنگلیاں'' کو مکمل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔

ماہنامہ ''آنچل'' میں بالاقساط شائع ہونے والے اپنے ناول ''آدمی کی جڑیں'' کے بارے میں پہلے بھی وضاحت کر چکا ہوں کہ یہ جاسوسی ناول نہیں ہے۔ سوشل ناول ہے۔ اِدھر پھر کچھ خطوط آ گئے تھے یہ معلوم کرنے کے لیے کہ ''آدمی کی جڑیں'' میں بالآخر فریدی سے ملاقات ہو گی یا عمران سے۔ بہر حال اس ناول کی دونوں اقساط کی پسندیدگی کا بہت بہت شکریہ۔

میری خیریت دریافت کرنے کے لیے جن احباب نے خطوط لکھے ہیں اُن کا مشکور ہوں۔

طباعت سے متعلق میٹیریل کی گرانی کی بِنا پر کام کرنے والوں نے جو ریٹ بڑھائے ہیں اُن کا ذکر کرتے ہوئے پچھلی بار میں نے آپ سے مشورہ طلب کیا تھا کہ حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے ''میگزین'' کے صفحات کم کیے جائیں یا قیمت بڑھا دی جائے۔ اس سلسلے میں جو تجاویز آئی ہیں اُن میں اکثریت کے مُطابق قیمت بڑھانے کا مشورہ دیا گیا ہے اور صفحات کم کرنے کی مخالفت کی گئی ہے۔ بہر حال ہم ابھی اس مسئلے پر غور کر رہے ہیں۔

ابن صفی

گفتگو

(جولائی ۱۹۸۰ء)

میگزین کا خاص نمبر ملاحظہ فرمائیے۔ یہ شمارہ آپ ہی کے مشوروں کی روشنی میں پیش کیا جارہا ہے۔ پچھلے خصوصی نمبر کے بعد آپ کی جو تجاویز آیندہ خاص نمبر کے لیے آئی تھیں، ادارے نے انہیں عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی ہے۔ اب اس کا فیصلہ آپ خود کریں گے کہ اُسے کس حد تک کامیابی ہوئی ہے۔

میری علالت کا سلسلہ بدستور جاری ہے۔ زیادہ تر پڑا اُونگھتا رہتا ہوں جب اللہ کو کچھ لکھوانا ہوتا ہے تو ہوش میں لاتا ہے اور میں اس کے کرم سے لکھنا شروع کر دیتا ہوں۔ مجھے خود بھی اس پر حیرت ہوتی ہے۔ قریباً تیس پینتیس سال سے تمبا کوئے خوردنی یا کشیدنی کا اسیر رہا تھا۔ بحمد اللہ! کہ اس سے بھی رہائی نصیب ہوئی، اس علالت کے دوران میں... اور شکر ہے، رب العزت کا کہ اس تبدیلی کی بنا پر بھی میری کارکردگی پر کوئی برا اثر نہیں پڑا۔

اب ایک اور خوش خبری سنیے۔ ادارہ "نئے افق" ایک اور ماہنامہ پیش کرنے کی تیاریوں میں مصروف ہے۔ آپ اپنے ماہنامے "نیارخ" کا اشتہار دیکھ ہی رہے ہوں گے۔ اس میں آپ وہ سب کچھ پائیں گے جس کے پڑھنے کی تمنّا آپ کو رہتی ہے۔ بالکل نئے جہانوں کی سیر کیجیے۔ آپ جانتے ہی ہیں کہ ادارہ "نئے افق" نے کبھی آپ کو مایوس نہیں کیا۔ اُس کی یہ نئی پیش کش بھی آپ کے دلوں میں گھر کرے گی۔ ان شاء اللہ!

اس کا پہلا شمارہ آنے کے بعد، مجھے، آپ کی رائے کا انتظار رہے گا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ ماہنامہ بھی آپ کے مشوروں ہی کی روشنی میں آگے بڑھے گا، ترقی کرے گا اور پروان چڑھے گا۔ آیندہ شمارے سے ایک نئی سلسلے وار کہانی "شہباز" اس یقین کے ساتھ پیش کی جارہی ہے کہ آپ سب پسند آئے گی۔

آخر میں اُن تمام بھائی، بہنوں، بھتیجوں اور بھتیجیوں کا شکر گزار ہوں جو میری خیریت دریافت کرنے کے لیے برابر خطوط لکھتے رہتے ہیں۔ بس، مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے تاکہ تادیر آپ کی خدمت کر سکوں۔

ابن صفی

گفتگو

(شمارہ اگست ۱۹۸۰ء)

تازہ میگزین ملاحظہ فرمایئے اور ادارہ کی محنت کی داد دیجیے... لیکن اس بار آپ ہمارے اعلان کے مطابق "شہباز" کی قسط نہ پڑھ سکیں گے۔ اِنتظامی اُمور میں بعض تبدیلیوں کی بِنا پر ایسا ہُوا ہے۔ ان شاءاللہ اگلے شمارے میں آپ اس حیرت انگیز کہانی کی پہلی قِسط پڑھ سکیں گے اور میں خصوصیت سے معذرت خواہ ہوں کہ "تزک دوپیازی" کے صفحات بھی کم ہیں۔ کیا عرض کروں۔ ابھی تک اُس مرض سے پیچھا نہیں چُھوٹا جس میں مُبتلا ہوں۔ یعنی جسم میں خُون نہیں بن رہا۔ جِگر نے ابھی تک اپنا کام شروع نہیں کیا۔ خون چڑھایا جاتا ہے۔ جب تک وہ چلتا ہے، میں بھی چلتا رہتا ہُوں، اس کے بعد پھر ڈھیر ہو جاتا ہُوں۔ علاج برابر جاری ہے... آج پھر اسی دُشواری میں مُبتلا ہُوں۔ زیادہ کام نہیں کر سکتا۔ دُعا کیجیے کہ جلد صحت یاب ہو کر اپنے میعار کے مطابق خدمت کر سکوں۔

جی ہاں! "نیا رُخ" کی تیاریاں بھی جاری ہیں۔ آپ اس ماہنامے کو ہر لحاظ سے منفرد پائیں گے اور پہلا پرچہ دیکھتے ہی کہہ اُٹھیں گے کہ آپ کو ایسے ہی کسی "ڈائجسٹ" کا انتظار تھا۔ اس کے لیے زیادہ تر ایسے ہی اہلِ قلم لکھ رہے ہیں، جنھیں آپ پسند کرتے ہیں۔

اُن صاحب کے خط کا جواب نہ دینا بڑی زیادتی ہو گی جنھوں نے پرچے کی قیمت بڑھانے پر اعتراض کیا ہے۔ عزیزم آپ صرف خرید کر پڑھتے ہیں۔ آپ کو اُن دشواریوں اور آئے دن کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کا سامنا نہیں کرنا پڑتا جن سے ادارہ کو دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اس دوران میں کاغذ اور طباعت کے دُوسرے لوازمات کے دام پھر مزید چڑھتے ہیں۔ لیکن اُس کی مناسبت سے قیمت نہیں بڑھائی جاتی۔ یہ قطعی نہ سمجھئے کہ اس پرچے کا پبلشر دونوں ہاتھوں سے "منافع" سمیٹ رہا ہے... ہم سب ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ اس طرزِ طباعت پر جتنے زیادہ اخراجات ہوتے ہیں اُس کا عام پڑھنے والا تصوّر بھی نہیں کر سکتا۔

ابن صفی

دیگر اداریے

(اور کتب پر تبصرے)

تبصرہ برائے رفاہ عامہ

فلسفے کے طُلَباء کو مشورہ

[ناول تلاش گمشدہ کے آخر میں]

میں نے بھی طالب علمی کے زمانے میں فلسفہ انگلش میں پڑھا تھا اور اس سلسلے میں مجھے جن شواریوں سے گزرنا پڑا تھا۔ ان کے پیش نظر خیال آتا تھا، کاش کوئی کتاب اردو میں بھی مل سکتی۔ آج کے طلباء کو بھی یہی دشواری پیش آتی ہے لیکن مجھے خوشی ہے کہ قاضی قیصر الاسلام صاحب نے ''فلسفے کے بنیادی مسائل'' نامی کتاب لکھ کر طلباء پر گویا احسان کیا ہے۔ بی. اے (پاس) اور بی. اے (آنرز) کے طلباء اس کتاب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ صرف طلباء ہی نہیں بلکہ یہ کتاب اُن حضرات کے لیے بھی مفید ثابت ہو گی، جو فلسفے کا ذوق رکھتے ہیں لیکن انہیں شکایت ہے کہ اردو میں کوئی ایسی کتاب نہیں ملتی جس میں فلسفے کے سارے مکاتب سے متعلق مواد فراہم کیا گیا ہو۔ قاضی صاحب نے خاص طور پر اس کا خیال رکھا ہے کہ عام پڑھنے والے بھی اس سے مستفید ہو سکیں۔ سارے مکاتب فکر کا احاطہ کرتی کتاب۔ مسلمان طلباء کو مابعد الطبیعات کا مطالعہ کرتے وقت دہری فلسفے سے دوچار چار ہونا پڑتا ہے اور وہ بسا اوقات وجودِ باری تعالیٰ سے متعلق شکوک و شبہات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس لیے ان کے اذہان کی صفائی کے لیے قاضی صاحب نے بطورِ خاص یہ اہتمام کیا ہے کہ آخیر میں مسلم فلاسفہ کے بھی ایک دَور پر سیر حاصل مقالہ سپردِ قلم فرمایا ہے۔ مجموعی طور پر یہ کتاب ہر اعتبار سے فلسفے کے طلباء کے لیے بے حد مفید ثابت ہو گی۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن کی شائع کردہ اور ہر اچھے بُک ڈپو سے دستیاب ہے۔

ابن صفی

پیش رس

[جھوٹی برسات ازاثر نعمانی، اشاعت: ۱۹۶۴ء]

آئے دن اردو میں دوسری زبانوں کے ناولوں کے ترجمے ہوتے رہے ہیں جن میں کثیر تعداد انگریزی کے ناولوں کی ہوتی ہے اور ان میں بھی اکثریت جاسوسی ناولوں کی نظر آئے گی۔ جاسوسی ناولوں کے ترجمے کے سلسلے میں پہلا نام جو سامنے آتا ہے منشی تر تھ رام فیروز پوری کا ہے۔ انہوں نے لاتعداد ناولوں کا ترجمہ کیا ہے۔ لیکن ان کے ناول پڑھے لکھے لوگوں میں زیادہ مقبول نہ ہو سکے۔ کیونکہ وہ لفظی ترجمہ پر زیادہ زور دیتے تھے لہٰذا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ کبھی کبھی قاری مُصنّف کا مافی الضمیر سمجھنے سے ہی قاصر رہتا تھا۔ مکالموں میں بھدا پن پیدا ہو جاتا تھا اور وہ سیچُویشن کی صحیح عکاسی نہیں کر پاتے تھے۔ ان کے بعد کچھ اور حضرات نے بھی تراجم کے ذریعہ سرّی ادب میں اضافہ کیا۔ اور ان میں سے کئی کامیاب رہے۔

اب ایک نیا نام نظر آیا ہے۔ یہ ہیں اثر نعمانی صاحب انہوں نے فی الحال تراجم کے لیے ارل اسٹینلے گارڈنر کے ناول منتخب کیے ہیں اور میری دانست میں اچھے خاصے جا رہے ہیں۔ ان کی ذات سے اچھی توقعات وابستہ کی جا سکتی ہیں۔ ان کی زبان شائستہ اور با محاورہ ہے۔ اس کا سلیقہ رکھتے رکھتے کہ سیچویشن کے اعتبار کیسے الفاظ استعمال کیے جائیں.... مجھے امید ہے کہ اثر نعمانی صاحب پڑھے لکھے طبقہ میں ضرور مقبولیت حاصل کریں گے

ابن صفی

ان دیکھی تحریریں

(ایسی تحریریں جو کسی مجموعے کا حصہ نہیں)

ہم شریف لوگ

طغرل فرغان

آپ یقین کیجیے کہ میں شرفاء کے طبقے سے تعلق رکھتا ہوں۔ ثبوت کے لیے میرے جوتے حاضر ہیں، ان کی چمک دمک ملاحظہ فرمایئے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آپ ان میں اپنی شکل دیکھ سکتے ہیں.... لیکن ٹھہریئے.... اپنے توں الٹ پلٹ شروع کر دی.... نہیں ان کے تلے مت دیکھیے ___ ان میں دو بڑے بڑے سوراخ ہیں جو نیچے ہی نیچے میرے تلووں میں غلاظت اور گندگی لپیٹتے رہتے ہیں۔ مئی جون کی آگ اگلتی ہوئی دھرتی انھیں سوراخوں کے ذریعہ مجھے زندگی کا احساس دلاتی رہتی ہے۔ لیکن میں مطمئن ہوں صرف اس لیے کہ آپ تو صرف اوپر کے چمڑے کی چمک دمک دیکھتے ہیں۔

تو یقین کیجیے کہ میں متوسط طبقہ کا ایک خاندانی شریف ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ ضرور یقین کریں گے۔ کیونکہ آپ میرے جسم پر گیبرڈین کا سوٹ دیکھ کر یہ اندازہ نہیں کرسکتے کہ میرے معدے میں دینے باجرے کی روٹی اور بینگن کا بھرتا سڑ رہا ہے۔

ارے آپ یہاں دھوپ میں سڑک پر کیوں کھڑے ہیں۔ آیئے میری بیٹھک میں تشریف رکھیے۔

جی ہاں! یہ کرسیاں بریلی سے منگوائی تھیں۔ بھئی فرنیچر تو بریلی ہی میں بنتا ہے یہ قلم دان یہ بھی تاریخی چیز ہے اپنے خان بہادر فقیر بخش مرحوم کا نام تو سنا ہی ہو گا وہ میرے نانا کے سوتیلے چچا کے سالے کی خالا کے داماد تھے۔ یہ قلمدان انہیں لارڈ کچنر نے عطا فرمایا تھا اور یہ اگالدان آپ یقین نہ کریں گے لیجیے سگریٹ پیجئے۔ ہاتو اس اگالدان میں نادر شاہ درانی نے پانی پیا تھا آپ ہنس رہے ہیں یقین کیجیے جب نادر شاہ دُرّانی نے دلی پر حملہ کیا تھا اس وقت یہ اگالدان گلاس کی شکل میں تھا اور نادر شاہ نے اس میں پانی پیا تھا بعد میں مغلوں نے نادر شاہ کی توہین کرنے کے لیے اسے اگالدان بنا دیا یہ تصویر میرے نانا نے پیرس کی بین الاقوامی نمائش میں ڈیڑھ ہزار پاؤنڈ میں خریدی تھی اور یہ اگالدان جی ہاں اس کمرے کے آگے صحن ہے۔ لیکن میں ادھر کا حال آپ کو نہ بتاؤں گا کہ طرف مرغیاں دن بھر کوڑے کا ڈھیر کرید

کرید کر سارے سے صحن میں پھیل آتی رہتی ہیں... میں آپ کو ہرگز نہ بتاؤں گا کہ اس طرف رکھے ہوئے پانی کے برتن کائی جمتے جمتے بالکل غلیظ ہو کر رہ گئے ہیں۔ جن میں کیچڑ اور دھول میں لپٹے ہوئے ننگ دھڑنگ بچے اپنے ہاتھ گھنگھولا کرتے ہیں۔ میں پانی پینے کے ایلومینیم کے ان کٹوروں کا تذکرہ ہرگز نہ کروں گا جن کے گڑھے میل جمتے جمتے سیاہ ہو گئے ہیں۔

میں آپ کو اس کمرے میں نہ لے جاؤں گا جو زیادہ کشادہ نہ ہونے کے باوجود اللہ کی رحمت کے طفیل دس بارہ آدمیوں کو پناہ دیتا ہے۔ میں آپ کو اس کمرے میں لگی ہوئی الگنی پر لٹکے ہوئے وہ گندے لحاف ہرگز نہ دکھاؤں گا جو نسلاً بعد نسلٍ "کنبہ پروری" کرتے ہوئے مجھ تک پہنچے ہیں۔

ہاں تو آپ اسی طرف رہیے.... اسی کمرے میں .... یہ قالین دیکھیے.... یہ تصویریں دیکھیے.... یہ قلم دان دیکھیے۔ یہ گلدان دیکھیے، اور یہ اُگالدان.... سگریٹ لیجیے نا.... آخر تکلّف کیسا؟

خیر تو ہاں جناب وقت کی بات ہے.... اب میں اپنے متعلّق کیا عرض کروں.... بہر حال اِتنا ضرور کہوں گا کہ بہت ہی شاہی قسم کا خون اب تک میری رگوں میں جوش مار رہا ہے.... یہی وجہ ہے کہ میں نے اپنے لیے پیشۂ شاہجہانی منتخب کیا ہے.... کلرکی اپنے بس کا روگ نہیں۔ اور پھر اِس قسم کی ملازمتوں میں رشوت لینی ہی پڑتی ہے.... حق حلال کی کوڑی اگر مِل سکتی ہے تو صرف مدرّسی کے پیشے میں .... لڑکوں پر حکومت الگ رہتی ہے.... اور پھر یہ تو میری اپنی صلاحیت اور قابلیت کی بات ہے، کہ میں ترقی کرتے کرتے وزیرِ تعلیم تک ہو جاؤں.... میں آپ سے سچ عرض کرتا ہوں کہ اگر میں وزیرِ تعلیم ہو سکا تو یہ میرے صوبے کی انتہائی خوش نصیبی ہو گی.... میں ایک شریف اور وضع دار آدمی ہوں۔ مجھے اپنی پچھلی زندگی ہمیشہ یاد رہے گی۔ اِس سے یہ فائدہ ہو گا کہ شعبۂ تعلیم خصوصاً اساتذہ کی تنخواہوں کے سلسلے میں کافی بچت ہو گی۔ جب اساتذہ اپنی تنخواہوں میں اضافے کا مطالبہ کریں گے تو مجھے فوراً اپنی پچھلی زندگی یاد آجائے گی۔ آخر میں بھی تو ہائی اسکول میں ٹیچر رہ چکا ہوں۔ میری کتنی آمدن تھی۔ میرے کیا اخراجات تھے۔ میرے بچّے بھی تو ننگے گھومتے تھے۔ میں بھی تو سال میں دو جوڑ کپڑے پہنتا تھا۔ میں بھی تو پانچویں سال نئے جوتے خریدتا تھا.... پھر یہ اب کون سی آفت آگئی کہ ٹیچروں کی ضروریات ہی پوری نہیں ہو پاتیں۔

جنابِ والا! میں آپ سے سچ عرض کرتا ہوں کہ مجھ میں وزیرِ تعلیم بننے کی صلاحیتوں کی کمی نہیں .... اور پھر میری شکل تو آپ دیکھ ہی رہے ہیں۔

آخر اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے.... خیر ہنسیے.... ہمارے پاس کھوکھلے قہقہوں کے سوا باقی ہی کیا بچا ہے .... ہم اِد کے سوا کر ہی کیا سکتے ہیں کہ ایک دوسرے کو مُنہ چڑائیں.... خود کارٹون بنیں اور دوسروں کی بخیہ اُدھیڑیں.... بہر حال زندہ دلی بہت بڑی نعمت ہے.... اِس وسیع کائنات کا ڈکٹیٹر خود ایک بہت بڑا زندہ دل ہے.... ذرا اِن حسین صورتوں کو دیکھیے.... اِن بھرے بھرے سُلگتے ہوئے رُخساروں کو دیکھیے.... گھنیری پلکوں کی چھاؤں میں لہریں لیتی ہوئی اِن حسین جھیلوں کو دیکھیے.... لیکن جب اُس کی زندہ دِلی جوش میں آتی ہے وہ اُنھیں بھی کارٹون میں تبدیل کر دیتا ہے.... بھرے بھرے رخسار پچک کر چُھوارہ ہو جاتے ہیں.... زندگی سے بھرپور جھیلیں خُشک ہو جاتی ہیں۔ کھنکتی ہوئی رنگین ہنسی کھانسیوں میں تبدیل ہو جاتی ہے.... آپ ہنس رہے ہیں، ہنسیے، خوب ہنسیے.... ہنستے جائیے یہاں تک کہ آپ کو بھی کھانسی آنے لگے....

میں خواہ مخواہ بور ہو رہا ہوں.... آپ بھی کہتے ہوں گے کہاں پھنس گیا.... کیا کہا!.... میری باتیں دلچسپ ہوتی ہیں!.... جی شکریہ! لیکن مجھے افسوس ہے کہ اِس وقت میں آپ کی کوئی خدمت نہ کر سکوں گا۔ اس کے سوا اخلاقاً میں بھی آپ کی قابلیتوں کا اعتراف کر کے آپ کو دوبارہ اپنی تعریف کرنے کا موقع دوں.... آپ بُرا نہ مانیے گا.... مجھے آپ کے خلوصِ نیت پر شبہ نہیں.... میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ میرا حلقۂ احباب بہت وسیع ہے.... میرے دوست مجھے بے حد چاہتے ہیں، اور کیوں نہ چاہیں جب کہ وہ مجھے اپنی محفل کا بھانڈ سمجھتے ہیں۔ میں اُن میں بیٹھ کر کبھی اپنا دُکھڑا نہیں روتا۔ اُنھیں ہمیشہ ہنسنے ہنسانے پر مجبور کرتا رہتا ہوں.... اُن سے کبھی اُدھار نہیں مانگتا.... اگر مجھ میں یہ سب نالائقیاں نہ ہوتیں تو یہ سب مجھے "بور" کے خطاب سے نوازتے اور اِن میں سے کوئی مجھے مُنہ لگانا بھی پسند نہ کرتا۔

بہر حال آپ شوق سے میری تعریف کیجیے.... اگر مجھ میں ذرّہ برابر بھی شرافت ہے تو اِس کے بدلے میں اپنی کسی کتاب کا انتساب آپ کے نام سے ضرورت کروں گا.... خیر چھوڑیئے اِن باتوں کو!...

آپ اِس شہر میں اجنبی معلوم ہوتے ہیں.... آرام سے، بیٹھیے، آپ یہاں تنہائی سے اُکتا رہے

تھے.... یہ خانۂ بے تکلّف ہے.... میں آپ کو ہر گز یہ نہ محسوس ہونے دوں گا کہ آپ اِس شہر میں اجنبی ہیں.... ذرا دُھوپ کچھ اور ڈھل جانے دیجیے میں آپ کو یہاں کے تاریخی مقامات دکھانے کے لیے لے چلوں گا.... آپ کو تکلیف تو ہو گی.... اِس الماری میں سے کوئی کتاب نکال لیجیے.... میں ابھی دس منٹ میں حاضر ہوا۔

☆☆☆☆☆

آپ تنہائی سے اُکتائے ضرور ہوں گے.... مجھے ذرا دیر ہو گئی، بات ہی ایسی پیش آ گئی تھی.... خیر لیجیے چائے پیجیے.... چائے کے سیٹ کی پسندیدگی کا شکریہ.... یہ سیٹ سلطان عبدالحمید والے ٹرکی نے پر دادا مرحوم کو بطور نذر پیش کیا تھا.... اِس چائے دانی کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں چائے جاڑوں میں ٹھنڈی اور گرمیوں میں گرم رہتی ہے.... ہاں تو تو صاحب کیا بتاؤں اِس وقت آپ کو خواہ مخواہ تنہائی کی تکلیف اُٹھانی پڑی۔ میرے بچّے بہت زیادہ شریر ہیں.... چھوٹے صاحبزادے نے سو روپے کا ایک نوٹ توڑ مروڑ کر چوہے کے بِل میں ٹھونس دیا تھا جو بمشکل تمام نکل سکا اور ایسی حالت کہ پچاس ہی روپے کارہ گیا تھا.... اِس حماقت میں دیر ہو گئی (ابے اُلّو کے پٹّھے آخر تم یہ جان کر کیا کرو گے کہ میں اِتنی دیر تک دُودھ والے کی خوشامد کرتا رہا تھا۔ کہ وہ بس آج اور اُدھار دے دے.... کیونکہ یہ عزت کا معاملہ ہے۔)

ہاں تو جناب لیجیے سگریٹ حاضر ہوئے.... آپ بیٹھے بیٹھے اُکتا گئے ہوں گے.... چلیے آپ کو یہاں کے تاریخی مقامات دکھا دوں۔

☆☆☆☆☆

جی ہاں میرا شہر کافی خوب صورت ہے.... یہاں بڑے شاندار ہوٹل ہیں.... فرسٹ کلاس پکچر ہاؤس ہیں.... اور بہت سی حسین تفریح گاہیں ہیں.... لیکن اِس عمارت کو دیکھیے.... یہ ایک تاریخی یادگار ہے، آپ نہیں سمجھے؟ تو سُنیے.... یہ میرے سکول کی عمارت ہے۔ اِس کی ابتدا ایک پھوس کے جھونپڑے سے ہوئی تھی.... اب یہ عالی شان عمارت ہے.... یہ تاریخی یادگار اِس لیے ہے کہ لوگ اِس کے بانی کو گالیاں دیتے ہیں۔ گالیاں اس لیے دیتے ہیں کہ جس اسکول کو اُس نے پھوس کے جھونپڑے

سے شروع کیا، اُسے ہائر سیکنڈری کیوں بنا دیا اور اب اُسے کالج بنانے کی فکر میں کیوں ہے۔ اُسے اِس لیے برا بھلا کہتے ہیں کہ وہ اُن کے بچوں کو متوسّط طبقے کی گھریلو گندگیوں سے نکال کر بلندی کی طرف لے جانا چاہتا ہے۔ لوگ اِس لیے اُس سے خار کھاتے ہیں کہ وہ اپنی پوزیشن کا خیال کیے بغیر اسکول میں جھاڑو تک دے ڈالتا ہے.... اَب فرمائیے کہ یہ عمارت تاریخی یادگار ہے یا نہیں؟

صرف میرے ہی اسکول کی بات نہیں۔ میں بچّوں کے ہر تعلیمی ادارے کی عمارت کو تاریخی یادگار سمجھتا ہوں.... آپ پھر ہنس رہے ہیں، آپ نے شاید اِن اسکولوں میں ''دعا'' کا منظر نہیں دیکھا۔ اسکول کی گھنٹی بجتے ہی سب لڑکے قطار میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایک لڑکا دعا پڑھتا ہے اور سب اُسے دہراتے ہیں۔

''اے رب تو بزرگی والا ہے! ہم سب کی جان تیرے قبضے میں ہے۔ تُو ہم کو نیک راہ پر چلا اور بُرائیوں سے دور رکھ''

یہ بچّے روزانہ گراموفون کے ریکارڈ کی طرح اِس دعا دہراتے جاتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ گھر سے چُرائے ہوئے پیسوں کا مصرد بھی سوچتے جاتے ہیں۔ اُن میں سے کوئی اپنے ساتھی کی کی کتابیں چُرا لینے کا پروگرام بناتا رہتا ہے۔ اور کوئی نیک لڑکے کو پٹوا دینے کے امکانات پر طور کرتا رہتا ہے.... تو سُنیے میں اِس لیے اِن عمارتوں کو تاریخی یادگار کہتا ہوں کہ اِنھی بچّوں میں سے کئی قومی رہنما ہوں گے اور کئی حکومت کے بڑے بڑے عہدے سنبھالیں گے.... اُس وقت تک یہ گھر سے چُرائے ہوئے چند پیسے لاکھوں کی شکل میں تبدیل ہو چکے ہوں گے۔ کتابوں کی چوری بلیک مارکیٹنگ کا رُوپ دھار چکی ہو گی۔ اور یہ اپنے عہدوں کا حلف لیتے وقت کہیں گے....

''ہم خدا کو حاضر و ناظر جان کر عہد کرتے ہیں کہ ہمیشہ ملک و قوم کی بھلائی کے لیے اپنے عزیزوں کو اچھّی اچھّی ملازمتیں دلوائیں گے۔ ملک کی ترقی کے لیے اپنے بیٹوں کو سڑکوں کی تعمیر کے ٹھیکے دیں گے۔ اپنی حکومت کو سربلند کرنے.... اور عوام میں مقبول بنانے کے لیے چور بازاری کی ہمّت افزائی کریں گے

ہم خدا کو حاضر ناظر جان کر عہد کرتے ہیں کہ ملک کی ترقّی کے لیے اپنی حکومت میں کسی ایمان دار

کا وجود برداشت نہیں کریں گے۔ کیونکہ ایماندار لوگ اینگلوامریکن بلاک کی سیاست کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔"

ہاں تو جناب.... اب فرمائیے.... کیا میں ان عمارتوں کو یادگاریں سمجھ کر غلطی کر رہا ہوں۔

اب آیئے میرے ساتھ۔ یہاں شہر میں اب کوئی تاریخی یادگار باقی نہیں رہ گئی۔ یہاں سے تین میل کے فاصلے پر صرف ایک تاریخی یادگار اور ہے۔ کیا آپ پیدل نہ چل سکیں گے؟.... معاف کیجیے گا میں بھول گیا تھا کہ آپ میری ہی طرح ایک شریف آدمی ہیں.... خیر آیئے ایک تانگہ کیے لیتے ہیں۔

ارے آپ متحیّر کیوں ہیں.... جی ہاں یہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ یہاں ایک زبردست تاریخی یادگار ہے.... اِدھر آیئے.... آپ وہ تالاب دیکھ رہے ہیں؟.... جی ہاں یہی وہ تاریخی یادگار ہے.... لیجیے آپ تو پھر ہنسنے لگے۔ بخدا میں آپ سے سچ کہہ رہا ہوں.... اِسی گندے تالاب کے کنارے ۱۹۴۲ء میں دیش سیوکوں پر گولیاں چلی تھیں۔ اور وہ سامنے جو ایک جھونپڑا پڑا ہے.... وہاں ایک مشہور غنڈا رگھبیر رہتا تھا۔ وہ پیدائشی غنڈا نہیں تھا بلکہ پیدائشی یتیم تھا۔ بچپن میں بھوک نے اُسے بدمعاش بنا دیا اور اُس کی ساری عمر بدمعاشی میں گزر گئی۔ جب ۴۲ء کا اندولن شروع ہوا تو وہ بوڑھا ہو چکا تھا۔ اُس وقت اُس کی زندگی میں زبردست انقلاب رونما ہوا۔ اُس نے گاؤں کے جوانوں کی رہبری شروع کر دی.... نہ جانے اُس میں اچانک یہ تبدیلی کیسے ہوئی.... نہ جانے وہ ایک چور سے جنگِ آزادی کا سپاہی کیسے بن گیا.... اُس کے کچھ ساتھی مارے گئے اور وہ گرفتار کر لیا گیا۔

رہائی کے بعد وہ محنت کشوں کی طرح زندگی بسر کرنے لگا.... اِسی تالاب کی مچھلیاں اُس کی زندگی کا سہارا تھیں۔ وہ اُنھیں شہر لے جا کر ایسے داموں پر فروخت کرتا تھا کہ اُس کے کُنبے کی پرورش اچھّی طرح ہو جاتی تھی۔

اور پھر.... آزادی آئی.... ملک "ترقی" کرنے لگا، نئے نئے محکمے قائم ہوئے.... اور اِس تالاب کے کنارے مچھلیوں کی پرورش وپرداخت کا بورڈ لگا دیا گیا، اب اُس میں سے مچھلیاں پکڑنا ایک بھاری جُرم تھا.... بُوڑھے رگھبیر کی آنکھوں تلے اندھیرا آ گیا۔ وہ کئی دن تک سوچتا رہا کہ اب کیا کرے۔ آزادی نے اُونچے مکانوں کے باورچی خانوں کے لیے مچھلیاں تو پالنی شروع کر دی تھیں۔ لیکن بوڑھے رگھبیر کے

لیے اُس کے اس سوکھی روٹی کا ایک ٹکڑا بھی نہ تھا۔

رگھبیر نے فاقوں سے تنگ آکر پھر چوری کی.... اور پکڑا گیا....

تو جناب آپ کو ماننا ہی پڑے گا کہ یہ گندہ تالاب بھی ایک تاریخی یادگار ہے.... آخر آپ ہنستے کیوں ہیں؟ کیا مجھے احمق سمجھتے ہیں؟

کان کھول کر سُن لو، اب تاج محل، اجنتا اور قطب مینار کو شہد لگا کر چاٹنے سے کام نہ چلے گا۔ تمھیں کہنا پڑے گا کہ یہ گندہ تالاب جس میں وطن کے جانفروشوں کا خون لہریئے ڈال چکا ہے.... یہ گندہ تالاب جس نے گورے آقاؤں کے پنجے سے رہا ہوتے ہی ایک دیش سیوک کی روٹی چھین کر اُسے دوبارہ چور بننے پر مجبور کر دیا، ہندوستان کی سب سے بڑی تاریخی یادگار ہے.... کہو... کہو... کہتے ہو یا میں تمہارا گلا گھونٹ دوں..... اوہ معاف کیجیے گا.... دیوانگی میں آپ کی شان میں گستاخی کر بیٹھا.... میں یہ بھول گیا تھا کہ آپ بھی میری ہی طرح متوسط طبقے کے شریف آدمی ہیں.... ہمیں یہ باتیں ہرگز زیب نہیں دیتیں۔ ہمیں اپنے آباؤ اجداد کی راہ سے نہیں ہٹنا چاہیے.... ہمارے آباؤ اجداد جو قصیدے کہہ کہہ کر بڑی بڑی جاگیریں حاصل کیا کرتے تھے.... آیئے ہم، آپ بھی اللہ کا نام لے کر قصیدہ کہیں.... شاید اُس پاک، بے نیاز کی رحمت اِسی کی منتظر ہو

اُسے فضل کرتے نہیں لگتی بار
نہ ہو اُس سے مایُوس اُمّیدوار

❀ ❀ ❀

[ہم شریف لوگ از طغرل فرغان، بیسویں صدی دہلی، ستمبر ۱۹۵۲ء]

نوکِ خار

عقرب بہارستانی

یہ بات ہمارے بہت سے قارئین کے علم میں ہوگی کہ محترم ابنِ صفی عہدِ شباب میں مختلف ناموں سے مختلف موضوعات پر طبع آزمائی کرتے تھے۔ طغرل فرغان اور عقرب بہارستانی کے نام سے انھوں نے طنز و مزاح کے کئی شاہکار تراشے۔ گزشتہ ماہ آپ نے طغرل فرغان کے نام سے لکھی ایک تحریر پڑھی تھی اس ماہ ہم عقرب بہارستانی کا ایک کالم پیش کر رہے ہیں جو تقریباً چالیس سال قبل ماہنامہ ''نکہت'' میں شائع ہوا تھا۔ آپ اسے قندِ مکرر کے طور پر پڑھیے۔

یہ نکہت کا مستقل عنوان ہے اور اس کے تحت لکھنے کی خدمت مجھے ہی تفویض کی گئی ہے۔

قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

لیکن مجھے ان عنوانوں سے سخت چڑ ہے۔ چاہے یہ مستقل ہوں یا عارضی، پائدار ہوں یا ناپائدار، استوار ہوں یا لچکدار یا خمدار میں ان سے بہت گھبراتا ہوں مگر ہمارے ادیبوں اور فنکاروں کو اِن سے دلی اُنس ہے۔

ان کی محبت کا یہ عالم ہے کہ ایک نے راگ الاپا اور سبھوں نے سُر ملایا۔ چنانچہ ایک ودیار تھی نے اپنے افسانے کا عنوان ''اور بنسری کہتی رہی'' رکھا تھا۔ ذرا اس میں موسیقیت بھی تھی اور ترنم بھی۔ محترمہ نوشابہ فرغانہ نے اپنے افسانے کا عنوان ''اور ٹرین چلتی رہی'' رکھ دیا۔ اب جو طبیعت رنگ پر آئی تو پھر 'اور کہکشاں ہنستی رہی' 'اور پھول کھلتے رہے' وغیرہ، اور اب وہ دن دُور نہیں جب انسانوں کے عنوان ہوں گے 'اور مکان میں آگ لگتی رہی' 'اور بندر ہنستا رہا' اور میں مسکراتا رہا، اور ناک بہتی رہی، اور پھول بنتے رہے، کامیرڈ شیخ چلی پُھد کتے رہے''

اور سُنیے ایک بزرگوار کرن چاند نے اپنے افسانے کا عنوان (یعنی سوالیہ نشان) خدانخواستہ یہ

مطلب نہیں کہ وہ خود سوالیہ نشان ہیں۔ تجویز کیا۔ چنانچہ حضرت حیفی دائمی نے جو کہ انجمن ترقی پسند عنوانات کے صدر دائمی ہیں اور جن کا نام افسانوں کی سُرخی بن سکتا ہے۔ اپنے خطبہ صدارت میں فرماتے ہیں نیا زمانہ جنم لے رہا ہے اس لیے ہر چیز نئی ہونی چاہیے۔

ساتھ ہی ساتھ عنوان بھی مثلاً افسانوں کا عنوان اب صرف ضرب (×) تقسیم (÷) مثبت (+) اور منفی (-) کی علامت میں ہونا چاہیے۔ یہ علامتیں در حقیقت سماج کے چار طبقوں کی ہیں جو سرمایہ دار چھوٹے سرمایہ دار متوسط اور مزدور طبقے کہے جاسکتے ہیں۔ بے ساختہ جی چاہتا ہے کہ موصوف کے خُطبہ صدارات کا عنوان ''انقلاب زندہ باد'' رکھ دیا جائے۔

کتابوں کے عنوانات میں ایک صاحب نے مرکّب نام رکھنے کی ریت نکالی اور پے در پے ''انگارہ اور اوس'' ''جوانی اور انقلاب'' حماقت اور ف?یلت'' نام رکھ دیے۔ چنانچہ کرن چاند نے ''ایک بلی اور ایک چوہا'' نام رکھ کر حوصلہ افزائی کی۔ لوگوں نے ''مارپیٹ'' ''بھوک اور کھانا'' ''سرمایہ دار اور مزدور'' ''سُنیے اور سبق لیجیے'' عنوانات رکھے۔ حاجی لق لق کو جو غصّہ آیا تو اُنہوں نے ''ہنسو اور موٹے ہو جاؤ'' عنوان رکھ دیا۔ اب کوئی کیوں بُرا مانے۔

ایک بے چارے انگریز نے اپنے ناول کا نام مصرعہ میں رکھا تھا۔ اُردو کے ادیب بلا کے ذہین ہوتے ہیں۔ دیکھا اور سمجھے۔ چنانچہ نظموں کے عندانات کچھ اس طرح ہونے لگے ''مجھ سے پہلی سی حماقت میرے محبوب نہ مانگ''، ''یہ جانتا تو آگ لگاتا نہ گھر کو میں''، ''زندگی صرف کتابت تو نہیں ہے انجم''۔

آج کل کی سنسنی خیز خبر یہ ہے کہ حرتِ یرقان اپنے افسانوں کے مجموعہ کا عنوان حسبِ ذیل رکھنے والے ہیں جس میں سماج کے مُنّہ پر (اپنے مُنّہ پر خدانخواستہ مت سمجھیئے گا) چانٹے لگائے گئے ہیں۔

''یہ ہیں غنڈے بہت مشہور ہر ایک ان میں سے مامور تیرے واسطے اے سروِ سہی قد سُخن فہم و ترو تازہ گُل سرخ بہ فیضان بہار۔''

تو یہ اُردو ادب ہے جس کے ادیب صبح کو آڑھت کا کام کرتے ہیں اور دن بھر مکّھی مارتے ہیں اور شام کو جھک مارتے ہیں اس لیے یہاں سب جائز ہے۔ اس لیے کہ زبان کی ترقی اسی طرح ہو سکتی ہے کہ ہر چیز عنوان بن جائے۔ بیوی اور طوائف، کوٹھا اور کوٹھی، شاعر و تشاعر، گُل و خار، ہم اور آپ سب

عنوان بنائے جائیں۔ ورنہ زبان خطرے میں پڑ جائے گی اور یہ نام ونہاد ادیب مُصیبت اور چکر میں۔ اس لیے کسی عنوان کی کسی عنوان سے مخالفت مت کیجیے۔

رکھیوں عقرب مجھے اس بے سروپائی سے معاف
آج کچھ درد میرے دم میں سوا ہوتا ہے

مقطع عرض کیا ہی تھا کہ مشاعرہ اُکھڑ گیا۔ چاروں طرف سے ''چور چور'' کی صدائیں بلند ہوئی.... قبل اس کے کہ اُٹھ کر بھاگوں جنابِ صدر نے دبوچ لیا.... چھاتی پر گھٹنا ٹیک کر گردن پر ہاتھ رکھا اور مُسکرا کر ہمدردانہ انداز میں بولے۔ ''دبا دوں''۔ پیچھے سے ایک اُستاد نے کہا۔ ''جانے دو بھئی۔'' خیر کسی صورت سے جان بچی۔ اب فکر یہ ہوئی کہ آخر کس کے شعر سے مقطع لڑ گیا ہے۔

ڈرتے ڈرتے جناب صدر سے پوچھا۔ کڑک کر بولے۔ ''چوری اور سینہ زوری.... ایسے بھولے بنتے ہیں.... میاں چُرانا ہی تھا تو کسی غیر معروف شاعر کا کلام چرایا ہوتا.... جانتے ہو میں دیوانِ غالب کا حافظ ہوں۔''

مجھ پر اتنا رعب پڑا کہ میں پان چبانے لگا.... ''افو غالبؔ کے دیوان حافظ آپ ہی ہیں۔'' میں نے کہا اور جناب صدر جواباً چراغ پا ہو گئے.... آستین چڑھائی.... نتھنے پھُلائے.... اور.... اور.... اور پھر میں بھاگ نکلا.... اس دن سے یہ حال ہے کہ مشاعرے کا نام آیا اور مجھے غصہ آیا۔ کوئی بہت زیادہ مجبور کرتا ہے تو جھلّا کر کہہ دیتا ہوں۔ ''بھئی میں مشاعرے کا شاعر نہیں ہوں ترقی پسند ہوں اگر آپ کو میرا کلام پسند ہے تو رسالے خرید کر پڑھا کیجیے۔''

اچھا آپ بتایئے کہ میرا مقطع کیسا ہے.... آپ بھی دیوانِ غالبؔ کی دھمکی دینے لگے.... اچھا صاحب سرقہ ہی سہی.... مانے لیتا ہوں... مگر لِلّٰہ اس بار کا ''نوکِ خار'' پڑھتے وقت اس مقطع کو ذہن میں رکھیئے اور مجھے معاف کر دیجیے.... میں نے عہد کر لیا ہے کہ اب شاعری نہ کروں گا.... نظم کہنے کے بجائے ''ادبِ لطیف'' لکھوں گا۔''

''ادبِ لطیف'' بڑی عُمدہ چیز ہے.... اس میں نہ زیادہ سوچنا پڑتا ہے اور نہ زیادہ قلم گھِسنا پڑتا ہے۔ بس خالی الذہن ہو کر کچھ شروع کر دیجیے۔ اختتام تک پہنچتے پہنچتے سو فیصدی ادیب لطیف ہو جائیں

گے.... دِن میں دس "ادبِ لطیف" لکھیے اور چھپنے کے لیے روانہ کر دیجیے۔ کوئی نہ کوئی اللہ کا بندہ چھاپ ہی دے گا.... اگر دسوں چھپ گئے تو کیا کہنے.... بیک وقت دَس رسالوں میں آپ کا نام ہو گا اگر دس ماہ تک دس رسالوں میں آپ کا نام چھپتا رہا تو پھر سمجھ لیجیے کہ آپ کو مشہور ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ بعض ایڈیٹر ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں "ادبِ لطیف" ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ انہیں احمق بنانے کی ضرورت ہے اگر وہ آپ کا ایک ادب لطیف واپس کر دیں تو آپ دوسرا بھیجیے لیکن اس بار یہ خیال رہے کہ آپ کا نام مردانہ نہ ہو۔ اس مرتبہ آپ کوئی بہت ہی لچکیلے قسم کا زنانہ نام رکھ لیجیے۔ مثلاً فریدہ، نسرین.... اس بار بھی آپ کا ادب لطیف اشاعت سے محروم رہ جائے تو عقربؔ اپنی دُم قلم کروا دے گا۔

بس پھر آپ فریدہ، نسرین کے نام لکھے جایئے۔ جب آپ کی شادی ہونے لگے تو مشہور کر دیجیے کہ آپ کی شادی محترمہ فریدہ نسرین کے ساتھ ہو رہی ہے اور پھر اس کے بعد فریدہ نسرین کا سہارا لے کر آپ بھی باقاعدہ طور پر اَدبی دُنیا میں کُود پڑیئے۔

"Gordon belives in doing things gradually"

عقربؔ ایسے کئی حضرات کو جانتا ہے جو محض اپنی بیویون کی وجہ سے رسائل میں چھپتے رہتے ہیں اور مشہور ہو گئے ہیں۔

یہ خبر ایک طویل کہانی ہے جو ایک صفحے میں کسی طرح پوری نہیں ہو سکتی۔ اس لیے فی الحال آپ کو "ادبِ لطیف" کی تکنیک سمجھا کر اپنا "ادب لطیف" شروع کر دوں گا۔

ادبِ لطیف لکھتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھیئے کہ کوئی جملہ ایک لائن میں پُورا نہ ہو ورنہ "ادب لطیف" فنی اعتبار سے ادب لطیف کہنانے کا مستحق نہ ہو گا۔

اگر ایک لائن میں ایک ہی لفظ لکھا جائے تو کیا کہنا.... نہ ایڈیٹر جھلّائے گا اور نہ ادبِ لطیف ردّدی کی ٹوکری میں جائے گا.... اچھا تو اب میں اپنا ادبِ لطیف شروع کرتا ہوں مگر ایک بات ملحوظ خاطر رہے وہ یہ کہ میں ترقی پسند ہوں اور بے جا قیود کا شدّت سے مخالف ہوں۔ میں ایک لائن میں بیک وقت پانچ پانچ جملے بھی لکھ سکتا ہوں بُرا معلوم نہ ہو پڑھیے.... سنیے.... عنوان ہے "آؤ سجنی"

رات کے اتھاہ سناٹے میں.... جب ستارے آنکھ مچولی کھیلتے ہیں۔ میں مکھی مارتا ہوں!!!

آؤ دیکھو فضا خاموش ہے؟

ابھی ایک کُتّے کا پلا چیاؤں چیاؤں کر کے سو گیا ہے!

میں گانا چاہتا ہوں.... مگر میرے پاس سارنگی نہیں ہے۔

آہ میری سارنگی مجھ سے چھین لی گئی ہے۔

آہ.... کاش.... قاش نہیں.... کاش!!!

اوہ یہ دُنیا.... یہ مولوی یہ پنڈت یہ پادری یہ سب سارنگی کے دُشمن ہیں۔

سارنگی زندہ باد....۔ سارنگی پائندہ باد....

آؤ سجنی.... دیکھ میرے لانگ بُوٹ پھر گئے ہیں۔

تم ہنستی ہو.... بڑی بورژوا ہو جی تم....

ایک پرولتاری کا مضحکہ اڑا کر تمہیں کیا مل جائے گا۔

دیکھو سجنی.... پہلے میں رجعت پسند تھا... اب ترقی پسند ہو گیا ہوں.... اب ناز نخرے نہیں دیکھ سکتا.... افلاطونی عشق کا قائل نہیں رہ گیا اب ہم تم زندگی کی گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ تمہیں خوا مخواہ میرے ساتھ گھِسٹنا پڑے گا۔

اور بھی دُکھ ہیں زمانے میں محبت کے سِوا
آتی ہو کہ ڈنڈا لے کر آؤں

واضح رہے کہ میں نے انگریزوں سے صرف کُتا پالنا سیکھا ہے عورت کی عزّت کرنا نہیں۔

میں بڑا بے ڈھب آدمی ہوں سجنی.... یاد رکھنا اگر اب بھی نہ آئیں تو بذریعہ پولیس تم کو بلواؤں گا اگر پولیس بھی تم کو قابو میں نہ لا سکی تو پھر تم نے میرا جوتا دیکھا ہی ہے جو پیوند لگتے لگتے اچھا خاصہ مگرمچھ بن کر رہ گیا ہے۔

مگرمچھ....!

آہ مگرمچھ کتنا پیارا جانور ہے.... مگر نہیں یہ بھی بورژوا ہے۔ دریا میں رہ کر کوئی اس سے بیر نہیں رکھ سکتا۔ آہ ظالم مگرمچھ....!!!

اب آ بھی جاؤ سجنی.... ہم تم کو لال سلام کہتے ہیں۔

دیکھو اس وقت بڑی تیزی سے دُم ہل رہی ہے.... اگر ڈنک لگ گیا تو زندگی بھر سر پر ہاتھ رکھ کر روؤ گی.... ارے باپ رے باپ! تم بڑی کھٹور ہو جی.... تم پر کچھ اثر ہی نہیں.... دیکھو رات ختم ہوئی جا رہی ہے.... کُتے بھونک رہے ہیں.... اور تُم.... افوہہ۔ پگڈنڈی کتنی اُداس ہے.... اُس پر قدموں کی چاپ کیوں سُنائی دے رہی ہے.... کیا تم آ رہی ہو.... اچھا ٹھہرو.... سائیکل لے کر آتا ہوں....

☆☆☆

آج کی گفتگو شروع کرنے سے پہلے اپنے چند احباب کو مخاطب کرنا چاہتا ہوں۔ یہ وہ احباب ہیں جنہیں ''نوکِ خار'' میں عقربؔ بہارستانی کی دُم کا تذکرہ انتہائی ''کریہہ'' معلوم ہوتا ہے.... دوستو! میں تمہارے جذبات کا احترام کرتا ہوں۔ مجھے یہ معلوم کر کے بے حد افسوس ہوا کہ میری ''دُم'' سے تمہارے جذبات کو ٹھیس لگتی ہے.... لیکن تمہیں یہ نہ بھُولنا چاہیے کہ میں محض دُم کی وجہ سے عقربؔ ہوں اور اگر دُم نہ ہوتی تو میں مینڈک ہوتا اور ''نوکِ خار'' کے بجائے ''اُچھل کُود'' لکھتا۔

جس سے چوّنی والوں کو تسکین تو ہو جاتی لیکن ''پڑھا لکھا طبقہ'' مطمئن نہ ہوتا۔ بہر حال جب تک میں عقربؔ ہوں ''دُم'' کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ اہلِ ذوق حضرات مجھے معاف فرمائیں۔

☆☆☆

خاص نمبر کی تعریف کے سلسلے میں اب تک لاتعداد خطوط موصول ہو چکے ہیں.... ان میں ایک ایسا بھی ہے جسے سب نے نظر انداز کر دیا ہے۔ لیکن میری نظروں میں اس کی بہت زیادہ اہمیت ہے اس لیے کہ وہ سندیلے سے آیا ہے اور یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ سندیلے کے لَڈو بہت لذیذ ہوتے ہیں (بشرطیکہ مفت ہاتھ آئیں)۔

بہر حال آمدم بر سرِ مطلب .... سندیلے سے ایک صاحب نے طغرل فرغان صاحب کے ''اختلاج نمبر'' کے متعلق پوچھا ہے کہ کہاں سے دستیاب ہو سکے گا۔ پتا تحریر فرمائیں.... حالانکہ فرغان صاحب نے تبصرے کے نیچے نوٹ دے دیا تھا۔ ''ملنے کا پتا اور قیمت لکھنا ہماری پالیسی کے خلاف ہے۔''

لیکن سندیلوی صاحب مُصر ہیں کہ اُنہیں پتا ضرور لکھا جائے۔ کاش ہمیں یہ معلوم ہوتا.... غالباً فرغان صاحب بھی پتا نہ بتا سکیں گے کیوں کہ اُنہیں سوچنا پڑے گا کہ کتنے پتے بتائے جائیں.... کچھ تعجب نہیں کہ اسی دِقّت کو نظر میں رکھتے ہوئے انھوں نے اپنی پالیسی واضح کر دی ہو.... خیر خدا ہمارے سندیلوی صاحب کو اچھی سمجھ دے.... شاید میں نے اسی قسم کے مواقع کے لیے یہ شعر کہا تھا ؂

واقف نہیں ہے تو ہی نواہائے راز کا
یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

☆☆☆

آج تو میں نے طے کر لیا ہے کہ آپ کو اِدھر اُدھر کی سناؤں گا.... اس لیے آج کی گفتگو میں ربط و تسلسل کی تلاش فضول سمجھی جائے گی۔ اچھا سُنیئے بڑی دلچسپ بات ہے۔ ایک "پندرہ برس" کے شاعر کے کلام پر کسی ان ہی جیسے شاعر نے ایک عدد "اعتراض نام" لکھ ڈالا.... ایک محترمہ کو اس پر تاؤ آ گیا۔ اُنھوں نیاس پندرہ سالہ شاعر کی طرفداری کرتے ہوئے ان شاعر صاحب کو "چھچیل" کر رکھ دیا۔ آپ کہیں گے پھر یہ کوئی خاص بات نہ ہوئی.... ٹھہریئے دیکھیے خاص بات بھی ظاہر ہوئی جاتی ہے.... ایک پندرہ سالہ لڑکے کا تصّور کیجیے.... ٹھیک اب اسے غرارے دار پائجامے اور دوپٹے میں ملبوس کر دیجیے.... دیکھیے.... دیکھیے لڑکی ہے یا نہیں.... اس کی پروا نہیں کہ ذرا اُونٹنی قسم کی ہے.... بہر حال لڑکی ہے.... اب اس کا کوئی اچھا سا نام رکھ لیجیے یہی کوئی بالغہ خلوت قسم کا اور اب اسی سے اعتراض کا جواب لکھوا ڈالیے.... ہاں صاحب اسی دن کے لیے ؂

عقربِ خستہ تن بغیر کون سے کام بند ہیں

لطیفہ ملاحظہ ہو۔ کل ہمارے ایک کرم فرمانے جو غیر ملکی ادب کے ایک اچھے "نباض" ہیں دفت نکہت کو زینت بخشی.... میں نے پوچھا کہیے حضرت آج کل کیا مشغلہ ہے؟ فرمایا۔ "آج کل گول گول پڑھ رہا ہوں۔" یہ سن کر میں چکرا گیا.... عقل پر انتہائی زور دینے کے باوجود بھی معاملہ گول ہی رہا.... میں نے جی کڑا کر کے پوچھ ہی لیا۔ "قبلہ یہ گول گول کیا چیز ہے؟" مربّیانہ انداز میں مسکرا کر بولے۔ "روسی

مصنّف ہے۔" اور مجھے احمق سمجھ کر عباس حُسینی کی طرف متوجہ ہو گئے۔

میرا یہ خیال تھا کہ قہقہہ مار مار کر رو رہا تھا.... یا خُدا یہ گول گول کی مٹی پلید کی گئی تھی.... یا خُدا اے میرے اجداد کے رب۔

اُن حجرت کے نام جنہیں یہ صفحہ آئینہ معلوم ہوتا ہے۔

☆☆☆

ترقی کا زمانہ ہے اس لیے آپ مجبوراً اپس انتساب کے سلسلہ میں معاف کر دیں گے۔ ممکن ہے لفظ "مجبوراً" آپ کو بُرا معلوم ہو۔ واللہ میری نیّت بالکل باخیر ہے۔ "مبوراً" یوں لکھ رہا ہوں کہ آپ اسی قسم کے بہت سے انتسابات سے دوچار ہو چکے ہوں گے۔

غالباً آپ بھولے نہ ہوں گے کہ ہندوستان کے ایک چوٹی کے ادیب نے اپنی کتاب کا انتساب یوں کیا تھا۔

"اُس پاگل کُتّے کے نام جس نے مجھے متھرا میں کاٹا تھا۔" جب اس قسم کے انتساب برداشت کر لیے جاتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ طغرل فرغان صاحب کی زیرِ ترتیب کتاب کا انتساب "اس گدھے کے نام جس نے مجھے خوامخواہ لات ماردی تھی" قدر کی نگاہوں سے نہ دیکھا جائے۔

انتسابات پر بات چل نکلی ہے تو کیوں نہ اس سلسلہ میں ایک ٹھوس اور تحقیقی قسم کا مقالہ سپُردِ قلم فرمادوں۔

سُنیے یہ انتساب بڑے کام کے ہوتے ہیں.... مگر انتسابات لکھتے وقت اس بات کا خیال رکھا جائے کہ اگر کتاب کا مواد لوگوں کو اپنی طرف متوجہ نہ کر سکے تو کم از کم انتساب ہی ایک بار قارئین کو چونکا دے۔ لٰہذا انتساب اس قسم کا ہونا چاہیے۔

'اس بیوی کے نام جو ہر سال ایک بچہ جنتی ہے۔" یا "اپنے خُسر کے نام جو میری بیوی کی زندگی ہی میں مجھے اپنی دوسری بیٹی دینے پر تیار ہے" یا "اس بنیے کے نام جو مجھے ہمیشہ اُدھار دیتا ہے" یا "اُس مُرغے کے نام جو "ککڑوں" کے بجائے "لال سلام" بولتا ہے" وغیرہ وغیرہ۔

دیکھیے.... یہ انتساب ایک قسم کا پروپیگنڈا ہے جو انتساب کرنے والے کو اُچھال کر ماؤنٹ ایورسٹ پر پہنچا دیتا ہے.... اس پروپیگنڈے میں سب سے بڑی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ یہ پروپیگنڈا ہوتے ہوئے بھی پروپیگنڈا نہیں معلوم ہوتا اگر آپ اپنا نام کرشن چندر کے بعد اور کپور کے پہلے لکھنے لگیں گے تو لوگ فوراً سمجھ لیں گے کہ آپ اپنا پروپیگنڈا کر رہے ہیں لہٰذا وہ کام کیجیے جس میں خطرہ کم ہو اور فائدہ زیادہ اور کام کم از کم پروپیگنڈے کے سلسلے میں بھی ہو سکتا ہے کہ اسی قسم کے بلند پایہ انتسابات لکھے جائیں۔

☆☆☆

سُنیے میں ایک ترقی پسند ہوں۔ اس لیے چاہتا ہوں کہ "نوکِ خار" کو "اُردو غزل" بنادوں۔ مطلع تو آپ سُن ہی چکے۔ حُسنِ مطلع ملاحظہ ہو۔ عرض کیا ہے۔

کنہیالال کپور کا نام تو آپ نے سُنا ہو گا.... ہندوستان کے سب سے چھوٹے طنز نگار ہیں.... اتنے چھوٹے کہ قاتلؔ شہید صاحب کو ان کے طنز میں مقصد ہی نہیں سُجھائی دیتا۔ مقصد اس لیے نہیں سُجھائی دیتا کہ ان حجرات نے گڑبڑا کر "کامریڈ شیخ چلی" لکھ مارا تھا اور حالیؔ کو ترقی پسند شعراء کی محفل میں گھسیٹ لائے تھے۔ قاتل شہید صاحب کو چاہیے کہ "لال عینک" اُتار کر "بریلی کا سُرمہ" استعمال کریں۔ ورنہ بہت جلد COLOUR BLINDNESS کے شکار ہو جائیں گے۔

☆☆☆

شعر عرض ہے.... خیال ذرا پرانا ہے لیکن پھر بھی.... ملاحظہ ہو۔ حماقتؔ بریلوی کو لاہوری قسم کی ترقی یافتہ "ٹھمریوں" اور "دھرپتوں" میں بڑا مزا آتا ہے لیکن سلام مچھلی شہری کی نظموں میں کوئی "خاص بات" نہیں دکھائی دیتی۔ تعجب ہے کہ بریلی کے باشندے ہوتے ہوئے بھی وہاں کے "سُرمے" سے فائدہ نہیں اُٹھاتے۔

☆☆☆

شعر ملاحظہ ہو۔ ٹھیٹ بمبئی والی زبان میں ''عرض کیا ہوں۔ ہندوستان کے ایک بڑے ادیب کو شکایت ہے کہ قاتل شہید صاحب اپنے رسالہ کے ''مشہور لکھنے والوں میں اپنی بیوی کا نام بھی ٹھونس دیتے ہیں۔ یہ ادیب صاحب غالباً بھول گئے ہیں کہ کبھی اِن کا نام بھی اسی طرح ''ٹھونسا جاتا رہا ہو گا۔ مگر کون جانے ممکن ہے کہ یہ مادر زاد قسم کے بڑے ادیب ہوں۔

☆☆☆

شعر عرض کیا ہے.... ہلکا پھُلکا کا سا ہے... لیکن ملاحظہ ہو.... ایک صاحب آزاد نظم سے اس لیے جلتے ہیں کہ یہ مغرب کی پیداوار ہے اور ناول اس لیے پڑھتے ہیں کہ یہ عرب سے آیا ہے۔

آخر شعر ذرا فلمی قسم کا ہے.... ملاحظہ فرمایئے۔

''راجا اور سیندور'' کے خالق کشور ساہو ایک عدد ''ساجن'' بنا بیٹھے ہیں.... ذرا ایک منٹ ٹھہریے.... ایک بات ملحوظِ خاطر رہے وہ یہ کہ اِس شعر میں، میں نے ''صنعتِ مستول الجہاد'' پیدا کی ہے.... ہاں تو مصرعۂ ثانی ملاحظہ ہو.... کشور ساہو تو الگ رہے اگر ریحانہ کا قدم درمیان ہو تو سہراب مودی جیسے بھی کم از کم ''ہائے جانی'' ضرور بنا ڈالیں۔

☆☆☆

مقطع عرض کیا ہے۔ ''عقربِ بہارستانی کی دُم''

اور غزل کو کیا کہوں؟

☆☆☆

[یہ تحریر ماہنامہ نیا رخ (شمارہ مارچ ۱۹۸۹ء) سے لی گئی ہے]

یہ کتے

(سنکی سولجر اور طغرل فرغان کا ملا جلا پروگرام)

دسمبر کی سرد و سیاہ راتیں اور اس پر کتوں کا شور مُردوں کی بھی نیند اُچٹ جائے بشرطیکہ وہ افیون کھا کر نہ مرے ہوں! ایسی صورت میں بیدار نہ ہونے والا یا تو خود بلڈاگ ہو گا یا ہو جانے کا ارادہ رکھتا ہو گا! بہر حال ہم میں بعض ایسے بھی ہیں جن کی نیند بدستور جاری رہتی ہے۔! کچھ لوگ جاگ کر کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں! بعض حضرات لٹھ لے کر دوڑتے تو ضرور ہیں مگر ان کا وار ہمیشہ خالی جاتا ہے۔ یوں سمجھ لیجیے کہ کسی میں اتنی ہمت نہیں کہ ان کے منہ بند کر سکے!۔

وہ لیجیے ایک کتے نے "آداب عرض" کی ہانک لگائی۔

"جیتے رہو۔ جیتے رہو۔" کی متعدد آوازیں فضا میں گونج اٹھیں!۔

"کہو بھئی کیونکر آنا ہوا۔" ایک ارتعاش آمیز اور بھاری قسم کی آواز۔

اجی حضّت وہی شادی والا معاملہ!۔ نووارد بولا۔

مگر بھئی جہیز کے ساتھ پندرہ ہزار نقد زرا ٹیڑھی کھیر ہے!" کسی نے کہا۔

"زرا یہ بھی تو غور فرمائیے کہ لڑکا شاعر ہے اور ایم۔ اے تخلص کرتا ہے۔" نووارد نے کہا۔

"وہ تو سب ٹھیک ہے... مگر.....!"

"اگر مگر کچھ نہیں۔" نووارد نے بیچ ہی سے بات کاٹ دی۔ "ابھی کل ہی ڈپٹی فلاں کی لڑکی کا پیغام آیا تھا۔ آپ لوگوں نے خواہ مخواہ الجھار کھا ہے.... آج آپ کا قطعی فیصلہ سننے آیا ہوں!..."

"بھئی مجبوری ہے۔" کسی نے کہا۔

"بہتر ہے! آداب عرض!" کہکر غالباً نووارد صاحب تشریف لے گئے۔

"دیکھا سالے کو"۔ ایک صاحب غرائے۔

"مار... سالے کو!" سب نے بیک وقت کہا۔ اور دور تک بھاگتے چلے گئے! اس کے بعد سکون ہو گیا۔

ادھر پھر غنودگی طاری ہونے لگی لیکن شائد ابھی پلکوں میں درّے ہی رہے ہوں گے کہ ایک گرجدار آواز سنائی دی۔ کچھ قہقہے بلند ہوئے۔

"یہ سالا فرغان کا پٹھا بڑا مغرور ہے۔ مجھے سلام نہیں کرتا۔" ایک صاحب بولے۔

"نہ جانے کیا سمجھتا ہے خود کو۔ افسانوں کے پلاٹ چراتا ہے سالا نہ!۔"

"اچھا۔ اور اس پر یہ عالم ہے کہ ابھی تک لکھنے کا سلیقہ نہ پیدا ہو سکا! بخدا جھک مارتا ہے۔"

"کیا بتاؤں والد مرحوم کی وصیت کا پاس ہے ورنہ مزہ چکھا دیتا!"۔ چوتھے نے کہا۔

"کیا مطلب!"۔ ایک آواز آئی۔

"والد صاحب نے مرتے وقت رو رو کر وصیت کی تھی کہ بیٹا کبھی افسانہ مت لکھنا!"۔

کوئی صاحب بول پڑے۔ "اچھا تو کیا آپ کے والد بھی تھے۔!"

"کیا مطلب!"۔ چوتھے صاحب گرم ہو گئے۔

اس پر سب نے ایک ساتھ قہقہہ لگایا۔

"ہات تیری کی...!" غالباً چوتھے صاحب بے قابو ہو کر جھپٹ پڑے تھے! بس پھر طوفان بد تمیزی برپا ہو گیا!۔

اچانک کچھ دور سے "ہائیں ہائیں" کی بہت سی صدائیں بلند ہوئیں اور یہ سب فیصلہ کرانے کے لیے اسی طرف دوڑ گئے۔!

لحاف تان ہی رہا تھا کہ ایک طرف سے آواز آئی۔ "اجی سنتی ہو!"۔

"کیا ہے۔ ہر وقت کان ہی کھایا کرتے ہو!"۔ کتیا تنگ کر بولی۔

"ارے سنو تو سہی!"۔ غالباً شوہر کتے نے کہا۔ "دم کٹے کی لونڈیا چتکبرے سے پھنسی ہوئی ہے!"۔

"اے نوجوان! تم بھی تو کمال کرتے ہو! کہاں دم کٹے کی لونڈیا اور کہاں چتکبرا۔"

"اس میں تعجب کی کیا بات ہے! چتکبرا نابدان کے راستے دم کٹے کے گھر جایا کرتا ہے!"۔

یا اللہ توبہ ہے میری!"۔ کتیا صاحبہ نے ٹھنڈی سانس لے کر فرمایا۔ "جبھی تو میں کہوں آخر یہ لونڈیا کنواری کیوں نہیں لگتی!"۔

"کیوں بھابھی کیا ہو رہا ہے... اکیلے اکیلے"۔ کچھ دور سے آواز آئی لیکن کتیا نے دھیان نہ دیتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ "یہ جو پڑوسن ہے نا اس کی بہو بھی آج ہی کل میں بھاگنے والی ہے!"۔

پڑوسن کو کہیں قریب ہی دبکی پڑی تھی چمک کر بولی۔ "کیا کہا گدی سے زبان کھینچ لوں گی! بڑی آئی میری بہو کو بدنام کرنے والی۔ بی بی اس کے سامنے بات کرو جو تمہارے کرتوت نہ جانتی ہو! ابھی کل ہی دھگڑے کے ساتھ...."!

"اے۔ اے.... زبان سنبھال کے!" شوہر دار کتیا چیخی!

"کیا کرے گی کلموہی... زرا دیکھوں تو...!"۔ پڑوسن جھپٹ پڑی! پھر دونوں کے حمائتی اکھٹے ہو گئے اور ٹھن گئی اچھی خاصی!۔

اتنے میں شائد میرا کوئی پڑوسی ڈنڈا لے کر دوڑا اور مطلع صاف ہو گیا!۔

تھوڑی ہی دیر سویا ہوں گا کہ پھر آنکھ کھل گئی! ایک گرج سنائی دی۔ "رئیس کی دُم بنتے ہیں سالے! ابھی کل ہی اُدھر جا نکلا تھا! ایک گلاس پانی کو بھی نہ پوچھا! مہمان کی تو روح لرزتی ہے ان کے گھر جاتے ہوئے۔ شبرات میں حلوہ پکا کر اکیلے ہی کھا جاتا ہے.... بچے منہ تکتے رہ جاتے ہیں... جو اپنے بچوں کو نہ کھلا سکے... لاحول ولا قوت... کنجوس مکھی چوس کہیں کا...!"

"ٹھیک کہتے ہو"۔ دوسرا بولا۔ "میں تو لعنت بھیجتا ہوں ایسے پیسوں پر جو دوسروں کے کام نہ آسکیں!"۔

"بڑے سخی داتا ہو!" غالباً مخالف پارٹی کا کوئی کتا بولا۔ "جبھی تو کل تمہارا بھائی مجھ سے قرض لینے آیا تھا...!"

"دیکھیے میں آپ سے بات نہیں کر رہا۔" دوسرے کی آواز غصیلی تھی!۔

"منہ بھی ہے بات کرنے کا یا بات ہی کرو گے۔" مخالف پارٹی کا کتا بولا۔

"بس بس زیادہ بکواس نہیں... ورنہ!" دوسرا گرج کر بولا۔

"اچھا جی!"۔ مخالف پارٹی کے کتے نے کہا اور لتّاڑ کی شروع ہو گئی! اس شور و غوغے کے طوفان میں کسی کتیا کی باریک سی آواز کہتی سنائی دے رہی تھی۔ "مرے اللہ کرے.... اس کا ناس ہو جائے....

آدھی رات کو کھٹیا نکلے۔ کلچڑا.... مونڈی کاٹا....!"۔

پھر غالباً کسی نے پتھر پھینکا!۔ ایک نے کہا۔ "چیں"... اور ساری آوازیں بند ہو گئیں۔ ایک صاحب کہتے ہوئے بھاگے۔ "اپنے باپ کو نہیں مارتے سالے! میں نے کیا قصور کیا تھا! پتھر مار دیا الو کے پٹھے نے کبوتر کی اولاد۔"

چلیے۔ تھوڑی دیر کے لیے سکون پھر رخصت ہو گیا لیکن اب نیند کہاں۔ جھلاہٹ میں اٹھ کر ایک سگریٹ سلگائی اور پلنگ پر اکڑوں بیٹھ کر "جبر و اختیار" کے مسئلے پر غور کرنے لگا۔ دفعتاً پھر کئی کتے دوڑتے ہوئے عین میری بیٹھک کے سامنے آئے.... پہلے تو کچھ سرگوشیاں ہوتی رہیں۔ اس کے بعد ایک صاحب نے قہقہہ لگایا۔ "واہ مولانا کیا ترکیب نکالی ہے"

"جی ہاں۔ ذرا دیکھیے تو۔" کوئی صاحب حلق پر زور دے کر ناک کے بل بولے! "میرے باپ کا قائم کیا ہوا مدرسہ اور میں ہی دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینکدیا جاؤں۔ وہ مزا چکھاؤں! ان حضرت کو کہ زندگی بھر یاد کریں... میل میں نہ سڑوا دیا تو نام بدل دینا!"۔

"ضرور ضرور۔ صبر کی بھی حد ہوتی ہے!" کسی نے لقمہ دیا۔

یہاں بھی صبر کی حد ہو چکی تھی!۔ بھنّا کر لٹھ اٹھایا۔ باہر نکلتے ہی سین "ایڈ آؤٹ" ہو گیا! پھر میں نے جھنجھلا کر جو ایک لٹھ رسید کیا ہے تو خود میرے ہی سر کے بیس ٹکڑے ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعونَ!...

انٹرویوز

جہاں کوئی نہ ہو

ابرار صفی

ریڈیو پاکستان کراچی سے نشر ہونے والے مقبول پروگرام ''جہاں
کوئی نہ ہو'' کے سلسلے کا ایک دلچسپ انٹرویو ابن صفی اور
خوش بخت عالیہ کے درمیان پُر لطف اور یادگار باتیں

غالباً جون ۱۹۷۹ء کا ذِکر ہے کہ ریڈیو پاکستان سے کوئی صاحب تشریف لائے تھے اور ابّو سے فرمائش کی تھی کہ ہمارا پروگرام ''جہاں کوئی نہ ہو'' کے سلسلے میں پروگرام پروڈیوسر محترمہ خواجہ بیگم چاہتی ہیں کہ آیندہ پروگرام کی ریکارڈنگ آپ پر کی جائے کیونکہ نمود و نمائش ابو کا مزاج نہیں تھا، اس لیے خاصی ردّ و قد کے بعد ابّو آمادہ ہو گئے۔ ریڈیو کے اس مقبول پروگرام کی میزبان خوش بخت عالیہ تھیں۔ اس پروگرام کی مکمل رُوداد آپ کی خدمت میں پیش ہے۔

خوش بخت عالیہ: السّلام علیکم.... سامعین!

خوش بخت عالیہ موجود ہے۔ ''جہاں کوئی نہ ہو'' کے ساتھ۔ ایک زمانہ تھا کہ لوگ اپنے ہوش اُڑانے کے لیے طلسم ہوش رُبا پڑھا کرتے تھے۔ عجیب و غریب واقعات، مافوق الفطرت ہستیاں اور چونکا دینے والے قصّوں سے مرصّع الف لیلہ اور قصّہ طوطا مینا پڑھتے وقت قاری اپنے آپ کو ایک نئی دُنیا اور طلسماتی ماحول میں چلتا پھرتا محسوس کرتا تھا۔ اُڑن کھٹولہ، جادُوئی قالین، کوہ قاف کے دَیو اور پَریاں جیسے جیتے جاگتے قصّے معلوم ہوتی تھیں.... لیکن جُوں جُوں زمانہ آگے بڑھتا گیا۔ وقت کے ساتھ ساتھ طلسم ہوش رُبا نے بھی کروٹ لی۔ قصّوں کا انداز بدلا۔ اُڑن کھٹولے کی جگہ ہوائی جہاز آ گئے۔ کوہ قاف کی جگہ کوہ پیمائی نے لے لی۔ اور دَیو، پَریاں زندہ اور حقیقی رُوپ اختیار کر گئیں۔ یہ ثابت ہو گیا کہ ادب، وقت کے دھارے کے ساتھ ساتھ رُخ بدلتا ہے اور اپنے زمانے کا افکار پھیلاتا ہے۔ اس ساری تمہید کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں آج ایک ایسے مصنف، بطور مہمان موجود ہیں، جنھوں نے ادب میں ایک نئی سمت کا اضافہ کیا۔ ان کی تحریریں، کتابوں کے شیلف میں نہیں بلکہ تکیوں کے نیچے ملتی ہیں اور یہ ان کے ہر

دلعزیز اور دلپسند ہونے کی دلیل ہے۔ علی عمران، فریدی اور حمید جیسے سُراغ رسانوں کے خالق، جزیرے زیرولینڈ کے موجد، تھریسیا، سِنگ ہی اور فِنچ جیسے مُجرموں کے تخلیق کار، مشہور مصنف اسرار احمد عُرف ابنِ صفی....

السّلام علیکم صفی صاحب!

ابنِ صفی: وعلیکم السّلام۔

"صفی صاحب! ہم نے آپ کی بہت سی جاسوسی ناولیں پڑھیں۔ جس میں عجیب و غریب جگہیں، سُنسان ویران جزیرے اور پُراسرار ماحول وغیرہ کا ذکر ہے۔ یہ بتائیے کہ یہ سب کچھ آپ کی تخلیق کا ہی نتیجہ ہے یا آپ نے انھیں کبھی کہیں دیکھا بھی ہے؟"

"دیکھا بھی ہے، تھوڑا بہت.... اور اس میں تھوڑا بہت تخیل کی رنگ آمیزی کا بھی حصّہ ہے۔ میں ان میں زیادہ وسعت پیدا کرتا ہوں یا سرے سے ان کی شکلیں تبدیل کر دیتا ہوں۔ اکثر کتابوں میں آپ کو اس قسم کی جگہیں ملی ہوں گی جن کے بارے میں ویسے تو آپ یہی کہیں گی کہ اس قسم کی کوئی جگہ ہو ہی نہیں سکتی۔ تاہم یہ میری اپنی ایک خواہش ہوتی ہے، جس کے تحت میں....!"

"آپ، ایسی جگہوں کا سوچ لیتے ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"تو آپ کا دل چاہتا ہے، کبھی خود ایسی جگہ پر جانے کے لیے؟"

"صاحب، بہت عرصے سے میں اس کا خواہش مند ہوں کہ شہر کے ہنگاموں سے دُور کسی ایسی طرف چلا جاؤں، جہاں میرے علاوہ اور کوئی نہ ہو۔"

"جی چلیں! آپ نے مشکل آسان کر دی۔ اب میں آپ کو اس پروگرام کا مفروضہ بتاتی ہوں۔ وہ کچھ یوں ہے کہ ہمارے ہاں جو مہمان آتے ہیں، ہم اُن سے یہ کہتے ہیں کہ فرض کیجیے، ہم آپ کو ایک ایسی جگہ بھیج دیں، جو بالکل سنسان اور ویران ایک جزیرہ ہو۔ جہاں آپ کے سِوا کوئی نہ ہو۔ آپ تنہا ہوں.... تو کیا آپ جانا پسند کریں گے؟"

"صاحب! آپ کا بہت بہت شکریہ! میں ضرور جانا پسند کروں گا۔"

”اچھا.... کیوں بہت زیادہ آپ کو تنہائی پسند ہے یا یہاں کے....؟“ خوش بخت نے ہنس کر پوچھا۔

”جی صاحب! وہ اصل میں قصّہ یہ ہے کہ ویسے تو میں جا نہیں سکتا۔ اب صورت یہی ہو سکتی ہے کہ کوئی زبردستی بھیج دے۔“

”چلیں آپ تو خوشی سے جارہے ہیں ہمیں زبردستی نہیں کرنا پڑ رہی۔“

”جی بالکل خوشی سے۔“

”لیکن ایک بات اور ہے۔ ہم آپ کو جس جزیرے میں بھیجیں گے، جہاں آپ بالکل تنہا ہوں گے تو آپ کو اپنی تفریحِ طبع کے لیے، رختِ سفر کے طور پر آپ اپنے ساتھ پسندیدہ نغمے بھی لے جا سکیں گے، جو آپ وہاں بار بار سُنتے رہیں گے اور بور نہیں ہوں گے، تو بتایئے کہ موسیقی سے لگاؤ ہے کچھ آپ کو؟“

”جی ہاں بالکل ہے، خاصا لگاؤ ہے۔“

”تو پھر وہ پہلا نغمہ بتا دیں۔ کون سا ہو گا، جو آپ وہاں جاتے ہی سُنیں گے؟“

”دیکھیے! قصّہ دراصل یہ ہے کہ وہاں پہنچتے ہی.... چونکہ میں زیادہ تر آدمیوں میں رہتا ہوں اور پھر لوگوں میں گھِرا رہتا ہُوں لہٰذہ وہاں جا کر سب سے پہلے میرا دل یہی چاہے گا کہ میں نغمہ سنوں۔

جب تیرے شہر سے گزرتا ہُوں“

”جانے کیوں تجھ کو یاد کرتا ہُوں۔ اگلا مصرعہ اس کا یہ ہے۔ آپ مجھے اس کی کوئی بنیادی وجہ بتائیں گے کہ آپ کو یہ گانا کیوں اس قدر پسند ہے کہ جاتے ہی آپ وہاں بیٹھ کر یہ سُنیں گے؟“

”وہ، دیکھیے! دراصل یہ کہ میں سب کو چھوڑ کر تو چلا جاؤں گا لیکن یاد سب آئیں گے۔“

”جی جی!“ خوش بخت نے لُقمہ دیا۔

”لیکن فی الحال میرے پاس کوئی ایسا نغمہ نہیں ہے، جس میں نام بنام ہر ایک کی نشاندہی کر سکوں۔ لہٰذا یہاں یہ فردِ واحد جو ہے، سب کی نمایندگی کرتا ہے۔“

”اچھا! اس لیے آپ یہ سُنیں گے۔ ضرور سُنیے آپ۔“

پورا نغمہ سُنایا گیا۔

”ابنِ صفی صاحب! آپ یہ بتائیں کہ آپ کا اصل نام اسرار احمد ہے۔“

”جی ہاں۔“

”اور اس نام سے آپ سفر کرتے ہوئے ابنِ صفی تک پہنچے ہیں، تو اس سفر میں یعنی اسرار احمد سے ابنِ صفی تک.... آپ کو کیا تجربات ہوئے اور آپ نے یہ نام بدلا کیوں؟“

”نام.... بدلا۔ دراصل مَیں شروع ہی سے جدّت پسند تھا.... تو مَیں نے سوچا، ایک ایسے نام سے بھی لکھنا چاہیے کہ لوگ یہ پوچھتے پھریں کہ آخر یہ ہے کون؟ لہٰذا مَیں نے بہت عرصے تک نہیں ظاہر کیا کہ مَیں ہی ابنِ صفی کے نام سے لکھتا ہُوں اور اُس زمانے میں، مَیں اسرار ناروی اور طُغرل فرغان کے نام سے شاعری کرتا تھا یا طنزیہ اور مزاحیہ مضامین لکھتا تھا۔ اس سے لوگ واقف تھے۔“

”یعنی اپنی شخصیت کو بھی آپ نے ایک راز بنانا تھا؟“

”جی ہاں.... کم از کم ایک سلسلے میں.... اس سے ظاہر ہے کہ ناول سرّی ادب سے متعلق تھے لہٰذا مَیں نے اپنی شخصیت کو بھی چھُپانے کی کوشش کی تھی.... لیکن بہرحال یہ بات عرصے نہیں چھُپ سکی اور ظاہر ہو گئی۔“

”راز فاش ہو گیا؟“

”جی ہاں! راز حقیقتاً اس وقت فاش ہُوا تھا جب لوگوں نے میرے سامنے ہی، میری موجودگی میں، میرے ناول چھاپنے شروع کر دیے، میری اجازت کے بغیر۔ اس وقت مَیں نے یہ ڈِس کلوز کیا تھا کہ بھائی یہ لُوٹ کا مال نہیں ہے۔ مَیں یہیں پاکستان میں موجود ہُوں، مت چھاپو میری کتابیں، ورنہ قانونی کارروائی کروں گا۔“

”یعنی آپ کو اپنا راز خود ہی فاش کرنا پڑا؟“

”جی ہاں، خود ہی فاش کرنا پڑا۔“

”اچھا یہ بتایئے کہ لکھنے کا شوق تو ہمارے یہاں عام ہے جیسے لوگ کہانیاں لکھتے ہیں، ناولیں لکھتے ہیں.... لیکن آپ کو جاسوسی ناولیں لکھنے کا شوق کیسے ہُوا؟“

”دراصل یہ، اس شوق کی جڑیں میرے بچپن تک پھیلی ہوئی ہیں۔ بچپن میں سب سے پہلے یعنی کورس کی کتابوں کے علاوہ جو کتاب میرے ہاتھ میں آئی، وہ طلسم ہوشربا تھی....

"..... بچپن ہی میں، مَیں نے طلسمِ ہوشربا کی ساتوں جلدیں اور اس سے متعلق اور بھی جتنی کتابیں ہیں، طلسم ہِفت پیکر، صندلی نامہ اور ایرج نامہ اور بُرج نامہ۔ بالا باختر، کوچر باختر، وہ کل ملا کر کے میرا خیال یہ ہے کہ کوئی چالیس پنتالیس جلدیں ہوں گی۔"

"آپ نے سب پڑھ لیں؟"

"وہ سب بچپن ہی میں چاٹ لیں۔ لہٰذا میرا ذہن کچھ شروع ہی سے پے چیدہ سا ہوتا رہا اور کچھ سریت پسندی بھی طبیعت میں آتی گئی۔ اس کے بعد میٹرک میں پہنچا تو رائڈر ہیگرڈ صاحب سے ملاقات ہو گئی۔ ان کے ناولز مَیں نے پڑھے تو ایک مزاج بن گیا۔"

"اچھا یہ بتائیں صفی صاحب کہ ہم جس جزیرے میں آپ کو بھجوا رہے ہیں، اتنا پُر سکون اور پُر اسرار ہے، وہاں آپ کو کہانیوں کے لیے مواد بھی مل سکتا ہے۔ وہاں آپ سکون سے بیٹھ کر لکھیں گے بھی؟"

"جی ہاں..... ضرور لکھوں گا۔"

"لیکن لکھنے کے ساتھ ساتھ آپ نغمے بھی سُنتے جائیں گے۔"

"ہاں، بہت ضروری ہے صاحب! ویسے بھی جب لکھتے لکھتے ذہن تھک جاتا ہے تو مَیں نغمے ہی سُنتا ہوں۔ اس سکوت اور سنّاٹے میں حضرت امیر خسرو جیسی شخصیت ضرور یاد آئے گی لہٰذا وہ..... مَیں سُننا پسند کروں گا۔

چھاپ تلک سب چھین لی رے موسے نینا...!"

نغمہ سُنایا جاتا ہے۔

"اچھا صفی صاحب..... کہتے ہیں کہ نولوں میں یا اپنی کہانیوں میں مصنف جو کردار لکھتا ہے، وہ معاشرے سے اخذ کرتا ہے۔ تو آپ کے ناولوں میں مختلف کردار پیش کیے گئے ہیں۔ مثلاً فریدی کا کردار ہے، حمید یا پھر تھریسیا کا کردار، سِنگ ہی یا نوکروں میں آپ نے جوزف اور سلیمان کا کردار پیش کیا۔ تو یہ بتائیں ان کی تشکیل کے وقت آپ نے ماحول سے کوئی استفادہ کیا؟"

"ہاں ہاں بالکل کیا ہے..... لیکن یہ کہ..... دیکھیے۔ ایسا ہے کہ بہت سی خواہشات ایسی ہوتی ہیں۔ کسی بھی شخص کے بارے میں یا کسی بھی کردار کے بارے میں کہ وہ پوری طرح مکمّل نہیں ہو سکتیں..... لیکن یہ

خواہش ہوتی ہے کہ کاش یہ شخص ایسا ہوتا.... تو کچھ کردار میرے ایسے بھی کہ حقیقت میں اس قسم کے کردار نہیں ملتے لیکن میری یہ خواہش ہے، کاش یہ....''

''کردار موجود ہوں؟''

''کردار موجود ہوتا.... تو فریدی .... میری ایک بہت بڑی خواہش ہے۔''

''جو پوری نہ ہو سکتی، یعنی آپ نے اِسے لکھ کر....؟''

''جی ہاں، یقیناً مَیں نے اُس کی بہت سی اچھائیاں اپنانے کی کوشش کی لیکن نہیں اپنا سکا۔''

''یعنی فادر ہارڈ اسٹون نہ بن سکے؟''

''جی ہاں، مَیں ہارڈ اسٹون نہیں بن سکا۔''

''اتنی باتیں ہُوئیں اور ہمیں یہ بالکل یاد نہیں رہا کہ آپ کو ایک نغمہ بھی سنوانا ہے۔ تو اب آپ کون سا نغمہ سُنیں گے؟''

''میرا خیال ہے کہ اب آپ امانت علی کی وہ غزل سنوا دیں کہ دل میں میٹھے میٹھے درد کے پھُول کھِلے ہیں۔''

''ہُوں.... تو یہ نغمہ.... اب مَیں آپ سے اس پسند کی وجہ بھی پوچھوں؟''

'[دیکھیے سب سے بڑی بات یہ کہ اس میں بڑی نرمی اور بڑی سُبک روی ہے.... اور ظاہر ہے کہ میں اُس جزیرے میں ڈی لا ئبریشن کے لیے گیا ہُوں۔ اسی لیے پوپ میوزک وغیرہ تو سُنوں گا نہیں۔ آرام سے کسی چٹان سے ٹیک لگا کے بیٹھ جاؤں گا۔ ذہن کو اور جسم کو بالکل ڈھیلا چھوڑ دوں گا۔ آنکھیں بند کروں گا اور ایسے ہی نرم نرم سے نغمے سُنوں گا۔''

(نغمہ سنایا جاتا ہے)

''ابن صفی صاحب! یہ بتائیں کہ آکی کتابوں میں جو ماحول ہے اور جس طرح سے سُراغ رساں کام کرتے ہیں۔ ہمارے ملک میں کیا اس قسم کے لوگوں کا کہیں وجُود ہے؟''

''دیکھیے! مجھے اس کا ذاتی تجربہ تو نہیں ہے، دوسرے یہ کہ بظاہر یہ اتنے اسمارٹ لوگ بھی نظر نہیں آتے، جیسے مَیں پیش کرتا ہُوں.... لیکن میری خواہش ہے کہ کاش! ہمارے ہاں بھی لوگ اتنے ہی

پھُرتیلے، اتنے ہی ذہین اور اتنے ہی کو ئیک ہوں۔ جرائم کا سُراغ لگالینے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔"

"تو آپ کے ہاں جو پولیس افسران ہیں، وہ بڑے چاق و چوبد اور چوکس ققسم کے ہیں۔ آپ کو تصوّر کہاں سے آیا، اُن کا؟.... ایسے پولیس افسران کا جو اتنے چوکس اور اتنے چاق وچوبند ہوں؟ جیسے سر سلطان ہیں، آپ کے ہاں؟"

"دیکھیے! بات دراصل یہ ہے کہ میری ایک بہت بڑی خواہش ہے، جس کا اظہار مَیں، اپنی کتابوں کے ذریعے کرتاہُوں.... اور خُدانے چاہاتو ان شاءاللہ ایساہی ہو گا۔ آپ اپنے ہاں بھی لوگوں کو چاق اور چوبند دیکھیں گی۔"

"کاش! کہ آپ کی دُعااللہ میاں جلد قبول فرمائے۔ یہی دُعا کی جاسکتی ہے۔"

"میں بھی دُعاکرتاہُوں، آپ بھی کیجیے!"

"اچھا یہ بتائیں کہ جُرم و سزااور سراغ رسانی کو دُنیامیں ایک تفریحی اور فراری ادب کے قبیلے سے کیوں سمجھا جاتاہے؟"

"جی...." ابنِ صفی نے حیرت سے وضاحت چاہی۔

"اُردو میں، اس چیز میں، آپ نے سب سے زیادہ اور نُمایاں کام کیاہے، تو آپ کی کیارائے ہے؟ یہ واقعی ایک فراری اور تفریحی ادب ہے اور کچھ نہیں؟ بلکہ اسے ادب کی صنف ہی نہیں کہاجاتا!"

"دیکھیے! مَیں، آپ کو ایک بات بتاؤں۔ افسانوی ادب کی ابتدا ہی تفریح کے سلسلے میں ہوئی تھی۔ صرف تفریحاً طلسم ہوشربا کو آپ اُٹھاکر دیکھ لیجیے۔ اس میں سوائے اس کے کہ مقصد تفریح ہو، اور کچھ نہیں ہے۔ ہر دَور میں فن کے تقاضے بدلتے رہتے ہیں۔ اب یہ صُورت ہے لیکن کلّی طور پر یہ کہنا کہ یہ بے مقصد یا بے مصرف ہے یا یہ فرار ہے تو میں.... اچھا اب فرار کا لفظ جو ہے، یہ تو بالکل ایسا ہے کہ جیسے کسی چیز سے مستقل طور پر پیچھا چھڑا کے بھاگنا۔ ایسا نہیں ہے، یہ فرار جو ہے...."

"عارضی ہے؟"

"عارضی۔ بلکہ فرار کے علاوہ اس کے لیے کوئی اور لفظ تلاش کرنا پڑے گا۔"

"یہ بتایئے صفیؔ صاحب! کہ مقبول عام تحریروں کو ہمارے ہاں خانوں میں تقسیم کرنے کی روش ہے۔

آپ نے ایک ٹیلی ویژن کے پروگرام میں کہا تھا کہ ادب پرست اور نک چڑھے دانشوروں کے تکیوں کے نیچے آپ کی کتابیں ملتی ہیں۔ شرط ہے، تلاش کرنے کی.... تو آپ اپنی کتابوں کو ادبیات کے ذیل میں رکھتے ہیں؟"

"جی ہاں، بالکل رکھتا ہُوں اور یہ جو حضرات پڑھتے ہیں لیکن چھُپاتے ہیں، اس لیے بہک رہا ہُوں۔ قصّہ دراصل یہ ہے کہ جاسُوسی ناول ہمارے ہاں تراجم کے توسط سے متعارف ہُوئے ہیں اور اتفاق سے وہ مترجم بھی صرف مترجم ہی تھے، ادیب نہیں تھے.... لہٰذا وہ کچھ انداز ایسا غیر ادبی سا لگا کہ لوگ اُسے پڑھتے تو تھے لیکن یہ بتانا پسند نہیں کرتے تھے کہ ہم نے فلاں جاسُوسی ناول پڑھا ہے۔"

"اچھا ابنِ صفی صاحب! ایک بات بتائیں۔ آپ کی کتابیں معاشرے کو کچھ دے رہی ہیں؟"

"بالکل دے رہی ہیں۔ میں قانون کا احترام کرنا سکھاتا ہُوں۔"

"اگر دوسری جانب یہ کہا جائے کہ جُرم کا بھی پتہ چلتا ہے کہ کس طرح جُرم کیا جائے؟"

"جی نہیں۔ میری کتابوں میں آپ کو جرائم کی ترغیب ہرگز نہیں ملے گی۔ مَیں کبھی پلاننگ نہیں کرتا۔ ترکیبیں نہیں بناتا۔ بس ایک جُرم ہو گیا۔ اور اُس کے سلسلے میں چل پڑے، سراغ رساں.... اور یہ کہ کِس کِس طرح سے وہ اُن مجرموں تک پہنچے۔ بس یہ ہوتا ہے۔ مَیں نے کبھی ایسا نہیں کیا، جیسے باہر سے آنے والے لٹریچر میں ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر کسی بینک پر ڈاکہ ڈالنا ہے۔ باقاعدہ وہ پورا نقشہ دیتے ہیں۔ کِس کِس طرح جانا ہے؟ کیا کرنا ہے؟ اور اگر قریب میں پاور ہاؤس ہے تو کیا کرنا ہے کہ اندھیرا ہو جائے۔ اس قسم کی چیزیں مَیں نہیں لکھتا۔"

"اچھا تو اب آپ نغمہ بتایئے کہ کون سا سُنیں گے، وہاں جا کر؟"

"انگلش کا ایک نغمہ ہے۔ ٹائی دا یَلو ربن۔"

"جی چاہ رہا ہے کہ آپ سے اس کی وجہ ضرور پوچھوں۔"

"دیکھیے! اِس گیت کا تعلّق ماضی سے ہے اور جب بھی ہم.... ریلائزیشن میں ہوتے ہیں تو زیادہ تر ہمارا ذہن ماضی کی طرف بھٹکتا ہے۔"

انگریزی نغمہ سُنایا جاتا ہے۔

”اچھا، ابنِ صفی صاحب! یہ بتائیے کہ آپ کی ناولیں رومینس سے خالی کیوں ہوتی ہیں؟ مثلاً جو آپ کے منفرد کردار ہیں۔ فریدی کا کردار ہے یا عمران کا ہے۔ عمران تو پھر بھی ظاہراً کچھ رومیس کو اپنا لیتا ہے لیکن فریدی تو بالکل ہی صاف نکل جاتا ہے، اُس سے بچ کر۔ تو یہ کردار اتنا خالی کیوں ہے؟“

”اتنی فرصت ہی نہیں ملتی، بے چارے کو کہ وہ اس طرف اپنے ذہن کو لے جاسکے.... اور پھر کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ رومینس کو وہ بالکل اپنا نجی معاملہ سمجھتے ہیں، تو وہ یہ نہیں چاہتے کہ.... اس کے سلسلے میں شاعری کرتے پھریں.... اور پبلسٹی کرتے پھریں۔ ہو سکتا ہے کہ فریدی اسی قسم کے لوگوں میں سے ہو لیکن اُس نے کھُل کر کبھی اس قسم کی کوئی بات نہیں کی۔“

”اچھا یہ بتائیں کہ شیکسپئر کا کہنا ہے، تحریر شخصّیت کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ کہیں ان باتوں میں آپ کی ذاتی شخصیّت تو نہیں جھلکتی؟“

”نہیں۔ ایک بات بتائیں۔ اگر آپ میرے ناولوں کو ذہن میں رکھ کر یہ بات کر رہی ہیں، تو بھئی نہ مَیں نے آج تک ڈاکہ ڈالا ہے اور نہ کبھی ذاتی طور پر سراغ رسانی کرنے کا اتفاق ہُوا ہے۔“

”ٹیلی ویژن کی اسکرین بھی آپ کی تحریروں سے استفادہ نہ کر سکی۔ اس کی کیا وجہ ہے؟“

”سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مَیں نے ایک فلم کا تجربہ کیا تھا۔ وہ فلم تھی ”دھماکہ“ مَیں نے عام ڈُگر سے ہٹ کر کہانی پیش کرنے کی کوشش کی تھی۔ ایک ایسی کہانی، جو محض تفریحی ہو اور ہال سے لوگ جس وقت فلم دیکھ کر نکلیں تو اُن کے زہن پر کسی قسم کا بوجھ نہ ہو۔“

”تو آپ نے اُس میں اپنے نُمایاں کرداروں کو پیش نہیں کیا۔ ظفرالملک کا اور جیمسن کے کردار سے استفادہ نہیں ہُوا؟“

”مَیں اپنے کرداروں کا امیج خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ویسے مَیں ہر ایک سے یہ کہتا ہُوں ٹی۔ وی والوں سے بھی، مَیں نے کئی بار کہا ہے کہ بھائی! آپ فریدی، حمید اور عمران تلاش کر لائیے سینسٹیبل کریکٹر، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا، جو میرا ناول چاہیں پکچرائز کر لیں۔“

”آپ نے اب تک کل کتنی کتابیں لکھی ہیں؟“

”ڈھائی سو سے زائد....“

''اچھا، صفی صاحب! یہ جو ہر مہینے آپ کی کتاب آتی ہے، اس میں ڈھیروں گُتھیاں اُلجھتی ہیں اور سُلجھتی ہیں تو یہ آپ ہر مہینے اتنی ڈھیر ساری گُتھیاں اُلجھاتے اور سُلجھاتے کِس طرح ہیں؟''

''بھئی! یہ گُر کی بات ہے، یہ نہ پوچھیئے۔ ورنہ پھر میرا کوئی حریف پیدا ہو جائے گا اور مَیں، اسے پسند نہیں کروں گا۔''

''آپ اپنی کتابوں میں بہت پے چیدہ اور واردات کی گُتھی سُلجھا لیتے ہیں، اپنی عام زندگی میں کبھی آپ نے کوئی گتھی سُلجھائی یا کبھی آپ کو سُراغ رسانی کی ضرورت پڑی؟''

''بھئی! وہ.... وہ ایک بار ایسا ہُوا کہ خود میرے ہاں چوری ہو گئی۔ چور صاحب سُوٹ کیس میرے سرہانے سے اُٹھا کر لے گئے۔ اُس میں خاصی رقم تھی، اُسی دِن مَیں نے بینک سے کسی کام سے نکالی تھی۔ کام نہیں ہو سکا تو رقم گھر لے آیا اور سوچا کہ دوسرے دن دیکھا جائے گا۔ اتفاق ایسا ہُوا کہ اُسی رات وہ سُوٹ کیس چوری ہو گیا۔ کچھ کوٹ وغیرہ لٹکے ہُوئے تھے، چور جلدی میں وہ بھی لے گئے۔ دوسرے دن قریب ہی نالے میں سُوٹ کیس پڑا ہُوا ملا اور سوائے رقم کے اُس میں سب کچھ موجُود تھا۔ چور صرف نقدی نکال کر لے گیا تھا۔ باقی سب کچھ چھوڑ گیا تھا۔ بہر حال، مَیں نے رپورٹ وغیرہ کی اور اس کے بعد سُوٹ کیس کا جائزہ لینے لگا تو اس میں مجھے ایک لانڈری کی رسید مِلی۔ اب دیکھتا ہُوں کہ ایک کانسٹیبل ہمارے ایک عزیز صاحب کو پکڑ کر لیے چلا آرہا ہے۔ وہ عزیز بے چارے اُس زمانے میں، ہمارے ساتھ مقیم تھے اور وہ بے حد گھبرائے ہُوئے تھے۔ انھیں اس کا علم نہیں تھا کہ مَیں یہ کارنامہ انجام دے چُکا ہُوں۔''

''یعنی یہ تو ایسی بات ہو گئی کہ....''

''تو وہ کہنے لگے، ارے ارے بھئی! یہ تو تم میرے ہی گھر لے آئے ہو۔ بہر حال، مجھے بہت شرمندگی ہُوئی۔''

''آپ اپنے دام میں صیّاد آ گیا۔''

'بس کچھ نہ پوچھئے۔ بڑی شرمندگی ہُوئی تھی۔ ایک بار ہمّت کی تھی، کچھ سُراغ رسانی کرنے کی.... وہ دکھائی۔ لہٰذا بس اب تو کتابیں ہی لکھتا رہتا ہُوں۔''

''اچھا، اب یہ بتائیں کہ آپ جو اُس جزیرے کی طرف روانہ ہو گئے ہیں۔ جہاں آپ بہت خوشی سے جا

رہے ہیں۔ جہاں سکون ہو گا، کچھ لکھیں گے اور سُنیں گے.... تو پھر آپ کیا سُنیں گے ؟"

"مہدی حسن نے ایک غزل گائی ہے ؎

کاشِ درد و غم چاندنی رات میں...."

(پورا نغمہ سُنایا جاتا ہے)

"اچھا، ابنِ صفی صاحب! اَب آپ یہ بتائیں کہ جاسُوسی ناول لکھنے کے علاوہ گھر میں آپ کے، کیا مشاغل ہیں ؟"

"پڑھتا ہُوں اور گھر پر پڑا رہتا ہُوں اور کوئی مشغلہ نہیں۔"

"لیکن آپ نے ابھی ذکر کیا تھا اور ہم نے بھی بڑے بلند پایہ رسالوں میں آپ کے اشعار پڑھے!"

ابنِ صفی نے جواباً ایک شعر پڑھا ؎

سُہانے خواب مجھے جاگنے نہیں دیتے
عجیب طرح کا جادُو اس التفات میں ہے

"بہت اچھے۔"

ابن صفی نے دوسرا شعر پڑھا ؎

اُتر تو آتی ہے جاڑوں کی دُھوپ آنگن میں
مگر پڑوس کا تو منزلہ بھی گھاس میں ہے

"بہت خُوب" (ہنستے ہُوئے) تو آپ کے اشعار میں بھی وہی پُراسراریت موجُود ہے۔"

"اب جو کچھ بھی کہیں آپ.... دیکھیے صاحب! اَب مَیں، اپنی ایک غزل سُننا چاہوں گا۔"

"جی، ضرور سُنیئے۔"

ابنِ صفی مصرعہ پڑھتے ہیں ؎

راہ طلب میں کون کسی کا، اپنے بھی بیگانے ہیں

"یہ غزل ہے تو خُوب صورت.... لیکن یہ کیا آپ صرف اس لیے سُن رہے ہیں کہ پھر آپ یاد کریں گے

کہ یہ غزل آپ نے لکھی ہے؟'' خوش بخت نے پوچھا۔

''نہیں، یہ بات نہیں۔ یہ مجھے.... حبیب ولی محمد نے اسے بہت خُوب صورتی سے گایا ہے۔''

حبیب ولی محمد کی آواز میں پورا نغمہ سُنایا جاتا ہے۔

''اچھا، صفی صاحب! ہمارے ہاں جو مہمان تشریف لاتے ہیں۔ اُن کے لیے فرانس لیٹ مَلک بنانے والوں کی طرف سے فرانس لیٹ مِلک کا ایک کارٹن تحفتہً پیش کیا جاتا ہے۔ تو یہ آپ کے لیے انھوں نے بھیجا ہے۔ قبول کیجیے۔''

''بہت بہت شکریہ، فرانس لیٹ والوں کا بھی اور آپ کا بھی۔''

''اور آپ کا بہت شکریہ، نوازش۔''

آپ جناب

ایک دلچسپ یادگار ملاقات کا احوال

اُردو کی شہرہ آفاق شخصیت ابنِ صفی کا ایک انٹرویو، جسے

ریڈیو پاکستان کراچی نے نشر کیا گیا تھا۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب محترم ابنِ صفی بقیدِ حیات تھے... لیکن ان کی چراغِ زندگی کی لَو کچھ مدہم پڑتی جا رہی تھی... اور وہ اکثر بیمار رہنے لگے تھے۔ ان دنوں ریڈیو کے سینئر پروڈیوسر جناب نجم الحسن، جو محترم ابنِ صفی کے قدر دانوں میں سے تھے اور اکثر ان سے ملنے آتے رہتے تھے۔ ایک روز آئے تو پروگرام ''آپ جناب'' میں شرکت کی درخواست کر ڈالی۔ ابنِ صفی نے فرمایا''بھائی میں کیسے ریڈیو پاکستان تک جا سکتا ہوں؟''

انھوں نے کہا''پروگرام کی ریکارڈنگ ہم یہیں آپ کے گھر پر کر لیں گے۔'' ابنِ صفی راضی ہو گئے اور پھر یہ پروگرام جو ابنِ صفی کا مختصر سا انٹرویو ہے۔ ایک دن ہوا کے دوش پر نشر ہوا۔

ایک روز اچانک ریڈیو کھولا تو اُن کی آواز میرے کانوں تک پہنچی جو میں نے ہنگامی طور پر ریکارڈ کر لی... آج وہ مقیّد لہریں اپنے اور ابنِ صفی کے قارئین کی نذر کر رہا ہوں۔

ریڈیو کے مقبر نے ابنِ صفی کا تعارف کرواتے ہوئے کہا''سامعین! آج ہم جس شخصیت کا تعارف کروا رہے ہیں وہ غیر معروف نہیں بلکہ اُردو کی شہرہ آفاق شخصیت ہیں۔ اردو ادب میں انہوں نے بہت زیادہ شہرت حاصل کی ہے۔ امید ہے کہ آپ پہچان گئے ہوں گے۔ میری مُراد جناب ابنِ صفی سے ہے۔ آیئے! ان سے ملاقات کرتے ہیں۔''

''السّلامُ علیکم ابنِ صفی صاحب۔''

''وا علیکم السّلام۔''

"کیسے مزاج ہیں، آپ کے؟''

''اللہ کا کرم ہے۔''

''میں آپ سے یہ پوچھنے کی جسارت کروں گا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ تخلیقی سے نوازا ہے مگر آپ

نے صرف جاسوسی طرزِ نقارش ہی کیوں اپنایا؟"

"دیکھیے۔ دراصل میں یہ چاہتا تھا کہ اپنے افکار و خیالات زیادہ سے زیادہ افراد تک پہنچا سکوں۔ اسی لیے میں نے اس میڈیا کو اختیار کیا تھا۔ اچھا، اس کا تعلق کیونکہ سب سے زیادہ پاور فُل اسٹنگٹ سے ہے، یعنی اسٹنگٹ آف کیوراسٹی سے ہے۔ لہٰذا اس کا پھیلاؤ زیادہ ہے.... اور دوسری چیز، وہ مثال کے طور پر آپ تجسس کی جبلّت ہی کو لے لیجیے۔ ایک محدود عمر تک لوگوں کی اس سے دلچسپی رہتی ہے، اس کے بعد اس سے ان کی دلچسپی ختم ہو جاتی ہے۔ اسٹنگٹ آف کیوراسٹی ہی ایک ایسی اسٹنگٹ ہے جو مرتے دم تک قائم رہتی ہے۔ وقتِ نزع بھی آدمی یہ سوچتا رہتا ہے کہ اب کیا ہو گا؟ اب کیا ہوتا ہے؟ لہٰذا میں نے اسی اسٹنگٹ کو ایکسپلائڈ کیا.... اور زیادہ سے زیادہ لوگوں تک اپنے افکار کو پہنچایا۔ اچھا، یہ ایک امر۔ دوسرے جس زمانے میں، میں نے اسے شروع کیا تو ہندوستان میں، یہ کوئی ۱۹۵۳ کا زمانہ تھا۔ اس وقت فحش لٹریچر کا طوفان آیا ہوا تھا اور مسلمان خصوصیت سے کیونکہ ۱۹۴۷ء کے فسادات کی وجہ سے ذہنی طور پر کچھ شکستگی محسوس کر رہے تھے۔ لہٰذا ان میں مایوسی والے دہریت آمیز ادب کو فروغ دینے کی کوشش جاری تھی۔ تو میں نے اپنے اس میڈیم سے اس رجحان پر بھی ضرب لگائی اور صرف چھ ماہ کے اندر اندر اس قسم کے رجحانات کا منہ پھیر دیا۔"

"اچھا صفی صاحب! آپ کے افکار پر خاص طور سے جاسوسی طرزِ نگارش پر، باہر کے رویئے کے اثرات کتنے ہیں؟"

"دیکھیے یہ تو طے ہے کہ جاسوسی ناول ہم لوگوں میں باہر ہی سے آیا ہے۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ میں نے باہر ہی سے لکھا ہے، لیکن میرے ادب پر اس چیز کے اتنے ہی اثرات ملیں گے، جتنے کہ معاشرے پر ملتے ہیں۔ اگر میں کسی ایسے طبقے کے بارے میں لکھتا ہوں، جس پر مغربیت کا سایہ ہے تو ظاہر ہے، اس کی جھلکیاں میری تحریر میں بھی ملیں گی۔ اس کی وجہ سے بسا اوقات لوگ یہ کہتے ہیں کہ صاحب یہ اینگلو اردو ادب پیش کر رہے ہیں، یہ اردو ادب نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں، بھائی! یہ بھی تو دیکھیں کہ میں کس طبقے کی عکاسی کر رہا ہوں۔ جب میں متوسط یا نچلے طبقے کی بات کرتا ہوں تو وہاں مغربیت کی پرچھائیں تک نہیں ملے گی، لیکن جب کوئی ذات مغرب زدہ ہے اور میں اس کی بات کروں گا تو مغرب کی پرچھائیں ضرور ملے گی۔"

"یہ فرمائیے کہ آپ کی جو طرزِ نگارش ہے، مخصوص یا منفرد!.... اس کی ابتدا بھی آپ ہیں اور انتہا بھی آپ۔ تو آپ کا اپنا ذاتی خیال کیا ہے؟"

"اس سلسلے میں، میں اپنا کیا خیال ظاہر کروں۔ اس بارے میں اظہارِ خیال کا حق صرف آپ لوگوں کو ہے۔ پڑھنے والے بتا سکتے ہیں۔ میں کیا عرض کر سکتا ہوں، لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھ پر ہی انتہا ہے۔ ہو سکتا ہے، میرے بعد، مجھ سے بھی بہتر لوگ آئیں۔ میں قطعی اس پر بغض نہیں رکھتا۔"

"آپ نے تین سو کے قریب یا اس سے کم و بیش ناول لکھے ہیں۔ جس سے یہ ظاہر ہے کہ ایک شخص اتنی کاوشیں کرنے کے بعد لٹریچر تخلیق نہیں کر سکتا۔ ضمناً ایک سوال آپ سے کر رہا ہوں، تھوڑا نجی سا ہے کہ ابنِ صفی کے نام سے تو آپ کو سب ہی جانتے ہیں، اگر اپ پورا نام بتا دیں تو...؟"

"میرا خاندانی نام اسرار احمد ہے... لیکن لکھنے لکھانے کے سلسلے میں کچھ عجیب سی حالت رہی ہے.... پین نیم میں نے زیادہ اختیار کیا ہے۔ میرے والد کا نام صفی اللہ تھا، لہٰذا ابنِ صفی میں نے اسی لیے اختیار کیا۔ اس سے پہلے کچھ طنزیہ اور مزاحیہ مضامین لکھتا رہا تھا، اس کے لیے طُغرل فرغان کا نام اختیار کیا تھا۔ کافی عرصے تک طنزیہ مزاحیہ مضامین لکھتا رہا، جو خاصے مقبول بھی ہوئے۔ طنزیہ مزاحیہ کہانیوں کا ایک مجموعہ بھی آ چکا ہے "ڈپلومیٹ مرغ"۔"

"اچھا، آپ یہ بتا دیں تو سننے والوں کی معلومات میں اضافہ ہو گا کہ آپ کے مرکزی کردار جو ہیں، وہ کرنل فریدی اور کیپٹن حمید رہے ہیں اور پچھلے پانچ سال تک آپ تقریباً ان پر لکھتے رہے ہیں، لیکن اب آپ عمران پر زیادہ توجہ دے رہے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟"

"دراصل ہمارے یہاں جو نوجوان طبقہ ہے، وہی سب سے زیادہ پڑھتا ہے۔ اسے عمران زیادہ پسند ہے۔ فریدی پر مجھے بہت زیادہ محنت کرنا پڑتی ہے، لیکن اس کی ڈیمانڈ اتنی زیادہ نہیں ہے۔"

"اس بات سے ذہن میں جو دوسرا سوال ابھر رہا ہے، یہ ہے کہ کرنل فریدی، کیپٹن حمید دو مرکزی کردار آپ کے یہاں ہیں، لیکن کرنل فریدی، سُپر ہیومین آپ نے اُسے بنایا ہے، جبکہ کیپٹن حمید اتفاقاً اور حادثاتی طور پر مہم سر کرتا ہے تو ان دو کرداروں میں اتنا تضاد کیوں ہے؟"

"دیکھیے، اصل میں کرنل فریدی ہمارے ہیرو ہیں... اور بہر حال ہیرو ہمارے یہاں ادب میں ایک روایتی حیثیت رکھتا ہے۔ لہٰذا ان کی اس حیثیت کو برقرار رکھنے کے لیے ان کا جو ساتھی ہے، اسے کچھ

تھوڑا سا نیچا لانا پڑتا ہے اور کوئی خاص بات نہیں۔“

”اچھا، یہ ہمارے سامعین کی بھی فرمائش ہوگی کہ آپ اپنے مخصوص لب ولہجے میں کوئی پیراگراف پڑھ کر سُنا دیں تو بڑی نوازش ہوگی!“

”بہتر۔ میں کوشش کرتا ہوں۔ ٹیکسی اُس نے سڑک ہی پر چھوڑ دی، اس کی پرواہ کیے بغیر کے واپسی میں دشواری بھی ہوسکتی ہے۔ چکر کاٹ کر عمارت کے عقب میں پہنچا اور بری اسانی سے لان میں اتر گیا۔ عمارت تک پہنچنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئی.... لیکن اب مسئلہ تھا عقبی دروازہ کھولنے کا۔ عقب سے عمارت میں داخل ہونے کی کچھ کھڑکیاں تھیں، لیکن سب کی سب اوپری منزل پر تھیں۔ تھوڑی دیر تک وہ عقبی دروازے پر جھک مارتا رہا، لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ کیونکہ وہ تو دوسری جانب سے بند تھا۔ آخر اُس نے فیصلہ کیا کہ سامنے ہی سے کوشش کی جائے۔ وہ دیوار سے لگ کر چلنے لگا۔ عقبی لان تو تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا، لیکن برآمدے کے باہر روشنی تھی اور یہ بھی ممکن تھا کہ ڈیوڈ کے قتل کے بعد سے چوکیداروں کی تعداد میں اضافہ کر دیا گیا ہو، لیکن وہ یہاں آیا ہی کیوں تھا؟ آخر اُسے وہاں کِس چیز کی تلاش تھی؟ کیوں تلاشی لینا چاہتا تھا؟... اور یہ کیسے باور کر لیا تھا کہ سوریل کی عدم موجودگی میں اب بھی عمارت کی نگرانی ایک ہی چوکیدار کے ذمّے ہوگی۔ خیالات میں کھویا ہوا وہ آہستہ آہستہ عمارت کی طرف بڑھ ہی رہا تھا کہ کوئی سخت سی چیز اُس کی کمر سے آلگی اور ساتھ ہی کہا گیا۔ "اسٹین گن ہے! پرخچے اُڑ جائیں گے۔ خاموشی سے چلتے رہو۔“

”یعنی یہ بھی نہ پوچھوں کہ کہاں آپھنسا ہوں؟“ عمران نے آہستہ سے پوچھا۔

”چلو“۔ کمر پر اسٹین گن کا دباؤ بڑھ گیا۔ عمران نے دباؤ کی مناسبت سے رفتار بڑھا دی.... اور پھر روشنی میں پہنچ کر معلوم ہوا کہ برآمدے میں۔ تین مسلّح پہرے دار اور ہیں۔

”آپ کا شکریہ کہ آپ نے میری خواہش اور فرمائش کو سامعین کے اشتیاق کے پیشِ نظر پورا کیا۔“

اس کے ساتھ ہی ہوا کے دوش پر محترم ابنِ صفی کی آواز معدوم ہوگئی۔

ابنِ صفی سے ملاقات

بشیر نیازؔ

بشیر نیاز: ابنِ صفی صاحب! آپ نے جاسُوسی ناول لکھنے کا آغاز کب کیا اور جاسوسی چیزیں لکھنے کی تحریک آپ کو کیوں کر ہوئی؟

ابنِ صفی: یہ ۱۹۵۲ میں الٰہ آباد کا واقعہ ہے۔ ایک جگہ کتابوں کا مسئلہ زیرِ بحث تھا۔ ایک بزرگوار بولے۔ اردو میں صرف جنسی اور فحش کتابیں ہی زیادہ بک سکتی ہیں۔ میں نے کہا قطعی غلط ہے۔ ابھی ایسے کئی موضوعات ہیں جنہیں ہاتھ نہیں لگایا گیا اور وہ اپنے لیے اچھی خاصی مارکیٹ بنا سکتے ہیں۔

لوگوں نے زبردست مخالفت کی کہ یہ ممکن نہیں میں نے کہا اچھی بات ہے۔ میں کوشش کروں گا۔ شائد بات آپ کی سمجھ میں آجائے۔ اس بحث کے بعد، کچھ روز گزار کر میں نے الٰہ آباد ہی سے ایک رسالہ "جاسوسی دُنیا" کے نام سے جاری کیا جس میں ہر ماہ ایک جاسُوسی ناول پیش کِیا جاتا تھا۔

بشیر نیاز:۔ وہ بات تو کہ آپ کو جاسوسی ناول لکھنے کی تحریک کیسے ہوئی یا آپ اس کی طرف رجوع کیسے ہوئے؟

ابن صفی:۔ بچپن یں قیس رام پوری کا ایک ناول پڑھا تھا۔ اس کا نام تھا طلسمی فوارہ۔ یہ پہلا ناول تھا جو میں نے پڑھا۔ اس وقت میری عمر کوئی دس گیارہ برس کی ہو گی۔ اسی سے مجھے چاٹ لگی۔ اس کے بعد میں نے انگریزی میں بہت پڑھا۔ آرتھر کانن ڈائل، اگا تھا کرسٹی، ارل سٹینلے، گارڈنر اور ایڈگر ویلس وغیرہ۔

بشیر نیاز:۔ آپ کے نزدیک جاسوسی ناول لکھنے والوں میں سب سے بڑا کون ہے۔ لکھنے کے فن اور تکنیک کے اعتبار سے؟

ابن صفی:۔ میرے خیال میں سر آرتھر کانن ڈائل کی ٹکر کا آج تک کوئی پیدا نہیں ہوا۔ اس کے ہاں ہر چیز کا منطقی جواز مل جاتا ہے۔ ایک وہی شخص ہے جو پڑھے لکھے دماغ کی تشفی کر سکتا ہے اور مجھے آج تک اس کی کسی کہانی میں جھول نظر نہیں آیا۔

بشیر نیاز:۔ سر آرتھر کانن ڈائل کے بعد جاسوسی کہانی بیان کرنے کا فن آگے بڑھا یا اس فن کو کوئی اور فن

کا رنصیب نہیں ہوا؟

ابن صفی:۔ سر آرتھر کانن ڈائل کے بعد نئے نئے میدان ضرور دریافت ہوئے ہیں اور پھر سر آرتھر کانن ڈائل کے وقت وہ آلات نہ تھے وہ الجھاوے نہ تھے جو آج ہیں۔ سر آرتھر کانن ڈائل کے بعد اگر کوئی شخص صاحبِ طرز پیدا ہوا ہے یا نظر آتا ہے تو وہ اَرل سٹینلے گارڈنر ہے۔ اس نے ایک نیا میدان دریافت کیا ہے۔ ورنہ بقیہ لکھنے والے کانن ڈائل کی بنائی ہوئی چوحدی سے آگے نہیں نکل سکے۔

بشیر نیاز:۔ آپ کے خیال میں اردو میں سب سے پہلا جاسوسی ناول کب لکھا گیا اور کیا وہ کسی سے متاثر تھا؟

ابن صفی:۔ میرے خیال میں قیسی رام پوری کا ''طلسمی فوارہ'' ہی تھا جو بعد میں انہوں نے ''رانی'' کے نام سے چھاپا۔ اگرچہ وہ ناول خالص جاسوسی نہیں لیکن اس میں جاسوسیت کے جراثیم پائے جاتے ہیں۔ اردو ادب میں سب سے بڑی چیز جس سے کسی نے کچھ سیکھا ہی نہیں اور جس سے لوگ بہت کچھ سیکھ سکتے تھے وہ ''طلسمِ ہوشربا'' ہے اس میں عمرو عیار کی عیاریوں سے بہترین قسم کے جاسوسی ناول کا لطف آتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ میرے تخیل کو زرخیزی طلسمِ ہوشربا ہی سے نصیب ہوئی۔ میں نے طلسمِ ہوش ربا کے سارے دفاتر چاٹ ڈالے۔ میں اپنے ناولوں میں یقینی طور پر طلسم ہوشربا ہی سے متاثر ہوں۔ اور انگریزی میں لکھنے والوں کا لوہا ضرور مانتا ہوں مگر ان سے متاثر نہیں ہوں۔

بشیر نیاز:۔ آپ جاسوسی ناول کا پلاٹ کس طرح بناتے ہیں اور کتنے دنوں میں لکھ لیتے ہیں؟

ابن صفی:۔ بعض اوقات ناول کا کوئی پلاٹ ہی نہیں ہوتا۔ واقعات کے سہارے چلتا ہوں اور پلاٹ بنتا چلا جاتا ہے۔ بسا اوقات آرٹسٹ کتاب کے ٹائٹل کا ڈیزائن بنا کر لاتا ہے اور اسے دیکھ کر میں پلاٹ بنا ڈالتا ہوں۔

رہا ناول لکھنے کا سوال تو ایک ناول پندرہ سولہ دن میں مکمل کر دیتا ہوں۔

بشیر نیاز:۔ آپ کے نزدیک ایک جاسوسی ناول کی تعریف کیا ہے؟

ابن صفی:۔ ایک ایسا ناول جسے ختم کیے بغیر .... ہاتھ سے رکھنے کو جی نہ چاہے۔ میرے خیال میں ایک اچھے جاسوسی ناول کی یہ سب سے بڑی خصوصیت ہے۔

بشیر نیاز:۔ جاسوسی ناول لکھتے وقت آپ کے پیش نظر کیا مقصد ہوتا ہے؟

ابن صفی:۔ جاسوسی ناول لکھنے سے مقصد صرف تفریح!

بشیر نیاز:۔ کیا آپ معاشرے کا اخلاقی پہلو بھی مد نظر رکھتے ہیں اور کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ کا طرز تفریح ذہنوں پر کیا اثرات مرتب کرتا ہے؟

ابن صفی:۔ اخلاقی پہلو کو فیشن کے طور پر مد نظر رکھتا ہوں۔ جاسوسی ناول لکھنے سے میرا مقصد اصلاح کبھی نہیں ہوتا۔ اصلاح میرے نزدیک ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔ اصلاح کے لیے میں نے جاسوسی ناول نہیں لکھے۔

سنا جاتا ہے کہ بعض علما کا خیال ہے کہ جاسوسی ناولوں کی وجہ سے جرائم پھیلتے ہیں لہٰذا میری دانست میں قرآن شریف میں سے قصہ یوسفؑ وزلیخا پڑھ کر بھی انسان جنسی جرائم کی طرف مائل ہو سکتا ہے۔ حالانکہ اس کتابِ مقدس کا یہ مقصد نہیں۔

بشیر نیاز:۔ اچھا یہ بتایئے کہ آپ نے اپنے ناولوں کے بارے میں کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ انہیں فلم کی شکل میں پیش کیا جائے؟

ابن صفی:۔ نہیں یہ کبھی نہیں سوچا کہ وہ فلمائے بھی جائیں۔ میرے ناولوں کے چند مستقل کردار ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ ان کی مٹی پلید ہو۔ پھر یہ کہ اگر ان کو اسٹیج یا اسکرین پر پیش کر دیا جائے گا تو وہ ساری کشش کھو دیں گے۔ میرے کرداروں کے ہر نام سے مختلف ذہنوں نے مختلف تصویریں بنا رکھی ہیں اگر انہیں اداکاروں نے سکرین پر پیش کیا اور وہ صورتیں میری کتابوں کے پڑھنے والوں کی توقعات کے خلاف نکلیں .... تو اس کا اثر برا ہو گا۔ ہاں البتہ فلم کے لیے مجھ سے ایک علیحدہ کہانی لکھوائی جائے تو یہ ٹھیک ہے۔ میں یہ پسند نہیں کروں گا کہ میرے ناولوں پر فلم بنائی جائے۔

بشیر نیاز:۔ ہمارے ملک میں جیسی جاسوسی فلمیں بنائی جارہی ہیں ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

ابن صفی:۔ ان فلموں کو جاسوسی فلمیں تو کہنا ہی نہیں چاہیے۔ یہ تو ایک طرح کی اسٹنٹ فلمیں ہوتی ہیں۔ اور اسٹنٹ فلم اور جاسوسی فلم میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ اپنے ملک کے ہدایتکاروں میں مجھے کسی میں بھی سلیقہ نظر نہیں آتا کہ وہ جاسوسی فلم بنا سکتا ہے۔ ان لوگوں سے پوچھا جائے کہ آپ ایسی فلمیں کیوں بناتے ہیں تو کہتے ہیں کہ پبلک پسند ہی ایسی فلمیں کرتی ہے کہ ہزار گانے اور پندرہ ہزار ڈانس ہوں۔ ہم

لوگ فلم میں کہانی کے لیے کنویس کہاں سے لائیں۔ حالانکہ یہ قطعی غلط ہے۔ اگر کہانی ڈھنگ کی ہو.... اوراسے ڈھنگ سے فلمایا جائے تو لوگ متوجہ ضرور ہوتے ہیں اور انہیں نہ گانوں کی فکر ہوتی ہے، نہ ناچوں کی۔ میں نے ہچکاک کی کئی فلموں کے ہاؤس فل دیکھے ہیں اور ان میں ان پڑھ لوگ ۶۰ فیصد تھے۔

بشیر نیاز:۔ کیا آپ نہیں چاہتے کہ آپ اپنی کسی کہانی کو خود ڈائریکٹ کریں؟

ابن صفی:۔ ستر سال کا ہو جاؤں گا تب، اگر مہلت ملی تو اس طرف دھیان کروں گا۔ ابھی ان کے پیش نظر میں کافی نوجوان ہوں۔

بشیر نیاز:۔ جاسوسی فلمسازوں میں آپ کا پسندیدہ کون ہے؟

ابن صفی:۔ میں نے ایلفرڈ ہچکاک کا ذکر کیا تھا۔ وہ ظالم کیمرے سے اس قدر سسپنس پیدا کر دیتا ہے کہ اس کے سوا اور کوئی نظر میں جچا ہی نہیں۔

بشیر نیاز:۔ ابن صفی صاحب آپ نے جاسوسی ادیبوں میں سر آرتھر کانن ڈائل کو برتری دی تھی اور اب فلمسازوں میں ہچکاک کا نام لیا ہے۔ یہ بتائیے جہاں تک سسپنس کا تعلق ہے، اس میں سر آرتھر کانن ڈائل کا قلم زیادہ کامیاب ہے یا ہچکاک کا کیمرہ؟

ابن صفی:۔ یہ ظاہر ہے کہ کیمرہ کے لیے کچھ دشواریاں ہوتی ہیں۔ اگر لوگ فلم کو کتاب کے نقطہ نظر سے دیکھنا شروع کر دیں تو یہ زیادتی ہے۔ کتاب میں اظہار کے لیے الفاظ ہوتے ہیں اور ادیب ان کے ذریعے اظہار آسانی سے کر سکتا ہے۔ فلمساز کے پاس کیمرہ ہوتا ہے اور وہ اسی چیز کا اظہار کر سکتا ہے جسے کیمرہ دیکھ سکتا ہے۔ اس کے باوجود ہچکاک کی کوئی فلم دیکھ کر میں نے تشنگی محسوس نہیں کی۔ اور یہ کہتے ہوئے میں اس کی فلم "دی برڈ" کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ میں اس کی جاسوسی فلموں کی بات کر رہا ہوں۔

ابنِ صفی سے انٹرویو

(بشکریہ مارننگ نیوز)

جن لوگوں نے ابنِ صفؔی صاحب کے ناول پڑھے ہیں (اور کس نے نہیں پڑھے؟) وہ استاد عالم نرالے کو ضرور جانتے ہوں گے۔ لیکن یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہو گی کہ ابنِ صفی صاحب کے متعدد ناولوں کا یہ کردار حقیقی زندگی میں ایک چوکیدار تھا جو پامسٹ بن گیا ہے۔

"میں اسے جانتا ہوں" ابنِ صفی صاحب نے زیرِ لب تبسّم کے ساتھ فرمایا۔ "بہت دلچسپ اور خوش باش آدمی ہے۔ آپ کو اس سے ضرور ملنا چاہیے۔"

لیکن استاد نرالے سے قطع نظر ابن صفی صاحب کو یاد نہیں کہ انہیں کبھی حقیقی زندگی میں کرنل فریدی، کیپٹن حمید، عمران یا ان دوسرے بہت سے کرداروں سے ملنے کا اتفاق ہوا ہو جو وہ اپنے بے شمار ناولوں میں پیش کر چکے ہیں۔

"میں ایک قاسم کو ضرور جانتا تھا۔" ابن صفی صاحب نے بتایا "مگر وہ اتنا لمبا تڑنگا ہرگز نہیں تھا۔" اور پھر بڑی سنجیدگی.... سے بولے "جہاں تک فریدی کا تعلق ہے تو وہ میرا آئیڈیل ہے۔"

لیکن ابن صفی صاحب یہ بھی جانتے ہیں کہ ان کے تخلیق کردہ مشہور کرداروں میں سے ہر ایک کو پڑھنے والوں نے اپنے اپنے طور پر اپنا آئیڈیل بنالیا ہے۔ ان کا اندازِ تحریر اپنے اندر کچھ ایسی جاذبیت اور سرور رکھتا ہے کہ اب تک کئی لوگ ان کی نقل اتارنے کی کوششِ ناکام کر چکے ہیں۔ اور یہ بات بجائے خود ابنِ صفی صاحب کی عظیم تخلیقی صلاحیت کا اعتراف ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آج کل ابنِ صفی صاحب خود سوچ رہے ہیں ــــــــــ اور.... بے تحاشا سوچ رہے ہیں ــــــ کہ وہ اپنے کرداروں کو کس طرح ڈھالیں کہ ان کی کامیاب عکاسی کی جاسکے۔

تقریباً دو سال گزرے ابنِ صفی صاحب نے ایک پروڈیوسر کی پیشکش نہ صرف اس بنیاد پر مسترد کر دی تھی کہ وہ اپنے مقبول کرداروں کی فلم کے اندر مٹی پلید ہوتے دیکھنا گوارہ نہیں کر سکتے تھے۔ انھوں نے کہا تھا کہ ان کے کردار فلمائے نہیں جاسکتے۔ وہ اب بھی یہی کہتے ہیں لیکن ساتھ ہی ان کا کہنا یہ بھی ہے

کہ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ وہ ہماری فلمی دنیا کے آرٹسٹ اور فنی ماہرین کی صلاحیتوں کی نفی کرتے ہیں۔ ان کے بقول۔

"بات صرف اتنی ہے کہ یہ کام انتہائی مشکل اور محنت طلب ہے۔"

یہی وجہ ہے کہ انھوں نے "دھماکہ" کے نام سے جو کہانی لکھی ہے اس میں ان کے مقبول کردار شامل نہیں ہیں۔ وہ.... سرِدست یہ خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے۔

سوال:- کہا جاتا ہے کہ فریدی، حمید یا قاسم وغیرہ کے کردار آپ کے ناولوں میں اتنی خصوصیات کے حامل ہیں کہ ان کو فلمانا ناممکن ہے۔ لیکن آپ نے دھماکا میں جو نئے کردار پیش کیے ہیں کیا آپ کے خیال میں وہ سکرین پر اس طرح ابھر سکیں گے جس طرح آپ نے انہیں سکرین پلے میں تخلیق کیا ہے۔

جواب:- اب تک جو میرے ناول نہیں فلمائے جا سکے اس کی وجہ بھی میرا یہی اعتراض تھا۔ تین سال پہلے کی بات ہے کہ میں نے ایک پروڈیوسر صاحب سے اسی شرط کے ساتھ معاہدہ کیا تھا کہ میں ان کی فلم کے لیے نئے کردار تخلیق کروں گا۔ لیکن پروڈیوسر صاحب نے اس واضح شرط کے باوجود مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں اپنے مقبول کرداروں، مثلاً فریدی حمید یا عمران پر کہانی لکھوں میں نے انکار کر دیا چنانچہ وہ منصوبہ ادھورا رہ گیا۔ میں جانتا تھا کہ اگر یہ کردار اس طرح عکس بند نہیں کیے جا سکے جس طرح میں نے انہیں تخلیق کیا ہے تو میرے پڑھنے والوں نے اپنے ذہنوں میں ان کا جو تصور قائم کر رکھا ہے ہمیشہ کے لیے بگڑ کر رہ جائے گا۔ اور یہ اتنا بڑا خطرہ تھا کہ میں کسی طرح اس کے لیے آمادہ نہیں ہو سکتا تھا۔

دھماکہ میں جو کردار ہیں ان کا میرے ناولوں سے بہت کم تعلق ہے۔ جو کردار مولانا ہپی (فلم کے نوجوان پروڈیوسر) اور ایک نیا چہرہ جاوید اقبال ادا کر رہے ہیں۔ مجموعی طور پر وہ میرے پڑھنے والوں کے لیے تقریباً نئے ہیں۔ میں نے انہیں صرف فلم کے خیال سے ہی تخلیق کیا تھا۔

جیسا کہ میں نے ابھی بتایا کہ ان پروڈیوسر صاحب سے کیا ہوا.... معاہدہ اسی وجہ سے ختم کرنا پڑا تھا کہ میں نے انہیں اپنے پسندیدہ کرداروں کو فلم میں استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ اب میں نے جو دو نئے کردار تحریر کیے ہیں وہ عمران سیریز کے کردار ہیں اور انہیں جاوید اور مولانا ہپی ادا کریں گے۔

جیمسن جس کا رول مولانا ہپی پلے کر رہے ہیں پہلی مرتبہ میرے ناول "تابوت میں چیخ" میں پیش کیا

گیا تھا۔ اسی طرح دوسرا کردار بھی پہلی بار اسی ناول میں عوام کے سامنے آیا تھا۔ یہ دونوں بھی میرے اور بہت سے کرداروں کی طرح محض دو کردار تھے۔ ان کی اہمیت پہلی مرتبہ اس وقت ابھر کر سامنے آئی جب مولانا ہپی مجھ سے ملنے آئے اور خواہش ظاہر کی کہ میں ان کے کچھ خیالات و نظریات کو ضبطِ تحریر میں لاؤں۔ ہم باتیں کر رہے تھے تو میں نے محسوس کیا کہ مولانا ہپی بذات خود جیمسن سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔ میں نے انہیں بھی یہ بات بتا دی۔ اس پر مولانا نے مجھے گھور کر دیکھا۔ میں نے انہیں بتایا کہ جو کچھ وہ چاہتے ہیں وہ تو میں نہیں کر سکتا لیکن اگر وہ جیمسن کا کردار ادا کرنا منظور کر لیں تب البتہ میں ایسی کہانی لکھ سکتا ہوں جو جیمسن اور دوسرے کریکٹر ظفر الملک پر مبنی ہو گی۔ مولانا ہپی نے اس پر اپنی آمادگی کا اظہار کیا اور کام شروع ہو گیا۔

سوال:- آپ کے ناول نہ صرف برصغیر ہند و پاکستان میں بلکہ مڈل ایسٹ اور انگلینڈ میں بھی پڑھے جاتے ہیں۔ جب فلم ریلیز ہو گی تو بہت سے لوگ محض اس لیے اسے دیکھنے کے مشتاق ہوں گے کہ ٹائیٹل پر آپ کا نام دیا گیا ہے۔ کیا آپ نے اس پر بھی غور کیا۔

جواب:- دراصل "دھماکا" ایک تجربہ ہے۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ فلم میں آ کر میرے کرداروں کا کیا رنگ رہتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں کہا جا سکتا ہے کہ دھماکا کے کردار دیگ کے چاول ہیں اگر یہ کردار فلمی ناظرین کے ذوق پر پورے اترے جن کی ایک بڑی تعداد میرے ناول پڑھ چکی ہے۔ اور لوگوں نے انہیں پسند کیا تب ممکن ہے کہ میں آئندہ فلم میں فریدی حمید اور قاسم کو اسکرین پر لانے کے بارے میں غور کروں۔

سوال:- گویا فی الحال آپ اس لیے اپنے بقول کرداروں کو عکس بند کرنے کا خطرہ مول لینا نہیں چاہتے کہ کہیں یہ تجربہ ان کی شخصیت کو برباد نہ کر دے۔

جواب:- آپ کا خیال درست ہے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں۔ پڑھنے والے ان کرداروں سے اتنے مانوس ہیں کہ انہوں نے ان کی پوری شخصیت کا ایک خاکہ اپنے ذہنوں میں تیار کر رکھا ہے۔ میں انہیں کسی ناخوشگوار تجربے سے دوچار کرنا نہیں چاہتا۔

سوال:- یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بہت سے لوگ آپ کے ناول پڑھ پڑھ کر اردو سیکھ گئے ہیں۔

جواب:- تو پھر آپ کو میری بات کا یقین کر لینا چاہیے۔ میں بھی تو یہی کہتا ہوں کہ یہاں ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے میری کتابیں پڑھ کر اردو سیکھی ہے۔

سوال:- آپ کے ناول اس بارے میں خاصے نمایاں رہے ہیں کہ ان میں جنسی اور تشدد آمیز واقعات نہیں ہوتے۔ لیکن آج کل ایک فلم کی کامیابی کا زیادہ تر انحصار ایسی باتوں پر سمجھا جاتا ہے۔ آپ اس مشکل سے اپنی فلم دھماکا میں کس طرح نپٹیں گے۔

جواب:- بلاشبہ جنس اور تشدد کو نظر انداز کرنا ایک فلمساز کے لیے الجھنیں پیدا کر سکتا ہے۔ مگر انگریزی زبان میں ایسی کامیاب جاسوسی فلمیں بنائی جا چکی ہیں جن میں ان دونوں باتوں کا استعمال کبھی ضرورت سے زیادہ نہیں کیا گیا۔ کتابوں میں، میں تحریر کی دلچسپی اور جاذبیت کو پر زور انداز بیان سے بر قرار رکھتا ہوں۔ فلمیں اسی چیز کو میں نے مبسوط منظر نامے اور موثر مکالموں سے قائم رکھنے کی کوشش کی ہے۔ دوسرے پہلوؤں کی ذمہ داری قمر زیدی صاحب (ہدایتکار) لال محمد اقبال صاحب (موسیقار) اور مدن صاحب (عکاس) نے سنبھال لی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں نے فلم میں کئی مقامات پر جنسیّت کی مذمت کی ہے۔

سوال:- آپ کی تحریر کی نمایاں میں ہلکا پھلکا مزاح۔ معاشرے کی خرابیوں پر پُر لطف چوٹیں بھی ہیں۔ کیا آپ کی کہانی یا منظر نامے میں ان خصوصیات کو باقی رکھا گیا ہے۔

جواب:- بے شک۔ میرا خیال ہے میں نے مزاح اور..... دوسری خصوصیات جو ایک ناول کو دلچسپ بناتی ہیں اپنی کہانی میں بھی قائم رکھا ہے۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ فلم میں بہت سی چیزیں میرے اختیار سے باہر ہیں۔ کامیابی یا ناکامی کا بڑا انحصار... فن کاروں کی کردار نگاری اور ماہرین کی کاوشوں پر ہوتا ہے۔ میری کتابیں کبھی اس وجہ سے فروخت نہیں ہوئیں کہ ان میں تنہائی کی ملاقاتوں کا حال مزے لے لے کر بیان کیا جاتا ہے یا قدم قدم پر ٹھوں ٹھاں ہوتی ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ جو فلم میں بنا رہا ہوں وہ اسی لیے دیکھی جائے گی کہ اس میں یہ چیزیں نہیں ہیں۔

سوال:- کیا آپ کردار نگاری کے معیار سے مطمئن ہیں؟

جواب:- جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ کاسٹ میں شبنم، رحمان، عرش منیر، قربان جیلانی، تمنا اور پھر

مولانا ہپی اور جاوید اقبال کے نام شامل ہیں، فلم نصف کے قریب مکمل ہو چکی ہے، میں یہ بھی ضرور کہوں گا کہ اگرچہ میں اس میدان میں نووارد ہوں لیکن فلمسازی کے مختلف پہلوؤں پر میرے مشورے آرٹسٹ اور ٹیکنیشین دونوں ہی بڑی توجہ سے سنتے ہیں۔ڈائریکٹر قمر زیدی صاحب بھی پورا تعاون کر رہے ہیں۔ میں ان لوگوں سے متفق نہیں ہوں جو ہمارے فنکاروں کی صلاحیت کے بارے میں شبہہ کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ ہمارے آرٹسٹ صرف لگے بندھے فارمولا ٹائپ کردار ہی انجام دے سکتے ہیں۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ...... دھماکا میں حاصل کیے جانے والے نتائج سے اس خیال کی تردید کر سکوں۔ قصور ہمارے فنکاروں کا نہیں ہے نہ ان کے اندر صلاحیت کی کمی ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ ابھی تک ان کی پوری صلاحیتوں سے کام لیا ہی نہیں گیا۔ اور اس کا اعتراف خود ہمارے آرٹسٹوں کو بھی ہے۔

سوال:- آپ کی کتابوں نے ایک مقصد کو پورا کیا ہے وہ اردو کو نئے علاقوں تک پھیلانے کا ذریعہ بنی ہیں۔ جیسا کہ آپ نے خود بھی کہا کہ کچھ لوگوں نے آپ کے ناول پڑھنے کے لیے باقاعدہ اردو سیکھی۔ کیا آپ کی فلم، بلکہ جاسوسی فلم بھی اپنے اندر کوئی مقصدیت رکھتی ہے۔

جواب:- میں سمجھتا ہوں کہ جاسوسی فلمی بھی اس طرح بنائی جا سکتی ہے کہ وہ لوگوں کی ذہانت کو جلا بخشیں۔ لیکن بہر حال یہ بات اس پر منحصر ہے کہ ہم کس نظریہ کے تحت فلم بناتے ہیں۔ جاسوسی فلموں کا یہ مقصد ہر گز نہیں ہونا چاہیے کہ وہ لوگوں کو جرم کرنے کی نئی نئی ترکیبیں سکھائیں۔ اس کے برعکس انہیں عوام کو انسداد جرائم کے نئے راستوں اور طریقوں سے روشناس کرانا چاہیے۔ میں نے دھماکا کی کہانی اس گہرے شعوری احساس کے ساتھ لکھی ہے کہ یہ اس سے کہیں زیادہ وسیع حلقے میں دیکھی جائے گی جو اب تک محض میرے ناول پڑھتا رہا ہے اسے وہ لوگ بھی دیکھیں گے جو پڑھ سکتے۔ فطری طور پر اس شعوری احساس کے بعد میرا کام اور بھی زیادہ مشکل ہو گیا ہے۔

(الف لیلہ ڈائجسٹ، جولائی ۱۹۷۲ء)

ابن صفی

مشتاق احمد قریشی

ابن صفی کا اقول ہے:-

"آدمی میں جب تک قانون کے احترام کا سلیقہ پیدا نہیں ہو گا، تب تک سڑکوں پر خون بہتا رہے گا، دنگا فساد ہوتا رہے گا۔ میرا مشن ہے کہ آدمی قانون کا احترام کرنا سیکھے۔ اس لیے میں نے جاسوسی ناول لکھنے کی راہ منتخب کی ہے تاکہ تھکے ہارے ذہنوں کو تفریح بھی مہیّا کرتا رہوں اور انہیں قانون کا احترام کرنا بھی سکھاتا رہوں۔ فریدی میرا آئیڈیل کردار ہے جو خود بھی قانون کا احترام کرتا ہے اور دوسروں سے قانون کا احترام کرانے کے لیے اپنی زندگی تک داؤ پر لگا دیتا ہے۔"

"میری دانست میں اس مشن کی کامیابی کے لیے جاسوسی ناول کا سہارا ناکافی ہے۔ اس کے لیے ملکی قانون کی تعلیم کا انتظام عوامی پیمانے پر ہونا۔ ہمارے ماہرین تعلیم اس ہر دھیان دیں۔ یہ بے حد ضروری ہے کہ ایسا نصاب وضع کیا جائے جس سے ابتدائی مدارج ہی میں قانون کی تعلیم شروع ہو سکے۔"

"جب قانون سے لاعلمی، قانون شکنی پر سزا اسے نہیں بچا سکتی تو پھر ہر آدمی کا یہ حق ٹھہرتا ہے کہ اسے کُلّی طور پر قوانین سے آگاہی حاصل ہو۔"

یہ ہے وہ گفتگو جو محترم ابن صفی سے میری تیسری ملاقات پر ہوئی کیونکہ میں نے سوال کیا۔ "آپ صرف جاسوسی ناول کیوں لکھتے ہیں؟ آخر آپ جاسوسی ناولوں تک کیوں محدود ہو گئے ہیں؟"

"تم سے یہ کس نے کہہ دیا کہ میں صرف جاسوسی ناول ہی لکھتا ہوں اور اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں لکھ سکتا؟ میں نے لکھنے کی ابتدا افسانے سے کی جو خالص رومانی افسانہ تھا۔ اس افسانے کو عادل رشید صاحب نے اپنے ہفت روزہ جریدے "شاہد" بمبئی سے شائع کیا تھا۔ عادل رشید صاحب نے اس پر بڑا زبردست نوٹ لکھا تھا۔ "نتیجہ ءفکر، مصوّرِ جذبات، حضرت اسرار ناروی۔" اس کے بعد تواتر سے میری کہانیاں ہفت روزہ "شاہد" بمبئی میں شائع ہوتی رہیں اور میٹرک تک پہنچتے پہنچتے میں باقاعدہ مشاعروں میں بھی شریک ہونے لگا تھا۔ ۴۷ء میں تقسیم ہند کے وقت جو کچھ ہوا اُس نے میری پوری شخصیت کو تہ و

بالا کر دیا۔ میں اس وقت بی۔اے کے پہلے سال میں تھا۔ اس دور کے ذہنی بھونچال نے کافی عرصے تک میرے ذہن کو پراگندہ اور منتشر رکھا... پھر ۴۸ء کے آخر میں دوستوں کی تحریک پر ماہنامہ "نکہت" الٰہ آباد کے لیے طُغرلِ فرغان کے نام سے طنزیات اور افسانوں کا سلسلہ شروع کیا۔ کچھ پیروڈیز بھی لکھیں۔ ۵۲ء میں جاسوسی ناولوں کا سلسلہ شروع ہوا تو ایک بزرگ ادیب (جن کا نام لینا مناسب نہیں) کا خیال تھا کہ اُردو میں صرف جنسی کہانیاں ہی پڑھی جا سکتی ہیں اور اس دور میں واقعی جنسی کہانیاں ہی لکھی جا رہی تھیں۔ جنسی اور فحش کہانیوں کا ایک سیلاب آیا ہوا تھا۔ میں نے ان کی اس بات سے اتفاق نہیں کیا اور اس سلسلے میں مسلسل ذہن پر زور دیتا رہا۔ اس دور میں منشی تیرتھ رام فیروزپوری کے تراجم کافی ذوق و شوق سے پڑھے جاتے تھے یا پھر دو تین ناول ظفر عمر صاحب کے شائع ہوئے تھے۔ وہ بھی ان کے اپنے لکھے ہوئے نہیں تھے بلکہ انہوں نے مارس لیبلانگ کے ناولوں کو مشرف بہ اسلام کیا تھا۔ افسوس کہ انہوں نے اس بات کا اعتراف نہیں کیا۔ جاسوسی ناول میرے لیے بالکل نئی چیز تھی۔ اس لیے پہلی بار مجھے بھی انگریزی ہی کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ وکٹر گن کے ناول "آئرن سائیڈز لون ہینڈ" میں سے میں نے اپنا پہلا ناول "دلیر مجرم" ماخوذ کیا۔ البتہ اس ناول کے کردار فریدی، حمید میری اپنی اختراع ہیں۔"

محترم ابن صفی نے میری طرف دیکھتے ہوئے گہری مسکراہٹ کے ساتھ کہا "مشتاق میاں جیسا تمہارا خیال ہے اور بعض لوگ بھی کہتے ہیں کہ مجھے مقصدی ادب پیش کرنا چاہیے تو میرا خیال ہے کہ تفریح بجائے خود ایک مقصد ہے۔ تھکے ہوئے ذہنوں کے لیے تھوڑی سی تفریح مہیا کر دینا اگر کسی کے بس میں ہو تو بھی ایک مقدس فریضہ ہے۔ اس اعتبار سے میری کہانیاں مقصدیت سے دور نہیں ہوتیں۔ کچھ لوگ ذہنی فرار کی بات کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو شاید یہ معلوم نہیں کہ فرار ہی بنیادی طور پر تعمیر کا باعث بنتا ہے۔ یکسانیت سے فرار انسان طبیعت کا خاصا ہے۔ جب آرٹ اور ادب کے علمبردار مجھ سے کہتے ہیں کہ میں ادب کی خدمت کروں تو مجھے بڑی ہنسی آتی ہے۔ تم ہی بتاؤ مشتاق میاں! کیا میں جھک مار رہا ہوں؟ حیات و کائنات کا کون سا ایسا مسئلہ ہے جسے میں نے اپنی کسی نہ کسی کتاب میں نہ چھیڑا ہو، بس میرا طریقہ کار ہمیشہ عام روش سے الگ تھلگ رہا ہے۔ میں بہت اونچی بات کہہ کر محض چند لوگوں تک محدود ہونے کا قائل نہیں ہوں۔ دوسرے لوگ جو اعلیٰ و ارفع ادب تخلیق کر رہے ہیں، وہ ادب کتنے

ہاتھوں تک پہنچتا ہے اور انفرادی یا اجتماعی زندگی میں کیا انقلاب لاتا ہے؟ افسانوی ادب خواہ وہ کسی بھی پائے کا ہو اس کا مقصد محض ذہنی فرار اور کسی نہ کسی میعار کی تفریح ہی فراہم کرنا ہوتا ہے لیکن اس نے گنے چنے ہی محظوظ ہوتے ہیں۔ وہ اعلیٰ ترین ادب ایک بہت بڑے طبقے کے لیے بے معنی ہے۔ میں ان گنے چنے لوگوں کے لیے ہی کیوں نا لکھوں؟ میں وہ انداز کیوں نا اپناؤں سے زیادہ لوگ پسند کرتے ہوں اور کچھ اونچی باتیں اسی بہانے عوام تک پہنچا دوں۔ میں نے آفاقیت کے گیت گائے ہیں، عالمی بھائی چارے کی باتیں کی ہیں... اور اسی طرح بہت ہی بھیانک قسم کے ذہنی ادوار سے گزرتا ہوا میں یہاں تک پہنچا ہوں پھر میں مطمئن ہوں کہ جو کچھ لکھتا ہوں، وہ پورے اعتماد اور یقین کے ساتھ لکھتا ہوں، مجھے یہ بھی علم ہے کہ اونچا ادب تخلیق کرنے والے تمام احباب جو مجھ پر شدید نکتہ چینی کرتے ہیں وہ بھی مجھے بڑی پابندی سے پڑھتے ہیں" اتنا کہہ کر ابن صفی صاحب شدید جذباتی ہو گئے اور انہوں نے ایک طویل ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے بڑی تلخ سی مسکراہٹ کے ساتھ مزید کہا...

مشتاق میاں! تمہیں تو خوب معلوم ہے کہ ادب کے یہ چودھری میرے خلاف کیسے کیسے محاذ بناتے ہیں اور میاں، یہ انسانی فطرت ہے کہ جب تمہارے مکان کے برابر والا اپنا دو منزلہ کھڑا کرنے لگتا ہے تو تمہارے دل میں ایک ہوک سی اٹھتی ہے کہ یہ دو منزلہ کیوں بنا رہا ہے؟ اگر تم وسیع نظر کے مالک ہو تو بڑی حسرت سے اس دو منزلہ پر نظر ڈال کر، ایک طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ دل مسوس کر رہ جاؤ گے۔ ورنہ پڑوس کے مکین پر نکتہ چینی شروع کر دو گے۔ تم خود یہ کوشش کیوں نہیں کرتے کہ اس سے پہلے ہی تمہارا دو منزلہ بن جائے؟ خیر میاں، چھوڑو ان باتوں کو۔ ہاں تو تم کہہ رہے تھے کہ ہماری قوم مردہ پرست ہے۔ کسی بھی فنکار کی قدر اس کی زندگی میں نہیں کی گئی جب کوئی مر جاتا ہے تو بڑا واویلا کرتے ہیں۔ مرنے والے کے اعزاز میں بڑے بڑے بہت بناتے ہیں... لیکن میرے ساتھ شاید ایسا بھی نہ ہو... کیونکہ میں تو ان بت تراشوں سے بھی مل کر نہیں بیٹھا۔ تمہیں تو معلوم ہی ہے کہ میں گوشہ نشین ہوں اور ہمیشہ گوشہ نشین ہی رہوں گا۔ شاید بعد مرگ بھی ایسا ہی ہو۔ میں نے کبھی شہرت اور نام و نمود کی پروا نہیں کی میں ہمیشہ ہی ان چیزوں سے بھاگتا ہوں۔ اب یہ جو کچھ مقبولیت ہے، یہ قدرت کی دین ہے میری اپنی کوشش کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ میاں! تم نے پھر مقصدیت کی بات کی ہے تو میں پھر وہی

بات کہوں گا، جو کچھ دیر پہلے کہی تھی۔ تفریح بجائے خود ایک مقصد ہے تھکے ہوئے ذہنوں کو تھوڑی سی تفریح مہیا کر دینا، اگر آپ کے بس میں ہو تو میں اسے بھی ایک مقدس فریضہ سمجھتا ہوں یہی مقصد میری کہانیوں پیش پیش ہے۔

یہ جو تم ادب عالیہ کی بات کرتے ہو تو بھائی میرے، میں نہ تو ادب عالیہ کو افورڈ کر سکتا ہوں اور نہ ہی ادب عالی مجھے افورڈ کرے گا تم نے ادب تخلیق کرنے والوں کو دیکھا ہے؟ کیا حلیہ ہوتا ہے ان کا؟ کیا مجھے بھی ویسا ہی دیکھنا چاہتے ہو؟ جب وہ ادب کا شہ پارہ تخلیق کر کے ادب کے ٹھیکیداروں کو دیتے ہیں تو وہ ادب کے ٹھیکے دار انہیں اس کا معاوضہ دیتے ہیں؟ بس اپنے پرچے میں چند تعارفی جملے جس طرح نمایاں کر سکتے ہیں، کر دیتے ہیں اور بس۔ صرف تعارفی لفظوں اور ستائشی جملوں سے نہ تو اس ادیب کا پیٹ بھرتا ہے اور نہ ہی ایک کے بال بچوں کا۔۔ اگر بھر سکتا ہو تو مجھے بتا دیں، میں پھر وہی سب کچھ لکھ ڈالوں گا۔ کیا تم پسند کروگے کہ میں بقول لوگوں کے اور تمہارے بلند پایہ ادب تخلیق کر کے کسی نامور ادبی پرچے میں چھپ کر اس کی کاپی اپنی جیب سے خرید کر یا اس کی کاپی خریدنے کے لیے تم سے پیسے لینے آؤں اور کہوں بار کئی روز سے میں نے چائے یا سگریٹ کی شکل تک نہیں دیکھی، تم یا کوئی اور دوست کب تک لفٹ دوگے؟ دو ایک بار میں ہی کنی کاٹ جاوگئے۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟

”میاں تم جو یہ ابن صفی صاحب، ابن صفی صاحب کہتے رہتے ہو، وہ صرف اس وجہ سے ہے کہ میں تمہارے حساب سے ادب عالیہ نہیں لکھ رہا ہوں لیکن میرے خیال سے جو کچھ بھی لکھ رہا ہوں، وہ بہترین ادب ہے کہ اسے چھوٹے بڑے سب ہی پڑھتے ہیں اور پسند کرتے ہیں۔ کیا تم کسی بھی بڑے مصنف (جسے تم برا مانتے ہو) کی مثال دے سکتے ہو کہ ہند و پاک میں وہ اتنی بڑی تعداد میں چھپتا ہو۔ بے شک اس کا نام ضرور بڑا ہو گا لیکن اس کی ریڈر شپ اتنی بڑی نہیں ہو گی۔ کہو کیا کہتے ہوم و تم؟ تم تو خود بھی پبلیشر ہو۔ کافی کتابیں اب تک چھاپ چکے ہو۔ کتنی کتابیں بیچ لیتے ہو، مجھے معلوم ہے میری کتاب کتنی چھپتی ہے۔ ہند و پاکستان میں تقریباً ڈیڑھ پونے دو لاکھ، بلکہ دو لاکھ کی تعداد میں مختلف زبانوں چھپتی ہے۔ بولو اب کیوں خاموش ہو؟

اس وقت میرے پاس ایک چھینپی چھینپی مسکراہٹ کے سوا کوئی جواب نہ تھا۔

پھر خود ہی بولے۔ "تم نے کہا تھا کہ لوگوں کی ذاتی لائبریری میں آپ کی کتابیں نہیں ہوتیں جبکہ عام لائبریریوں میں جو کتاب سب سے زیادہ کرائے چلتی ہے، وہ میری ہی کتاب ہے... اور ہاں ابھی تم نے ہی تو بتایا ہے کہ میری کتابیں لوگ بلیک میں فروخت کرتے ہیں۔ اب تم ہی بتاؤ کیا اردو زبان میں کوئی ناول ایک قدر تیزی سے فروخت ہوتا ہے کہ لوگ خریدنے کے لیے بے چین ہو کر فروخت کرنے والوں کا ہر مطالبہ تسلیم کر لیں۔ مشتاق میاں! کسی بھی لکھنے والے کا حوصلہ بلند کرنے کے لیے یہ بہت بڑی بات ہے۔ پھر تم ہی کہو کہ وہ ادب جو نانِ شبینہ کو ترسائے بڑا ہے یا وہ ادب جس سے نہ صرف میری، میرے پبلشر کی بلکہ بہت سے بک اسٹال والے کی روزی روٹی کا خرچہ نکلتا ہے؟ خیر تم میری یہ بات نوٹ کر لو، ایک وقت آئے گا کہ لوگ اسی "سب کچھ" کو ادب تسیں کر سکے اور جب ادب کے یہ چودھری اپنے خول سے باہر آئیں گے تب تم دیکھنا کہ یہ کیسا چولا بدلتے ہیں۔"

آہ! آج محترم ابن صفی ہم میں موجود نہیں ہیں۔ صرف ان کی باتیں اور ان کی یادیں ہی رہ گئی ہیں بے شک وہ بہت بڑے انسان، بہت بڑے مصنف، بڑے شاعر، بڑے ادیب اور دانشور تھے۔ یہ میری عزت افزائی تھی کے مجھ سا کم علم اور بے مایہ شخص ان کے اتنے قریب رہا اور انہوں نے ہمیشہ میری حوصلہ افزائی کی۔ ان ہی کے حکم پر میں نے "نئے افق" کا اجرا کیا جس میں وہ مرتے دم تک لکھتے رہے اور اپنی زندگی کے آخری دنوں میں انہوں نے ایک نئے پرچے "نیا رُخ" کی داغ بیل ڈالی جس کے تین شمارے ہر لحاظ سے مکمل ہو گئے۔ جب "نیا رُخ" کے تین شمارے مکمل ہو گئے تب انہوں نے اجازت دی کہ اب اس کی پبلسٹی کر لو۔ اب تمام کام تمہارے قابو میں ہے۔ اب تم مزید کسی تاخیر کے اس پرچے کو میرے پڑھنے والوں کے سامنے لا سکتے ہو۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ تم دونوں پرچوں کو وقت کی پابندی کے ساتھ نکال سکتے ہو۔ نیا رُخ کے سلسلے میں انہوں نے شکرال کے پس منظر میں ایک ناول شمال کا فتنہ مکمل کر دیا تھا اور کہا تھا کہ اگرچہ میری بیماری اجازت نہیں دیتی لیکن میں کسی وعدے کی عدمِ تکمیل کا بوجھ اپنے سینے پر لے کر نہیں جانا چاہتا۔"

میں نے بارہا کہا کہ اپنے ذہن کو آرام کرنے دیں۔ آپ کو آرام کی شدید ضرورت ہے۔ زندگی نے وفا کی تو ان شاء اللہ وعدے پورے ہوتے رہیں گے۔ لیکن انہوں نے میری ایک نہ مانی اور جیسا سوچا تھا،

ویسا ہی کیا۔ ناول کا مکمل مسودہ میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے انہوں نے کہا ”لو۔ اب تم خود ہی اسے قسطوں میں تقسیم کرتے رہنا یا مکمل ناول کی شکل میں شائع کر دینا یا پھر جیسا تم مناسب سمجھو کر لینا۔“

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ملکِ عدم کے راہی کو اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کب اپنے سفر پر روانہ ہو جائے گا۔ اس سے پہلے انہوں نے اپنی پوری ز

ندگی میں کبھی قبل از وقت لکھ کر میٹر کا ذخیرہ نہیں کیا ہمیشہ بروقت اور ضرورت کے مطابق ہی لکھا لیکن ”نیا رُخ“ کے سلسلے میں جذباتی ہو کر انہوں نے اپنی زندگی کا یہ معمول بھی بدل دیا تھا۔ ”نیا رُخ“ اور ”نئے افق“، دونوں پرچے ایک مشن کی حیثیت سے پہلے محترم ابن صفی کے پیش نظر تھے۔ اب یہ مشن میرے سامنے ہے جسے اپنی تمام تر توانائیوں کے ساتھ بالکل ویسا ہی جیسا کہ صاحبِ موصوف چاہتے تھے، جاری رکھوں گا۔ ان شاءاللہ۔

(نئے افق، ستمبر ۱۹۸۰ء)

خطوط اور ان کے جوابات

(ابن صفی میگزین (نئے افق ڈائجسٹ) سے)

پھسلے

جاسُوسی دُنیا کے دیو قامت کردار ”قاسم“ کو ایک بالکل ہی نئے انداز میں دیکھیے ناول کے ماحول سے نکل کر بھی یہ کردار خود اپنی ہی ذات میں مکمل اور دلچسپ ہے۔

قاسم صاحب دفتر میں تشریف لائے تو ان کی ڈاک پیش کر دی گئی۔ بعض حلوں کے ساتھ اُن کے نام خطوط بھی تھے جنہیں پڑھ کر آپے سے باہر ہو گئے، فرمانے لگے۔

”آپ دیجیے ملنے لگیں نادھمقیاں۔ سالے میری بیگم کو اطلاع دے دیں نغے کہ میں ابن صفی کی سیڈی لکریٹری کو گھورنے اُن کے دفتر میں آتا ہوں“۔

میں نے عرض کیا” قاسم صاحب خدارا مجھے نہ گھسیٹیے.... اگر کسی صاحب نے آپ کو کوئی دھمکی دی ہے تو اس میں اس ہیچمقدار کا کیا قصور۔ آپ شوق سے میری سیڈی لکریٹری کو گھوریئے مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔ بس اب جلدی سے حل بنانے کا طریقہ تیار کرا دیجیے۔ بقیہ باتیں پھر ہوں گی“۔

ابنِ صفی

○ اچھا چلو لخو.... نمبر ایک.... چور کی داڑھی میں چمگادڑ یا رس ملائی۔ ارے واہ، اب چور بھی داڑھی رکھنے لگے سالے... ٹھینگے سے، میرے باپ کا کیا۔ ارے ہاں! رس ملائی لگ سکتی ہے داڑھی میں کیونکہ منہ ہی سے کھاتے ہیں داڑھی منہ کے قریب ہی ہوتی ہے لیکن چمگادڑ.... ہی ہی ہی.... چمگادڑ سالی کیا داڑھی میں اُلٹی لٹکنے آئے گی.... یہ بلقل غلط ہے... چمگادڑ۔

○ آغے بڑھو۔ بھاگتے بھوت کی بلاؤز.... ارے باپ رے۔ ہی سہی یا نکٹائی ہی سی۔ اے بھائی صاحب مسقراتے قیوں ہو، اگر ہیجڑا بھوت ہو تا تو چل جات، بلاؤز بھی مگر.... صرف بھوت ہے۔ بھوتنی بھی نہیں ہے اس لیے نکٹائی تو صحیح حل ہو گا۔ بھوتنی یا ہیجڑے کا بھوت ہو تا تو بلاؤز صحیح حل ہو تا۔ صرف بھوت کا بلاوز بلقل غلط۔

○ ہائیں، یہ تیسرا اشارہ.... ساری خدائی ایک طرف جورو کا سالا یا گرم مسالا ایک طرف۔ امے، اے

ایڈیٹر صاحب، یہ قیا گھپلا ہو گیا۔ میں نے تو والد صاحب کو لکھا تھا، یہ جورو کس نے کر دیا۔ ٹھینگے پر گیا تمہارا معمہ ومعہ ہاں۔ اچھا تو قیا میں جاہل ہوں؟ بس، بس خاموش رہیئے۔ اچھی بات ہے چلو معاف کر دیا۔ جورو کا گرم مسالہ ٹھیخ ہے۔ میری جورو تو دِن رات گرم مسالہ چبایا کرتی ہے۔ گرم مسالہ صحیح حل ہے مگر جورو کا سالا کہاں ہوتا ہے۔ اب دیخونا، اگر جورو کی جگہ والد صاحب ہوتا تو گرم مسالہ ہی چل جاتا قیونکہ میرے والد صاحب گرم مسالہ سے بہت ڈرتے ہیں اس لیے سالا ہوا بلقل غلط حل۔

○ آگے بڑھو۔ دل میں چھپا کے پیار کا اُگلدان یا مرتبان لے چلے۔ دل تو اُگلدان ہی ہے حلق میں بلغم آیا تھوکا نہیں نگل گئے.... پھر وہ سالا سیدھا دل ہی میں تو جاتا ہے۔ اس لیے اُگلدان ہوا صحیح حل۔ ہاں.... ہاں۔ پیار بھی یاد ہے مجھے۔ ایسے دل کو جو بلغم سے بھرا ہوا ہو، پیار کا اُگلدان ہی کہیں گے۔ قیوں، بات قیوں نہیں بنی؟ پیار میں ٹی بی ہو جاتا ہے اور ٹی بی میں بلغم۔ ہاہا.... وہ مارا۔ اے ایڈیٹر صاحب بس چپ رہو۔ پھیپھڑے اور دل میں زیادہ تو فاصلہ نہیں ہوتا جو بلغم پھیپھڑوں میں نہیں سہاتا، وہ دلمیں چلا جاتا ہے۔ میڈیکل سائنس کی ایسی کی تیسی، میرے ٹھینگے سے میں کمپائلر ہوں جو کہوں گا سب کو ماننا پڑے گا.... نہ مانو، تن تن کیڑے پڑیں گے جو میرا دل جلایا.... ہاں مرتبان بلقل غلط حل ہے۔

○ آگے چلو۔ شام ڈھلے، کھڑکی تلے تم بغل یا بین بجانا چھوڑ دو۔ بین صحیح حل ہے۔ یار، خامخا بحث نہ کرو۔ میں تمہاری کھڑکی کے لیے بین بجاؤں اور تم اعتراض کرو تو میں فٹاک سے قہوں غا.... بھائی صاحب، میں تمہاری کھڑکی کے لیے نہیں بلکہ سامنے والی کھڑکی کے لیے بین بجا رہا ہوں۔ نہیں چلے غا؟ اچھا تو سنو دوسری ترکیب، میں قہوں غا، بھائی صاحب تمہارے فائدے کے لیے بین بجا رہا ہوں۔ تمہاری دیوار کی جڑ میں ایک سانپ گھس گیا ہے۔ بین بجا کر نکال رہا ہوں سالے کو.... تاکہ تمہارے بال بچے سلامت رہیں.... لیکن بغل بجانے کا قیا بہانہ ہو گا؟ نہیں بتاؤ نا بڑے کابل کی دُم بنتے ہو، ہاں نہیں تو.... بغل بلقل غلط ہے۔

○ زبردست کا ٹھینگا بندر روڈ پر یا کافی ہاؤز پر.... ارے باپ رے.... بندر روڈ پر بہت بڑا ٹھینگا رہتا ہے۔ بہت زبردست گاڑی تیز چلاؤ تو چالان، سڑک کے کنارے پیشاب کر دو تو چالان دھرا ہے اور وہ سالی لال ہری پیلی بتی (آٹو میٹک سگنل) امے، ایک بار بیچ سڑک پر رک گیا کہ دیخوں اب ہیری بتی کیسے جلتی

ہے۔ بس آ گئی شامت پہلے ایک گندی سی گالی کھائی اور پھر اکڑا تو چالان بھی ہو غیا۔ بڑی مونچھ والے کانسٹیبلوں کو دیکھ کر ویسے ہی دم نکل جاتا ہے.... لیکن کافی ہاؤز؟ نہ وہاں گاڑی چلائی جاسکتی ہے نہ پیشاب کیا جاسکتا ہے اور نہ ہری لال بتی ہوتی ہے وہاں۔ اگر قوئی زبردست گھس بھی آیا تو ٹھینگا جیب ہی میں رکھتا ہے۔ باہر نہیں نقالتا۔ اس لیے کافی ہاؤز بلقل غلط حل ہوا۔

○ آ غے بڑھو۔ جس کی لاٹھی اس کی نیند یا افیون۔ نیند بالکل غلط حل ہے یار پوری بات بھی تو سنو پھر بولنا۔ ایک بار میرا ایک افیونی نوکر پاؤ بھر افیون لیے چلا جارہا تھا۔ راستے میں پانچ یا چھ لٹھ بازوں نے گھیر لیا۔ ایک نے آگے بڑھ کر دو ڈنڈے رسید کیے اور افیون چھین لی۔ رہ گئے بیٹا ٹاپ کے لیکن نیند.... اُمے ایک بار کا کِصہ سنو، بیگم سے کھفا ہو کر ایک رات شمس الدین کے گھر جا پڑا۔ یار قیا بتاؤں قیسی مصیبت میں پڑا تھا۔ پڑوس میں قوالی ہو رہی تھی۔ امے، قوالوں کی آواز ویسے ہی کم ہوتی ہے کہ سالوں نے مائکروفون بھی لغوادیا تھا۔ ہائے.... ہائے نیند سالی آنکھوں سے کوسوں دور بھاغ رہی تھی۔ ایک بار بھنا کر لاٹھی اُٹھائی اور پھر رکھ دی۔ بس یہ سمجھ لو کہ رات بھر لاٹھی اٹھاتا اور رکھتا رہا۔ ہر بار شمس الدین کمر تھام کر لٹک جاتا تھا پھر بتاؤ نیند بالکل غلط حل ہوا کہ نہیں۔ اچھا اب اجازت دیجیے۔ اُسٹوڈیو جا کر شوٹنگ شروع کراؤں غا۔ ارے، آپ کو نہیں معلوم۔ میں آج کل گھسیار اُسٹوڈیو میں دو فلمیں ''صدا کی دعا'' اور ''پروانے کا ڈنڈا'' بنارہا ہوں۔ اچھا۔ سالا مالیقم۔

نوٹ: اگر آپ اس ''پھیسلے'' سے متفق نہ ہوں تو قاسم صاحب سے رُجوع فرمایئے۔ ابنِ صفی۔

نوٹ: یہ تحریر ابن صفی میگزین کے ابتدائی شماروں میں شائع ہو چکی تھی پھر قندِ مکرر کے طور پر ایک قاری نوشاد عادل نے (نئے افق ڈائجسٹ کو) ارسال کی۔ اور نئے افق ڈائجسٹ میں جون ۱۹۹۱ء کے شمارے میں شائع ہوئی جہاں سے ہم نے اسے نقل کیا۔ (اس وقت نئے افق پندرہ روزہ ہوا کرتا تھا)

آپ کے صفحات

ابن صفی کی جاسوسی دنیا (کراچی) کے میگزین ایڈیشن میں محترم ابن صفی نے اپنے مخصوص انداز میں قارئین کے خطوط اور ان کے جواب شائع کیے تھے۔ جنوری ۱۹۶۰ء تا مارچ ۱۹۶۰ء تک ۳۰۰ماروں سے منتخب خطوط اور ان کے دلچسپ جواب ملاحظہ فرمائیے

● رضی احمد صاحب بہاولپور سے تحریر فرماتے ہیں "آپ کی دو مختلف تصویریں، دو مختلف کتابوں میں دیکھیں لیکن آپ کسی میں بھی ٹائی میں نظر نہیں آئے پہلے کچھ اور سمجھا لیکن پھر سوچا آپ اتنے بدسلیقہ تو نہیں ہو سکتے کہ پاجامے پر کوٹ ڈالے پھریں... پھر کیا بات ہے؟"

بات بتاؤں، رضی صاحب! اچھا کان ادھر لائیے۔ امے پکڑوں گا نہیں... چپکے سے کہنے کی بات ہے... ہاں ٹھیک... یار، بات یہ ہے کہ ٹائی باندھنا آتا ہی نہیں۔ عمران کی ٹائی جیسی چھوٹی بڑی ہو جاتی ہے اور مجھے ابھی تک کوئی اتنا معقول "سلیمان" بھی نہیں مل سکا کہ وہی سنبھال لیا کرے۔ دیکھیے کسی سے بتائیے گا نہیں... ہاں!۔

● عبداللطیف صاحب جہلم سے تحریر فرماتے ہیں کہ وہ فریدی، حمید اور عمران کے نقالوں سے نالاں ہیں اس سلسلے میں انہوں نے کچھ مشورے بھی دیئے ہیں۔

◉ بھئی نقالوں کے متعلق میں پہلے بھی اکثر عرض کرتا رہا ہوں کہ یہ لکھنا سیکھ رہے ہیں۔ ان پر خفا ہونے کی ضرورت نہیں۔ ان میں سے کئی ایسے ہوں گے جو نقالی کرتے کرتے اپنے لیے نئی راہیں نکالیں گے میں ان کے اچھے مستقبل کا منتظر ہوں۔ لیکن وہ لوگ جو میرے کرداروں کے نام استعمال کر رہے ہیں اور خود میرے نام پر ہاتھ صاف کر کے پڑھنے والوں کو الو بنانے کی کوشش بھی کرتے ہیں، وہ نہ گھر کے ہوں گے اور نہ گھاٹ کے... ویسے مجھے ان سے بھی ہمدردی ہے۔

● ایس۔ ایم۔ جاوید صاحب ایبٹ آباد:-

میرا "اصلی نام" جاننا چاہتے ہیں۔

◉ خاکسار کو اسرار احمد کہتے ہیں، جاوید صاحب! بچپن میں نام کے ساتھ "بقلم خود" بھی لکھا کرتا تھا لیکن ہوش سنبھالنے پر جب احساس ہوا کہ یہ "بقلم خود" بھی صدیقی، قریشی یا انصاری قسم کی کوئی چیز نہیں ہے تو اس سے پیچھا چھڑانے ہی میں عافیت نظر آئی تھی۔

● سعید احمد صاحب کراچی سے رقم طراز ہیں آپ اپنے کتابوں میں عشق و محبت کا مضحکہ کیوں اڑاتے ہیں... کھسیانی بلی کھمبا تو نہیں نوچتی؟

◉ بڑا بے ڈھب سوال ہے۔ نہیں بھائی ایسی کوئی بات نہیں میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ دیو آنند اور دلیپ کمار بننے کی بجائے آدمی بنیں... تفریحات کو ان کی حدود تک رکھیں۔ اس خواہش سے باز رہیں کہ آپ کی پوری زندگی صرف دو گھنٹے کی فلم بن کر رہ جائے۔ محبت تو بڑی شاندار چیز ہے، سعید صاحب! لیکن شرط یہ ہے کہ آدمی پڑوس کی کھڑکی پر جان دینے کی بجائے اس جذبے کی تہذیب کرے۔

● سعید اختر صاحب لاہور سے تحریر فرماتے ہیں کئی ادارے آپ کے خلاف پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ آپ انگریزی سے پلاٹ چراتے ہیں آپ کا کیا جواب ہے؟

◉ بہت پرانی بات ہے سعید صاحب اور میرا جواب بھی پرانا ہو چکا ہے یعنی دن ۷ یا ۸ کتابوں کا حوالہ میں خود بھی چکا ہوں ان کے علاوہ کوئی صاحب ثابت کرنے کی کوشش کریں اور فیس داخلہ کے بغیر ہی اول انعام لے جائیں میں اب تک ۱۲۵ کتابیں پیش کر چکا ہوں۔

● مجید احمد صاحب جنگ سے لکھتے ہیں واقعی صفی صاحب خوب الو بنایا آپ کے میگزین ایڈیشن میں جاسوسی کہانیاں تو تھی ہی نہیں پھر اس رسالے کا نام جاسوسی دنیا کیوں رکھا ہے

◉ مجید صاحب نام کی پرواہ مت کیجیے میں ایک ایسے عبد الرحمن سے واقف ہوں جو ہر بت غضبناک رہتے ہیں۔ ایک ایسی سلیم الدین سے واقف ہو جو بہت بے ہودہ ہیں ایک ایسی نور النساء سے واقف ہوں جو بالکل سیاہ فام ہیں ایک ایسے دلاور علی کو جانتا ہوں جو اندھیرے میں کالی بلی دیکھ کر بے ہوش ہو جاتے ہیں ایک محبت دین سے واقف ہوں جو کثرت سے شراب پیتے ہیں پھر یار جاسوسی دنیا کے نام اور مواد پر خفگی کیوں البتہ میرا نام اسرار ہے اور میں پر اسرار کہانیاں لکھتا ہوں خدا مجھے معاف کرے

● علی حماد صاحب جہلم سے تحریر فرماتے ہیں کبھی آپ سگریٹ کو مونث لکھتے ہیں اور کبھی مذکر اس کی کیا وجہ ہے

◉ بس کیا بتاؤں حماد صاحب عموماً سگریٹ کو مذکر ہیں لکھنے کا عادی ہوں لیکن اگر کبھی کسی محترمہ کو سگریٹ پیتے دیکھ لیا تو اتنی شدت سے متاثر ہوتا ہوں کہ کچھ عرصے تک سگریٹ ماننا ہی رہتی ہے

● انوار احمد صاحب نے کراچی سے تحریر فرمایا ہے صفی صاحب آپ پیتے بھی ہیں یا نہیں میرا خیال ہے کہ پئے بغیر اتنے زوردار ناول لکھے ہی نہیں جاسکتے

◉ نہیں پیارے بھائی ٹھنڈے پانی یا گرم چائے کے علاوہ اور کچھ نہیں پیتا البتہ سر کے بال ضرور بڑھاتا ہوں تاکہ لوگ دور ہی سے پہچان لیں کے وہ آرہا ہے بڑا آرٹسٹ ویسے یہ بھی ایک مجبوری ہے اصلاح سازوں کی کرسی مجھے کاٹتی ہے بند کر بیٹھ نہیں جاتا اگر کبھی کسی دوست کو تاؤ آگیا تو زبردستی پکڑ کر حجامت بنوا ہی دیتا ہے لیکن اس کی نوبت چار ماہ سے پہلے نہیں آتی خدا کا شکر ہے کہ اس عالم میں بھی کان پر جوں نہیں رینگتی

● اشرف حسین صاحب کراچی آپ کا خط بہت زوردار ہے اس لیے بہت پسند آیا یار نہ جہاندیدہ نہیں بلکہ صرف پلنگ دیدہ آدمی ہوں غیر ممالک کی سیر یہ آپ کیا فرما رہے ہیں بھائی اپنے لیے تو ناظم آباد سے بندر روڈ ہی تک کی سیر اتنی وبال جان ہوتی ہے کہ ڈائریکٹ کیماڑی کا رخ کرنے کو دل چاہتا ہے... کہنے کا مطلب یہ کہ کراچی میں پلنگ پر صرف دو ہی ذی روح پائے جاتے ہیں۔ کھٹمل یا ابن صفی۔ جی کیا سمجھے میاں اسی لیے آج تک عشق کرنے کی سعادت سے بھی محروم رہا کہ اٹھ ان کی گلی میں جائے کون... شکران ایک تخیلی بستی ہے جو کہ پلنگ زدہ ہوں اسی لیے تخیلی بستیوں ہی تک محدود رہنا پڑتا ہے نہیں بھائی آپ کے سرحدی قبائلی علاقوں سے اس بستی کا کوئی تعلق نہیں

● م۔س بی۔اے ملتان سے فرماتے ہیں کل رات جاسوسی ادب پر بات چیٹنگ ہو رہی تھی ایک بزرگ بول اٹھے سنا ہے کہ جھوٹ بولنے والوں پر خدا کی لعنت ہوتی ہے اور ان کا بیڑہ ڈوب جاتا ہے لیکن ابن صفی کا تو کچھ نہیں بگڑا

◉ بات تو ٹھیک ہی کہی آپ کے بزرگ نے لیکن یہ نکتہ انہیں سمجھا دیجیے کہ اعلیٰ پیمانے پر جھوٹ بولنے

والوں کا بال بھی بیکا نہیں ہوتا البتہ اناڑی بیچارے ضرور ڈوب جاتے ہیں

● اظہر نے نصاب سکھر سے پوچھتے ہیں صفی صاحب اب آپ اپنی تصویر کب اور کس کتاب میں شائع کریں گے

◉ کبھی نہیں آذر صاحب بڑی کوفت میں مبتلا ہونا پڑتا ہے ڈائمنڈ جوبلی نمبر میں میں نے آپ ہی لوگوں کے اصرار پر تصویر چھاپی تھی لیکن نتیجہ اچھا نہیں نکلا یار لوگ راہ چلتے کچھ اس قسم کی چہ مگوئیاں کرتے تھے ارے ہاں ذرا دیکھنا یہ ابن صفی ہے کیا

لاحول ولا قوۃ... کسی چمروٹے کی بات کر رہے ہو۔ ارے میاں وہ تو لمبا چوڑا اور گورہ چٹا آدمی ہے۔

ایسے ہی ہزاروں ریمارکس اپنے کانوں سے سنتا تھا مگر ہمت نہیں پڑتی تھی کہ ان لوگوں سے ہاتھ جوڑ کر کہتا خدا کے لیے اس بار تو معاف کر کر ہی دو آئندہ کلوٹے پن کے ساتھ پیدا ہونے سے احتراز کروں گا

● ناصر جمیل صاحب ملتان سے تحریر فرماتے ہیں صفی صاحب آپ نے اپنی جاسوسی ناولوں میں کوئی موضوع نہیں چھوڑا سوائے ایک کے۔ آپ نے اب تک ہیجڑوں کے متعلق کچھ نہیں لکھا ہجڑا سمجھتے ہیں نہ آپ یعنی زنخہ... عموماً ہیجڑہ ہی کہتے ہیں.... لیکن یہ نام مجھے پسند نہیں۔ آپ ہی اس طبقے کو کوئی اچھا سا نام دیجیے.... یہیں اس کا امتحان بھی ہو جائے گا۔ کہ آپ کا دماغ کیسا چلتا ہے۔

◉ ناصر صاحب دماغ چلنے کی ایک ہی رہی... جس دن واقعی چل گیا، ہیجڑوں پر بھی کوئی کہانی ہو جائے گی ہاں، یہ نام کا مسئلہ بڑا اہم ہے... سمجھ نہیں آتی آپ بیٹھے بٹھائے ہیجڑوں کے غم میں کیوں مبتلا ہو گئے... کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ یار سچ بتانا۔ مارشل لاء کے نفاذ سے پہلے لیڈری تو نہیں فرماتے تھے آپ... اگر یہی بات ہے تو میں آپ کی سوجھ بوجھ کا قائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اچھا سنیے... چل گیا میرا دماغ لیجیے ایک بہت ہی سائنٹیفک نام پیش کر رہا ہوں... غیر جانبدار نہ "HE اوں" میں نہ "SHE اوں" میں... پھر بھی عورتوں اور مردوں میں یکساں مقبول۔! پہلے یہ نام پسند کیجیے۔ اگر ان کی لیڈری کا ارادہ ہو تو ضرور لکھ بھیجیے۔ میں آپ کو ہیجڑوں کا "ھر ہٹلر" بنا کر رکھ دوں گا۔

()

ابن صفی کے دو خطوط

(۱)

۲۵ / مئی ۱۹۸۰ء

ایثار بیٹے!

دعائیں۔ آج تمہارا تار ملا۔ اجن برابر تمہیں خط لکھتے رہتے ہیں۔ چار پانچ دن ہوئے، ایک بے حد مفصل رجسٹرڈ لیٹر (اپنی عادت کے مطابق) تمہیں دیکھ چکے ہیں جسے خود میں نے پوسٹ کرایا تھا۔ تم غالباً یہ سن کر پریشان ہو گئے ہو گے کہ خون پھر چڑھایا گیا تھا۔ ہیموگلوبن کی کمی دور ہو گئی تھی۔ اس لیے ڈاکٹر کے مشورے سے ایک پائنٹ خون چڑھایا گیا تھا۔ بحمد اللہ تیزی سے صحت یابی کی طرف بڑھ رہا ہوں۔ کچھ تھوڑی بہت لکھائی بھی ہو جاتی ہے۔ تم بالکل کسی قسم کی فکر نہ کرو۔ آج نازو اور علی آئے ہوئے تھے۔ اجن وغیرہ چکن کارن سوپ کا پروگرام بنا رہے ہیں۔ تمہاری کمی شدت سے محسوس ہوتی ہے۔ اگست میں ان شاءاللہ تم آؤ گے پھر ہنگامے رہیں گے۔ تم کسی کے تردد کے بغیر چھٹیوں میں آجانا۔ تمہاری آپا دعا کہہ رہی ہیں اور سب لوگ سلام کہتے ہیں۔ تمہارے لکھنے کے مطابق اجن، زبیر صاحب کے آفس گئے تھے۔ وہاں معلوم ہوا کہ وہ روم گئے ہوئے ہیں۔

دعاگو

اسرار

(۲)

۲۳؍جون ۱۹۷۹ء

ایثار بیٹے! دعائیں۔

تمہارے سب خطوط مل گئے ہیں لیکن پریشانیوں کی وجہ سے جواب نہ لکھے گئے۔ ۱۷ جون کو ساڑھے آٹھ بجے شب کو اماں ہم سے جدا ہو گئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

تم دینی معاملات میں مجھ سے زیادہ سمجھ دار ہو۔ اس لیے بیٹے صبر کرنا۔ خود کو سنبھالنا کہ وہاں تنہا ہو۔ ہم سے دور ہو۔ دن بھر اچھی بھلی رہی تھیں۔ عصر کی نماز پڑھ چکی تھیں کہ چوکی ہی پر حالت بگڑ گئی۔ کیوکہ سے اٹھا کر پلنگ پر لٹا دیا گیا اور ایک گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے میں خالق حقیقی سے جا ملیں۔ ہوش نہیں تھا لیکن ہونٹ ہل رہے تھے اور انگوٹھا انگلیوں کے پوروں پر اس طرح چل رہا تھا جیسے تسبیح کر رہی ہوں۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے کہ میں گھر پر ہی موجود تھا.... تمہاری آپا کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے۔ بہت متاثر ہیں۔ بہر حال، بیٹے صبر کرنا اور ان کی مغفرت کے لیے دعا کرنا۔ اپنی خیریت سے جلد جلد مطلع کرتے رہنا۔

دعا گو

اسرار

[بشکریہ نئے افق ڈائجسٹ (ابن صفی نمبر)]

نامے میرے نام

(مشتاق احمد قریشی)

پیر، ۷/ جنوری ۱۹۸۰ء

دونوں ڈاکٹروں کے مشورے سے فلحال کھانے پینے کی ادویات میں ردوبدل ہوا ہے انجکشنوں کا کورس دوایک دن بعد سے شروع ہو گا میرے مالک کا کہنا ہے کہ مرض کنٹرول ہو جائے گا کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے۔ پریشانی کی بات بھی نہیں ہے۔ کراچی کی آب و ہوا میں جگر کے انلارجمنٹ کے ساتھ ٹیومر بن جانا کوئی اہم بات نہیں ہے ایسا یہاں ہوتا ہی رہتا ہے اور لوگ شفایاب بھی ہو جاتے ہیں فکر کی کوئی خاص بات نہیں ہے

والسلام

اسرار

☆☆☆☆☆

۱۵/ جنوری ۱۹۸۰ء

کل سرجن حمید نے دیکھا سرجری کا کیس نہیں ہے۔ ویسے انہوں نے انجیکشنوں کے ذریعے ایک طریقہ علاج تجویز کیا ہے جو آج موجودہ معالج کو پیش کر دیا جائے گا پریشانی کی بات نہیں ہے۔ کمزوری بہت معلوم ہو رہی ہے اچھا خاصا جارہا تھا دستوں نے پھر حالت خراب کر دی ہے ہاں اس دن ڈرپ لگی تھی۔

اسرار

☆☆☆☆☆

۲۳/ جنوری ۱۹۸۰ء

آج کل سے بہتر ہوں آج ہی کچھ پڑھنے کی ہمت پڑی تمہارا مضمون دیکھا اچھا لکھا ہے کبھی قلم لگانے کی ضرورت نہیں پیش آئی تم بہت عمدہ اور نتیجہ خیز ہے۔

اسرار

☆☆☆☆☆

۹/ فروری ۱۹۸۰ء

مشتاق!

آج بڑی نقاہت محسوس کر رہا ہوں کل شام ساڑھے پانچ بجے کے قریب آ جاؤ آج آنے کی سوچی، اچانک پشت میں درد شروع ہوا۔ ڈرائیور سے خط بھیج رہا ہوں زندگی ہے تو جلد ملاقات ہو گی۔

اسرار

☆☆☆☆☆

۱۷/ فروری ۱۹۸۰ء

ڈاکٹر زیدی نے تین چار دن کے اندر ہی اندر ایک بوتل خون اور چڑھوانے کو کہا ہے لہٰذا اب پھر خون کے لیے دوڑ دھوپ شروع ہو رہی ہے۔ ۶ صفحات روانہ کر رہا ہوں اپنی خیریت سے مطلع کریں۔

اسرار

☆☆☆☆☆

۲۲/ فروری ۱۹۸۰ء

مشتاق سلامت رہو۔

کل جگر کا معائنہ ہوا تھا آج اس کی بھی رپورٹ آ گئی یوں شام کو ڈاکٹر کے پاس جائے گی کل تمہارے دفتر آنے کا سوچ رہا تھا تا کہ اپنی خیریت سے مطلع کروں، سانس اور چکر کا وہی عالم ہے شکر کے لیے ڈاکٹر صاحب نے کہا ہے کہ ڈائی ٹائیڈ کاری ایکشن ہے آدھی ٹکیہ ڈائی ٹائیڈ کی بھی چل رہی ہے۔

اسرار

☆☆☆☆☆

۲۶/ فروری ۱۹۸۰ء

خوش رہو۔

طبیعت اس حد تک ٹھیک ہے کہ اس وقت بخار نہیں ہے لیکن سانس کا وہی عالم ہے اور کیا لکھوں کوئی خاص بات نہیں تمہارا کام ہو رہا ہے۔

اسرار

☆☆☆☆☆

۴/ مارچ ۱۹۸۰ء

خدا کرے تم بعافیت ہو موسم بہت خراب جا رہا ہے۔ خون شاید آج شام تک فراہم ہو جائے گا دراصل میرے گروپ کا ایسا خون ملنے میں دشواری ہو رہی ہے۔ جس میں ساری پر اپرٹیز موجود ہوں۔ اللہ مالک ہے اس بار ڈاکٹر زیدی نے خود ہی تجویز کیا ہے کہ خون پلازما سمیت دیا جائے۔

تمہارا

اسرار

☆☆☆☆☆

۳۰/ مارچ ۱۹۸۰ء

مشتاق!

جمعرات کو ہی ڈاکٹر رب نے دیکھا تھا سینے کا ایکسرے اور جگر کا اسکینشن کرانے کو کہا ہے آج شام کو ایکسرے ہو گا اور کل جگر کے اسکینشن کے لیے جناح اسپتال کے ریڈیالوجیکل ڈیپارٹمنٹ سے وقت لیا جائے گا فی الحال رب صاحب نے کچھ دوائیں لکھ دی ہیں جن کا استعمال جاری ہے۔ بخار میں کمی ہے اب اس حد تک نہیں ہے لیکن سانس کا وہی عالم ہے چند سیکنڈ بھی کھڑا نہیں رہ سکتا، سانس پھولنے لگتی ہے لیٹنے بیٹھنے میں صورت حال نارمل رہتی ہے۔ خدا ان چکروں سے جلد نمٹنے کے قابل کر دے۔ آمین۔ تمہارا کیا حال ہے۔

اسرار

☆☆☆☆☆

۵/ اپریل ۱۹۸۰ء

مشتاق میاں۔

پتا نہیں تمہاری طبعیت کیسی ہے گرمی سخت پڑ رہی ہے۔ پرسوں ہی تمہیں ڈاکٹر کے ہاں جانا چاہیے تھا۔ کل صبح آٹھ بجے جناح پہونچنا ہو گا۔ کئی گھنٹوں کا چکر ہوتا ہے۔ اللہ مالک ہے۔

اسرار

☆☆☆☆☆

۱۳/اپریل ۱۹۸۰ء

مشتاق، سلامت رہو۔

ڈاکٹر رب نے ایکسرے رپورٹ دیکھ کر کہا ہے پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے بلغم ہے ادوایات سے خارج ہو جائے گا۔ جو ڈرپ لگنے والی تھی اس کے لیے ڈاکٹر رب نے کہا ہے کہ زیدی سے موجودہ حالات کی روشنی میں مشورہ کر لو۔ اگر ضروری سمجھیں تو کل ڈرپ بھی لگوالو لہذا آج شام کو زیدی صاحب سے مشورہ کیا جائے گا۔

ڈاکٹر رب نے دواؤں میں شاید کوئی مسکّن دوا بھی دی ہے زیادہ تر او نگھتا رہتا ہوں چلنے پھرنے سے سانس اُسی طرح پھُولتی ہے البتہ کھانسی میں کمی ہے۔

اسرار

☆☆☆☆☆

۱۷/اپریل ۱۹۸۰ء

ڈاکٹر زیدی نے پھر ایک بوتل خون کے لیے کہا ہے لہذا خون کے لیے انتظام ہو رہا ہے کل جمعہ ہے غالباً سینچر کو خون چڑھایا جائے۔ ۶۱ سے ۸۴ تک صفحات روانہ کر رہا ہوں۔ کمزوری بہت بڑھ گئی ہے زیادہ تر او نگھتا رہتا ہوں تمہاری مٹھائی ہو گئی۔

اسرار

☆☆☆☆☆

۲۷/اپریل ۱۹۸۰ء

مشتاق کیسے ہو،

ابھی خون دے کر آ رہا ہوں ٹیسٹنگ کے لیے، شام کو اس کی رپورٹ بھی ڈاکٹر کے پاس جائے گی پھر بات آگے بڑھے گی۔ سانس کا وہی عالم ہے مل میں بھی کوئی خرابی نہیں ہے۔ میں نے پوچھا ہی نہیں تھا کہ بلڈ پریشر کتنا ہے۔ معلوم ہی کر کے اس کا کیا بگاڑ لیتا کھانے میں صرف نمک کم کر دیا اور کسی بھی چیز کی ممانعت نہیں کی۔

اسرار

☆☆☆☆☆

۲/ مئی ۱۹۸۰ء
مشتاق !
کل خون چڑھا دیا گیا لیکن بڑی تکلیف اٹھائی تین گھنٹے کے لیے ائیر کنڈ شنڈ خراب ہو گیا، پنکھے ندارد، خون چڑھانے سے پہلے ڈائیزاپام ۵ء دیتے ہیں اور پھر اس قدر شور وغل مچاتے ہیں کہ نیند آنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ڈاکٹر ہاشمی نے کہا ہے کہ کھانے پر زور دیجیے کب خون چڑھواتے رہیے گا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح کھانے پر ور دوں، بہتر سے بہتر غذا مل رہی ہے پر کھاؤں گا تو اتنا ہی جتنا معدہ قبول کرے گا۔ اپنی خیریت سے مطلع کرو ابھی تک ڈائیزاپام کہ زیر اثر ہوں سر نہیں اٹھایا جارہا۔

اسرار

☆☆☆☆☆

۱۱/ مئی ۱۹۸۰ء
آج میچنگ کے لیے خون دے آیا ہوں کل یا پرسوں اِن شاء اللہ خون چڑھے گا کمزوری رفع نہیں ہوتی۔ کسی صورت سے کچھ کام بھی نہیں ہو رہا۔ اللہ مالک ہے۔ پتا نہیں تمہاری طبیعت کیسی ہے؟

اسرار

☆☆☆☆☆

۲۰/ مئی ۱۹۸۰ء
مشتاق کیسے ہو۔
جناح اسپتال کے ڈاکٹروں ہی کے مشورے سے ایک لیبارٹری میں خون کے پیسے جمع کر دیئے تھے۔ انھوں نے آج بلایا تھا مگر معلوم ہوا کہ خون ہی نہیں مل سکا ابھی تک۔ آج شام کو فون کر کے معلوم کرنا ہو گا۔ میں تنگ آ گیا ہوں اس طریق علاج سے سوچتا ہوں کہ ڈاکٹر مشتاق احمد قریشی (تمہارا) علاج شروع کر دوں گا۔ اگر کل تک بھی خون نہ ملا۔ بس سانس اور چکر سے مجبور ہوں ورنہ سب ٹھیک ہے۔ انشاالله دو چار دن میں کوشش کروں گا کہ کچھ لکھوں، مشتاق تم نے جو پیسے "آدمی کی جڑوں" کے ذریعے دیئے تھے وہ میں نے دے دیئے ہیں۔ یار موت اور زندگی دونوں کی ایسی تیسی، میں تنگ آ گیا ہوں۔ تمہارا

اسرار

☆☆☆☆☆

۲۳ر مئی ۱۹۸۰ء

کل تم آئے تھے ملاقات نہ ہو سکی کل بحمد اللہ خون چڑھ گیا آج سانس بھی کسی قدر بحال ہے۔ چکر بھی کم رہے خون چڑھانے سے پہلے دو ٹیکیاں ڈائیز اپام کی دیں تھیں ابھی تک ذہن انھی کے زیرِ اثر ہے اونگھ رہا ہوں۔ کل اِن شاء اللہ تم تک پہنچنے کی کوشش کروں گا۔

اسرار

☆☆☆☆☆

۲۷ر مئی ۱۹۸۰ء

مشتاق میاں۔

آج پھر تم آئے اور ملاقات نہ ہو سکی آج پھر خون ٹیسٹ کے لیئے دے آیا ہوں اس کی رپورٹ زیدی صاحب کے پاس جائے گی پھر وہ بتائیں گے کہ ڈرپ کب لگے گی، خون چڑھنے سے طبیعت پھر کسی قدر بحال ہوئی ہے۔ ڈرپ لگے گی اور پھر خون خشک ہو گا سمجھ میں نہیں آتا کب تک چلے گا یہ چکر، چھ صفحات روانہ کر رہا ہوں۔ اگر شکر ال لے بقیہ کاغذات تمہارے پاس موجود ہوں تو بھیج دو تا کہ ایک نظر دیکھ لوں۔

اسرار

☆☆☆☆☆

۵ر جون ۱۹۸۰ء

مشتاق۔

کل پھر تم آئے تو میں سو رہا تھا۔ تمہیں خیریت تو معلوم ہی ہو گئی ہو گی، پرسوں شب پیٹ اور سینے میں درد ہو گیا تھا ڈاکٹر نے خواب آور دوا بھی دلوا دی تھی گیسز کا درد تھا اب اللہ کے فضل سے ٹھیک ہوں۔ آج شام معلوم ہو سکے گا کہ خون کب چڑھے گا۔ خدا کرے تم بعافیت ہو آج کل گیسز کا بڑا زور رہتا ہے ڈاکٹر نے مستقل طور پر فی الحال اُسی کی ہی دوا دی ہے۔

اسرار

☆☆☆☆☆

۱۰/ جون ۱۹۸۰ء

آج سوچا تھا کہ تم تک پہنچوں گا لیکن صبح سے پھر دوستوں کا سلسلہ شروع ہے انشا اللہ کل کوشش کروں گا۔ WHITE CELLS کی کمی پوری کرنے کے لیئے صرف خون کا پلازمہ دوسری لیبارٹری میں چڑھایا گیا تھا جس نے مبلغ -/۶.۵ روپے چارج کیے اب دیکھنا کسی دن تمہارے ہومیو پیتھ کے پاس پہنچ سکتا ہوں۔ ایلو پیتھی سے بات بنتی نظر نہیں آ رہی۔ ڈاکٹر ہی کے مشورے سے رات قیمہ نرم چاولوں کے ساتھ کھایا تھا۔

اسرار

☆☆☆☆☆

۱۲/ جون ۱۹۸۰ء

خدا کرے تم بعافیت ہو۔

کل سارا دن غفلت طاری رہی تھی اس لیے تم سے نہ مل سکا فی الحال ڈرپوں کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے آج یا کل جگر کے اسپیشلسٹ ڈاکٹر کو دکھانا ہے اب جب بھی وہ وقت دیں۔ میگزین بھجوا رہا ہوں۔ دوسرا مضمون دے دیا ہے لیکن عنوان اور موضوع میں ہم آہنگی نہیں ہے اس کا عنوان کچھ اور ہونا چاہیے تھا کوئی نیا پن نہیں ہے۔

اسرار

☆☆☆☆☆

۱۴/ جون ۱۹۸۰ء

خدا کرے تم بعافیت ہو۔

میری وہی کیفیت ہے۔ زیادہ تر غفلت طاری رہتی ہے کھایا پیا اور پڑ رہے۔ مشتاق میاں تم سے اس لیئے بھی ملاقات نہیں ہو سکی۔ سکت نہیں ورنہ خود آتا۔

اسرار

☆☆☆☆☆

۱۶/ جون ۱۹۸۰ء

کیسے ہو،

ڈاکٹر زیدی سے کل شام مشورہ ہُوا تھا اُنھوں نے ۱۸ جون والی ڈرپ ملتوی کر دی ہے اور کہا ہے کہ ۲۲ جون کو لیورا سکینشن کرا کے اس رپورٹ میرے پاس لاؤ اس کے بعد ہی بتا سکوں گا کہ خون چڑھے گا یا ڈرپ لگے گی۔ لیٹا اور بیٹھا رہوں تو ٹھیک ہے دو قدم چلا کہ ایسی سانس پُھولی کے بے اختیار بیٹھ کر ہانپنے لگا۔ کھانسی کم ہے بلغم کا اخراج بھی ہو رہا ہے بس جہاں لیٹا یا بیٹھا ہوں وہاں سے ہلنے کی ہمت نہیں پڑتی۔ عموماً ناشتے کے بعد پھر غفلت طاری ہوتی ہے وہی وقت تمہارے آنے کا ہوتا ہے لیکن آج اللہ کا فضل ہے ایسا نہیں ہوا تمہارا کام کر رہا ہوں بالکل فکر نہ کرو۔ بس اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ یہ سانس کا چکّر ختم ہو تو بات بنے۔

اسرار

☆☆☆☆☆

۱۹/ جون ۱۹۸۰ء

خدا کرے تم ٹھیک ہو۔

اسکینشن کل شام ایکسرے ہُوا ہے رپورٹ آج ملے گی آج جناح اسپتال کے ریڈیالوجیکل ڈیپارٹمنٹ سے لیورا سکینشن کے لیے وقت لیا جائے گا۔ دیکھیں وہ کب وقت دیتے ہیں وہاں تو بڑی بِھیڑ ہوتی ہے۔ بخار میں کمی ہے لیکن سانس کی وہی کیفیت ہے چار قدم چلنا دشوار ہو جاتا ہے پتا نہیں کیا چکّر ہوا ہے۔

اسرار

☆☆☆☆☆

۲۱/ جون ۱۹۸۰ئہ

تم سے اب کیسے ملاقات ہو؟

تم آتے ہو میں غفلت میں پڑا ہوتا ہوں۔ جب اٹھتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ تم آکر جا چکے ہو۔ آج ایکسرے کی رپورٹ آگئی ہے جو آج شام کو ڈاکٹر صاحب کے پاس بھیجی جائے گی لیورا سکینشن کے لیے ۲۲ء جون کو صبح ساڑھے آٹھ بجے بلایا گیا ہے یوں کل بھی تم سے ملاقات نہ ہو سکے گی۔ ابھی لکھنا نہیں شروع کیا۔ ڈاکٹر رب نے غالباً کوئی مسکّن دوا بھی دی ہے۔ ایکسرے رپورٹ نارمل ہی ہے کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب رپورٹ دیکھ کر شاید دواؤں میں کچھ تبدیلیاں کریں۔

اسرار

☆☆☆☆☆

۲۶/ جون ۱۹۸۰ئہ

رپورٹ جگر کی بھی آگئی ہے وہ بھی نارمل ہے کل بارش کی وجہ سے رپورٹ ڈاکٹر کے پاس نہیں جا سکی دیکھو آج کیا ہوتا ہے۔ کچھ بلڈ پریشر بھی ہائی تھا اس کے سلسلے میں ڈائی ٹائیڈ دی جا رہی ہے ای، سی، جی بھی ہُوا تھا، دل میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ کسی وجہ سے بلڈ پریشر گیا تھا۔ سانس کا وہی عالم ہے لیٹنے بیٹھنے میں ٹھیک رہتی ہے، بس ذرا سا چلا پھرا اور سانس پھولنے لگی۔

اسرار